يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم

اے لوگو تحقیق آئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے

الحمد للہ العلی الاعلی کہ کتاب لاجواب ماحی رسوم و بدعات
دافع اوہام و ظلمات محلی بنجج لامعہ موشی بدلایل نافعہ اعنی

# البراهين القاطعة على ظلام الانوار الساطعة

بامر حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف راس الفقہا والمحدثین تاج العلما
الکاملین جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ
حسب فرمایش مولوی محمد یحییٰ صاحب تاجر کتب دینیات و مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ساڈھور مطبوع شد

# التصدیقات لدفع التلبیسات

## معروف بہ مہند

اس زمانہ پرفتن میں جہاں اہل اسلام پر اور بہت مصائب و آلام کا ورود ہے منجملہ ان کے یہ مصیبت بھی ہے کہ اہل باطل اپنی دنیا طلبی کے نشہ میں عوام اہل اسلام کو اہل حق سے متنفر کرتے رہتے ہیں اور بے سروپا اعتراضات و بیجا اتہامات اُن پر لگاتے رہتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے زمانے سے ان کے خاندان کے ساتھ جو بغض اہل بدعت کو پیدا ہوا تھا وہ آج تک بڑھتا ہی رہا یہ جماعۃ مقدسہ جو بحمد اللہ جامع شریعت و طریقت اور مصداق کریمہ یحبہم و یحبونہ اور قول نبوی لا یزال طائفۃ من ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلھم اور مصداق قول بزرگاں ؎

چوں سنم آئینہ انیجا کہ سنم ٭ کاندریں عز آفتاب روشنم

ہیں ہمیشہ اِن کے ذمہ اتہامات لگاتے رہتے ہیں " کہتے ہیں، نعوذ باللہ یہ لوگ حق تعالیٰ شانہٗ کو جھوٹا بتلاتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ زیارہ حضرت فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے ہیں۔

اِن خرافات کی خبر مدینہ منورہ تک پہنچی تو وہاں کے ایک عالم محقق نے ان سے سب سوالات قلمبند فرما کر بغرض دفع اشتباہ حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں ارسال فرمائے اور جو جواب حضرت مدظلہم نے تحریر فرمائے تھے وہ وہاں کے علمائے کرام سے تصدیق کرا دیئے کہ ایسے عقائد و خیالات ہرگز قابل اعتراض نہیں ہیں میں نے چاہا کہ اس رسالے کی اچھی طرح تشہیر کر دوں تا کہ عوام ان لوگوں کے دھوکے سے بچکر اس جماعۃ حقہ سے بدظن نہ ہوں اگرچہ اِن حضرات کا اِس میں کچھ حرج نہیں ہے مگر صرف غریب عوام کے حال پر ترس کھا کر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے موافق گذارش ہے ؎

اللہ اللہ ہرگز اے قوم نبیل ٭ تا نباشد خورد تاں فرزند پیل

المشتہر

مولوی محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ و مدرس مدرسہ مظاہر علوم

سہارنپور

---

## فہرست مضامین براہین قاطعہ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار ہزار شکر تیرا اے منعم حقیقی کہ تو نے ایسا حبیب مقبول عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا جسکا وجود باجود مومنین کیلئے موجب نور ایمان اور باعث آرام جان ہے۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ پھر لاکھوں کروڑوں

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔ اما بعد بندہ احقر الناس خلیل احمد انبہٹوی عفا اللہ تعالی عنہ بخدمت سخندانان باد انش عرض کرتا ہے کہ ہر چند جناب حق تعالی نے منشور عام واجب الاذعان انزل فرمایا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے ہشیار علے الاعلان فرمایا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث۔ مگر تاہم عوام کالانعام باغوائے شیطانی اختراع فی الدین سے باز نہ رہے اور محدثات کو عمدہ عبادت تصور کرکے منہمک ان سیئات کے ہوئے اور پھر علماء ربانیین نے اگرچہ قلع وقمع میں ان محدثات کے سعی بلیغ فرمائی مگر علماء دنیا نے بتسویل نفسانی ان بدع کی تحسین میں رسائل تالیف کئے ہر چند یہ سب کچھ تھا لیکن کسی نے فقہاء مجتہدین وعلماء راسخین کو سب وشتم سے یاد نہ کیا تھا اور نہ علماء واولیا کے طعن سے اپنا دنیا ودین برباد کیا۔ اس سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمے بانوار ساطعہ کرنی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہی اس احقر کی نظر سے گذری کہ اُس کے مؤلف نے صراحۃً علماء راسخین اور اولیاء مقبولین پر طعن وشتم کرکے مورد من عادی ولیا لی فقد اذنتہ بالحرب کا ہوا ہے اور طرفہ یہ کہ وہ خود علم وفہم سے بالکل عاری جہل مرکب کا مُبتلا ہے نہ سائل کی مراد سے واقف ہوا نہ مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعوے ودلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اسپر دعوے علم وتبحر وتفقہ کا وہ کچھ کہ گویا دنیا میں لاثانی ہے اور باوصف اس زعم وتبحر وناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اخفا میں مکنون کیا ہی کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تا گنجایش انکار باقی رہے مگر بقول ع نہاں کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا۔ چونکہ مؤلف مجمع جہلا میں فخراً اپنی اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصور کرکے داد چاہتا ہے اور بریں فہم ودانش

درود اُس امام رُسل ہادی سبُل کی روح پُرفتوح پر جسکے فیض تعلیم وہدایت سے ہزندہ دل اپنے مُردگان غمناک کی ۔ ارواح کو فاتحہ و درود سے راحت رسان ہے ۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا الذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم **امابعد** اہل اسلام کو اپنی اس حالتِ نازک پر رونا چاہیے کہ اسلام ایک گُل پژمردہ کی طرح سموم اختلافات بیجا سے آناً فاناً کُملایا جاتا ہے اور عناد وفساد ایک تندباد شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اوٹھا چلا آتا ہے نہ زبانیں سچی نہ سینے صاف سیکڑوں مفسدی ہزاروں اختلاف کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جسکی شان عالی یہ ہے

وعلم چند جہلار کی تحسین پر اپنے جامہ میں نہیں سماتا چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوے کی ہے لہذا خوب روشن ہوگیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہوا کہ مؤلف اُسکا مولوی عبدالسمیع رامپوری ہے جو میرٹھ میں بر مکان شیخ الہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اُس نے ابتدائے طفلی سے رسائل بتدعین کی جمع کرکے یہ ملکہ واہیہ بہم پہونچایا اور باوجودیکہ خدمت جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری محدث اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم میں یہ بضاعۃ مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی اُن کو بھی مع دیگر علما متقدمین و متاخرین کے نشان سہام طعن وشتم بنایا ۔ اسوجہ سے زیادہ تر موجب ملال وتعجب کا ہوا چونکہ جُہلا ضلال اس کتاب پر نازکر تے ہیں اور خود مولف بھی اس تار عنکبوت کو حصن حصین تصور کرتا ہے اسکی حقیقت جہل کو کشف کرنا ضرور جانا تاکہ مولف کو مبلغ اپنے علم وفہم کا واضح ہوجاوے اور ہر ناظر پر کیفیت مؤلف کی اور استعداد ولیاقت اس کی ہویدا ہو جاوے ۔ اور اس **ردّ انوار ساطعہ** کا نام **البراہین القاطعہ علےٰ ظلام الانوار الساطعہ** رکھا گیا اور اس رد میں لفظ مؤلف سے مُراد مولوی عبدالسمیع رامپوری ہوویگا اور مجیب سے وہ عالم کہ جسکے جواب پر مؤلف نے بحث شروع کی ہے اور اس جواب میں مقاصد مضامین اس رسالہ کا ابطال اور حاصل مراد مولف کا قمع کیا گیا ہے اور اُسکے الفاظ وعبارت کی اغلاط اور ہفوات وخرافات کا جواب اور سب وطعن کا انتقام اور جملہ جملہ کا افساد وابطال بسبب خوف طوالت کے ترک کیا گیا ہے الا ماشاء اللہ تعالی پس بغور ملاحظہ طلب ہے کہ مؤلف کے جملہ مطالب کو نیست ونابود اور جمیع قبائح ومفاسد کو باختصار تمام معائن ومشہور باذنہ تعالی کردیا گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس تالیف ومؤلف کی قدر پر مطلع ہوجاویگا واللہ ولی التوفیق وعلیہ الاعتماد وبیدہ ازمۃ الحق والتحقیق ۔ **قولہ** ۔ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ الخ **اقول** امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید ایا جائز ہے یا نہیں چنانچہ رد مختار میں ہے ہل یجوز الخلف فی الوعید فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لایعد نقصا بل جود وکرم الخ ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے پس اسپر طعن کرنا مولف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اسپر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے ہاں حق تعالی کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ کہا تھا جیسا اِس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کہا ہی اور عجز قادر مطلق کے معتقد ہوے اور ان اللہ علی کل شئی قدیر کے خلاف عقیدہ ٹھیرایا اسپر مولف کو افسوس اور عبرت نہوئی پس یہ ماجرا لائق دید ہے کہ تمام



من اصدق من اللہ حدیثا اُسکو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہی اور حضرت فخر موجودات سرور کائنات جنے خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ ایکم مثلی یعنی کون ہے تم میں میری مانند لَستُ کاحدکم یعنی ایک تم میں میری طرح نہیں ۔ اور وہ تو وہی ہیں اُنکی بیبیوں کی یہ شان عالی ہے کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا یانساء النبی لستن کاحد من النساء پھر اس زمانہ میں ایک ادنےٰ سا آدمی ہے کہ وہ کہہ رہا ہے رسول اللہ میرے بھائی ہیں ۔ واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے کُل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں ۔ اس لفظ میں ایہام دعوے برابری حضرت فخر الانبیاء کے ساتھ ہے معاذ اللہ منہا ۔ اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے ۔ ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت ضرور نہیں ۔

اُمت کے خلاف حق تعالےٰ کے عجز پر عقیدہ ٹھیرانا تو مولف کے پیشوایان کا دین ہے ۔ اور مولف اسپر افسوس نہیں کرتا اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدما میں مختلف فیہ ہوچکا ہے اوسپر طعن کرتا ہے اس سے حال علم وفہم مولف کا ہر شخص امتحان کرکے دیکھے فقط **قولہ** اور حضرت فخر موجودات صلےٰ اللہ علیہ وسلم الخ **اقول** ایکم مثلی میں مماثلۃ تقرب الی اللہ تعالےٰ کی مراد ہے چنانچہ لفظ مابعد کا بقطعی ویقینی خود ظاہر اسپر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی لستن کاحد من النساء میں نفی مماثلت شرف زوجیت ولوازم زوجیت کی مقصود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوۃ کے تقرب وشرف کمالات میں کیسکو مماثل آپ کا نہیں جانتا البتہ نفس بشریت میں مماثل آپکے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالےٰ فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم اور بعد اسکے یوحی الی کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد اثبات مماثلت بشریت کے ثابت فرمایا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونیکے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ یا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور فخر عالم نے بھی فرمایا وددت انی قد رایت اخوانی الحدیث ۔ پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونیکے کہنا اور یہی وجہ قائل کی ہے موافق قرآن وحدیث کے ہوا اسپر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن ہے اور اسکے خلاف کہنا نص کی مخالفت ہے لہذا جونکہ جس نے آپ کو اخ کہا ہے بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہا ہے اور تقرب کی مماثلت کا وہ ہر گز قائل نہیں تو اُسپر طعن سوائے مخالف نصوص کے اور کیا ہو ویگا ! وہ آپ کی ذات کو بشریت سے نکالکر جو اشرف المخلوقات ہے ، کسی دوسری نوع میں داخل کرنا محض گستاخی اور ہتک شان رفیع آپ کا ہے ۔ سو مؤلف کو ہنوز یہ بھی خبر نہیں کہ قائل کی کیا مراد ہے اور طعن مؤلف کا خود قرآن وحدیث پر ہوتا ہے مگر اپنی کم فہمی کی کہانی کہنی ضرور ہے ۔ علےٰ ہذا حال آیہ لستن کاحد من النساء کا ہے **قولہ** واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہیں الخ **اقول** لاریب اخوۃ نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں ہے اس میں مساواۃ بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب میں نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے سو یہ طعن بالکل سفسطہ ہے خلاف فہم وعقل کے تامل درکار ہے ۔ **قولہ** ایک کہتا ہے کہ ایک رکعت وتر الخ **اقول** وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمر اور ابن عباس وغیرہما صحابہ اُس کے مقر اور مالک و شافعی و احمد کا وہ مذہب پھر اسپر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان مؤلف کا کیا ٹھکانا جب آنکھ بند کرکے ائمہ مجتہدین پر اور صحابہ پر اور احادیث پر تشنیع کی پس یہ تحریر بجز جہل کے اور کیا وجہ رکھتی ہے معاذ اللہ منہا ۔

اورتراویح بیش پڑھنی بدعت ہیں آٹھ سنت ہیں اسی طرح وہ محفل میلاد جس کو عالم عامل محدث کامل فقیہہ فاضل حافظ ابو الخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف وجوانب ارض میں اہل اسلام پڑھتے ہیں مولد نبی کریم اور پاتے ہیں اُسکے سبب برکات عظیم - اب اس دورہ میں کوئی آدمی اُسکو کفر و شرک کہتا ہے کوئی بدعت کہتا ہے کوئی حرام نعوذ باللہ منہا ؂

محفل مدح پاک کو کہتے ہیں کفر و شرک جو
اُن سے کہو کہ واہیو منھ کو ذرا لگام دو

علے ہذا القیاس وہ اموات جو محزون و دردناک ایک غار تنگ و تاریک میں پڑے ہوئے کس کر رہے ہیں کاش میرا بیٹا یا بیٹی مجھکو دیں یا بھائی بہن فاتحہ و درود بھیجیں اب اس وقت میں بعض وہ صاحب ہیں کہ بیدھڑک فتوے دے رہے ہیں کہ یہ سب امور بدعت ہیں ان مفتی صاحبوں میں جو واعظین ہیں وہ اپنی گود بھرتے ہیں مُردوں کا مال جسقدر دیدہ گٹھڑی باندھ لیتے ہیں اور جو ان میں مدرسین ہیں وہ امور فاتحہ و درود کو بدعت بتلاکر تمامی اموال موتے کا اپنے مدرسوں میں آنا آرزو کرتے ہیں غرضیکہ ہر کوئی اپنی طرف کو کھینچ رہا ہے - عوام جو تعیین تواریخ کی تقلید میں کچھ کر گذرتے تھے اب وہ بالکل شتر بے مہار ہوگئے بدعت منکر تمام مصارف خیر سے سبکدوش اور دست بردار ہوگئے امداد اموات بند ہوگئے لیکن اُن حضرات مانعین کو اس سے کیا غرض موتے اپنی قبروں میں تڑپا کریں اور مساکین بھوکے خاک میں لوٹا کریں اور تماشا یہ کہ جب ان سے کہئے کہ میاں کیوں امر خیر بند کراتے ہو کہتے ہیں واہ ہم تو بہت اچھا کام کرتے ہیں - پس یہ کہنا اُن کا اُسکے قریب جاکر ٹھہراکہ قرآن شریف میں وارد ہے واذا قیل لہم لا تفسدوا فے الارض قالوا انما نحن مصلحون - تیرہویں صدی میں لوگوں کا حال کیا غضب تھا اب چودھویں شروع ہوئی دیکھیے کیا قیامت ہو دنیا میں کیا خرابی اور دین میں کیا مصیبت ہو ان ایام میں دہلی کے تین نفر اور چند علما دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کی حسن توجہ سے اور مطبع خاص ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتوی چار ورق

قولہ تراویح بیس پڑھنی الخ اقول آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہنا قول کسی عالم کا نہیں بلکہ قول سفہا کا ہے ایسے اقوال ساقطہ کا ذکر یہاں بے محل ہے البتہ بعض علمائے جیسے ابن ہمام نے آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں قولہ اسیطرح وہ محفل میلاد الخ اقول نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپکا مثل ذکر دیگر سیر و حالات کے مندوب ہے چنانچہ یہ امر فتوی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری میں صراحۃً مذکور ہے اور مولف اس کو دیکھ چکا ہے کہ یہ کتاب اُس کی اُس ہی فتوے کے رد میں تالیف ہوئی ہے البتہ قیود غیر مشروعہ جو اُسکے ساتھ ضم ہوگئے ہیں - اُس کی وجہ سے حکم مجموعہ پر بدعت و منکر ہونیکا یا شرک و حرمت کا لگایا جاتا ہے اور یہ حکم باعتبار اُن قیود غیر مشروعہ کے ہے نہ بوجہ نفس ذکر کے چنانچہ یہ سب قریب معلوم ہو جاویگا پس مؤلف کا یہ طعن بدون سمجھے بوجھے اُن فتاوی کے محض کم فہمی ہی افسوس کہ اصلی سوال اور جواب کو غور بھی نہ کیا اور اعتراض کرنیکو کھڑا ہو گیا قولہ علے ہذا القیاس وہ اموات جو محزون الخ اقول ایصال ثواب طعام و قراءۃ کو کسینے منع نہیں کیا اس باب میں جو منع ہے تو اس طرح و ہیئت سے ایصال کو منع کرتے ہیں کہ جسمیں تشبہ بکفار لازم آجائے یا تقید مطلق کی آجاوے کہ یہ دونوں تمام مجتہدین کے نزدیک حرام و بدعت ہیں - اور یہ امر کہ



پر چھپکر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا ہے حاصل نتیجہ اُس کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف علی صاحبہا الصلوۃ والسلام گناہ ہے اور اسی طرح اموات کا فاتحہ و درود جو ہندوستان میں رائج ہیں یہ سب خراب و تباہ ہی کچھ دن اسپر نگذرے تھے کہ ایک فتوے دوسرا جو بیس صفحے کا مطبع ہاشمی میں چھپکر در بدر پھرنے لگا اس میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہی چو ورقہ جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اُس میں چھاپا مجھسے بعض اخوان طریقت نے بتاکید تمام یہ فرمایش کی کہ اس فتوے کے سبب لوگوں میں ایک نزاع وجدال ہو رہا ہے اور کچے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑے جاتے ہیں اور معاندین اس فتوی کو جابجا دکھاتے ہیں اب تم کو چاہیے کہ تم خبر لو ورنہ یہ عوام جگر خام گرداب ضلالت میں ڈوب جائینگے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں گے ہر چند کہ میں مریض نحیف کم طاقت حوائج علائق سے کم فرصت اسقدر گنجائش نہ رکھتا تھا لیکن ملہم الصدق والصواب نے جسکے قبضہ قدرت میں آدمی کا دل ہے میرے دل میں بھی ڈالدیا کہ بالضرور اس باب میں امر حق افراط و تفریط سے خالی لکھدینا چاہیے ایسے موقعہ میں سکوت کر کے عوام کالانعام کو جو اغوائے مانعین سے بہکے جاتے ہیں نہ ڈبونا چاہیے - تب میں نے نظر ڈالی دونوں فتوؤں مطبوعہ ہاشمی پر تب پایا فتوی پچھلے میں زیادہ تر اہتمام مذمت مولد شریف کا اور دیکھا پہلے فتوے میں انکار مولد شریف پر اور نیز طعن و تشنیع چند امور خیرات و حسنات پر اسلیئے جواب لکھا میں نے اسی فتوی اولی کا جس میں چند امور تھے اور نیز اسکے مکرر چھپنے سے اُسکی تاکید بھی کی گئی تھی لیکن فتوے ثانیہ کی بھی دلائل و مسائل کو اُسی کی ذیل میں کہیں اصالۃً کہیں ضمناً رد کیا گیا ہے چاہیے کہ ناظرین بچشم تدبر ملاحظہ فرماویں اور نام رکھا ہم نے اُس فتوی کا فتوی انکاری جس مقام پر یہ نام آوے جان لیجئے کہ وہی فتوی چو ورقہ مانع الخیرات مُراد ہے اور نام رکھا ہمنے اپنے رسالہ کا **انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ** مشتمل چار انوار پر **نور اول** میں دو لمعے ہیں - **لمعہ اولی** میں بیان ہے اُن علماء و مشائخ کا جو مفتیان فتوی انکاری کے مقتدا ہیں **لمعہ ثانیہ** میں اس سوال کی نقل ہے لفظاً لفظاً جو اُس فتوی انکاری میں درج ہے - پھر جو کچھ خطا میں اُس سوال میں ہیں انکی تشریح پھر ثبوت دیا گیا ہے خوش آوازی اور فروش تکلفی بچھانے اور تقسیم شیرینی اور روشنی کرنیکا اور حرمین شریفین کی عظمت اور خطاب حاضر مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کرنیکا اور یہ کہ حکم شرعی موقوف فقط حدیث پر نہیں **نور دوم** میں چھ لمعے ہیں **لمعہ اولی** میں جواب مانعین منقول ہے بلفظ اور مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند کی چار شکایتیں - **لمعہ ثانیہ** میں رد جواب مانعین و ثبوت بدعت حسنہ بدلائل ساطعہ **لمعہ ثالثہ** میں نقل ہے عبارت مولوی عبد الخالق صاحب واعظ دیوبندی کی پھر رد کرنا اُسکا **لمعہ رابعہ** میں ہے رد عبارت مولوی عبد الجبار اور اثبات ہر جگہ موجود ہونے ملک الموت اور ابلیس اور چاند سورج کا اور نہ مشرک ہونا آدمی کا اس اعتقاد سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک محفل مولد شریف میں آتی ہے **لمعہ خامسہ** نقل عبارت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

منع کرنا بوجہ قیود و ہیئت کے ہے نہ بوجہ ایصال کے اُس فتوی میں جسکا رد کرنیکو مولف نے یہ کتاب لکھی ہے مصرح ہے مگر دیدہ حق بین نہ ہو تو اُسکا کیا چارہ - پس اگر کسینے مسلمان کو خسران دین و دنیا سے بچایا کہ مال بھی ضائع ہوا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا کہ مقصود ثواب اموات تھا نہ کہ معصیت سے ملوث ہونا تو یہ عین دین ہے اسکو قبیح کوئی اہل دین و دانش ہرگز نہیں کہسکتا

کی پھر اُس کی شرح لمعہ سادسہ عبارت مولوی امیر باز خاں صاحب واعظ جامع مسجد سہارنپوری کی پھر جواب اُسکا اور ذکر سماع اور حقہ کا
نور سوم میں چند لمعے ہیں لمعہ اولی جواز فاتحہ اور جواب دلائل مانعین لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ لمعہ ثالثہ عیدین و شب برات و عشرہ
محرم میں فاتحہ لمعہ رابعہ جواز طریقہ فاتحہ سوم لمعہ خامسہ ذکر چہلم و بستم و دہم کا اور بھیجنا گھڑا مسجد میں لمعہ سادسہ نصائح درباب
اموات نور چہارم میں آٹھ لمعے ہیں لمعہ اولی اثبات محفل مولد شریف لمعہ ثانیہ یہ اعتراض کرنا کہ محفل مولد شریف کو کنہیا
کے جنم اور نصاریٰ کے بڑے دن سے مشابہت ہے پھر اسکا جواب لمعہ ثالثہ یہ اعتراض کہ یہ محفل بدعت سیئہ ہے پھر اسکا
جواب اور اصول مقررہ مولوی محمد اسمعیل صاحب سے ثابت کرنا کہ یہ محفل سُنت ہے بدعت ہرگز نہیں کیونکہ اسکی اصل بھی ثابت
ہے اور نظیر اور مثل بھی لمعہ رابعہ یہ اعتراض کہ محفل خاص بارہویں ربیع الاول کو کیوں کرتے ہیں اور ہر سال التزام کیوں ہے
پھر اسکا جواب اور ثبوت تخصیص یوم و التزام دائمی چند دلائل سے لمعہ خامسہ یہ اعتراض کہ قیام شرک ہے اور روح کا وہاں
حاضر جاننا شرک ہے پھر ان سب کا جواب اور جلنا پھر نا روحوں کا دلائل قویہ سے ثابت کرنا اور یہ بھی کہ حضرت صلے اللہ
علیہ آلہ وسلم کو خبر پہونچتی ہے محفل مولد شریف کی لیکن قیام اسواسطے نہیں کہ روح مبارک تشریف لاتی ہے بلکہ قیام چند وجوہ
سے شرع میں پایا گیا ہے لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غائب ہیں الفاظ حاضر مخاطب انکے واسطے
بولنے کفر ہیں پھر اسکا جواب دلائل قاطعہ سے اور ثبوت اُسکا عہد صحابہ رضی سے ابتک لمعہ سابعہ۔ اعتراضات متفرقہ واہی تباہی
پھر اُنکا جواب لمعہ ثامنہ اسماء مبارک حضرات عالیہ درجات فقہا و محدثین و مجوزین این عمل برکات تضمین یعنی مولد ختم المرسلین
صلے اللہ علیہ علے آلہ و اصحابہ و اولیاء اُمتہ اجمعین مؤلف رسالہ جمیع اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب
میں نے یہ بات دیکھی کہ بعض جاہلین یہ فتوی انکار پڑھ پڑھکر اپنے مسلمان بھائیوں کو بیدردی سے چڑاتے ہیں اور
فتنہ کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں تب اس نزاع باہمی پر کمال افسوس ہوا اگر یہ مفتیان
دین سمجھتے کہ یہ آدمی فتوے لکھوا کر باہم سر پھوڑینگے اور شیشۂ اتفاق و جمعیت سنگ تفرقہ سے توڑیں گے نہایت درجہ کے
یقین کامل سے کہتا ہوں کہ کبھی یہ علما اس میں قلم نہ اُٹھاتے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالکر کفار کو اپنی خانہ جنگی کا تماشا نہ دکھاتے
خیر گذشتہ را صلوات اب میں بصد التجا سب صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں ایک دُبلا ئے افکار ہوں تردد آ
سے دم بھر خالی نہیں جنگ و جدال اور تضیع اوقات سے بچتا ہوں کیونکہ میں کوئی وارستہ مزاج لاابالی نہیں اپنے کاروبار کو

کہہ سکتا البتہ واعظین و مدرسین پر جو کہ متمثل امر بلغوا عنی ولو آیۃ کے ہیں اور امروا بالمعروف و تناہوا عن المنکر کے عامل طعن و
تشنیع کرنا اور بدظنی کو کام فرمانا کہ منہی عنہ بنصوص قطعیہ ہے بلاریب تسویل شیطان اور ارضاء لعین ہے اور توہین نواب فخر عالم کی کر کے
اپنی عاقبت کا برباد کرنا اور خلق کا گمراہ کرنا ہے پس مولف اپنے اس شغل تشنیع سے اپنا انجام سوچے کہ کیا ہے اور یہ عذر کہ وہ بطمع

دنیا یہ وعظ و درس کرتے ہیں سو اسکا حساب علے اللہ تعالی ہے مؤلف کو حکم حسن ظن کرنیکا تھا نہ بدظنی کا لقولہ علیہ السلام ایاکم والظن
الحدیث سو مؤلف عدول حکم ہو کر کون ہوتا ہے اور جو وہ اُجرت لیتے ہیں تو آخر علماء متاخرین نے درس اور وعظ پر اسکے



صلاح دین کے لئے چھوڑ کر یہ رسالہ لکھتا ہوں سلئے اہل اسلام بتید نظر انصاف سے اسکو دیکھو نفسانیت کو ہرگز دخل نہ دیجیو اگر حق سمجھ
میں آجاوے قبول کیجیو اور قول سابق سے رجوع کرنیکو کسر شان مت سمجھیو اور اگر مدتوں کی جمی ہوئی دل سے نکالو تو آنا بالضرور
کرو کہ طرف ثانی کی تشنیع سے زبان سنبھالو ۔ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں ۔ وہ لوگ جو باقتدائے سلف صالح ان امور حسنہ کے
قائل ہیں دیکھو اُن کے پاس اپنی تقویۃ میں کسقدر دلائل ہیں اور ادلۂ شرعیہ سے مدلل انکے مسائل ہیں نور اول میں دو لمعے
ہیں لمعہ اولی میں یہ بیان ہے اون علماء و مشائخ کا جو مفتیان فتوی انکاری کے اساتذہ اور مشائخ اور مقتدا اور پیشوا ہیں واضح
ہو کہ اس فتوی کے جسقدر مفتی ہیں وہ معتقد ہیں اُن دو عالموں کے یعنی مولوی اسمعیل صاحب دہلوی اور مولوی اسحاق صاحب
دہلوی کے پس بعضوں کو ان صاحبوں کے خاندان میں واسطہ در واسطہ رابطہ شاگردی حاصل ہوا اور بعضوں کو مریدی طالبی
اور بعضوں کو محض تقلید اور اتباع پس مولوی اسمعیل صاحب کا خاندان طریقت یہ ہے کہ وہ مُرید ہیں سید احمد صاحب کے اور وہ
شاہ عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور مولوی اسحٰق صاحب علم حدیث میں شاگرد ہیں شاہ عبد العزیز
صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے ۔ اور مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا ایک سلسلہ
تو صابریہ ہے اور دوسرا نقشبندیہ مجددیہ وہ ختم ہوتا ہے شاہ ولی اللہ پر اس طرح کہ یہ دونوں صاحب اور نیز تیسرے مولوی
محمد قاسم صاحب ساکن نانوتہ ضلع سہارنپور یہ تینوں صاحب مرید ہیں جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے اور وہ میانجی
نور محمد صاحب کے اور وہ سید احمد صاحب کے اور وہ شاہ عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے ۔ حاصل یہ
کہ ان صاحبوں کے اُستاد یا پیر امام معتقد فیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ٹھیرے اور شاہ ولی اللہ صاحب کا سلسلہ
اوپر کو اس طرح چلتا ہے خاندان مجددیہ میں کہ وہ مرید ہیں اپنے باپ شاہ عبد الرحیم صاحب کے وہ مرید ہیں سید عبد اللہ سے
وہ سید آدم بنوری سے وہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے الے آخرہ اور دوسرا سلسلہ اپنا شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب
انتباہ میں یہ لکھا ہے کہ اس فقیر نے علم حدیث لیا اور خرقۂ تصوف پہنا اور خلافت پائی شیخ ابو طاہر سے اور اُنہوں نے شیخ
ابراہیم سے اور اُنہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور اُنہوں نے شیخ احمد شناوی سے اور اُنہوں نے اپنے باپ علی بن
عبد القدوس سے اور اُنہوں نے شیخ عبد الوہاب شعرانی سے اور اُنہوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے اور اُنہوں نے شیخ کمال الدین امام

جواز کا فتوی دیا ہے اور خود مؤلف بھی ایک سالہ اس باب میں طبع کرا چکا ہے پس یہ طعن اپنے اوپر اور علماء متاخرین و فقہا پر ہوا
کہ اپنی غرض فاسد کے اتباع میں اپنا قول بھی یاد نہ رہا سخت تعجب ہے معہذا جو کچھ واعظ کو اور مدرسہ میں نیت ایصال ثواب
دیا جاتا ہے اُسکا ثواب بھی تو اموات کو پہنچتا ہے سو اموات کا حرمان نہ معلوم کہ مؤلف کس طرح سمجھ گیا مگر شاید مؤلف کے نزدیک
وعظ و درس کوئی گناہ ہے کہ اُسکے صرف میں وصول ثواب بھی نہیں ہوتا معاذ اللہ ورنہ وعظ و درس چونکہ فرض ہے اُنکے
صرف میں اجر بھی زیادہ ہوتا ہے تو مساکین کے دینے سے اس میں اموات کو زیادہ نفع ہے حسب حکم شرع پس مؤلف کا یہ کلام
محض کینہ کا اظہار اور بیخبری علم دین سے ہے پس جواب مسئلہ و طعن ناموزوں مولف کا حاصل ہو چکا اور جو کچھ کلام لایعنی اُس کا

کا لیے اور اُنہوں کے شیخ الاسلام ابو الخیر ابن الجزری شیخ القرا و المحدثین سے الی آخرہ الحاصل یہ بزرگواران مندرجہ
سلاسل منکور معتمد اور پیشوا ہیں مفتیان فتوے انکاری کے اور نقل کیا ہم نے ان اسما کو اُن کی کتب مشائخ مثل غیاۃ وتوضیح و
اور ضیاء القلوب کے اور یہ اسلئے کہ ہم جو قول یا دلیل پیدا کریں گے تو وہ یا خود ان بزرگواروں کی تصانیف میں ہوں گی یا ان
بزرگواروں کی مسلم الثبوت کتابوں میں لمعہ ثانیہ سوال فتوی انکاری کی نقل ہے سوال کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی و مدح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردان خوش الحان
خوانندہ ہوں وزیب وزینت وشیرینی وروشنی ہے کثیرہ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار میں مخاطب جلے ضر ہوں جائز
ہے یا نہیں اور قیام وقت ذکر ولادت صلعم کے جائز ہے یا نہیں اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہی یا نہیں اللہ
نیز بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ کے آب طعام سامنے رکھکر اُسپر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا اور ثواب اُس کا اموات کو پہنچانا جائز
ہے یا نہیں اور نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی و کلمہ طیبہ چنوں بھنوں پر مع و پنج آیت کے و شیرینی تقسیم
کرنا بحدیث نبوی صلعم جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا تمام ہوئی عبارت سوال کی حرفاً حرفاً اب شرح اس سوال کی کرتا ہوں اس طرح کہ
عبارت سوال پر لفظ قولہ ہوگا اور میری عبارت پر لفظ اقول ہوگا قولہ جس مجلس میں امردان خوش الحان خوانندہ ہوں الخ اقول دیکھو
سائل چونکہ سخت عناد محفل خیر العباد سے رکھتا ہی خواہ اپنے مفتیوں کے مشورہ سے خواہ اوروں کی کمیٹی سے وہ لفظ درج کرتا ہی
جس میں مفتی صاحب بے کھٹکہ مہر مناہی کی لگا دیں بھلا کوئی اس سائل سے پوچھے کہ کیا مجلس میلاد کو خاص امرداں خوش الحان
ہی پڑھتے ہیں ہمارے مرد خدا آنکھیں کھولکر دیکھ دہلی میں مولانا عبد الحکیم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور

اُسکا سوائے اسکے ہے اُسکا حوالہ یوم الجزاء پر کیا جاتا ہے نہ یہ کام علم کا ہے بلکہ دہلی کے پھکڑ باز اس سے زیادہ لکھ سکتے ہیں
اسکے بعد مؤلف نے وجہ تالیف لکھی اور اپنے عالم متبحر ہونے اور معتبر زمانہ ہونیکی داد دی ہے اُسکا جواب دینا فضول ہی کیونکہ یہ کتاب مؤلف کی خود
شاہد اُسکے علم و فہم کی اور تکذیب اُسکے دعوی کی موجود ہی کہ ہر اہل علم مبلغ فہم مؤلف کا دریافت کرسکتا ہے علی ہذا تبویب و تقسیم رسالہ اور لمعہ
اولی نور اول کا قابل جواب نہیں اُس سے عبور کر کے آگے بڑھتا ہوں فقط قولہ لمعہ ثانیہ سوال فتوی انکاریکی نقل الخ اقول
سائل نے وہ ہیئت واقعہ محفل مولود جو مروج ہے درج سوال کر کے اُسکا حکم پوچھا تھا اسکی غرض یہ تھی کہ اصل ذکر مولود کو تو سب
علما رجائز و رکھتے ہیں مگر اس ہیئت کا کیا حال ہے مولف نے بنام نہاد شرح سوال کے اُسکا جوابدیا ہی اور شرح میں اپنی رائے
جو مناسب جانا لکھدیا ہے چنانچہ ظاہر ہوا جاتا ہے قولہ۔ اول۔ دیکھو سائل چونکہ سخت عناد محفل الخ اقول یہ مؤلف کا محض
کینۂ قلبی ہے کہ سائل کو معاند ذکر فخر عالم علیہ السلام کا لکھا ہے البتہ سائل اگر متبع سنت ہے تو اس ہیئت کا معاند بیشک ہوگا
کیونکہ اس ہیئت کو بدعت جانکر اس سے مجتنب ہے لقولہ علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ اور اصل ذکر کو وہ مندوب ہی جانتا ہی مگر مؤلف
کے حسن فہم سے جو کچھ اُسکے قلب میں ہی وہ ٹپکتا ہے قولہ وہ لفظ درج کرتا ہے الخ اقول اس کلام سے اسقدر معلوم ہوا کہ امردان
کا حاضر ہو کر غزل و قصیدہ پڑھنا مولف کے نزدیک بھی موجب تامل فتوی کراہت کے دینے کا ہے جس سبب سے سائل پر غصہ ہے



مولوی وزیر الدین واعظ جامع دہلی اور چند علما معتبر مولد شریف پڑھتے ہیں اور کئی برس سے مولوی عبد الرب صاحب دہلوی بھی مولد شریف
پڑھنے لگے خوب محفل سجاتے ہیں یہ بھی ساٹھ برس کے ہونگے امرد خوبرو نہیں ہیں البتہ بعض محافل ہیں کوئی لڑکا خوش آواز

کہ کیوں ایسا سوال بنایا اور مؤلف اپنی مجالس میں امردوں کی مولد خوانی سے انکار کرتا ہے مگر مؤلف کا یہ قول کسقدر کم فہمی ہے
دکہ کیا مجلس میلاد کو خاص امردان خوش الحان ہی پڑھتے ہیں الخ کیونکہ سائل نے کب کہا ہے کہ امرد ہی پڑھتے ہیں یہ حصر تو مولف
کے فہم ناقص سے پیدا ہوا ہے سائل یہ کہتا ہے کہ امردان خوش الحان خوانندہ ہوں اور خوانندہ ہونا عام ہے کہ بالکل وہی
پڑھیں یا کچھ پڑھیں اور مطلب سائل کا حسب واقعہ مروجہ کے قصائد مدح وغیرہ مجلس میں پڑھنے سے ہے نہ خود کتاب کے لڑکی پڑھنا
سو یہ توجیہ مؤلف کی خواب غفلت ہے کیونکہ اُسکی غرض حضور امارد اور خوش الحانی سے قصائد پڑھنا ہے اور یہ امر مجالس میں
موجود ہے کیونکہ اس سے انکار کرنا ممکن نہ تھا کہ خود مؤلف کی محافل میں بھی یہ امر موجود ہوتا ہے۔ لہذا اُسکے دفعہ کیواسطے یہ تدبیر
کی کہ قول سائل سے کہ امرد خوانندہ ہوں امرد کا کتاب مولود کی پڑھنا شرح سوال میں مراد لیا اور پھر استشہاد لائے کہ دہلی وغیرہ میں
سب بوڑھے اور معتبر پڑھتے ہیں سبحان اللہ خوب شرح کی اور خوب اعتراض کیا عوام کو تو دھوکا شاید لگ جاوے مگر فہیم آدمی تو اس
کاریگری کو خوب سمجھ لیوینگا پھر یہ کہ اگر بالفرض یہ امر نہ بھی ہوتا تاہم سائل ایک صورت فرضی کر کے اُسکا حکم پوچھتا ہی اور ہر روز ایسے
سوالات امر شائع ہے ہیں یہانتک کہ کتب فقہ میں بعض ایسے سوال مندرج ہیں کہ محال عادی ہیں پس سائل پر یہ عتاب مولف
کا کہ یہ صورت کہاں ہوتی ہے ایسا سوال کیوں کرتا ہے کون عقل کی بات ہی عجیب اور عالم کو واقعہ سے کیا بحث ہے وہ سوال کی
صورت کا جواب دیتا ہے یہ مؤلف کا نیا قاعدہ مخترعہ ہے مگر بات وہی ہے کہ سائل نے خود عیب مؤلف کا بیان کیا اس کے رنج
میں غصہ آگیا اور دوسری شرح خلاف مقصود کر کے جواب میں انکار واقعہ کر دیا گیا مگر اس تغیر سے کیا حاصل ہوا کیونکہ قصائد خوانی
اور مولود خوانی دونوں کا ایک ہی حکم ہوویگا۔ غرض تو حضور امارد خوش الحان سے ہے مگر مؤلف ایسا فہم کہاں سے لاتا جو اسکو
سمجھتا یہ سمجھا کہ جواب سے سبکدوش ہو گیا۔ حالانکہ یہ جواب قابل خندہ ہے کیونکہ سائل پوچھتا ہے کہ جس محفل میں امردان خوش الحان
قصائد پڑھیں اور حالانکہ امرد بعض حسین صبیح بھی ہوتے ہیں اور مجالس مولود میں جوانان فساق فجار بھی حاضر ہوتے ہیں تو ایسی
صورت میں اندیشہ فتنہ کا ہے سو چونکہ سب سامان فتنہ وہاں موجود ہوتے ہیں تو مظنہ شہوت حرام کا ہے کہ امارد کوئی صبیح کم کوئی
زیادہ اور خوش لحنی اور لباس صاف اور خوشبو کا ہونا اور فسق و فجور و شباب کا ہونا داعی پس ایسی حالت میں گو ذکر سرور عالم
علیہ السلام کا ہی ہو مگر مظنہ شہوت بظن غالب ہے ایسی محفل کا کیا حکم ہے اگرچہ ذکر مندوب ہے مگر بلحوق معصیت اور کراہت کا
بھی ہے اور مجموعہ پر حکم باعتبار قیود کے ہوتا ہے تو مؤلف نے جواب اول تو دیا کہ دہلی وغیرہ میں کوئی امرد مولود نہیں پڑھتا اور اگر
کوئی امرد آجاوے تو امردوں کو قرآن یا مدح پڑھنا کہیں منع نہیں آیا واہ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے وہ تو پوچھتا ہی کہ اس
مجمع اور ہیئت میں حاضر ہونا اور مدح خوانی کیسی ہے مؤلف جوابدیتا ہے کہ مکتب میں یا خلوت و گھر میں قرآن پڑھنا منع نہیں
وہ کب مکتب و خانہ میں قرآن و مدح کو پوچھتا ہے یا مطلق قرآن و مدح کو پوچھتا ہی وہ تو ایسے مجمع میں کہ مظنہ فتنہ کا ہے سوال کرتا ہی

بھی آجاتا ہے کوئی منقبت یا مدح یا حمد خوش آوازی سے پڑھ دیتا ہے سو یہ کہیں قرآن و حدیث فقہ اصول سے ثابت نہیں کہ امردوں کو قرآن پڑھنا یا اپنے رسول کریم کی مدح اور نعت کا پڑھنا ممنوع ہے کچھ تعریف زلف و رخ و خال و خد محبوبان نازنین کا ذکر نہیں پڑھتے باقی رہی الحان خوش سو اس فرقے کے مسلم الثبوت عالم ربانی مجدد الف ثانی جلد ثالث مکتوبات میں فرماتے ہیں دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد و نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حرف و قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمہ تردید صورت بآن بطریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است انتہی اس سے معلوم ہوا کہ خوش آوازی سے مولود پڑھنا جائز ہے ہاں البتہ تالی بجانا اور رعایت راگنی کے قواعد کی بچا ہے یہ انکا قول ہے اور مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔ والحق ان السماع اذا وقع بصوۃ حسن بشعر تتضمن للصفات العلیۃ والنعوت النبویۃ المحمدیۃ عریا عن الآلات المحرمۃ واثارکامن المحبۃ الشریفۃ العلیۃ کان من الحسن فی غایتہ ولتمام تزکیۃ النفس نہایۃ الی آخرہ۔ اور نیز مولوی محمد اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں حب عشقی کے بیان میں از جملہ موئیدات ان استماع الحان خوش و صوات دلکش و قصص شوق آمیز و اشعار عشق انگیز ہست انتہی۔ اور ابن جوزی و سید احمد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ میں ہیں فرماتے ہیں سن سات سو چاسی میں بادشاہ مصر نے محفل مولود شریف کی تھی میں اُس میں حاضر ہوا محفل کا اہتمام دیکھکر مجکو حیرت ہوئی مطلق قرآن و مدح کو اُس نے کہاں پوچھا ہے اور جو مؤلف کی یہ غرض ہی کہ اصل ذکر تو درست ہے گو عروض فتنہ عارض ہوگیا تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرمت عارضی بھی مثل اصلیہ کے محکوم ہوتی ہے اگر یہ مراد ہے کہ مطلق جب حلال ہوا تو پھر جس قید میں اُس کا وجود ہو حلال ہی رہے تو یہ بھی سراسر غلط ہے کہ مطلق حلال قید ممنوع سے ممنوع ہو جاتا ہے چنانچہ نماز ارض مغصوبہ میں ممنوع و مکروہ ہے اور جو یہ مراد ہے کہ امرد اگر خد و خال کے اشعار پڑھے تو منع ہیں مگر مدح فخر علیہ السلام کا اندیشہ نہیں تو یہ محض غلط ہے کیونکہ شہوہ پرستوں اور جوانان باشہوت کو مدح اور قرآن اور غزل میں اور صلوٰۃ و ذکر میں کچھ تمیز نہیں ہوتی طبعًا اور یہ امر بدیہی ہی ہر شخص جانتا ہے گو مؤلف دیدہ و دانستہ انکار کرے یا بوجہ ضعف دماغ کے قوۃ شہویہ زائل ہوگئی ہو۔ دیکھو در مختار میں امرد صبیح کی امامۃ کو مکروہ لکھا ہے اور وجہ اس کی وہی مظنہ فتنہ ہے جب نماز اور قرآن میں علماء مکروہ لکھتے ہیں تو ایسی مجلس میں مدح خوانی کب درست ہو ویگی اور احیاء العلوم میں امرد کی صورت کو درصورت مظنہ فتنہ کے مکروہ لکھا ہی مؤلف آنکھ کھول کر مطالعہ کرے پس ہرگاہ کہ اس زمانہ صلاح میں اُس کو مکروہ لکھا ہے تو اُس زمانہ فتن میں تو صلحاء کا بھی حال قابل طمانیت نہیں چہ جائیکہ اُس محفل میں جہاں فساق موجود ہوں، پس حاصل یہ کہ مؤلف نے کمال فہم کو کام فرمایا کہ سائل تو ایسی محفل کے حضور کو پوچھتا ہی جس میں فتنہ کا ظن غالب اور امارد کا وہاں ہونا موجب فتنہ کا ہی اور مؤلف جواب دیتا ہے کہ امرد کا قرآن و مدح پڑھنا درست ہے یہ علم مؤلف کا قابل دید ہی **قولہ** باقی رہی الحان خوش الخ **اقول** یہاں سے مؤلف اپنے دعوی پر دلیل لایا ہی کہ صوت حسن جائز ہے حضرت مجدد کا قول اور مواہب لدنیہ کی عبارت اور صراط مستقیم کی تقریر مگر کوئی مؤلف سے پوچھے کہ ان روایات سے صوت حسن کا جواز معلوم ہوا مگر امردوں حسن الصوت کا مجمع فساق میں پڑھنا تو ثابت نہیں ہوتا۔ سائل اس ہیئت کو پوچھتا ہی نہ مطلق صوت حسن کو تو آپکو ان روایات سے کیا سود حاصل



اور میں اُس کو دیکھکر خوش ہوا خیال کرتا ہوں اُس محفل میں دس ہزار مثقال سونا خرچ ہوا ہوگا کھانے پینے کی چیزوں اور خوشبو میں اور روشنی شمعوں میں پچیس حلقے تو چھوٹی عمر کے لڑکوں قرآن قرأت سے پڑھنے والوں کے تھے نقل کیا اس حکایت کو ملا علی قاری نے اپنی مورد الروی میں اور اُس کے قریب قریب ذکر کیا نور الدین ابو سعید بورانی نے اور یاد رکھو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے خوش آواز کو روایت ہی کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھنا ابی موسٰی کا فرمایا لقد اوتی ہذا مزمارًا من مزامیر آل داؤد۔ جب یہ خبر ابی موسی کو پہنچی اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ جو میں جانتا کہ آپ سنتے ہیں تو خوب ہی بنا کر پڑھتا غرضکہ حسن صوت اور خوش الحان ہر سلیم الطبع کو پسند ہے مگر جو لوگ بلید الطبع بارد مزاج ہیں وہ اس کی قدر نہیں جانتے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے۔ وہذا الجمل مع بلادۃ طبعہ تیاثر بالحداء تاثرا یہد عنقہ ویصغی سمعہ الی الحادی فمن لم یحرکہ فہو فاسد المزاج وبعید العلاج انتہے اسی معنی سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

اشتر بشعر عرب در حالت ست و طرب ۔۔۔ گر ذوق نیست ترا کج طبع جانورے

**قولہ** زیب و زینت **اقول** یہ لفظ اکثر مانعین و منکرین میلاد سے سُنا ہی کہ وہ منجملہ دلائل منع کے زیب و زینت کو بھی منہیات میں شمار کرتے ہیں محفل میلاد میں زیب و زینت یہ ہوتی ہے کہ بانی محفل دری چاندنی قالین خوبصورت جو اس کو بہم پہونچتے ہیں اپنے ہوا اور سوائے تطویل کے کونسا نفع ملا علی ہذا ابن جوزی کے قصہ میں پچیس حلقے لڑکوں میں قرآن خوانی کرنا وہ بھی بچگان کی قرآن خوانی کو مفید ہے نہ اُس سائل کے مقصد کو مضر۔ علی ہذا حدیث لقد اوتی مزمارا من مزامیر آل داؤد اور قسطلانی کا قول اور سعدی کا شعر ان سب سے سوال کا جواب ہرگز حاصل نہیں ہوتا مؤلف کی محض تطویل اور خواہ مخواہ جمع کرنا روایات بے محل کا ہی جس سے جہلا تو سمجھ گئے کہ مؤلف نے بہت سے دلائل سے مدعی اپنا ثابت کیا اور اہل علم جان گئے کہ مؤلف کو سوائے جمع الفاظ کے معنی اور مطلب سے کوئی بھی مناسبت نہیں سائل کچھ پوچھتا ہے اور مؤلف کچھ اور ہی جواب دیتا ہے۔ ہاں ہی جس امر کو سائل لکھتا ہے اُس کو فقہا خود منع کرتے ہیں نماز و قرآن میں بھی اور جس کا جواب مؤلف دیتا ہے وہ سبکے نزدیک درست ہے انکو اُس سے کچھ مناسبت ہی نہیں ہے پس ایسے فہم مؤلف پر ہمکو بڑا اندیشہ ہوتا ہے کہ جب مؤلف کا یہ طریقہ ٹھیرا کہ اگر کوئی مقید کا حکم پوچھیگا مؤلف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کیا کریگا مثلاً سائل کہیگا کہ بکری چوری کی کیسی ہے ؟ مؤلف جواب دیگا کہ بکری حلال ہے قرآن حدیث میں بکری کو حلال لکھا ہی حرام کہیں نہیں لکھا۔ کوئی پوچھیگا کہ زوجہ سے نفاس میں صحبت کیسی ہے ؟ مؤلف کہیگا صحبت اپنی زوجہ سے حلال ہے کہیں حرام نہیں لکھا علی ہذا تمام ابواب فقہ کو قیاس کرلو کہ سائل قید کے حکم کا طالب ہوگا مؤلف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کریگا اور تمام دین کو برہم کر دیوئگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ جیسا اس سوال میں علم و فہم کو مؤلف نے صرف کیا کہ سائل ایسے مجمع میں کہ مظنہ فتنہ کا ہی امردوں کی قصیدہ خوانی کو پوچھتا ہے مؤلف صوت حسن کے جائز ہونے اور امرد کی قرآن و مدح پڑھنے کو جواز کی دلیل قرار دیکر جواز اس امر مکروہ کا ثابت کرتا ہے اور پھر اس علم پر فخر و ناز ہے اور جو کسی اور سے بزعم مؤلف کچھ ایسا ظاہر سرزد ہو جاوے تو اُسپر سخت اعتراض کرتا ہی اور خود اپنی خبر نہیں **قولہ** زیب و زینت **قول** یہ لفظ اکثر مانعین الخ **اقول** اسکو بھی مؤلف خوب سمجھے اور خوب جواب دیا اور مصداق اتامرون الناس

گھر میں بمقام محفل بچھانا ہے سو یہ باتیں سب جائز ہیں فتاوی عالمگیری جو فریقین کی مسلم الثبوت کتاب ہے مولوی اسحاق صاحب جابجا اپنی تصنیفات میں اُس کی سند پکڑتے ہیں اُس کی جلد خامس باب ستم میں ہے کہ جائز ہے انسان کو بچھانا اپنے گھر میں جو کچھ چاہے فروش وقالین سفید یا رنگین سادہ یا نقشین **قولہ شیرینی اقول** یہ لفظ بھی اس لئے درج کیا ہے جب محبین ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مانعین کے منع پر کسی طرح شمول محفل میلاد شریف سے باز نہیں آتے تب یہ جال ڈالتے ہیں کہ ایک گفتگو طعن وتشنیع کی طور پر شروع کرتے ہیں کہ شاید ہمارے چڑانے سے اس محفل کو ترک کریں کہتے ہیں کہ یہ لوگ شیرینی کی طمع سے جاتے ہیں وہ لوگ بھی جواب ترکی بہ ترکی چڑانے کا جواب چڑانا اس طرح پر اشعار پڑھدیتے ہیں۔ **اشعار**

بالبر وتنسون انفسکم کی ہوئی کیونکہ اور مفتیان پر طعن کرتے ہیں کہ کسواسطے تفصیل مسئلہ کی نہیں لکھتے اجمالی جوابدیتے ہیں اور یہاں خود اسپر عمل کرتے ہیں سنو کہ غرض سائل کی صاف ظاہر ہے کہ یہ ہے کہ جب محفل میلاد میں حضور جوان وطفل وپیر صالح اور فاسق دنیادار ہر قسم کے آدمی کا ہوتا ہے اور حسب عادت بوجہ رغبت کے عمدہ فاخرہ لباس میں آتے ہیں اور بیشتر لباس غیر مشروع بھی ہوتا ہے اور وضع میں بھی امر غیر مشروع ہوتا ہے اور موقع امر بالمعروف کا بھی نہیں کیونکہ اگر امر بالمعروف ہو تو یہ مجمع ہی نہ ہو چنانچہ سب مشاہد ہے علے ہذا بساط وفراش میں اکثر خلاف شرع ہوجاتا ہے اور دیوارگیری وغیرہ امور بھی ہوتے ہیں پس جہاں کہیں کہ زیب وزینت کسی قسم میں حسب عادت خلاف مشروع ہو اور امر بالمعروف نہ ہووے وہاں حاضر ہونا کیسا ہے اور ذکر ولادت فخر عالم علیہ السلام کا وہاں جاکر سننا کہ مندوب ہے ایسی محفل میں کہ یہ امر غیر مشروع وہاں ہوں جائز ہے یا نہیں تو مولف صاحب نے کس جزم کے ساتھ جوابدیا ہے کہ اول تو شرح زیب وزینت کی آپ ہی کی کہ فقط فرش کو اُس کا مصداق بنایا اور دیوارگیری وغیرہ زینت مکان کو اور زینت حاضرین کو یک قلم حذف کیا اور فرش کی زینت کو بھی اجمالاً ذکر کیا اور عموماً جواز کا حکم فرمادیا گویا زیب وزینت چاندنی دری ہی کا نام ہے فقط اور پھر فرش بساط بھی گویا کبھی غیر مشروع ہوتا ہی نہیں نہ کچھ تفصیل کی نہ شرح کی مطلقاً سب کو مباح لکھدیا حالانکہ بخاری میں منقول ہے کہ ابو ذرؓ صحابی دیوارگیری ہونیکے سبب سے ابن عمرؓ کے گھر سے لوٹ گئے اور دعوت کو کہ سُنت ہے سو کردیا اور عالمگیریہ اور ہدایہ وغیرہ میں موجود ہے کہ اگر محل دعوت میں معصیت ہو تو وہاں جانا جائز نہیں قال اللہ تعالی **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین** پس جہاں لباس حریر اور ڈاڑھی چڑھی ہووے اور پاجامہ میں اسبال اور مکان میں دیوارگیری اور فتیل سوز وغیرہ چاندی کے مثل اور دیگر امور ہوں وہاں جانا کس طرح درست ہوگا مگر مولف نے چشم بند کرکے عوام کے دہوکہ دینے کو حکم جواز کا دیکر ایک روایت عالمگیریہ کی نقل کردی اور غرض ومراد سائل سے کچھ بھی خبر نہیں یہ تماشا ہے کہ سائل کچھ پوچھتا ہے اور مولف کچھ اور شئے کا جواب دے رہا ہے اولاً سوال عام کو ایک فرد میں مقید کردیا ثانیاً اُس فرد کو بھی بلا تفصیل مطلقاً حلال لکھدیا اور صریح خلاف نصوص کے فتوے جواز کا دیدیا اور پھر تمام دنیا پر اعتراض کہ جواب وسوال میں مطابقت نہیں اور جواب میں اجمال ہے اور اپنا یہ حال کہ سوال جواب کو مناسبت بھی نہیں ان ہذا لشئے عجاب **قولہ شیرینی اقول** یہ بھی اس لیے الخ **اقول** اس قید کی طرح سب تو مولف نے خوب داد اپنے علم کی دی کیونکہ علم کی بحث میں ایسے مسخریات کا لکھنا مولف ہی کا کام ہے اس کے جواب میں کاغذ



سب میں تقسیم اگر مٹھائی ہوئی ٭ تم کہو اس میں کیا برائی ہوئی ٭ مومنوں کا تو منہ ہوا میٹھا ٭ ہاتھ مل مل کے تم نے سر پیٹا
دونوں نعمت نصیب ہمکو ہیں ٭ ذکر شیریں ونقد شیرینی ٭ دونوں لذت سے تم رہے محروم ٭ کیا کریں اپنا اپنا ہے مقسوم
تم کو دیتا کوئی جلیبی نہیں ٭ تلکے منکر کا دل جلیبی کیسی ٭ اور کبھی اور بھی اشعار پڑھکر اُن کی مذاق بازی کا جوابدیتے ہیں۔
لاکھ مرجائیں سر پٹک کے حسود ٭ ہم نہ چھوڑیں گے محفل مولود ٭ اپنے حضرت کا ذکر کیوں چھوڑیں ٭ جن کی اُمت ہیں اُن سے منہ موڑیں

خیر یہ تو گفتگو فریقین کے مذاق میں ہوتی ہے اب ہم اصل بات سُناتے ہیں نہ شیرینی کے واسطے لوگوں کو آنا منع ہے اور نہ صاحب محفل کو تقسیم شیرینی منع ہے۔ آنا اس لیے منع نہیں کہ صاحب محفل نے جو شیرینی وغیرہ کچھ تیار کیا ہے اُس کی غرض یہ ہے کہ سب صاحب میرے گھر آویں اور حسب حصہ تناول فرماویں درحقیقت یہ ضیافت ہے تھوڑی بہت چیز پر مقرر نہیں حکم شریعۃ یہ ہے کہ **ان دُعیتم الی کراع فاجیبوا** یعنے اگر بکری کے ایک پایہ کھلانے کیواسطے بھی تم کو بلاویں تو قبول کرو اور ہدایہ میں ہے **من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم** یعنی جو مسلمان دعوت کیا ہوا بغیر عذر نہ آیا اُس نے نافرمانی کی رسول صلعم کی۔ افسوس وہ لوگ تو تعمیل سنت کیلئے آویں قلیل کثیر پر نظر نہ کریں یہ کم بخت اُن عاملان سنت پر طعن کریں اب کہئے کس کے ایمان میں یہ تزلزل آیا؟ اور بیان اسکا ہم اثبات محفل مولود شریف میں بھی کرینگے اور صاحب محفل کو تقسیم کرنا اسلیئے منع نہیں ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ مطبوعہ مطبع محمدی کے صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں پس تقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء انتہے بلفظ فتاوی خزانۃ الروایات کی فصل ضیافت روح البیان کی جلد دوسری میں لکھا ہے **فی بطن المؤمن زاویۃ لا یملاءہا الا الحلوا** یعنے مومن کے پیٹ میں ایک گوشہ ہے جسکو نہیں

سیاہ کرنا فضول ہے مگر جسکو مولف نہ سمجھا ہمکو اُس کی شرح کرنا ضرور ہوا۔ اول مولف کے فہم کی خوبی قابل غور ہے کہ سوال مسئلہ کا تو علمائے مانعین سے ہے اور قید شیرینی کی اُسمیں مجوزین کے چڑانے کو لکھی۔ سبحان اللہ اگر یہ سوال مجوزین کے پیش ہوتا تو یہ گمان کچھ بجا ہوتا مگر مولف صاحب کو مضمون فہمی سے تو کچھ کام ہی نہیں اپنے فہم سے آپ ہی جو چاہا ترجمہ کردیا اور آپ ہی جوابدیا اور خوش ہوگئے اور عوام کے نزدیک اپنا تبحر علمی ظاہر کردیا مگر اہل علم آپکے علم کو خوب سمجھ گئے۔ سنو کہ شیرینی کا ہونا بھی مثل زیب زینۃ لباس و بساط ومکان کے ایک جزو حیثیت کذائیہ کا ہے سائل یہ پوچھتا ہے کہ تقسیم شیرینی فی حد ذاتہ مباح ہے مگر چونکہ کوئی مولود خالی اس سے نہیں ہوتا گویا کہ یہ لوازم ضروریہ مجلس مولود کا ہوگیا ہے تو ہر چند یہ غرض صاحب محفل کی یہ ہو کہ اُسکے ذریعہ سے مجمع خوب ہوجاوے کہ اطفال وشباب کے مزاج میں رغبت اسکی رکھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو نماز فرض اور جمعہ اور وعظ میں کبھی رُخ بھی نہیں کرتے اگر ایک ڈلی لڈو کی بھی کہیں توقع ہوتی ہے تو معہ تمام فرزندان کے کپڑے بدلکر رات کو بھی سب سے پہلے حاضر ہوجاتے ہیں یا کوئی دوسری غرض ہوتی ہوگی مگر بہرحال اسقدر التزام سے عوام کو ضروری ہونا شیرینی کا اس محفل میں عقیدہ ہوگیا ہے اور یہ مسئلہ محقق ہے کہ مباح کا ایسا التزام کہ عوام کو موجب تاکد کا ہوجاوے مکروہ ہوتا ہے پس جب یہ محفل محتوی امر مکروہ کو ہوئی تو ایسی مجلس میں جانا جائز ہے یا مکروہ یہ مراد سائل کی تھی مگر مولف اپنے مذاق کی طرف اُسکو کھینچکر لے گیا اور اصل مطلب سے بالکل غافل خوش طبعی کرنے لگا اور خواہ مخواہ ورق سیاہ کیے سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ٭ اہل علم علم کو جانتے ہیں اور اہل بطن لذت اکل وشرب کو پس

بھرنی کوئی چیز سوا مٹھائی کے انتہی۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ گوشۂ شکم مومن جو کہیں سے نہیں بھرتا مٹھائی سے اُس کا خلو منع کرنا
کیا کچھ اجر کی بات ہوگی اور فرمایا اللہ تعالے نے لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون یعنی نہیں پہنچو گے تم نیکی کی حد کو جبتک نہیں خرچ
کروگے وہ چیز جسکو دوست رکھتے ہو۔ اور حدیث سے معلوم ہوا ہے جن چیزوں کو مومن دوست رکھتا ہے اُن میں مٹھائی بھی ہے چنانچہ
خزانۃ الروایات و نیز تفسیر روح البیان میں آیا ہے قال علیہ السلام ان المومن حلو و یحب الحلاوۃ۔ پس معلوم ہوا کہ جو چیز خود قاسم و
موصی اور نیز مومنین مقسوم علیہم کو محبوب ہے آدمی اُسکے تقسیم کرنے میں نیکوکاری کی حد کو پہنچتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ اسیطرح کی جو بات
ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اُسکو مستحسن اور خوب باجماع علماء لکھا ہے **قولہ** روشنیہائے کثیرہ **اقول** سائل کی بندش اور تقریر دیکھو
سب جانتے ہیں محاورہ اہل ہند کی زبان کا کہ اگر کسی بزرگ کے مزار پر ایک چراغ جلتا ہے تو اُسکو کوئی روشنی نہیں کہتا بلکہ روشنی اسکو
کہتے ہیں جس میں زیادہ چراغ جلیں سائل نے فقط روشنی کا لفظ نہ لکھا بلکہ اُس میں اور لفظ جمع کا یعنی لفظ ہائے اضافہ کیا

---

جناب مؤلف نے اُسکو دعوت قرار دیکر چند روایات پیش کیں اور اس محفل کی حاضری کو سنت قرار دیکر اپنے موافقین کو متبع سنت
اور مانعین کو رد کرنیوالا دعوت کا ٹھیرایا اور اس علم پر بہت فخر فرمایا مگر یہ یاد نہ رہا کہ وہ عالمگیریہ جو زیر نظر مؤلف کے ہے وہ ایسی دعوۃ
کو منع کرتا ہے کہ جہاں کوئی معصیت یا بدعت ہو اور ابو درداء کا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے گھر سے دعوت کو رد کر کے چلا آنا پہلے
بخاری شریف سے نقل کر چکا ہوں اور فخر عالم علیہ السلام کا خانۂ فاطمہ رض سے لوٹ آنا بسبب پردۂ منقش کے لٹکا ہونیکے دیوار پر یہ روایۃ بھی بخاری
شریف میں موجود ہے پس ہرگاہ اس محفل میں خود سائل لکھتا ہے کہ وہاں حضور امارد و فساق بلباس غیر مشروع زیب و زینۃ کردہ اور کراہت
شیرینی کی بسبب التزام کے موجود ہے تو اس ضیافت کا قبول کرنا کونسی حدیث سے سنۃ ہوا اور کس نص نے اُسکو جائز فرمایا سوائے
طبعزاد مؤلف کے کونسی روایت جواز حضور کے یہاں ہے کہ حاضری تبع سنۃ ہوئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مگر ہاں گوشۂ شکم حریص
جب بدون شیرینی کی ڈلی کے نہ بھرے تو کیا کیا جاوے گناہ ہو یا ثواب جانا ضرور پڑتا ہے معاذ اللہ اب دیکھو کہ یہ خیال مؤلف کے
فہم عالی کا ہے کہ سوال کو ہرگز نہ سمجھا اور لڈو کی ڈلی کو بایں ہیئت دعوت قرار دیکر مجلس معصیت میں جانا کہ حدیث سے منع تھا سنۃ قرار دیا
اب کہو کہ گناہ کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے اور پھر مؤلف نے اپنی عادت کے موافق کہ سوال سائل کا تو قید و مقید کا حکم پوچھنے کو تھا
اور مؤلف مطلق اور اپنے فہم کا جواب دیکر راضی ہوا شیرینی تقسیم کرنے کی اباحت کی دلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے قول سے
لکھ رہے ہیں اور کہیں دعوت کے قبول کرنیکی سند لے رہے ہیں غرض بے خبر از حقیقت حال اور دور از فہم غرض اپنی طبعزاد مراد کا
جواب دیکر عوام کے زعم میں فاضل بن بیٹھے اور علماء کے نزدیک تو بجز خندہ اور کچھ حاصل نہیں کیا شیرینی کی عمدگی کی عبارت نقل کر کے
وقت ضائع کیا کہ نہ غرض سائل کی اُس سے تعلق رکھتی ہے نہ مؤلف کو اُس سے کوئی فائدہ اور نہ سائل منکر اُسکا تھا وہ تو قید التزام
مالا یلزم اشاعۃ کو پوچھتا ہے اور بسبب عوام کے موکد جاننے کے اُسکی کراہت کو کہتا تھا مولف صاحب شیرینی کی عمدگی کو ظاہر کرنے لگے
اور مطلب سائل سے کچھ کام ہی نہیں رکھا پس مبلغ علم و فہم مولف کا ہر کہ و مہ پر واضح ہوگیا کہ کسقدر نکتہ شناسی خداداد رکھتے ہیں اور کیا جواب
مطابق سوال دیتے ہیں ماشاء اللہ تعالی **قولہ** روشنیہائے کثیرہ الخ اقول سائل کی بندش اور تقریر الخ **اقول** اولاً تو مولف کچھ سمجھا کہ کثرت



اور کہا روشنیہا پھر اس جمع پر بھی صبر نہ کیا اُس کی صفت میں لفظ کثیرہ اور زائد کیا روشنیہائے کثیرہ سے انتہا درجہ کا مبالغہ سائل
نے کیا تا کہ مفتی غلط کہا کر خواہی نخواہی اُس کو حرام بول اُٹھے اب ہم تحقیق اسکی لکھتے ہیں اے بھائی سُن اگر تیری آنکھیں روشنی ہائے
کثیرہ سے چوندھیاتی ہیں تو بہت محفلیں مولود شریف کی دن کو ہوتی ہیں اُن میں ایک بھی چراغ نہیں جلتا اُن میں شریک ہو جایا کر
لیکن تم کب شامل ہو گے تمہارے تو یہ بہانہ بازیاں ہیں ع خوے بدرا بہانہ بسیار است ۔ اور رات کی محفلوں میں بھی بہتیری
محفلیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن میں ایک ہی چراغ ہوتا ہے پھر روشنیہائے کثیرہ لکھکر تمام محفلوں پر ایک حکم لگواتے ہو کیا غضب
کرتے ہو اصل حال یہ ہے کہ بعض اُمرائے ذی مقدور جو زینت کے عادی ہیں وہ لوگ فانوس اور لیمپ وغیرہ روشن کرتے ہیں سو
اس کو کسی نے حرام نہیں لکھا اول روشنی کے بانی حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رض ہیں۔ علامہ نور الدین حلبی نے لکھا ہے مستحب ہے
لٹکانا قنادیل کا مساجد میں۔ یہ کام اول عمر رض نے کیا جب صلوۃ تراویح کیلئے لوگوں کو جمع کیا تو لٹکا دیے کتنے قندیل جس وقت حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا اُس طرف گذر ہوا دیکھا کہ مسجد جگمگا رہی ہے روشنی سے دعا فرمائی کہ تو نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالے
تیری قبر کو روشن کرے اے عمر بن الخطاب اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے بھی کتاب تنبیہ میں روایت کی کہ حضرت علی رض نے
دعا دی حضرت عمر رض کو اور روایت ہے کہ اسی طرح حضرت عثمان رض سے بھی دعا کا دینا آیا ہے انتہے۔ اور نیز حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

روشنی زیادہ از حد ضرورت اسراف اور حرام ہے اور جس محفل میلاد میں ایسا ہو گا وہاں جانا اور یہ کرنا معصیت ہوویگا کیونکہ مولف
کہتا ہے کہ (سائل کی بندش دیکھو کہ روشنی بکثرت کو ذکر کرتا ہے کہ جس سے مفتی خواہی نخواہی اُسکو حرام بول اُٹھے) جس سے صاف معلوم
ہوا کہ کثرت روشنی بیشک مولف کے نزدیک بھی حرمت ہے شکر ہے کچھ تو سمجھے مگر مولف کا یہاں بھی فہم غور طلب ہے اس واسطے کہ
سائل کی غرض لفظ روشنیہائے کثیرہ سے کثرت زائد از حد ضرورت ہے اور یہ امر مجالس مولد میں یقیناً ہوتا ہے لیکن مولف اُسکو
اپنی طبعزاد تقریر سے ٹالا چاہتا ہے کہتا ہے کہ روشنی محاورۂ اہل ہند میں زیادہ چراغوں کا نام ہے۔ سبحان اللہ تمام ہند میں روشنی
مطلق نور پر بولتے ہیں مگر یہاں رام پور۔ گنگوہ۔ انبہٹہ وغیرہ کے جُہلا۔ جلاہے تیلی وغیرہ چند عین اُن قصبات کے روشنی کثرت چراغان
یوم عرس کو بولتے ہیں مولف نے اُن سے ہی دوستی محبت کر رکھی ہے یہی اصطلاح ذہن میں سما رہی ہے سائل تو متبع نہیں اُسکو
اس اصطلاح سے کیا بحث تھی روشنی ہائے کثیرہ زائد از حاجت اور کثیرہ کا لفظ تاکید کے واسطے لکھا ہے پس مولف کی غرض اس
تقریر بے معنے سے تھی کہ سائل کی مُراد چار سو پانسو چراغ ہیں کیونکہ روشنی عرس بزرگان میں دو چار سو سے عادۃً چراغ کہیں ہوتے
پھر اس کو جمع کر کے پس یہ مراد اپنے ذہن میں قرار دیکر اس کا انکار کر دیا کہ اس قدر چراغ مولود میں کہاں ہوتے ہیں پس اس سوال سے
بری ہوئے مگر بہر حال مراد سائل کی جو تھی وہ روشنی زائد از قدر حاجت تھی اگرچہ دو چار سو چراغ نہ ہوا۔ رہ وہ مولف کے
مولود اور دیگر مجالس میں خود موجود ہوتے ہیں تو اس کے اثبات کی فکر میں رہتے ہیں **قولہ** اصل یہ ہے کہ بعض اُمرائے ذی مقدور
الخ **اقول** سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال و تقریر ہے کہ سُننے والا وجد میں آجاتا ہے دیکھو سائل زائد از قدر حاجت کو اسراف حرام
(بقولہ تعالی ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الایہ) کہتا ہے پھر وہ خود ایک ہی لا درفانوس کیوں نہ ہو اور خواہ اُمرا

کیاہے کہ جب تمیم داری نے مسجد نبوی کے ستونوں سے قندیل لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو دعا دی اللہ
تعالیٰ تجکو نور دے جیسا نورانی کیا تو نے ہماری مسجدوں کو اور نیز حلبی نے لکھاہے کہ تمیم داری نے جو قندیل آنحضرت صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم کے سامنے لٹکائے تھے کم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کثرت سے لٹکائے اور یہ بھی حلبی نے نقل کیاہے ایک عالم
سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجکو بادشاہ ماموں نے حکم دیا کہ لکھدو حکم ہماری مملکت میں کہ مسجدوں میں بہت چراغ روشن کیا کریں لیکن
میرے کچھ خیال میں نہ آیا کہ کس طرح لکھدوں تب مجکو خواب میں بشارت ہوئی کہ لکھدے روشنی کثیر کے واسطے کہ اس میں دل
لگیگا تہجد گزاروں کا اور مسجدیں خانہ خدا ہے پس خانہ خدا سے وحشت اندہیرے کی دفع ہوگی جب میں نے یہ بشارت دیکھی
تب میں ہوشیار ہوا اور لکھدیا حکم پس جس طرح زیادہ روشنی کرنیسے وحشت ظلمت کی دور ہوتی ہے مساجد سے اسی طرح دور ہوتی
ہے مواقع ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے اور جس طرح زیادہ روشنی سے اُنس ہوتاہے اور دل لگتاہے نمازیوں کا اسی طرح

---

عادی اسراف کی وجہ سے ہو خواہ مؤلف کے اُنس طبع کے سبب سے ہو خواہ کسی کے گھر اور کوٹھے میں ہو خواہ محفل میلاد میں ہو سب
اسراف ناجائز ہے پس عادت اُمراء سے حجت لانا کسقدر دور از علم ہے کہ بمقابلہ نص قطعی کے عادت اُمرار کو دلیل بنایا جاتا ہی
نعوذ باللہ منہا اور یہ کہنا کہ اُس کو کسی نے حرام نہیں لکھا دوسرے غفلت از دین ہی خود قرآن مجید میں موجود ہے اور حضرت عمرؓ کی روشنی
کو سند لانا بھی وہی عادت کم فہمی مؤلف کی ہے کہ غرض سائل کی روشنی سے زائد از حاجت ہے اور حضرت عمرؓ سے جو منقول ہے
وہ روشنی مطلق قدر حاجت تھی اور ان سب روایات منقولہ حلبی میں روشنی قدر ضرورت ہی ہے پس ان روایات کا نقل کرنا
محض لغو غیر مفید مطلب مؤلف کو ہے کیونکہ کسی روایت سے زائد از ضرورت ہرگز ہرگز نہیں معلوم ہوتا اور نفس روشنی میں سائل کو انکار
ہی نہیں پس مؤلف بے خبر نہیں جانتا کہ اسراف جیسا ہزار چراغ کا حرام ہے دو چار چراغ کا بھی حرام ہے وضو کے پانی میں بھی
اسراف منع ہے چہ جائیکہ تیل چراغ میں اور یہ لطیفہ مؤلف کا کہ رات کو اگر روشنی کے سبب سے محفل میں نہیں آتا تو دن کو آجایا کر
یہ بھی کمال جزم مؤلف کا ہے کیونکہ سائل نے نہ تو دعوے التزام ولزوم روشنی کا کیا اور نہ کراہت اس مجلس کو حصر روشنی میں کیا
اگر دن کو روشنی نہیں تو دیگر مفاسد تو موجود ہیں دن کو جلوہ اُمار درات سے بھی زیادہ ہوتاہے اور علیٰ ہذا دیگر امور التزام شیرینی اور
لباس وذی فسق وتداعے وغیرہ کا حال ہے البتہ اگر حق تعالےٰ مؤلف کو توفیق فرماوے اور یہ کہدے کہ ہم سب امور غیر مشروعہ کو
بالکل موقوف کردیں گے تو البتہ سائل خود شریک اس ذکر مندوب کا ہوجاویگا کاش مؤلف کو یہ توفیق ہوجاوے۔ القصہ مؤلف
کی خوبی فہم ہر ہر پہلو میں ایک جدید اعجوبہ ہے اور قول حلبی کا کہ حضرت عمرؓ نے قنادیل کثرت سے لٹکائے دلیل کثرت کی فہم عالی
مؤلف میں آگئی اور فی الواقع یہ کم فہمی ہے سو کہ لفظ کثرت دو معنوں میں بولا جاتاہے ایک کثرت اعداد مثلاً دس بیس کو کثیر کہتے
ہیں دوسرے کثرت از حد ضرورت تو یہاں حضرت عمرؓ کی نقل میں کثرت اعداد مراد ہے کیونکہ مسجد نبوی ایک بڑا وسیع مکان ہے
اُس میں پچاس ساٹھ قندیل بھی کم از حاجت ہیں پس حضرت عمرؓ نے قنادیل کثیرہ فی الاعداد کہ حد حاجت سے ہرگز زائد نہ تھے
لٹکائے تھے اور ایسی ہی مع ختنین سے منقول ہے پس مؤلف کثرۃ سے زائد از حاجت سمجھ گیا ماشاء اللہ کیا فہم رسا ہے صحابہ کو



طرح اس مجلس پاک میں دل لگتاہے شائقین بیان صفات رسول کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا البتہ بعض علماء نے کثرت روشنی کرنے
کو مکروہ لکھاہے سو نہیں پہنچی اُن کو یہ حدیثیں اور آثار پس صحیح یہی ہے کہ روشنی کرنا ممنوع نہیں ہے اور مجکو یہ تعجب آتاہے
کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوں گے اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ نورانی کے گرداگرد جھاڑ
اور فانوس اور قندیل کثرت سے اس درجہ کہ یہاں کسیکو میسر بھی نہیں آتے وہاں روشن دیکھتے ہونگے معلوم نہیں لوگ
آنکھیں روشنی کی طرف سے بند کرلیتے ہوں گے یا اُس کے غیظ اور غصہ میں زیارت ہی ترک کردیتے ہونگے اگر ترک کردیتے
ہیں تو ہم کو کچھ شکایت نہیں وہاں محروم رہے تھے یہاں بھی محروم رہے لیکن اگر وہاں اسی روشنی میں جاکر زیارت کی اور
زیارت روضۂ شریف کی مستحب ہے تو حضرتؐ کے معجزات اور مدائح اور مناقب کا سننا بھی مستحب ہے یہ بھی روشنی میں اگر حسن لورد روشنی
ظاہری سے ظاہر کی آنکھ اور ذکر نورانی سے باطن کی آنکھ روشن کرو وہ روضۂ پُرانوار جسکی ذات اقدس کا مدفن ہی یہ محفل نورانی
بھی اُنھیں کی شرح صفات کا موطن ہے وہاں روشنی کثرت سے کرائی جاتی ہی تو یہاں روشنی کیوں منع ٹھیرائی جاتی ہی ہم نے
دلسوزی اسلامی سے دلائل اور مثال کھول کھول کر سمجھائی اب بھی اگر یہ صاحب سمجھیں تو افسوس ہے اس مقام میں ایک بات
یاد آئی کہ بعضے صاحب مکہ اور مدینہ جاتے ہیں زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً وہاں خوب محفلیں مولد شریف کی اور قیام کرنا اور تعسیم
شیرینی کا ہونا سب کچھ دیکھتے ہیں اور سُنتے ہیں کہ یہاں کے تمام علماء شافعی مالکی حنفی حنبلی سب اس عمل مبارک کو جائز بلکہ مستحسن
فرماتے ہیں لیکن جب ہندوستان میں آتے ہیں وہی انکار کرنے لگتے ہیں اسبات میں ایک شاعر شیوا بیان نے سعدی کا شعر تضمین
کیاہے وفی الحدیث صحیح میں آیاہے ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحراً۔ یعنی بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور بعضے
بیان سحر کی طرح دل میں کھب جاتے ہیں ان اشعار کا مضمون اور بیان اسی طرح کا ہے وہ شعر یہ ہیں۔ اشعار

---

قرآن بھی یاد نہ تھا بزعم مؤلف کہ وہ خلاف قرآن کے تبذیر کرتے اور علیٰ ہذا اُس عالم کے قصہ میں جو ماموں کے عہد سے نقل
کرتے ہیں کثرت عدد مراد ہے اور جو وہاں دوسرے معنے ہوں تو کوئی حجت بھی نہیں خواب کا قصہ عہد ماموں کا معاملہ یہ دونوں
حجت شرعی نہیں بہرحال قنادیل کثیرہ کا کیا عمدہ استدلال ہے کہ قابل دید ہی ہرگز مؤلف معنے آثار کو نہیں سمجھا اور ہرگز یہ آثار اسکو مفید
نہیں اور ہرگز سوال سائل کا جواب نہیں ہوسکتی **قولہ** البتہ بعض علماء نے کثرۃ روشنی کرنیکو الخ **اقول** اب اسقدر پریشانی
اُٹھاکر اور تقریر لایعنی کرکے مؤلف کو خیال آیا کہ فقہاء کثرت روشنی کو حرام اور اسراف لکھتے ہیں تو یہ جواب دیا کہ وہ سمجھے نہیں اُنکو
یہ روایات نہیں ملی نعوذ باللہ مؤلف اپنے جہل کو علم سمجھ گیا ہے اور فقہاء علماء کو جاہل قرار دیا فقہاء کی تمام روایات وروایۃ قرآن
پیش نظر تھی اور اُنکو حقتعالےٰ نے فہم وعلم دیا تھا وہ سمجھ گئے کہ کثرت سے فعل حضرت عمرؓ میں مراد کثرت اعداد ہی اور حضرت عمرؓ
قرآن کے خلاف عمل کرنیوالے نہیں تھے مگر مؤلف ہی اپنے جہل میں مبتلا ہی اور روایات کو نہ سمجھا اور قرآن کو بھلا اپنے فہم رکیک سے اپنے
مدعی باطل کو کہ خلاف نصوص کے ہی حق سمجھ گیا اور فقہاء پر طعن محض بمحل وبے اصل وناروا کردیا اور کچھ خدا تعالیٰ سے نہ شرمایا انا للہ وانا الیہ
راجعون افتہا بغیر علم فضلوا واضلوا اب آگے کلام لایعنی مؤلف کا کیا جواب لکھوں کہ کوئی علم کی بات نہیں ہے لکھتاہی کہ روشنی سے دلکشائی بھی

ایسے منکر شدید ہیں بعضے ؎ گرچہ وہ مکہ میں بھی ہو آئے ؎ وہاں محبوں کا ڈھنگ دیکھ آئے ؎ بزم مولد کا رنگ دیکھ آئے
پھر وہی ضد ہی اور وہی تکرار ؎ وہی مولد شریف میں انکار ؎ مجکو سعدی کا قول یاد آیا ؎ ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا
خر عیسے اگر بمکہ رود ؎ چو باز آید ہنوز خر باشد ؎ لطیفہ ایک مقام پر دو عالموں میں گفتگو ہوئی ایک اُن میں مولد شریف کی مثبت
تھے اور ایک منکر منکر نے کہا قصبۂ دیوبند میں فتوی بھیجو دیکھو مولد شریف کو کیا لکھتے ہیں مثبت نے کہا دیوبند تو کچھ دار الاسلام
نہیں یوں کہئے کہ آؤ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کو فتوی بھیجو اپنے اس لئے کہ وہ دین و ایمان کا گھر ہے حدیث میں آیا
ہے کہ دین مکہ مدینہ میں سمٹ آویگا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنے بل میں یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر پھر سب جگہ پھر کر
اُس میں قرار پاتا ہے اور سانپ جب بل میں گھس جاتا ہے تو ایسی قوت سے چمٹ جاتا ہے کہ کوئی اسکو نکالنا چاہے تو مشکل ہو جاتا ہے
پس اسیطرح دین اول مکہ مدینہ سے نکلا آخر زمانہ میں بھی اگر کہیں دین نہ ہوگا تو یہاں ضرور ہوگا اور کوئی یہاں سے دین کو نکالنا
چاہے گا تو نکل نہ سکیگا غرضکہ فتوے اگر لکھواؤ تو اس مُلک کے علماء سے لکھواؤ جس کی تعریفیں احادیث میں ہیں دیوبند کی تعریف
کونسی حدیث میں آئی ہے؟ منکر صاحب بولے مکہ میں تو چور آدمی ہیں رستہ لوٹتے ہیں مثبت نے جواب دیا رہزنی مال لوٹنا ہاکر
بدو لوگ اطراف کے رہنے والے کرتے ہیں خاص مکہ کے آدمی نہیں کرتے سو یہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کیوقت سے ہے قرآن شریف

ہے اور مانعین مدینہ کی روشنی سے آنکھ بند کر لیتے ہونگے اور دیگر علماء حجاج کی نسبت شیخ چشتی سے اشعار لکھے کہ یہ سب کام علما
کا نہیں اس پھکڑ کے جواب میں وقت و کاغذ ضائع کرنا ہی مولف اپنی کردار کو آپ پاویگا مگر ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ جو روشنی زائد از حاجت
ہے وہ داخل اسراف ہے اور بسبب ناراضی حق تعالیٰ کی موجب ظلمات اور نار جہنم کی روشنی دکھانیوالی ہی ہاں قدر حاجت محل عبادت
میں کہ خالی از مناکیر ہو البتہ موجب کشادگی قلب کی ہے مگر سائل اس سے بحث ہی نہیں کرتا خود مولف بین ویسا سوال کے جواب
لکھ رہا ہے اور صحابۂ کرام اور خلفاء راشدین کے فعل و قول کو اپنے زعم کاسد سے خلاف شرع پر حمل کر کے فقہاء کی شان میں گستاخی
کر رہا ہے خدا تعالے اُسکو ہدایت و توبہ نصیب کرے کہ یہ سب نشاء جہل کا ہے اگر کچھ بھی علم ہوتا تو اس زیادہ سے بچتا **قولہ** لطیفہ الخ
**اقول** علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب روشن ہے اور کچھ دور نہیں جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے کہ ظاہر
لباس و ہیئت موافق شرع کے رکھتے ہیں اور نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں امر بالمعروف میں بشرط قدرۃ کوتاہی نہیں کرتے
اور تحریر فتوی میں رعایت منی فیقر کی نہیں حق جواب دیتے ہیں اور جو اُنکو کوئی تنبیہ کسی خطاء پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے
دریغ نہیں بسر و چشم معترف ہوتے ہیں یہ سب اوصاف واضح ہیں جسکا دل چاہے دیکھ لیوے امتحان کر لیوے اور یہی قبولیت
عند اللہ تعالیٰ کا نشان ہے۔ اور علماء مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کیساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہی جو نہیں گیا وہ ثقات کے
بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے اور اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیونکہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں اس حالت میں ہیں کہ لباس اُنکا خلاف
شرع اسبال آستین اور دہن کا چغہ و قمیص میں کرتے ہیں ریش اکثروں کی قبضہ سے کم نماز میں بے احتیاطی امر بالمعروف کا باوصف
قدرت کے نام و نشان نہیں اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہیں قطع صفوف شائع ہے فتوی نویسی میں کچھ دیکر



میں آیا ہے اولم یروا انا جعلنا حرماً امناً و یتخطف الناس من حولہم یعنی سورۂ عنکبوت میں ہے کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے کر دیا مکہ پناہ و
اور امن کی جگہ اور لوگ اچک لئے جاتے ہیں اُسکے آس پاس سے انتہے ۔ سو یہ مار پیٹ اور اچک لینے کی باتیں قدیم سے وہاں
کے بدوئے آدمی خارجی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں لیکن کفر و شرک سے منزہ ہیں وہاں کے بدوئے گنوار آدمی بھی گناہ
صغیرہ یا کبیرہ کریں لیکن کفر و شرک اُس ارض مقدس کے آس پاس تک کہیں نہیں ہوتا اور دیوبند میں تو کفر و شرک بغیر اُ
ہی جا بجا سیتلا پوجی جاتی ہے مندر اور شوالے بنے ہوئے ہیں سنکھ بجتے ہیں پھر دیوبند اچھا ہوا یا حرمین شریفین منکر صاحب کیطرف سے
جواب ہوا کہ ہم دیوبند کے جاہل مسلمان عامی سے اور مشرکان قوم ہنود سے سند پکڑتے ہیں تو وہاں کے علماء اہل اسلام کی سند پکڑتے ہیں

جو چاہو لکھوا لو اگر ان کے عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنیکو موجود ہو جاویں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند
مولوی رحمۃ اللہ کیساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لیکر ابو طالب کو مومن لکھدیا خلاف روایات
صحاح احادیث کے اور علی ہذا کہانتک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علماء حرمین کی لکھوں مگر بناچاری لکھنا
پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علماء دیوبند کو علماء حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دیدی تو کونسا غضب کیا اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی
حالت میں علماء دیوبند کا فتوی قابل اعتماد ہوگا یا علماء حرمین کا مثلاً ایک عالم فاجر مسجد میں رہتا ہو کہ اشرف مواضع ہے اور دوسرا
عالم متقی بازار کی دوکان میں ہو کہ شر البلاد ہے تو بازاری عالم کا فتوی معتبر ہوگا یا مسجد میں رہنے والیگا پھر ایسی صورت
میں اگر کوئی کہے کہ مسجد خیر البقاع والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاع والے سے مت پوچھو اور فضائل مسجد کے اور برائی بازار
کی بیان کر کے حجت لاوے تو اُس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہینگے یا نہیں اور اس کلام سے بازار کی افضلیت مسجد پر کون ہوقوف
استخراج کریگا پس اس لطیفہ کیتنہ مولف کو دیکھنا چاہیئے کہ بحث تو علماء دیوبند کے معتبر اور دیندار ہونے میں اور بعض علماء مکہ کے
غیر معتبر فی الفتوی والدین ہونے میں ہے اور اس سے فضلیت دیوبند کی مکہ پر سمجھکر خرافات لکھنی شروع کر دی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ
مفاسد وہاں کے علماء کے زیادہ تر موجب بُعد و خسران کے ہیں کہ وہاں کی معصیت اشد ہے دیگر بلاد کی معصیت سے مگر ہاں شاید مولف
کے نزدیک وہاں کے لوگوں کے مناکیر بھی حلال ہوں معاذ اللہ بس دیکھو کہ گفتگو کیا تھی اور نتیجہ کیا نکالا کیا فہم رسا ہے مولف خود بھی
حج کر آیا ہے اور پھر بھی کہ ہے ویسا ہی لوٹا جیسا گیا تھا سو یہی مصداق تضمین کا ہو رہا ہے اے مسلمانو اعتبار قرآن و حدیث و فقہ
کا ہے نہ مکہ کے باشندوں کے قول و فعل کا ذرا غور کرو کتب دین کو دیکھو کوئی معصیت مکہ کے تعامل سے حلال نہیں ہوتی
بلکہ زیادہ موجب عذاب و شناعت کی ہے اور مولف کی بلاہت کو غور کر کے سنو کہ فصل حجاز میں کہ حرمین شریفین اُس میں داخل
ہے حدیث کہ ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرہا ۔ سو اسکا ترجمہ مولف نے نقل کیا اور خود اسکی شرح کی ہے بقولہ
یعنی سانپ اپنے بل سے نکلکر پھر سب جگہ پھر کر اس میں قرار پاتا ہے الخ پس ادنے عقل کا آدمی بھی جانتا ہے کہ سانپ جب اپنے
بل سے نکل جاتا ہے تو بل سانپ سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور جب پھر سانپ بل میں لوٹ آتا ہے تو اُسوقت بل قرار گاہ
سانپ کا ہو جاتا ہے تو اس تشبیہ مذکورہ مولف سے صاف ظاہر ہے کہ کسیوقت میں دین حرمین سے نکلکر دیگر بلاد میں چلا جاویگا

مثبت نے کہا بس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ ہم حرمین شریفین کے علماء دین اور مفتیان شرع متین کی سند لیتے ہیں کہ وہ سب
بالاتفاق محفل مولد شریف کو درست فرماتے ہیں پھر تم ناحق بدووں اور جنگلی لیٹروں کا ذکر کیوں کرتے ہو پہلے بھی حرمین کے
خواص علماء کا حکم اور فتوی لیا جاتا تھا علے ہذا القیاس اب بھی بس علماء خیر البلاد کی سند منگاؤ لیکن منکر کو خوب معلوم تھا کہ اگر
وہاں استفتا بھیجا تو وہاں کے علماء حکم استحباب محفل میلاد لکھدینگے اسلئے اُسنے انکار کیا کہ ہم حرمین کو نہیں مانتے معاذ اللہ منہا
ہم تو دیوبند کو مانتے ہیں تب مثبت نے جواب دیا کہ آپ کو دیوبند مبارک ہووے اُسپر ایمان رکھیے ہمکو حرمین شریفین مبارک ہوں بار
رہاں اُن لوگوں کے ساتھ ہی اسی پر گفتگو ختم ہوگئی اب دیکھئے اُن لوگوں کی یہ حالت ہوگئی کہ دیوبند کے آگے حرمین شریفین کو

اور حرمین دین سے خالی رہیگا اور پھر عود کر کے حرمین میں آجاویگا اور یہ امر تقریر مؤلف سے ظاہر ہی گو مؤلف کو ہوش نہیں پس اگر
کوئی مولف کو یہ کہے کہ اب اسوقت میں حرمین میں حسب تقریر آپ کے کمال دین و دیانت نہیں دیگر بلاد میں ہی مگر وقت ظہور امام مہدی
صاحب کے عود کر کے آویگا جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہی حسب شرح آپ کے تو مؤلف صاحب کی ترکی تمام ہو جاویگی اور خود حدیث سے
حسب زعم مولف کے شرح کے ظاہر ہو جاویگا کہ ایسے وقت میں حرمین کے باشندوں کا قول قابل اعتماد نہوا اور یہ خلاف مقصود مولف
کے ہے اور یہ نتیجہ خود شرح مؤلف کا ہی کہ سلیقۂ خدا داد سے معنے تشبیہ کے بیان کئے ہیں اور مطلب نہیں سمجھا واہ سبحان اللہ کیا خوب
استدلال ہی اب سنو کہ حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ دین وہاں سمٹ آویگا اور قرار پکڑیگا سو اسکا کسیکو انکار نہیں یہ تو نہیں فرمایا
کہ وہاں بدعات اور امور غیر مشروع نہ ہوویں گے اور وہاں کوئی خلاف شرع نہ رہیگا اور عمل بدعت نکریگا تھوڑی عقل والا بھی سمجھتا ہی
کہ اگر دین بھی وہاں ہو اور خلاف شرع اعمال بھی وہاں ہوتے ہوں تو خلاف حدیث کے نہیں یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ حرمین میں جو
کچھ ہوویگا وہ سب مشروع ہی ہوویگا اور بدعت وہاں ہرگز نہ ہوویگی یہ تو خلاف مشاہدہ کے ہے یہ محض کم فہمی مولف کی ہی بیشک
حرمین محل دین ہے اور وہاں کے باشندگان علماء و عوام دیندار ہیں خصوصا مہاجرین کہ اپنا ملک چھوڑ کر حرمین میں متوطن ہوئے اور
تشبیہ سمٹنے سانپ کی بوجہ اتم ظاہر ہوگئی مگر نہ سب علماء اور سب باشندے وہاں کے ایسے دیندار کامل ہی ہونے ضرور ہیں بلکہ
اہل بدعت اور خلاف شرع بھی وہاں رہتے ہیں جیسا سانپ کے بل میں سوا سانپ کے اور آلایش وغیرہ بھی ہوتی ہے اور حدیث
میں بھی اس کا اشارہ ہے اور اس بندۂ عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ میں بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہیں حال مجلس مولود کا
پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا بدعۃ حرام پس وہاں کے علماء حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہیں اگرچہ وہاں کے ایسے بھی علماء ہیں جن کا
حال اوپر گذرا اب جو کچھ علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہی تھوڑا سا لکھتا ہوں ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں
لکھا ہی۔ قال الداودی کان ہذا فی حیوتہ علیہ السلام و القران الذی کان فیہم و الذین یلونہم خاصۃ و قال القرطبی و ہذا اختص بعصر
النبی علیہ السلام و الخلفاء الراشدین اما بعد ظہور الفتن و انتشار الصحابۃ فی البلاد ولا سیما فی اواخر المائۃ الثانیۃ و ہلم جرا فہو بالمشاہدۃ
بخلاف ذلک انتہی۔ اور علی قاری اور شیخ عبد الحق نے بھی اس کے قریب قریب لکھا ہی اس سب تقریر سے اسقدر سبکو معلوم ہو گیا کہ
مولف کا فہم کسقدر کج ہی کہ کہیں مطلب کو نہیں سمجھا اپنی رائے سے ایک مطلب قرار دیکر جو چاہتا ہی بے جوڑ لکھدیتا ہے اور پھر اپنے مطلب

حرمین شریفین وغیرہ کا مشاہدہ میں خلاف حدیث مذکور ہے



حقیر جاننے لگے ہائے وہ حرم پاک کہ ہم پانچوں وقت نمازوں میں اپنا مونہ اُس کی طرف کریں فول وجہک شطر المسجد الحرام اور سوتے
وقت بھی رو بقبلہ سونا سنت اور مرجاویں تو بھی حکم دیا جائے قبر میں دفنانے وقت کہ یوجہ الی القبلہ اور اس خانۂ محترم کے
متولیان کفیل کار کی خدا تعالی ثنا فرماوے کہ ان اولیاء ہ الا المتقون یعنی نہیں ولی کار پرداز بیت اللہ کے مگر پرہیزگار آدمی
افسوس ہے کہ یہ لوگ اُس حرم پاک کو اور اُسکے اولیاء کو اس حقارت سے یاد کریں یہ لوگ اپنے بزرگوں کا کلام بھی بھول گئے۔
تحفۃ العرب و العجم میں مولوی قطب الدین خاں صاحب لکھتے ہیں عرب کے علماء پر جو بعضے احمق لوگ طعن کرتے ہیں بڑی خطا پر ہیں اسلئے کہ
وہ خیر القاع کے رہنے والے ہیں انتہی۔ اور شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں خبردار خبردار اہل مدینہ سے ہرگز کدورت دلمیں لاؤ

ہر شیدہ ہے کے موافق بھی دلائل نہیں لاتا کچھ عجب قصہ ہی اہل علم و فہم غور سے ملاحظہ کریں ایسی تالیف بھی کہیں دیکھی سنی ہوگی۔
قولہ اور اس خانۂ محترم کے متولیان الخ اقول یہاں تک تو مؤلف صاحب نے خارج بحث خواہ مخواہ دیوبند پر مکہ کی فضیلت ثابت
کی تھی حالانکہ یہ سب کا متفق علیہ ہے اب اہل مکہ و علماء مکہ کی افضلیۃ و تقوی آیہ ان اولیاء ہ الخ سے ثابت کرتے ہیں علم مولف
کو دیکھنا چاہیے سنو کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کفار مکہ نے مکہ میں عمرہ کیواسطے نہ جانے دیا اور لوگوں نے اُن کو ملامت
کیا تو جواب دیتے تھے کہ ہم متولی و خدمتگار بیت اللہ و مسجد حرام کے ہیں جسکو چاہیں آنے دیں جسکو چاہیں نہ آنے دیں ہم مختار
ہیں تو اُس کو حق تعالے نے رد فرمایا کہ وہ ہرگز مستحق ولایت بیت اللہ کے نہیں ہوتے کیونکہ ظالم ہیں اور مشرک ہیں اور مستحق
ولایۃ بیت اللہ کے مومن موحد ہوتے ہیں اور نیز بیت اللہ کی خدمتگاری خدا تعالی کا گھر ہونیکی وجہ سے وہی کرتا ہی کہ جو حقتعالی کا
بندہ مومن موحد ہو۔ مشرک کہ دشمن مخالف حقتعالی کا ہے حق تعالی کے بیت کا کب متولی ہوسکتا ہی بلکہ وہ تو اپنی دنیا کی وجہ سے
اور اپنی معیشت کیوجہ سے اُسکی کارگزاری کرتا ہی پس استحقاق ولایت بیت اللہ کا مشرکین کو ہونا محض غلط ہی اور علی ہذا
خادم ہونا بیت اللہ کا بوجہ حق تعالے کے بیت ہونیکی دعوی کرنا اُنکا بالکل لغو ہی استحقاق اُسکا مومنین ہی کو ہی اور خدا تعالی
کی بیت ہونیکی وجہ سے سوائے مومنین موحدین کے کوئی ولی بیت کا نہیں ہو سکتا ہی یہ مطلب آیۃ کا تھا جناب مؤلف صاحب نے
ایک طبغرا دمعنے پیدا کئے کہ جو ولی بیت ہوتا ہے وہ مومن متقی ہی ہوتا ہی غیر متقی ولی خادم بیت کا ہوتا ہی نہیں پس جسکو بیت کا
خادم دیکھو جان لینا کہ حسب وعدہ حق تعالی کے وہ متقی ہی ہی سو اگرچہ کافر یا فاسق ولی بیت کا ہو وہ بھی متقی ہی ہوگا سبحان اللہ
کیا ذہن رسا ہی اول تو بداہۃً معلوم ہی کہ مشرکین خادم بیت رہے ہیں تکذیب قرآن کی حسب تفسیر مولف کے اسکو لازم آتی ہی
دوسرے یہ کہ خادم اگرچہ فسق و فجور میں مبتلا ہو پھر بھی وہ متقی رہیگا یہ تمام آیات و احادیث و اجماع کے خلاف ہی فساق خدام بیت کو
اگر مؤلف فاسق نہیں جانتا تو اپنے ایمان کی فکر کرے کہ کفر کو ایمان اور فسق کو تقوی بتلاتا ہی تمام نصوص کا انکار لازم آتا ہی اور
فساق خدام کو متقی ٹھیرا کر اُنکا مداح ہو کر مورد عتاب حدیث اذا مدح الفاسق اہتز عرش الرحمن و غضب الرب الحدیث کا بنتا ہی اور اس سے
درگذر کر اگر یہ اپکی بنائی خلاف نصوص کے کوئی جاہل تسلیم بھی کرلیوے تو آپکو کسی طرح مفید نہیں کیونکہ خدام بیت اللہ کے سلطان و شریف
اور حبشی اور خواجہ سرا اور خدمتگاران مسجد ہوویں گے نہ علماء و سکان وہاں کے کہ انکو کچھ بھی اختیار مسجد و خدمت بیت کا نہیں مثل دیگر

ورنہ فیضان انوار محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محروم رہوگے ہذا کلامہ ملخصاً **قولہ** اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب
حاضر ہوں جائز ہے یا نہیں اور قیام وقت ذکر ولادت صلے اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہیں **اقول** اسوقت قیام میں اہل حرمین شریفین
زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً سے جو سنا ہے تو یہ اشعار پڑھتے ہیں یا نبی سلام علیک ٭ یا رسول سلام علیک ٭ یا حبیب سلام علیک ٭
صلوات اللہ علیک ٭ اور ہندوستان میں کچھ ذکر میلاد کر کے اس طرح پڑھتے ہیں اشعار السلام اے آفتاب دین ٭ السلام
اے انتخاب اولین ٭ السلام اے رحمۃ للعالمین ٭ السلام اے مہبط روح الامین۔ غرضکہ اسی قسم کے اشعار سلامیہ خطابیہ پڑھے
جاتے ہیں ان کے جواز میں کون کلام کر سکتا ہے۔ مولوی اسحٰق صاحب کی مائۃ مسائل میں خود یہ مسئلہ مذکور ہے جواب سوال بست وچہارم
میں بیان فرماتے ہیں در ندا کردن غائب میان نبی وغیر نبی فرق است اگر نبی را ندا خواہد نمود برائے ایصال صلوۃ یا سلام ظاہراً جواز است
بدو جہت یکے آنکہ در حدیث شریف وارد است کہ ملائکہ از طرف حق تعالیٰ مقرر اند برکہ بر نبی صلے اللہ علیہ وسلم صلوۃ یا سلام میفرستد
ملائکہ نزد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم می رسانند دوم آنکہ در التحیات خطاب برائے رسانیدن سلام وارد شدہ بس بنا بر این اگر کسے یا رسول اللہ
بگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہے۔ پھر اگر کوئی شبہ لائے کہ مولوی اسحٰق صاحب نے سلام اور درود کیلئے حضرت کو یا رسول
اللہ یا نبی اللہ کہنا درست لکھا ہی اسواسطے کہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں سلام اور درود کو لیکن وہ اشعار مخاطب حاضر بہ نسبت رسول صلعم کے
جن میں سلام و درود نہ ہو تو وہ بالکل ناجائز ٹھہرے حالانکہ مولد شریف میں ایسے شعر بھی پڑھتے ہیں تو جواب سکا یہ ہے کہ بس یہی جواب
ان شعروں میں بھی پہلو یعنی اگر کوئی مدح اور نعت اور منقبت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب حاضر کریگا تو یہ بھی رسول اللہ صلعم
تک پہنچ جایگا انسے چھپا نہیں ہیگا اُمت کے سب اعمال اور سب کہنا سُننا رسول اللہ کو پہنچتا ہے۔ روی البزار بسند جید صحیح عن ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حیواتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علے اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان
من سئی استغفرت اللہ لکم۔ اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں آیہ ویکون الرسول علیکم شہیداً میں لکھتے ہیں
ناس کے ہیں پس ان میں بحث ہی یا علماء میں پس آپکے ترجمۂ ناصواب کے موافق بھی آپکا مدعی برآمد نہ ہوا اور یہاں بھی وہی ہو گیا کہ اصل
مدعے کچھ اور اثبات کچھ قرآن شریف کی تفسیر کو مسخ بھی کیا مفسر بالرائے بھی بنا مگر مطلب نے نکلا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور رجال الناس معاملات
ان خدام کا بھی محض خلاف شرع ہے پھر انکو متقی جاننا موافق جیسے حق پوش ہی کا کام ہے قرآن وحدیث سے تو وہ ہرگز متقی نہیں ہو سکتے
معاذ اللہ اور نواب قطب الدین صاحب نے بھی ناحق طعن کرنا وہانکے علما کا لکھا ہی اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ناحق کدورت لانے کو
منع کیا ہے نہ یہ کہ وہانکے اہل فسق کو اچھا جانو اور ان کی مدح کرو بغض فی اللہ جزو ایمان کا ہے اس انکے فسق کو برا جانو اور اس وجہ سے
جو سمجھکر اُن کی برائی ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ احمق جاہل اُنکے افعال کو دین اور جائز نہ سمجھ جاویں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاسق
کی غیبت سے مت اندیشہ کرو مگر ہاں وہ غیبت بوجہ دین اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے ہو نہ بوجہ اپنے غیظ وکینہ کے پس یہ لفظ کا فہم
استدلال خوب واضح ہو گیا مؤلف ایسے کلمات سے توبہ کرے اور کہیں مکر کچھ پڑھ نبوی فقط **قولہ** حضرت فخر عالم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں الخ
**اقول** سائل کی مراد یہ تھی کہ ندا اور خطاب تو سب لغات میں حاضر موجود کے واسطے موضوع ہی سو اشعار مدح میں جو ندا و خطاب پڑھا جاتا ہے اگر



رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلع ست بہ نور نبوت بر رتبہ ہر متدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ الیٰ ان قال وروایات آمدہ
ہر نبی را بر اعمال اُمتیان خود مطلع می سازند کہ فلانے چنان می کند و فلانے چنان تا روز قیامۃ ادائے شہادۃ تواں کرد انتہی اور زرعلامہ
اسمٰعیل افندی اور قسطلانی اور زرقانی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے ہیں عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الا تعرض علی النبی
صلے اللہ علیہ وسلم اعمال اُمتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفہم بسیماہم واعمالہم فلذلک یشہد علیہم یوم القیمۃ۔ پس اگرچہ رسول اللہ صلعم مدح خوانوں
کی نظر سے غائب ہیں لیکن اُن کے اشعار مخاطب حاضر پڑھے ہوئے سب رسول اللہ تک خدا تعالیٰ پہنچا دیتا ہی ہر صبح وشام پھر جس علت
اور دلیل سے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا ایہا النبی وغیرہ بقول مولوی اسحٰق صاحب جائز ہوا تھا اُسی دلیل سے مدح اور
اور منقبت بھی رسول اللہ کو مخاطب حاضر کے اشعار پڑھنا جائز ہیں اور ہم ذمہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام سے لیکر آج تک اولیاء کرام اور علما
عظام سے اشعار مخاطب حاضر کا پڑھنا ثابت کر دینگے بیان اس کا ابحاث محفل مولد شریف میں آویگا افسوس ہی کہ اپنے پیر مرشدوں کے
کلام پر بھی نظر نہیں رکھتے بول اُٹھتے ہیں منہ سے جو چاہیں یہ نہیں جانتے کہ ہر لفظ کا محاسبہ قیامت کو ہوگا وما یلفظ من قول الا لدیہ
رقیب عتید۔ اس مقام میں ایک شعر مولوی محمد حسین فقیر کا یاد آیا جو مذمت محفل مولد شریف میں بیان فرماتے ہیں سہ بہت ندا ئے
رسول خدا میں شاغل ہیں ٭ یہ مشرکوں کی علامت ہے محفل میلاد ٭ لو صاحب عرب میں جو ندائے رسول کرتے ہیں اور جو ہندی میں
کرتے ہیں اُنکا حال ہمکو سنا یا گیا اب کہئے اگر یہی شرک ہے یہ متقی صاحب اپنے اعتقاد کے موافق پانچوں وقت عین نماز میں مشرک بنی ہونگے
ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو شرک ہوتا ہی اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہی یا بوجہ اسکے کہ اگر
ضمن صلوۃ وسلام میں ہی تو ملائک آپ تک پہنچا دینگے اور جو بدون اُسکے ہی تو وقت عرض اعمال کے پیش ہو جاویگا تو جائز ہے مگر چونکہ
اُس مجمع میں جہال سفہا اور اہل بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت اُن کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونیکا
ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت ندا وخطاب کے اُنکے عقائد کا افساد اور اُن کی بدعۃ وشرک کی تائید ہوتی ہی تو در صورتیکہ یہ امر مظنون
بلکہ بحکم یقین ہی تو در صورت ثانیہ خطاب شرک نہیں مگر موہم شرک اور بسبب فتنہ فساد کا ہی تو یہ جائز ہے یا نہیں اور اس امر کے ضم سے یہ
مجلس کیا حکم رکھتی ہے یہی مراد سائل کی تو مؤلف صاحب نے پہلی شق جس میں شرک لازم آتا تھا مطلقاً ذکر نفرمائی اُسکو بالکل حذف
فرمایا گویا یہ معنی خطاب وندا کے تھے ہی نہیں اور دوسری شق کو اپنی اصل پر رکھکر فی حد ذاتہ اُس کا جواب دیا کہ بالکل جائز ہی کون
اُس کو منع کرتا ہی اور پھر اُسکے اثبات میں دلائل پیش کر دیں اب مؤلف صاحب سے کوئی پوچھے کہ جس شق کے اصل جواز کا آپ فتوی
فرماتے ہیں اور اُس پر بڑی دھوم دھام سے مولانا اسحٰق صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب اور بزار وغیرہ سے روایت کشی ہو رہی
ہے اُس کا سائل کب منکر ہوا اور وہ اُس کو کہاں پوچھتا ہے تم کیوں سر ہو کر تقریر طویل لاحاصل کر رہے ہو یا شق اول کا جواب
لکھنا تھا کہ آیا وہ شرک ہے یا نہیں یا دوسری شق کی عارض پر بحث کرنی تھی کہ باوصف اس مفسدہ کے بھی مجامع عام میں ایسے اشعار
پڑھنے درست ہیں یا نہیں وہ کب کہتا ہی کہ فی حدہ یہ صورت ناجائز ہے اور مفتیوں کے مرشدوں دوستوں نے اگر ایسے اشعار کبھی
پڑھے تو خود خلوت میں یا خواص میں نہ بازار میں اور نہ عوام جہلا میں اور طبع ہو کر اُنکی تشہیر کا اگر قصور ہے تو دوسرے لوگوں کا ہی بس کیا

اس لئے کہ التحیات میں پڑھتے ہیں السلام علیک ایہا النبی یعنی سلام ہو تم پر اے نبی ۔ دیکھو اس میں ندائے رسول خدا موجود ہے اب
کوئی دن میں مولوی صاحب نمازیوں کے حق میں بھی یہ شعر پڑھینگے ع بہت ندائے رسول خدا میں شاغل ہیں ہو یہ مشرکوں کی علامت
ہے پنجگانہ نماز ہو نعوذ باللہ من سوء الاعمال والاعتقاد اور واسطے بیان خطاب حاضر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئندہ

عجب مولف کے فہم پر ہے کہ جسکو سائل پوچھتا ہو اسکا تو قلیل کثیر کچھ بھی جواب نہیں اور ایک غیر مسئول امر پر زور شور علم کا جتلایا جاتا

ہے بس آپ کی سب روایات منقول اسلام ہیں مگر آپکے فہم پر اور حسن جواب پر صد آفرین ہو الغرض جواب کی خوبی علم و فہم کا اس
اسی تقریر طویل کا تو ہو چکا اب اگر تم لاکھ دلائل اولیاء و علماء و صحابہ کے اس باب میں نقل کرو گے تو آپ کو ہرگز ذرہ بھر بھی مفید نہیں
کیونکہ سب کا یہی جواب ہو کہ اُن کا عقیدہ ہرگز حضور و اثبات علم غیب کا فخر عالم علیہ السلام کی نسبت نہیں اور یہ کلمات فرط
محبت میں کہے اور خلوت یا جلوت خواص میں پڑھے اب بولو آپ کی اوراق نویسی اس ایک کلام سے رد ہو گئی یا نہیں
بعد اس کے جو آپنے مولوی محمد حسین فقیر پر ایک طعن کیا ہے محض بیجا ہے کیونکہ اہل بدعت کا یہ عقیدہ علم غیب بالذات
کا محقق و مشہور ہے سو انہوں نے اُن کی ہی نسبت یہ شعر لکھا ہے اور واضح ہے کہ اس عقیدہ سے خواہ ضمن صلوۃ و سلام
میں خطاب ہو یا غیر صلوۃ و سلام میں بہر حال شرک ہو اور بدون اس عقیدہ کے خواہ صلوۃ و سلام ہو یا غیر اُسکے جائز جبکہ
مجمع عوام و سفہا میں نہ ہو سو اُن پر طعن محض بے محل ہے اگر التحیات میں عقیدہ علم غیب کا ہوگا تو انکو اُس کے شرک ہونیسے
کب انکار ہے وہ بھی شرک ہو جاویگا اور التحیات میں یہ صیغہ یا محض نقل و حکایت ہے اسواسطے درست ہوا یا بوجہ سلام کے
کہ وعدہ ایصال ہو چکا ہو اور خلاف اُسکے عقیدہ کرنے میں بھی وہی حکم ہے پھر طعن کیسا بے موقع ہوا اگر مولوی محمد حسین
صاحب تو آپکے معاصر ہیں اُنپر طعن کرنے سے کوئی آپکو برائی نہیں حاصل ہوئی البتہ بڑے بڑے علماء پر جیسا مولوی محمد اسمعیل
صاحب مولوی محمد اسحق صاحب اُنپر اعتراض کرتے ہیں اور علماء و فقہاء متقدمین میں جو روشنی کثیر کو مکروہ فرماتے ہیں اُن پر
طعن لاعلمی روایات کا کرنے سے جیسا روشنی کے مسئلہ میں گذرا اور خود حضرت عمر فاروق و علی و عثمان پر اسراف کی رو سے
کرنی اور اسکی مدح کرنے پر کہ قرآن شریف کے حکم کے خلاف اسراف کیا آپ صراحۃً و اشارۃً طعن کر چکے ہیں تو وہ البتہ موجب
آپکے تبحر علم کا عوام کالانعام کے نزدیک ہوتا ہے ہو اس باب میں بھی ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ ابن مسعود تا حیات
فخر عالم السلام علیک ایہا النبی التحیات میں پڑھتے تھے اور بعد وفات آپکے السلام علے النبی پڑھنے لگے تھے اب اُنپر طعن فرمایئے
تاکہ لوگوں کے نزدیک خوب عظیم شان آپ کی ہو پیدا ہو جاوے مولوی محمد حسین تو بڑوں کی تقلید سے بری ہو جاوینگے ایسوں پر
طعن کرو کہ اُنکی براءۃ ہو ہی نہ سکے معاذ اللہ اب مولف صاحب غور فرماویں اور سب اہل علم نظر فرماویں کہ مولف صاحب نے
شرح سوال کیا کی اپنی طرف سے ایک سوال نیا تصنیف فرمایا ہے سائل نے پانچ قید سوال میں لکھی تھی امردانِ خوش لحن
کا قصائد پڑھنا ۔ زیب و زینت کا ہونا ۔ شیرینی کا ہونا ۔ روشنی کثیر کا ہونا ۔ فخر عالم کو خطاب و ندا سے یاد کرنا سو پانچوں قیود کی وہ شرح
فرمائی کہ ہرگز سائل کے ذہن میں بھی نہیں گذری ہو اپنی طرف سے خلاف مقصود سائل کے ایک شرح فرمائی اور پھر جواب اُس شرح کے



زیادہ تر تحقیق نور چہارم میں آویگی قولہ بحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا اقول سائل نے حصر کر دیا دین کو حدیث میں کہ حدیث
سے جائز ہے یا نہیں یوں پوچھنا چاہئے تھا کہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں اس لئے کہ شرع شریف کے مسائل فقط حدیث ہی سے
نہیں نکلتے بلکہ اول دلیل شرع قرآن مجید ہے پھر حدیث شریف پھر اجماع اُمت پھر قیاس اس بات کو ہم خاص انہی کے مجتہد سے سب
سنوا دیتے ہیں دیکھو مولوی اسمعیل صاحب تذکیر الاخوان میں درباب بدعت لکھتے ہیں جو مسئلہ کہ قرآن میں مفصل مذکور نہیں
اُس کا حال حدیث سے دریافت کرے اور جو حدیث میں بھی صریح بیان نہ ہو تو وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابوں کے
اجماع سے دریافت کرکے اُس اجماع کے موافق عمل کرے اس واسطے کہ حدیث کی رو سے صحابہ کے اجماع کی پیروی کرنیکا حکم
ثابت ہے پھر جو مسئلہ اجماع سے بھی ثابت نہ ہو یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کیوقت میں ویسا واقع نہ ہوا جو اُسپر وہ حکم ٹھہرا کر اجماع کرتے تو ایسی بات پر
مجتہدوں کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے انتہی بلکہ مولوی اسمعیل صاحب کے کلام سے تو مابعد مجتہدوں کی بات نکالی ہوئی بھی حق
معلوم ہوتی ہو اسی مقام میں بعد تیرہ چودہ سطر کے فرماتے ہیں پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے تو
اُسکا کیا ٹھکانا مگر ہاں اگر اکثر عالم دیندار متقی پرہیزگار اُس مسئلہ کو قبول کرلیں تو البتہ وہ بھی معتبر ہو انتہی اب سائل کو معلوم کرنا چاہئے کہ جب
جواز امور کیواسطے بہت دلائل ہوئے یعنی قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس مجتہدین اور اتفاق اکثر علماء دیندار پس جب کوئی امر
دلائل اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت ہو جائیگا اُسکو کہینگے کہ یہ امر شرع میں جائز ہے یہ نہیں کہ جسکا نام فقط حدیث میں صریح آیا ہو

لکھے وہ بھی اکثر جگہ اُس شرح کے مطابق و مناسب نہیں چہ جائیکہ اصل مقصود سائل کی موافق ہوئی چنانچہ تحریر بالا سے ہویدا ہو گیا
سو ایسا جواب سوال اور ایسی شرح شاید کسی نے آنکھ کھولکر دیکھی ہوگی عجب تماشا ہو اور پھر ان جوابات میں جن جن امور کی نسبت
اوروں کو مطعون بناتے ہیں وہی امور خود اختیار فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا اعجوبہ ہو قولہ بحدیث نبوی الخ اقول یہ اعتراض سائل
پر ہو کہ فقط حدیث سے ہی کیوں طلب جواب کیا قرآن و اجماع و اجتہاد بھی حجت شرعیہ ہو سو بجا ہے اول تو اُس کا عذر قبول
ہو کہ بیچارہ ناواقف ہے مگر خوب محقق ہو گیا کہ مولف کے نزدیک فقط حدیث سے مطالبہ کرنا کسی حکم کا معیوب ہے زیوں ہی بلکہ
حجج اربعہ میں سے کسی سے جواب دیوے تو کافی ہے اور اتباع امر معیوب کا بھی ناجائز ہے اگر کوئی مستفتی خواہ مخواہ جواب سوال کا
حدیث سے ہی طلب کرے تو مفتی کو اُسپر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ اتباع ناروا کا بھی درست نہیں ہوتا سو مولف اس اپنے قاعدہ
مقررہ کو یاد رکھے کہ اس کے خلاف میں مولف مطعون ہوویگا اور جو اُس بیچارہ کے کلام کی تاویل کرسکو تو کیوں اُسپر غصہ ہوتے
سو قرآن کی حدیث تفسیر ہے اور حدیث بھی وحی باطنی ہو سو قرآن حدیث تو ایک ہی ہوئی معنیً و حکماً اور اجماع بلا سند نہیں ہوا
کرتا سو سند قرآن کی آیۃ یا کوئی حدیث صراحۃً اشارۃً دلالۃً ہوتی ہو سو وہ بھی حکماً حدیث ہی ہوا اور قیاس خود مظہر حکم ہو نہ مثبت
حکم سو وہ بھی اگر اجماع سے ہے تو وہ معلوم ہوا کہ حدیث بھی ہے حکماً اور قرآن سے ہے تو وہ بھی معنی حدیث سے متحد ہے
پس اس کا کہنا بایں تاویل درست ہے پس مطالبہ حدیث میں اگر کوئی قول مجتہد کا پیش کر دیوے یا جزئیہ علماء کا جو قاعدہ کلیہ مجتہد سے
نکلا ہو پیش کر دیوے تو وہ جواب حدیث سے ہی ہوویگا صریح حدیث کی ضرورت نہیں بہر حال مولف اسکو یاد رکھے الحمد للہ کہ برہان

وہ جائز ہو ورنہ ناجائز یہ بات ہرگز محققین کامل کے نزدیک مسلم نہیں واضح ہو کہ یہاں تک سوال فتوی انکاریہ کی شرح کیگئی اب اُسی کے
جوابات جو مفتی صاحبوں نے لکھے ہیں اس کی توضیح کرتا ہوں نور دوم میں چند لمعے ہیں لمعہ اولے النقل جواب واضح ہو کہ اس سوال کا جواب
اول دہلی میں لکھوایا گیا پھر اصحاب دیوبند نے اُسپر مُہریں لگائیں وہ یہ ہے جواب فتوی انکاری انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت
ذکر پیدایش آنحضرت صلعم کے قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے وعلے ہذا القیاس بروز عیدین و غیر عیدین و
پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھہ اُٹھاکر پایا نہیں گیا البتہ ثواب حمد الیہ بغیر تخصیص ان امور مرقومہ سوال کے پیشہ مساکین و
فقرا کو دیکر ثواب پہنچانا اور دعا اور استغفا کرنے میں اُمید منفعت ہے اور ایسا ہی حال دہم سوم و چہلم وغیرہ اور پنج گنج اور حلوا
اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث اور کتب دینیہ سے خلاصہ یہ کہ بدعات مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں انتہے حرفاً حرفاً۔ اب
مؤلف رسالہ ہذا اللہ تعالی کی توفیق اور مدد پر بھروسہ کرکے بیان کرتا ہے اُن اُمور ناصواب کو جو اس جواب میں ہیں واضح
ہو کہ اس جواب پر دہلی کے تین صاحبوں کی مُہر ہے الٰہی بخش حفیظ اللہ شریف حسین یہ صاحب دہلی میں غیر مقلد ہیں سب مکو
ہیں انکا یہ جواب لکھنا کچھ تعجب نہ تھا لیکن اصحاب دیوبند بھی اس فتوی میں اُنکے تابع ہوگئے مدرسہ دیوبند کے طلبا اور مدرسین
کی پانچ مُہریں اور چند دستخط ایسے ایسے مفتی کہ ان میں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے "ہذا مسئلہ جواب صحیحہ حسن علی عفی عنہ"
سبحان اللہ عبارت سے ان مفتی صاحب کی دیکھنے کے قابل ہے اور فصاحت و بلاغت تذکروں میں لکھنے کے لائق ہو لفظ ہذا کی تذکیر
و تعریف مسئلہ کی تانیث و تنکیر جواب کی تذکیر صحیحہ کی تانیث پھر مسئلہ بنے سوال مبتدا اور جواب صحیحہ اُسکی خبر سوال کی خبر جواب کیا کیا
تماشے ہورہے ہیں خیر ہمکو ان صاحبوں میں کسی سے کچھ تعارض نہیں الا مولوی محمد یعقوب صاحب۔ کہ اس مدرسہ کے مدرس اول ہیں چونکہ انہو

اول نے لمعہ نور اول کو ظلمات مکنونہ سے کہ ظلمات جہل پر نور شل لمعہ کے تھا رفع کرکے اسکی ظلمات اصلیہ کو واضح طور پر نمایاں
عیاں کر دکھایا **قولہ** ۔ نور دوم الخ **اقول** اس میں مولف نے جواب بلفظہ نقل کیا ہے بعد اُسکے کچھ اپنے علم کے فخریہ کلمات لکھے ہیں کہ
اُسکے جواب کی ضرورت نہیں علم مولف کا تو نور اول میں ہی خوب منور ہو چکا **قولہ** ان میں سے ایک صاحب کی عبارت یہ ہے الخ
**اقول** حسن علی نام کوئی مدرس مدرسہ دیوبند میں نہیں ابتدائے بنائے مدرسہ سے آج تک کی کیفیات موجود ہیں دیکھ لو مولف کو اگر
دیوبند کے مدرسہ پر طعن کرنا مقصود ہے تو ایسی طرح طعن کرنا کہ جسکا کچھ ٹھکانا نہ ہو شرم کی بات ہے حق تعالے فرماتا ہے ان
بعض الظن اثم پھر خواہ مخواہ حسن علی کو دیوبند کا مدرس یا طالب علم قرار دیکر محض اپنی طرف سے یہ لکھنا کسقدر خلاف امر حق
کے ہے اور جو توہین مدرسہ کی غرض مؤلف کی ہے تو ایسے واہی مطاعن سے کچھ نہیں ہوتا اور مدرسہ دیوبند کا جو کچھ علم ہے اگر کچھ
خدا داد مؤلف کو ہے تو آوے اور دیکھے اس فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حقتعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت
ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھکر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت
خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اُردو میں کلام کرتے دیکھکر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علما
مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہمکو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا پس جس کا رتبہ عند اللہ زیادہ ہوگا۔



غیر مقلدوں کی تحریر پر مُہر لگادی اسلئے ہمکو اُن سے چار شکائتیں ہیں شکایت اولے بقانون طریقت یعنے اُنکے پیر و مُرشد حاجی امداد اللہ
صاحب سے ہم مکہ معظمہ میں ملے اُن کا ہرگز یہ طریق متعصبانہ نہیں دیکھا بلکہ نہایت مستقیم و معتدل افراط و تفریط سے خالی پایا لوگوں نے
مسئلہ قیام کا پوچھا حالانکہ بالیقین اس کو بڑا منکرات میں سمجھتے ہیں کفر و شرک تک نوبت پہنچاتے ہیں لیکن اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ
کہ اگر اصحاب محفل کھڑے ہو جاویں کھڑے ہو جاؤ اگر بیٹھے رہیں تو تم بھی بیٹھے رہو ایسی گفتگو مصلحت آمیز ہے کہ اس میں ہرگز جنگ
متصور نہیں اور چند مسائل اُن کے اسی طور دیکھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اپنے سب مُریدوں کو اور مولوی رشید احمد
صاحب گنگوہی کو منع فرمایا ہے کہ جو مسائل ہند کے علما میں مختلف فیہ ہیں اُنپر مُہر مت کیجیو پھر مولوی محمد یعقوب صاحب نے کیوں کہنے
کہنے سے اپنے مرشد ہادی کے خلاف طریق اور خلاف حکم پر مُہر لگائی شکایت ثانیہ یعنی کیوں دیدہ تحقیق سے فکر کرکے گئے مسئلہ کو

شیطان مردود مبین اسکی توہین و تخریب میں زیادہ سرگرم ہوگا پس مؤلف حالانکہ مدرسہ دیوبند سے اسکو کوئی گزند نہیں پہنچا اور اس کی
دنیا میں مدرسے خلل نہیں ڈالا البتہ اُسکے بدعات کے ظلمات کا کاشف ہے لہذا مؤلف کو اس مدرسہ دیوبند سے عناد ہے اور اس
مدرسہ کو اپنا دشمن جانتا ہے مگر جسکا حامی حق تعالی ہو اس کا کوئی کیا کرسکتا ہے۔ الغرض حسن علی نام کوئی مدرس نہیں اور جس
حسن علی کے دستخط ہیں خواہ مخواہ اس پر مطاعن لفظی کرنی بھی دور از دیانت ہے کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس
فتوی میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں سو حسن ظن کرنا اور کاتب کی یا صاحب مطبع کی غلطی پر حمل کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا
کہ مؤلف کو حسن ظن پر عمل کرنا مد نظر اور اندیشہ آخرت ہوتا اور چونکہ تخطیہ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ و ملکہ نہیں تخطیہ لفظی سے تسلی
کرلیتا ہے خیر یہ تو سہل ہے لیکن مشکوۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف دیکھکر جو اس میں غلطی کاتب ملاحظہ کریگا تو
بیادا حق تعالی اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے کیونکہ مؤلف کی عادت تو یہی ٹھیری کہ اصل مصنف کو الزام لگاتا ہے کاتب کی
غلطی پر توجہ کرتا ہی نہیں ہے استغفر اللہ استغفر اللہ **قولہ** شکایت اولے الخ **اقول** جناب حاجی صاحب سلمہ کا جواب قیام میں اگر صحیح ہو
تو یہ وجہ ہے کہ اُن کو جہلا ہند کا حال معلوم نہیں کہ کیا کیا عقائد پیدا ہوگئے ہیں اور فتوی دینے میں مفتی کو حال اہل زمانہ کا
دیکھنا ضرور ہے کہ اختلاف احوال سے جواب بدلجاتا ہے اور یہ تبدیل امور مباح میں ہوتی ہے پس اس جواب سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہاں کا حال ان کو معلوم نہیں اور بحسن ظن قیام کو مباح جانکر جائز رکھا اور مخالفت کو موجب فتنہ جانکر موافقت کا حکم دیدیا
اس علاج کو مؤلف نے بھی پسند کیا لیکن اباحت پر اسقدر مار مُرشد فش کہیں شرع میں درست نہیں اور یہ روایت کہ اُنہوں نے
جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کو مسائل مختلف فیہا پر مُہر لگانے سے منع کیا تھا خوب تحقیق ہوا کہ محض
غلط ہے کسی مفتری کا افترا ہے کہ اپنی بات بنانا مطلب ہے پس یہ شکایت بے اصل محض ہوگئی **قولہ** شکایت ثانیہ الخ **اقول** مولف کو
کس طرح معلوم ہوا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب نے بدون فکر کے مُہر لگادی ہے اگر یہ وجہ ہے کہ مولفہ بحر العلوم کے فہم کے خلاف
ہے اور جو امر خلاف رائے ایسے بحر ذخار کے ہوگا وہ غلط ہی ہوگا تو مولف صاحب اپنے منہہ میاں مٹھو ہوتے ہیں۔ نور اول میں تو
مؤلف کے فہم کی ظلمات ابھی واضح ہوچکی اگر نظر یں کتا تب کہا جائے تو لایق ہے کہ جو مطابق رائے مؤلف کے ہوگا وہ گو بظاہر درست ہو

نہ معلوم کیا بسئلہ میں تعلیہ ایک جزئی خاص کی بلا خوض و تفکر صحیح نہیں شکایت ثالثہ اگر مولوی شریف حسین وغیرہ یہ بات کہیں کہ قرون ثلثہ کے بعد جو حادث ہو وہ ضلالت ہے تو کچھ اُن سے بعید نہیں کیونکہ غیر مقلد ہیں لیکن اصحاب دیوبند جنکا مذہب تقلید ہو اور یہ کہتے ہوں کہ امام واحد کی تقلید کل مسائل میں واجب ہے چنانچہ فتوی مولوی محمد قاسم صاحب اور اظہار حق سے یہ بات ظاہر ہے پھر یہ صاحب کس طرح فرماتے ہیں کہ ایجاد بعد قرون ثلثہ کا بدعت ہے یہ اعتقاد وجوب تعیین تقلید شخصی کا تو قرون ثلثہ کے بعد حادث ہوا ہے اپنے پیران پیر شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کو دیکھیں کہ وہ لکھتے ہیں۔ اہل المائۃ الرابعۃ لم یکونوا مجتمعین علی مذہب واحد

مگر در باطن لاریب غلط ہوگا کیونکہ اکثر جگہ یہی ظاہر ہوتا ہے پس مولوی صاحب کو ہرگاہ کہ جواب صحیح معلوم ہوا مُہر لگا دی ورنہ مصداق اس حدیث کے ہوتے من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام النار۔ اور مخالف اگر صادق امر کہے اُس کی تصدیق ضرور ہے یہ بد دینی ہے کہ کوئی بد دین اگر دین کی بات کہے تو تکذیب کر دیوے کہ اس میں پھر خود مکذب جناب فخر عالم علیہ السلام نے یہود کی بھی سچی بات کی تصدیق فرمائی ہے چنانچہ صحاح میں یہ روایت موجود ہے پس یہ شکایت محض کم فہمی مؤلف کی ہے **قولہ شکایت ثالثہ الخ اقول** مؤلف اپنی خوبی فہم سے بلکہ اپنے اسلام ہم مشرب کی تقلید سے جب موجود ہونیکے قرون ثلثہ میں اور نہ موجود ہونیکے یہ سمجھ رہا ہے کہ قرون ثلثہ میں یہ جزئی خاص حادث ہو کر وجود خارجی میں آجاوے خواہ دلیل اُسکے جواز کی اُن قرون میں موجود ہو یا نہو اور خواہ اُسپر کسی نے اُن قرون میں انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور خواہ وہ امر اُن قرون میں شائع ہوا ہو یا نہوا ہو تو وہ سُنت ہے اور اگر اُس جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہیں پایا اگرچہ جنس اس کی اُنہی قرون میں موجود و غیر منکر ہو یا دلیل جواز کی موجود ہو وہ بدعت سیئہ ہے فقط مگر یہ فہم بالکل غلط فاحش اور محض کور علمی ہے اور مؤلف کی فقط اس ہی کج فہمی پر تمام رسالہ جدا کی بنا ہے اور اس ہی کوتہ فہمی سے تمام مغالطات و قبائح کا مرتکب ہوا ہے مگر ہرگز ہرگز یہ معنے نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سُنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے اب سُنو کہ وجود شرعی اصطلاح اہل فقہ میں اُسکو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے تبلانیکے اور فرمانیکے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اُس اُس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شے وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اُسکی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو اور معلوم ہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتا پس جسکے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جسکے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اُس کا عدم ثابت ہو گیا اور وجود اُسکا مرتفع ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جسکے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی اُن قرون میں موجود ہے اور جسکے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ اُن قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اُس زمانہ کا شیوع بلا نکیر دلیل جواز کی ہے اور نکیر ہونا اُسپر دلیل عدم جواز کی ہے علی ہذا اُسکی جنس پر نکیر ہونا دلیل اُسکے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اُسکے جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی



پس جبکہ چوتھی صدی تک تقلید شخصی پر مجتمع نہ تھے تو ظاہر ہوا کہ چوتھی صدی کے بھی بعد مسئلہ وجوب کا حادث ہوا اور خود چوتھی صدی قرون ثلثہ سے بہت بعد ہے تو مابعد چہارم تو نہایت ابعد زمانہ ہوا اور تنویر الحق میں مولوی قطب الدین خان صاحب نے قاضی ثناء اللہ کی تفسیر مظہری سے نقل کیا ہے ان اہل السنۃ والجماعۃ قد افترق بعد القرون الثلاثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب الخ یہ بات ہمکو مضر نہیں کیونکہ ہم بعض بدعت حسنہ کو واجب بھی کہتے ہیں اور بدعت حسنہ کا وجود فقط قرون ثلثہ میں نہیں منحصر رکھتے لیکن اُن صاحبوں پر مشکل ہوگا۔ شکایت رابعہ آپ کے پیر مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالی کی کتاب ضیاء القلوب مطبع مجتبائی ہمارے پاس ہے وہ کتاب واسطے دستور العمل ہونے اپنے مریدوں کے لکھی ہے اس میں بہت باتیں اس طرح کی ہیں مثل فاتحہ بارواح مشائخ اور خطرات کو مشاہدہ جمال مرشد سے دفع کرنا یعنی (تصور شیخ) اور عروج اور نزول کے طور پر ذکر کرنا اور رگ کیماس کا دبانا اور موندھے اور ناف اور گھٹنے وغیرہ کی طرف اشارات اثنائی ذکر میں کرنا اور اذکار کا عدد اور جلسہ کی ہیئت اور وضع اور وقت وغیرہ کے تعینات خاص کرنا اس قسم کی بہت چیزیں اس میں ہیں کہ قرون ثلثہ سے ہرگز ہرگز یا ہیئت کذائی و بعین ہیئات مجموعی ثابت نہیں اور مولوی شریف حسین اور حفیظ اللہ صاحب واعظ کی تحریر اس فتوی انکاری میں یہ بات ثابت کر دی ہے کہ محفل مولد شریف اور فاتحہ

یاد رہے کہ حکم اثبات قرآن و حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت حکم کا نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اُسکے اشیاع نے اسکی بو بھی نہیں سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہانذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ اپنے متفقین کو نفع ہو اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو اگر اسکو خوب نگہداشت کیا جاوے تو تمام اس رسالہ اور دیگر رسائل مبتدعین کی خطا واضح و لائح ہے اور مولف تو کسی مطلب علمی کو کہیں بھی نہیں سمجھتا اپنی نافہمی تمام سے ایک معنے قرار دیکر بدون سمجھ کلام کے سمجھے جو منہ میں آیا بکا لہذا اتنا ہی ایسے علم و فہم پر افسوس آتا ہے پس بعد تمہید اس قاعدہ کی دیکھو کہ تقلید شخصی کی دلیل قرون ثلثہ میں موجود ہے گو وجود خارجی اُس کا کبھی ہو اس سے ہمکو بحث نہیں فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون الآیہ اس میں وجوب تقلید کا حکم ہے اور بالاطلاق شخصی اور غیر شخصی کو دونوں کو محتوی ہے اور دونوں مامور علی التخییر ہیں اور آیۃ ولا تفرقوا الخ وحدیث کونوا فی اللہ اخوانا الحدیث وغیرہ میں امر وجوب تقلید شخصی کا وقت افتراق اور اختلاف کی موجودہ ثابت ہے کیونکہ زمان جہل میں اور وقت اعجاب کل ذی رائے برائہ کی عدم تقلید شخصی میں فتنہ ہوتا ہے چنانچہ اب خود مشاہد ہے لہذا بالتعیین وجود وجوب لغیرہ تقلید شخصی کا بعد زمانہ قرون ثلثہ کے ہوا گرچہ وجود شرعی اسکا قرون ثلثہ میں ثابت تھا پس اسکو بدعۃ ضلالہ جاننا حسب جیسے مشہور بدعۃ کی عقل جہل اور سوء فہم ہے کہ بعد اس شرح بسط کے کوئی عقل جاہل بھی تردد نہ کریگا اگرچہ مؤلف سے توقع قبول کی نہیں اور علی ہذا القیاس اشغال مشائخ کا جواب ہے پس دو شکایتیں مؤلف کی ثالثہ اور رابعہ محض مولف کے عدم علم و فہم سے ناشی ہوئے اور مؤلف نے باتباع بعض علماء کے اسکو بدعۃ حسنہ سے تعبیر کیا اور یہ فرق اصطلاحی اور لفظی تھا فی الواقع کوئی خلاف معنوی تھا مطلب سبکا ایک تھا یہاں مولف نہ سمجھے نہ پڑھے اسکو نزاع حقیقی سمجھکر الفل مانے لگے اور اپنی حقیقت سب پر ظاہر کر دی **قولہ شکایت رابعہ الخ اقول** اسکا جواب بھی شکایت ثالثہ سے واضح ہو گیا اور اسکے جواب میں

اموات بباعث عدم ثبوت قرون ثلثہ سے مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں اور آپنے اسکی تصحیح پر مہر لگائی تو فی الحقیقت یہ مہر ہوگئی اثبات
پر کہ جو چیز قرون ثلثہ سے ثابت نہ ہو وہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے پس داخل ہوگئے اس میں سب اذکار و اشغال مرسومہ خاندان
جناب جو ضیاء القلوب میں مندرج ہیں کہ ہرگز ان کا ثبوت بہیئت کذائی و ہیأت مجموعی قرون ثلثہ سے نہیں وسن ادعی فعلیہ البیان اور
ہمکو یا عتراض کچھ مضر نہیں اسلئے ہم اسکے قائل نہیں کہ جو بات قرون ثلثہ میں نہ ہو وہ ضلالت اور سیئہ ہوتی ہے لمعہ ثانیہ رد جواب
مانعین و تحقیق بدعت و ثبوت بدعت حسنہ ۔ واضح ہو کہ اس فتویٰ انکاری میں کوئی منع نہیں سوا اسکے کہ یہ باتیں قرون ثلثہ

طول و بسط کیا گیا کہ بہت کار آمد قاعدہ ہے اور تمام رسالہ کے قلع کو کافی ہے بغور ملاحظہ کرنا لازم ہے قولہ لمعہ ثانیہ رد جواب مانعین و
تحقیق بدعت اقول تحقیق معنے بدعت میں مؤلف نے نہایت اپنا جوہر فہم دکھایا اور غایت مبلغ علم کا اظہار کر دیا اور اس تحقیق پر مؤلف
کو نہایت فخر و ناز ہے پہلے جواب شکایت ثالثہ میں یہ عاجز حقیقت بدعت کو لکھ چکا ہے اب یہاں پھر لکھتا ہوں سنو کہ تمام
علما اول سے آخر تک متفق ہیں اس بات پر کہ بدعت لغت میں امر جدید کو کہتے ہیں اور کتب شرعیہ میں جو اطلاق اس لفظ کا ہوتا ہے تو
کسی جگہ تو اسکے معنے یہ لیتے ہیں کہ جو امر بعد فخر عالم علیہ السلام کے حادث ہو مطلقاً خواہ محمود ہو خواہ مذموم اعنے اسکے جواز کی دلیل شرع میں
موجود ہو یا نہ ہو اسکی دو قسم کرتے ہیں قسم اول کو محمود کہ جسکی دلیل جواز کی شرع میں ہے دوسری مذموم کہ دلیل اسکے جواز کی نہیں پس
اول کو بدعۃ حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنۃ جانتے ہیں اور دوسری قسم بدعت ضلالہ ہے پس یہ حد بدعۃ کی عام کہلاتی ہے اور کسی
جگہ بدعت کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ جو امر حادث ہو خلاف طریقہ مرضیہ شارع علیہ السلام کے یعنی اس کے جواز کی دلیل شریعت میں نہ ہو
اور یہ معنے خاص ہیں اور کتب شرعیہ میں اس نے ہی بحث ہوتی ہے تو بدعت بایں معنی وہی نوع مذموم ہے اور قسم محمود سنت میں داخل ہے
پس یہ دونوں اطلاق درست ہیں اس میں کسی کا خلاف نہیں فقط بیان کا فرق ہے اور بس اور اصل مراد میں سب متفق ہیں جو بدعۃ
مطلقاً مذموم کہتے ہیں وہ بدعت کے معنے خاص لیتے ہیں اور جو علما تفریق حسنہ اور سیئہ کی کرتے ہیں وہ معنے عام لیتے ہیں اور جیہ احقر
نے لکھا تمام کتب شرعیہ میں موجود ہے اور خود مؤلف بھی اسکو جانتا ہے خود اس رسالہ سے ظاہر ہے لہذا نقل روایات کی حاجت نہیں اور
یہ بھی ظاہر ہے کہ جو علما رسوم چہلم وغیرہ کو بدعت کہتے ہیں وہ بدعت کو معنے خاص لیتے ہیں اور مقام ذم میں ذکر کرنا اور حجت عدم جواز
کی ٹھیرانا دلیل ظاہر ہے اس امر کی ہے ورنہ معنی عام سے کہ ایک فرد اسکی محمود بھی ہے کس طرح مذموم مراد ہو سکتا ہے مطلقاً اور یہ امر جسکو
ادنے سلیقہ ہوگا جان سکتا ہے مگر مؤلف کا سلیقہ علمی اور خوبی فہم قابل دید ہے کہ باوصف علم اس اصطلاح کے اور قرینہ بینہ کے جگہ جگہ اعتراضاً
لکھتا ہے کہ فلاں شے تمہارے نزدیک بدعت ہے اور ہمارے نزدیک کچھ حرج نہیں کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور اس کو نہایت
الزام و اعتراض سمجھ رہا ہے تو اس تحریر مؤلف سے معلوم ہوا کہ مؤلف کے نزدیک نزاع حقیقی اور مخالفت معنوی ہے فرق اصطلاحی
نہیں ورنہ کیوں یہ تو تو میں میں کرتا اور کسواسطے باوجود زوال ضعف دماغ کے لا حاصل اسقدر تطویل کرتا کہ سب کا مآل مقصود ایک ہے اور
ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط بتاوے اور لا حاصل تحریر طویل لکھکر کاغذ سیاہ کرے پس اس سے بھی تبحر علم اور خوبی فہم مؤلف کا ہر شخص پر
عیاں ہوگیا جیسا پہلی شرح سوال پر بہر معنی پر کچھ فہم مؤلف کی ظاہر ہو چکی الحاصل دونوں معنی بدعت کے ایک ہی مراد ہے اور پھر جو کتب میں



میں نہ تصیص اور جو قرون ثلثہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے سو یہ قاعدہ تحقیقی نہیں کسی کیلئے اقوال مختلفہ ذکر کرنا اور بات ہے اور مذہب مشہور اور
قول جمہور جسپر عمل امت ہو وہ اور بات ہے اختلاف اقوال کا یہ حال ہے کہ بدعت میں چند اقوال ہیں قول اول یہ ہے کہ مؤلف
تذکیر الاخوان نے تو اپنے طائفہ کا دستور العمل ٹھیرا دیا کہ جو بات قرون ثلثہ میں ایجاد کی گئی ہے اسکو سنت کہنا چاہئے اور بعد میں
ایجاد ہوئی اسکو بدعت قرار دینا چاہئے اور جو چیز بدعت ہے وہ کل ضلالت اور سیئہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جو چیز بعد صحابہ
اور تابعین کے نکالی جاوے وہ بدعت ہے اور نہ مشروع یہ مایہ مسائل کے سوال چہل و ہشتم میں لکھا ہے امر یکہ منقول نباشد از
آنحضرت و صحابہ و تابعین غیر مشروع است الی ان قال قرأۃ الکافرون الی الآخر مع الجمع مکروہۃ لانہا بدعۃ لم ینقل ذلک عن الصحابۃ
والتابعین ۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہ تقریر ایک نمبر زیادہ چڑھی ہوئی ہے مولوی اسمٰعیل سے بھی کیونکہ انکی تقریر سے تو تبع تابعین بھی معتبر
تھے اور اس تقریر سے تبع تابعین بالکل نذر ہوئے ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ صحابہ کا فعل تو سنت میں داخل ہے لیکن صحابہ کے بعد جو قول فعل
حادث ہو وہ بدعت ہے اور ضلالت ہے چنانچہ جلد اول مکتوبات مجددیہ کے مکتوب ایک سو چھیاسی میں ہے ہر چہ در دین محدث و
مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفاء راشدین او نبودہ علیہ و علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات اگرچہ آنچیز در روشنی مثل فلق صبح بود این ضعیف را
باجمعے کہ باو ہستند گرفتار عمل آن محدث مگرداناد اور اسی مکتوب کے آخر میں لکھا ہے فعلیکم بالاقتصار علی متابعۃ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم والاکتفاء علی اقتداء اصحابہ الکرام اب دیکھو اس کلام سے تبع تابعین تو کیا خود گروہ تابعین بھی اُڑی ہوئی ہیں پس اس قول کے
موافق انکا قول و فعل بھی بدعۃ واجب الاجتناب ہے ۔ چوتھا قول یہ ہے کہ تابعین تو تابعین ہیں خود صحابہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اُنکی

حدود بدعت میں الفاظ مختلف ہیں اُن سب کا بھی حاصل ایک ہی ہے مگر مؤلف کو چونکہ سلیقہ فہم مراد نہیں سبکو مختلف المراد جان رہا ہے
اس واسطے اُن کو نقل کر کر مردود و شاذ بتاتا ہے اور ایک معنی عام کو صحیح و معتبر ٹھیراتا ہے اور باہم سبکو مختلف جان کر غلطی میں پڑ رہا ہے
سو بیان بھی ضرور ہوا تاکہ کج فہمی مؤلف کی ظاہر ہو جاوے سنو کہ تعریف بدعۃ شرعیہ کی بعض نے یہ لکھی ہے کہ بدعت وہ محدث
فی الدین ہے کہ زمان فخر عالم علیہ السلام میں موجود نہ ہو یعنی نہ قولاً نہ فعلاً نہ تقریراً اور نہ صراحۃً نہ اشارۃً پس بدیہی امر ہے کہ جب کسی
طرح زمان فخر عالم میں وہ موجود نہیں اور معلوم ہو چکا کہ موجود ہو نیسے وجود شرعی مراد ہے نہ وجود خارجی تو دلیل جواز کی اس کیلئے
کوئی نہ ہووے گی وہ خلاف شرع شریف کے ہوگا پس اسکے معنے بعینہ بلا تفاوت وہی ہوئی جو دُر مختار اور بحر الرائق اور ابن حجر وغیرہم
لکھتے ہیں جس کو قول خامس کر کے مؤلف صاحب نے لکھا ہے اور مسلم الثبوت اور قول جمہور اور معتبر ٹھیرایا ہے سر مو فرق دونوں میں نہیں پھر جو شے
زمان فخر عالم میں موجود نہ ہوئی بوجود شرعی تو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بھی موجود بوجود خارجی نہ ہو دیگی بایں معنی کہ نہ اُسکا شیوع
بلا نکیر ہو سکے اور نہ اُسکے جواز کی دلیل قولاً فعلاً تقریراً صراحۃً اشارۃً نکل سکے کیونکہ وہ زمان خیریت ہے فخر عالم نے ان کی خیریت اور
اتباع کا حکم فرما دیا ہے پس جو کچھ ان قرون ثلثہ میں موجود ہوگا خلاف قواعد شرعیہ کے نہ ہوگا اور جو نہ موجود ہوگا وہ بدعت ضلالہ ہو دیگا
اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ موجود ہو نیسے سب جگہ مراد وجود شرعی ہے یہ معنے کہ دلیل جواز کی ہونا وجود شرعی ہے اور دلیل جواز کی نہ ہونا
عدم وجود شرعی ہے پس بہرحال یہ دونوں تعریف کسی وجہ مخالف نہیں اور بعض نے اسیواسطے اس تعریف میں یہ زائد کر دیا ہے

باتوں کو بھی بدعت کہتے ہیں ان علماء کے نزدیک بدعت کے یہ معنے ہیں البدعۃ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر حضرت کے بعد اگر صحابہ بھی ایجاد کریں ان علماء کے نزدیک وہ بدعت ضلالت ہی لا مذہبوں غیر مقلدوں کا اسی پر عمل ہے کہ وہ خلفاء راشدین کے فعل کو بھی بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہی لازم پکڑو سنت میری اور سنۃ خلفاء راشدین کی تو اسکا جواب یہ دیتے ہیں مسک الختام شرح بلوغ المرام میں یہ ہے کہ نہیں مراد سنۃ خلفاء راشدین سے مگر ایسا طریقہ اُن کا کہ موافق طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو اور معلوم ہے قواعد شریعت سے کہ کسی خلیفہ راشد کو نہیں پہنچا کہ کوئی طریقہ سوائے اُس طریقہ کے کہ اُسپر حضرت تھے مشروع کرے انتہی ملخصاً اور کتاب مفاتیح الاسرار التراویح میں ہی کہ مراد سنۃ الخلفاء سے وہی سُنۃ اُن کی ہے جس میں وہ موافق اور تبع سنت نبوی ہیں نہ وہ کہ جس کے وہ خود موجد ہیں الی آخرہ پس ان بزرگواروں کے نزدیک تو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی کہ بعض امور انہوں نے زائد کیے ہیں ایسے بدعتی ہیں نعوذ باللہ منہا یہ فرقہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے تین گز اور پر چڑھ گیا وہ تو تبع تابعین تک کو مانتے تھے یہ خلف اُن کے ایسے بڑھے کہ صحابہ تک کو بھی نہیں مانتے کیوں نہ ہو جب تک اپنے بزرگوں سے چار قدم آگے نہ بڑھے تو پھر کیا فخر ہوا اطالبان

کہ زمان خلفاء راشدین میں بھی نہ پایا جاوے اور بعض نے عدم اور وجود زمانہ صحابہ کا ذکر کیا اور اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ جو زمانہ فخر عالم میں نہ ہوگا صحابہؓ کے قرن میں بھی نہ ہوگا جیسا اب ہی گذرا اور پھر ایک حدیث میں خود فخر عالم نے فرمایا ہی علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الخ دوسری حدیث میں فرمایا ما انا علیہ واصحابی اور ظاہر ہی کہ بعض امور زمانہ خلفاء اور صحابہ میں شائع اور ظاہر ہوئے کہ فخر عالم کے وقت میں ظہور اُن کا نہ ہوا تھا اگرچہ اصل اور دلیل اسکی موجود تھی اور بیان جو شرعی ہی طرد ہی عام ہے کہ وجود خارجی میں آیا ہو یا نہ آیا ہو اور بعض نے ایک صحابہ کے بعد تابعین کے زمانہ میں نہ ہونا بھی اس حد بدعت میں زائد کیا جیسا عالمگیریہ نے محیط سے نقل کیا اُسکی وجہ بھی ظاہر ہی کہ زمان تابعین میں اجتہاد و قیاس ہوا اور قواعد و ضوابط بنائے گئے اور جو کچھ زمانہ صحابہ میں مخفی تھا ظاہر ہوگیا تو یہ سب اُسکا ہی اظہار و ضبط تھا جو پہلے موجود تھا کوئی امر جدید خلاف اسکے نہ تھا اور بعض علماء نے تبع تابعین کے قرن میں بھی نہ ہونیکو ذکر کیا اس سبب سے کہ حدیث خیر القرون قرنی میں تبع تابعین بھی ذکر فرمائے گئے اور فی الواقع اس قرن میں آئمہ مجتہدین نے بسط و تفصیل قواعد شرعیہ کی اور کلیات اجتہاد و قیاس کے ایسے کامل منضبط کر دیے کہ قیامت تک کو کافی ہوگئے اور اختلاف امتی رحمۃ کا ظہور بوجہ اتم ہوا پس جسکی دلیل ان قرون ثلثہ میں نہیں وہ بدعت ضلالۃ ہی اور جسکی اصل یہاں ہی وہ جائز اور مقبول ہی الحاصل یہ ہر چہار قول حد بدعۃ کے جو مولف نے شاذ و غلط لکھے ہیں اور قول خامس جسکو قول جمہور و مشہور و معتبر لکھا ہے سب ایک مطلب اور ایک معنی رکھتے ہیں سوائے اختلاف الفاظ کے کچھ تفاوت سر مو بھی نہیں علی ہذا قول تعریف بدعۃ کا بھی بمعنے عام اور بمعنی خاص دونوں موافق ہیں سوائے خلاف بیان اصطلاح کے کوئی نزاع و خلاف نہیں پس اب فہم رسا و قوت حدسے مولف صاحب کی ناظرین ملاحظہ کریں کہ اول تو معنے عام و خاص بدعت کو باہم مخالف معنوی و نزاع حقیقی سمجھ رہا ہی اور پھر ان اربعہ کو قول خامس کے خلاف و معارض جان رہا ہی اور اس اپنی غلطی فاحش پر ناز کر کے کس دعوے سے کہتا ہی کہ مانعین کے پاس کوئی دلیل منع کی نہیں



حق خود یہ سنیں یہ چاروں قول جو بیان کیے گئے یہ سب اقوال شاذہ متفرقہ بعض علماء کے آپس میں مختلف ہیں چوتھے قول کو تیسرا رد کرتا ہی اور تیسرے قول کو دوسرا اور دوسرے کو اول باطل کرتا ہے اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان کا ہے اُس میں جو خلل ہے یہ عاجز بیان کرتا ہے۔ واضح ہو کہ متقدمین و متاخرین میں کسی نے سنت کی یہ تعریف نہیں لکھی کہ سنت وہ شے ہے جو قرون ثلثہ میں پائی جاوے اور نہ کسی نے حدیث یا قول صحابہ یا تابعین و تبع تابعین سے یہ بات صراحۃً ثابت کی ہم نے بارہا اس مذہب والوں کو مہلت دی کہ مہینہ دو مہینہ برس دو برس میں کسی کتاب سے خود یا اپنے مددگاروں سے تلاش کر کر ایسی حدیث معتبر ہمکو دو جس میں خاص یہ الفاظ ہوں کہ قرون ثلثہ کے بعد جو بات نکلیگی وہ بدعت ہوگی یا خاص یہی الفاظ کسی جماعت اصحاب یا تابعین یا تبع تابعین کی زبانی ارشاد فرمائے ہوئے ہمکو دکھاؤ معہ سند کے معتمد علیہ کتاب سے لیکن کوئی نہ لا سکا اور لادے کہاں سے فقط ایک حدیث پڑھ دیتے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی بہتر لوگوں میں میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر اُن کے بعد والے پھر ان کے بعد والے

لکھی سوائے قرون ثلثہ میں موجود نہ ہونیکے سبحان اللہ جب یہی دلیل منع کی نہیں تو پھر کونسی دلیل مولف کے نزدیک معتبر ہوگی کہ یہ دلیل حاوی جمیع دلائل کو ہی اور جج اربعہ اس میں منحصر ہو گئے ہیں پس بعد حج اربعہ کے شاید توراۃ و انجیل حجۃ کی خواہش مولف رکھتا ہوگا۔ معاذ اللہ فماذا بعد الحق الا الضلال پھر وہی بات ہی کہ مولف نے اپنے فہم سے اس کلام کے معنے نہ سمجھے اس وجہ سے تحریر اطالک سے کاغذ سیاہ کیا اور غلط فہمی اسکی اب بھی ظاہر ہو چکی واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم اب یہ امر کہ مسئلہ مبحوث عنہا کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں ہے یا نہیں بجائے خود مذکور ہووے گی یہاں فقط اس کا بیان تھا کہ مولف حد و بدعت کو نہیں سمجھا اور باہم سب کو متعارض بتا دیا اور آئمہ دین پر مطاعن کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا کہ یہ کام علماء کا بلکہ عامی مسلمان کا بھی نہیں اور مورد من عادی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب کا بنا معاذ اللہ اور وجہ یہ ہوئی کہ بعض مبتدعین نے اپنی کور فہمی سے رسائل لکھے ہیں اُن میں مطاعن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی محمد اسحٰق صاحب کی اور حضرت مجدد صاحب اور دیگر اکابر کے مذکور ہیں مولف اُن رسائل سے مستفید ہوا اور کینہ ان حضرات سے اپنا سینہ سیاہ کر کے خیالات فاسدہ اپنے رسالہ میں تحریر کر دیے۔ الحاصل ان سب سب اقوال کا ایک حاصل ہی پھر نہایت جہل ہی کہ چار قول کو غلط اور خامس کو صحیح کہا جاوے چنانچہ واضح ہو گیا اور مولف کی خیانت کا ذکر نمبر چہارم کے لمعہ ثالثہ میں کیا جاویگا کہ عبارت تذکیر الاخوان میں تصرف کر کے نقل کیا ہے قولہ اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان کا ہی اُسمیں جو خلل ہی الخ اقول تعریف تذکیر الاخوان کی خوبی معلوم ہو چکی اور مولف کی کم فہمی واضح ہوئی اور علی ہذا قول ثانی اور ثالث اور رابع کی حقیقت محقق ہو چکی اور اعتراضات اور شوخ کلامی مولف کی مردود ہو گئی حاجت اعادہ کلام کی نہیں خلاصہ یہ ہے کہ قرون ثلثہ میں موجود نہ ہونیکے معنے معلوم ہوئے کہ موجود نہ ہونیسے دلیل جواز کی نہ ہونا مراد ہے اور آیہ ما آتکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا الآیۃ اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الحدیث اور حدیث ما انا علیہ واصحابی الحدیث اور حدیث خیر القرون قرنی الحدیث اور اقوال متقدمین و متاخرین ان حدود کی مثبت ہیں اور سب متفق المعنے ہیں چنانچہ ظاہر ہو لیا مگر مولف نے نہ سمجھا اور موضع جو لکھتا ہے کہ ہم نے بارہا اس مذہب والوں کو مہلت دی الخ بالکل کذب ہی سو شاید اپنے اعاظم شیخ الہی بخش مرحوم

سو معنے اس حدیث کے بعضوں نے یہ کہے ہیں کہ قرنی سے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانۂ حیات مراد ہے اور ثم الذین یلونہم سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورہ کے جو لوگ تھے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ لوگ مُتعین پھر دوسرے ثم الذین یلونہم سے دورہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آدمی مراد ہیں پس خوب خیریت سے اسلام میں سوا اتفاق اور نصرت اور ظہور شوکت انہیں تین دورہ تک ہی جب یہ قرون ثلثہ گذر چکے قرن چوتھا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورہ ہوا اُس وقت اہل اسلام میں خانہ جنگی شروع ہوگئی وہ خیریت قرون ثلثہ کی گم ہوگئی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری مرحوم جو علم حدیث میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے استاد تھے اور اس فتوی انکاری کے مفتیوں کے نزدیک اُن کا علم زتفعہ مسلم تھا وہ فرماتے تھے کہ یہ معنی اس حدیث کے بہت موزوں اور چسپاں ہیں اور فرماتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ معنی اپنی بعض تصنیفات میں لکھے ہیں۔ پھر اگر حدیث سے یہی استدلال ہے کہ قرون ثلثہ کی چیز نکالی ہوئی سنت اور بعد کی بدعت ہو اور قرون ثلثہ منتہی حضرت عمر میں اس تقریر مذکورہ کے موافق تو حضرت عثمان کے وقت سے جو چیز ایجاد ہو وہ سب بدعت ہونی چاہیے پھر تبع تابعین بیچارے کس شمار میں ہیں یہاں تو صحابہ کے اقوال و افعال بھی بدعت ہو جاوینگے معاذ اللہ منہا اور اگر معنی اس حدیث کے اسطرح پر رکھیں کہ قرنی سے مراد صحابہ ہیں اور ثم الذین یلونہم سے تابعین اور دوسرے ثم الذین یلونہم سے تبع تابعین تو اس صورت میں اسکا مطلب ہوگا کہ اچھے لوگ صحابہ ہیں اُن سے کم تابعین اُن سے کم تبع تابعین انتہی پھر اچھے ہونے سے موافق بیان شارحین حدیث کی یہ مراد ہے کہ ان زمانوں میں خیر غالب ہوگی اور فساد کم اس حدیث کے حرفوں کی ہرگز یہ معنی نہیں کہ جو بات یہ تین قرون والے نکالیں وہ سنت ہے اور جو اُن کے بعد والے نکالیں وہ بدعت ہے معانی الفاظ سے نکلتے ہیں اس حدیث میں لفظ بدعت اور سنت کے کہاں ہیں کم سے کم پڑھا سپاہی جو حدیث کے لفظوں کو دیکھیگا وہ اس بات کو ٹھیک سمجھ لیگا ہائے افسوس اس کم فہمی پر ہزار افسوس کم فہمی تو اپنی پھر دوسروں کو گمراہ بتادیں ہاں بھائی چوری اور سینہ زوری اسی کا نام ہے توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ ان کی دلیل دو جملے ہیں ایک یہ کہ قرون ثلثہ میں جو چیز نکلے وہ سنت ہے دوسرا یہ کہ بعد قرون ثلثہ کے جو امر پیدا ہو وہ سب بدعت ہے ہم جملہ اولیٰ میں اول کلام کرتے ہیں اگر یہ لوگ استدلال کریں کہ خیر القرون میں لفظ خیر آیا ہے پس یہ قرون ثلثہ جو ایجاد کریں وہ خیر ہوگا جواب اُسکا یہ ہے کہ یہ لفظ خیریت آخر زمانہ کی اُمت کیواسطے بھی وارد ہوا ہے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح جو عشرہ مبشرہ

میں کمدرٹ ہوکر پکار دیا ہوگا وہ نہ مولف کو نمایش کر دیا جاتا اب اس تحریر کو دیکھکر تسکین خاطر کر لیوے اور سمجھ لیوے کہ کسقدر پھر تعریف درست اور صحیح ہے قولہ اس حدیث کے معنے بعضوں نے یہ لکھے ہیں الخ اقول اس بحث سے کچھ حاصل نہیں ہم نہیں کہتے کہ مولف سچ کہتا ہے یا جھوٹ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہ معنے لکھے ہیں یا نہیں خواہ کچھ ہو مگر سب حدود درست ہوگئیں اور یہ حد جس میں مولف سر مار رہا ہے قرآن و حدیث سے ثابت اور اُس حد مسلم مولف کیموافق ہولی اور اُسکے جہل کی دلیل راسخ ہوچکی اب کیا ضرورت کسی اثبات کی ہے یہ سارا صفحہ جو مولف نے سیاہ کیا محل افسوس اُسکے فہم کا ہر حرف حرف کا جواب فضول ہی پہلے اس حدیث کے معنے بیان ہو چکے یہاں ضرورت اعادہ کی نہیں قولہ ہم جملہ اولے میں کلام کرتے ہیں الخ اقول سبحان اللہ جملہ اولے کو خوب سمجھے اور خوب معنے بیان کئے مولف کی سیلی کا ثمرہ اور



میں صحابی جلیل القدر ہیں اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ احد خیر منا اسلمنا وجاہدنا معک یا رسول اللہ کوئی ہم سے بھی اچھا ہوگا ہم اسلام لائے اور آپکے ساتھ ہوکر ہم نے جہاد کئے آپنے جواب دیا نعم قوم یکونون من بعدکم یومنون بی ولم یرونی یعنی آپنے فرمایا کہ ہاں تم سے اچھے تمہارے بعد وہ لوگ ہونگے جو مجھپر ایمان لائینگے بغیر دیکھے۔ یہ حدیث مشکوۃ میں ہی روایت کیا اسکو احمد اور دارمی نے دیکھو اس میں لفظ خیر موجود ہے جس طرح خیر القرون میں پس چاہیے کہ بعد کے آدمیوں کا فعل نکالا ہوا بھی سنت ہو بدعت نہیں اظہر ہوگا اور ابو امامہ نے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طوبی لمن رانی وطوبی سبع مرات لمن لم یرنی وآمن بی۔ یعنے خوشحالی ہو جیو اُسکو جس نے مجھکو دیکھا اور سات مرتبہ خوشحالی ہو جیو اُسکو جس نے مجھکو نہیں دیکھا اور ایمان لایا یہ بھی مشکوۃ میں موجود ہے غرضکہ اسی طرح بہت حدیثیں اس باب میں ہیں یعنی مومنین آخر زمانہ کی شان میں ارشاد فرمائی ہیں کہ تطبیق دینی جمیع احادیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فضیلت چند وجوہ سے ہی تو بعض معانی سے آخر کے آدمیوں میں بھی خیریت اور فضیلت ہے علماء مشہورین مثل ابن عبد البر وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے پھر جب خیریت کے الفاظ احادیث میں مابعد کے آدمیوں کیواسطے بھی آئے جس طرح خیر القرون کے حق میں آئے تو تم کو چاہیے کہ ان کی ایجادی

سنو کہ فضیلت کلیہ قرون اولی میں ہی اور پچھلے قرون کی فضیلت جزئیہ اگرچہ ثابت ہے مگر مزاحم فضل کلی کو نہیں ہوتی دیکھو کہ فضیلت کلیہ گھوڑی میں ہے اور ایک فضل جزئی گدہی میں بھی ہے کہ اسپ میں وہ امر موجود نہیں باربرداری مثلاً مگر یہ فضل بار کشی کا مزاحم فضل کلی اسپ کی اور موجب تفضیل خر کا اسپ پر نہیں ہو سکتا علی ہذا پلاؤ قورمہ میں جو فضل کلی ہے اور پاخانہ میں کھاد زراعت کا ہونیکی خوبی ہے کہ یہ کام پلاؤ قورمہ سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا تو یہ فضل جزئی کھاد کا مقام فضل کلی پلاؤ قورمہ ہوکر فضل نہیں ہو سکتا مولف فضل کلی فضل جزئی کو جانتا ہی نہیں جبھی یہ توجیہات رکیکہ کرتا ہے اور دخل درمعقولات علم اور علماء میں ٹانگ دیگر علماء میں دخل ہوتا ہے اور کچھ بھی سمجھتا تو ایسی چرپور تقریر تحریر نکرتا کہ اصحاب فضل کلی کی برابر فضل جزئی والی ہوکر مساوی ان کے ہو جاویں مثلاً فضل کلی پلاؤ میں ہے اور فضل جزئی پاخانہ میں پس اگر کوئی بوجہ فضل جزئی کے بیان فضیلت میں پلاؤ اور پاخانہ کو مساوی بتانے لگے تو اُس کی غایت کم فہمی کہی جاوے گی علے ہذا خیریت قرون ثلثہ کی بوجہ علم نبوت اور تقرب الی اللہ کے ہے کہ فضل کلی ہے اور ایمان بالغیب فضل جزئی قرون مابعد میں ہے تو یہ فضل جزئی کس طرح کار علم نبوت کا سکتا ہے اور یہ خیریت جزئیہ مساوی فضل کلی کے کیونکر ہو سکتی ہے اور ایمان بالغیب کے فضل ہے کار علم نبوت کا اور تقرب احسان کا کس طرح یہ لوگ دے سکتے ہیں لہذا قرون ثلثہ کا امر موجود یعنی وجود خیر عمل معتبر و معتمد فی الدین ہوا اور پچھلوں کا ایجاد جو خلاف قرون ثلثہ کی ہو مردود ٹھیرا اگرچہ مولف جو ثابت کرتا ہے ہمکو مضر نہیں عین مراد ہماری ہے مگر یہ تقریر و توجیہ اسکی بالکل غلط ہے کہ اُسکے علم کی قلعی کھولتی ہے پس نقل ان دو حدیث کا اس کو کچھ مفید نہوا بلکہ اس کے مطلب کو ہدم کر دیا اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو یہ مدعی اپنا ان دو حدیث سے نکال کر دکھا دیتا اور وجہ مغالطہ مولف کی یہ ہوئی کہ مولف نے لفظ خیر پر نظر کی اور معنے نہ سمجھا یہ جانا کہ جہاں لفظ خیر کا ہوگا یہی خیریت مراد ہوگی جو اس حدیث میں ہے پس اس حدیث میں بھی لفظ خیر کا تھا وہی معنے سمجھکر دونوں خیر کو اور

کہ ان کی ایجادی باتوں کو بھی سنت مانو حالانکہ تم اس کو بدعت اور ضلالت کہتے ہو۔ اب دوسرے جملہ کا حال سُننا چاہیئے یعنی قرون
ثلثہ کے بعد جو چیز حادث ہو وہ سب بدعت ہے میں کہتا ہوں یہ بھی غیر صحیح ہے اسلئے کہ یہ حدیث جس طرح مشکوۃ میں صحیحین سے

نقل کی ہے اُس کے لفظ بعینہٖ یہ ہیں۔ وعن عمران ابن حصین قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر اُمتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم

الذین یلونہم ثم ان بعدہم قوما یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون ویظہر فیہم السمن وفی روایۃ ویحلفون
ولا یستحلفون متفق علیہ وفی روایۃ المسلم عن ابی ہریرہ ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ۔ یعنی عمران ابن حصین صحابی روایت کرتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں اچھے میرے وقت کے آدمی ہیں پھر اُنکے بعد والے پھر اُنکے بعد والے پھر ان تین
قرن کے بعد وہ لوگ ہونگے کہ وہ گواہی دیں گے حالانکہ کوئی اُن سے گواہی طلب نہ کریگا اور خیانت کریں گے اور کوئی اُن کو
امانت دار نہ جانیگا عہد کریں گے وہ پورا نہیں کریں گے اور وہ موٹے ہو جاویں گے یعنی مال کھا کھا کر اور ایک روایت میں یہ ہے
کہ وہ قسم کھاویں گے اور کوئی اُن سے قسم کھانے کو نہیں کہیگا اور ایک روایت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پھر پیدا ہوں گے
ایسے آدمی کہ جو پسند کریں گے خوب موٹا ہونا یعنی آرام چین سے خوب کھانا پینا کچھ غم دین کا اُن کو نہ ہوگا۔ اب سب ارباب انصاف کو
دیکھنا چاہیئے کہ یہ حدیث پوری اول سے آخر تک پڑھ دی گئی اس میں کہاں ہے کہ جو چیز قرون ثلثہ کے بعد نکلیگی وہ بدعت اور ضلالت

دو خیار کو مساوی سمجھ گیا اور خبط تقریر کرکے خوار ہی اُٹھائی سوا بھی کیا ہے حدیث میں تو اور جگہ بھی لفظ خیر کا وارد ہوا ہے قولہ علیہ
السلام خیر الناس من ینفع الناس پس اب جو لوگوں کو نفع رساں ہوگا اُس کی ایجاد کو مؤلف سنت کہیگا۔ دوسری حدیث میں ہے
خیرکم خیرکم لاہلہ پس اب جو اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاملہ کرتا ہوگا اُس کا ایجاد بھی سنت ہو جاویگا بزعم مولف کیونکہ خیر کا لفظ یہاں بھی
ہے اور دیگر ایسے محل اور بھی ہیں پس مؤلف کسقدر کم فہم ہے اور کیا خوب جملہ اولی کی شرح لکھی ہے حق تعالیٰ اُسکو حیا عطا فرماوے
جو شبہ بیان کا ہے تو اُسوقت اپنے اس کلام بے مغز بخلاف شرع پر شاید شرما کر نادم ہو غرض ان دو حدیث سے یہ نکلتا ہی جو بندہ نے
لکھا اور مولف نکالا چاہتا ہے وہ ہرگز نہیں نکلتا فافہم قولہ دوسرے جملہ کا حال الخ اقول اس جملہ حدیث کو بھی مولف نہیں سمجھا فخر
عالم علیہ السلام نے قرون ثلثہ کے بعد کے لوگوں میں چار وصف فرمائے ہیں ایک یہ کہ کوئی اُن کی گواہی نہ لیگا وہ گواہی دینا چاہینگے
اور یہ بوجہ اُن کے کاذب لاابالی ہونے کے ہوگا دوسری حدیث میں کہدیا کہ جھوٹی قسمیں کھاویں گے سو بدعت کو کذب لازم
ہے کہ بدعت خلاف دین حق کے ہوتی ہے اور بدعت بھی فرد کذب کی ہے سوچکر دیکھو دوسرے یہ کہ خائن ہوں گے بدعتی
بھی خائن ہوتا ہے کہ منصب تشریع جو شارع کا ہے اپنے آپ کو ثابت کرکے خلاف شارع کے احکام بناتا ہے خیانت بھی بدعۃ کو لازم
ہے کہ بدعت فرد خیانت کی ہے تیسرے یہ کہ امانت دار نہیں جانے جاوینگے بدعتی امانت دار نہیں ہوتا کہ دین اللہ جو امانت ہے
اُس میں تصرف کرتا ہے اور نذر کو وفا نہ کریگا عہد اللہ بھی مثل نذر کے ہے جو عہد اقرار ربوبیت وعبودیت کا بدعتی نے کیا تھا اُسکے
خلاف خود دعوی شرکت کا کرتا ہے عدم وفاء عہد کی بھی بدعت ایک فرد ہے اور یہ داخل خیانت میں ہے چوتھے یہ کہ نفس پرور ہو
موٹے ہونیکو دوست رکھینگے بدعتی بھی اپنے نفس کی پرورش میں ہوتا ہے کہ مال دنیا کی طلب اور وجاہت دنیا کی خواہش



ہوگی البتہ نسائی کی حدیث میں جو یہ روایت مذکور ہے اس میں ایک لفظ آیا ہے ثم یظہر الکذب اور کسی روایت میں یہ بھی آیا ہے
ثم یفشوا الکذب معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی بعد قرون ثلثہ کے ظاہر ہوگا اور پھیل جاویگا جھوٹ پس یہ لوگ اگر لفظ کذب سے
جو ثم یظہر الکذب میں ہے مدعا اپنا ثابت کریں تو یہ بھی دلیل فاسد ہے اولاً یہ کہ مشکوۃ میں صحیحین کی حدیث متفق علیہ موجود ہے
اس میں لفظ کذب کا موجود نہیں چنانچہ ہم الفاظ اُسکے بیان کر چکے حرفاً حرفاً اگر ہے تو نسائی کی روایت میں ہے اور یہ محدثین میں
قاعدہ ٹھیر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثوں کی احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اوروں کی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو
صحیحین اس سے صحیح اور قوی تر ہوگی ثانیاً یہ کہ اگر نسائی کی حدیث کو تسلیم بھی کریں تب بھی مراد اُن کی پوری نہیں ہوتی ہے اسلئے کہ کذب
کے معنے جھوٹ کے ہیں اور بدعت کے معنے نئی بات پھر کجا جھوٹ بولنا اور کجا نئی بات ثالثاً یہ کہ محدثوں میں یہ ٹھیر ا ہوا ہے کہ بعض
حدیثیں شرح ہوتی ہیں بعض حدیث کی پس روایت نسائی میں جو لفظ کذب کا واقع ہوا ہے کہ پھر ظاہر ہوگا جھوٹ تو اُس کی وہی شرح
ہے جو صحیحین کی حدیث میں گذری کہ وہ لوگ خیانت کریں گے بدعہدی کریں گے قسم کھانے کو تیار ہونگے بغیر قسم کھلائے اور گواہی دینے
کو تیار ہونگے بغیر گواہی دلائے اُس میں یہ نہیں آیا کہ وہ نئی باتیں دین میں نکالا کریں گے پس معلوم ہوا کہ جھوٹ سے یہی باتیں مراد

ہیں بدعات نکالنا ہے غرضکہ فخر عالم علیہ السلام نے حدیث میں ہونا بدعت کا قرون مابعد میں بضمن دیگر عیوب کے صاف فرمایا ہے مگر مولف
کو علم وفہم کی خبر نہیں تو کہتا ہے کہ اس میں بدعت کہاں مذکور ہے سبحان اللہ باایں جہل یہ دعوی اب مؤلف کو واضح ہو گیا کہ عام عیوب میں
بدعت خاص بھی آپنے اس حدیث میں ثابت فرمادی ہے گو کوئی اپنی کم فہمی سے مطلع نہ ہو پس حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ پیچھے بعد ان قرون کے
بدعت مع دیگر خرابیوں کے ظاہر ہوویگی اب یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث صحیحین میں کذب بھی معنی مذکور ہے جس کا مولف صاحب انکار کر
رہے ہیں اس فہم پر سخت تعجب ہے کہ مطلقاً مطلب نہیں سمجھا قولہ البتہ نسائی کی روایت میں الخ اقول صحیحین کی روایت مرجح دوسری روایت
پر اُسوقت ہوتی ہے کہ باہم معارضہ ہو یہاں معارضہ ہی نہیں کیونکہ نسائی میں فشو کذب کو لکھا ہے اور صحیحین میں بھی ضمن یشہدون
ولا یستشہدون میں کذب کو فرما دیا ہے پھر معارضہ ہی کہاں ہے جو صحیحین کو ترجیح ہو آپ کو اصول حدیث بھی خوب معلوم ہیں ماشاء اللہ
اور جو الفاظ کے خلاف کا نام معارضہ ہے تو یہ عجب العجاب ہے اور جو آپ لا یشہدون میں کذب کو تسلیم نہ کریں تو چلئے وہ دوسری
روایت ہے کہ صحیحین اُس زیادہ سے ساکت ہے ایسی زیادہ بھی مقبول ہی یہ بھی معارضہ نہیں ہوتا کیونکہ صحیحین میں کچھ اسکے خلاف مذکور
نہیں تاکہ معارضہ ہو پس یہ قول مولف کا بالکل جہل اصول حدیث سے ہے اگر آپ کے نزدیک ساکت اور ناطق میں معارضہ ہے تو تمام مذہب حنفیہ
سے ہاتھ اُٹھانا پڑیگا مگر ہاں جناب کو مولود اور رسوم کا ایجاد چاہیئے باقی مذہب رہے یا جاوے کیا کام ہے قولہ ثانیاً الخ اقول معلوم ہو چکا
کہ بدعت بھی جھوٹ میں داخل ہے کذب عام ہے اور بدعت خاص ایک فرد کذب کی ہے سو یہ قول مؤلف کا محض جہل معنی حدیث
سے ہے قولہ ثالثاً الخ اقول اولاً کہدیا گیا کہ لا یستشہدون میں کذب مذکور ہے اور جو نہیں مانتے تو حدیث یظہر الکذب تفسیر یشہدون
الخ کے کرتی ہے جس سے کذب کا ہونا ثابت ہوا اور بدعت کذب میں داخل ہے اور شہادۃ عام ہے کہ امور دنیا میں ہو یا دین میں روایت میں
ہو یا درایت میں لفظ عام کے معنے خاص لینے کا کوئی قاعدہ نہیں سو کذب کو خاص کرنا آپکو مفید نہیں اور نہ کذب کو شہادت پر حمل کرنا

یہی باتیں مراد رکھیں بدعت رابعًا یہ کہ جس حدیث سے سند پکڑتے ہیں اس میں تو یہ ہے کہ تین قرن کے بعد جھوٹ پیدا ہوگا یعنی
پہلے اس سے نہ ہوگا حالانکہ بدعتوں کا وجود تینوں قرنوں میں ہوا ہے یعنی معتزلی اور قدریہ اور مرجیہ جو بدعتی فرقے ہیں قبل گذرنے
قرون ثلثہ کے پیدا ہو گئے تھے پھر اگر کذب سے بدعت مراد رکھیں تو بڑا اعتراض یہ پڑیگا کہ حدیث موافق واقع کے نہیں ہو سکتی خامسًا
یہ کہ بعض علمائے لکھا ہے کہ بعد قرون ثلثہ کے علم فلسفہ یونانیوں کا اہل اسلام میں رائج ہوا اُس کے پڑھنے سے اور اس میں فکر کرنے
سے مسلمانوں کے عقائد عقلی طور پر بدل گئے عقائد فلسفی لوگوں میں برخلاف اعتقاد سلف کے ٹھیر گئے اور معتزلی وغیرہ بدعتوں کو
علم فلسفی سے طاقت پیدا ہوئی اور مبتدعین اور اہل سنت میں عقائدی مباحثے پھیل گئے بھلا اگر کوئی لفظ حدیث سے کہ
ثم یظہر الکذب ہے یہ مراد رکھی تو صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ عقاید فلسفی جھوٹے ہیں لیکن کہاں فلسفی دلائل اور یونانیوں کے عقائد اور کہاں
محفل مولد شریف اور مردوں کی فاتحہ درود کرنا بھلا فلسفیوں کے عقائد کو ان اعمال سے کیا علاقہ سادسًا جو مطلب یہ لوگ
ثابت کرتے ہیں یہ مطلب اُسوقت ثابت ہوتا کہ حدیث کے لفظ یہ ہوتے ثم لا یظہر الا الکذب یعنی بعد قرون ثلثہ نہیں ظاہر ہوگا سوا
جھوٹ کے یا یہ ہوتی کہ ثم کل شئی یظہر فیکون کذبا یعنی پھر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سب جھوٹ ہی جھوٹ ہوگا لیکن یہ الفاظ تو حدیث میں
نہیں انمیں کوئی کلمہ مفید حصر ہے نہ مفید کلیت ہے تو معنے حدیث کے یہ ہو گئے ثم یظہر الکذب یعنی پھر ظہور کذب کا ہوگا ظہور کذب کے صدق کو

---

مفید آپ بلا سوچے جو چاہیں لکھتے ہیں اور خندۂ صبیان ہوتے ہیں پس یہ کلام مولف کا بالکل نادانی ہے **قولہ** رابعًا یہ کہ جس حدیث
سے الخ **اقول** مولف ترجمہ غلط کرتا ہے یفشو ا اور یظہر فرمایا ہے اسکے معنے پیدا ہوگا نہیں ہوتے پھیل جاویگا اور ظاہر ہوجاوے گا
ظہور شئے کا غلبہ کیوقت ہوتا ہے تو یہ معنی کہ ان قرون میں کذب مخفی کذب قلیل مغلوب ہوگا اور کذب مغلوب مضر نہیں نفاق کفر فرد کذب کی ہے
اور کذب خود زمان فخر عالم علیہ السلام میں بھی تھا مگر مغلوب تھا ایسا ہی قرون ثلثہ میں رہیگا بعد اُسکے پھیل جاویگا خوب ظاہر ہو جاویگا
ایسا ہی ہوا کہ قرون ثلثہ میں اگرچہ باطل ہوئی مگر اُن کو غلبہ نہ ہوا انکا رد ہوتا رہا ظہور اُسکا بعد میں ہوا اور مولف ارزامی خود ترجمہ کرتا
رہا ہے کہ پیدا ہوگا کہ پہلے اس سے نہ ہوگا تو یہ مولف کا حدیث میں تصرف کرنا ہوا اور ترجمہ غلط بنانا سخت جہل و خیانت ہے مولف نے
حدیث میں بھی اپنی عادت خراب کو ترک نہ کیا کہ خود ہی معنے تجویز کر لیا اُسکا شیوہ قدیم ہے جیسا سابق جگہ جگہ مطلع کیا گیا ہے پس ارشاد
نبوی واقع کے مطابق ہوا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں مولف کے فہم ناتمام پر البتہ اعتراض ہے فقط **قولہ** خامسًا یہ کہ بعض علمانے
الخ **اقول** راست ہے کہ فرق ضالہ فلاسفہ کا شیوع بھی قرون مابعد میں ہوا اور اُن کے عقائد بھی بدعت تھے اور خلاف [illegible]
مقررہ قرون ثلثہ کے مثل دیگر بدعات کے جو بعد قرون ثلثہ خلاف قواعد شرعیہ رائج ہوئیں سو بیشک یفشو الکذب میں یہ عقائد
فلسفہ بھی داخل ہیں نہ یہ کہ کذب کا حصر اس میں ہو گیا ہے کیا خوب سمجھے پھر جہاں عقائد فلسفہ بدعت ضلالہ میں ہیں وہیں دیگر
بدعات وکذب اور وہیں محفل مروجہ مولد اور ایصال ثواب کی بدعات ہو ویں گے مولف کا مصداق کذب کو عقائد حکما میں حصر
کرنا نہایت خوبی علم و رسائی ذہن کی ہے سبحان اللہ فقط **قولہ** سادسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہیں الخ **اقول** معلوم ہو چکا
کہ ظہور غلبہ و وضوح کے ساتھ ہوتا ہے اور علی ہذا فشو بھی ظہور کے معنے میں ہے اور وضاحت و غلبہ کے معنی ہیں اور دوسری حدیث



بعض افراد محدثات میں کذب کا ہونا بھی کافی ہے اس تقریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعضی چیزیں بعد قرون ثلثہ کے جنکو علماء محققین
نکالیں گے وہ درست اور احسن ہونگی اور بعض باتیں جو خلاف شرع ایجاد ہونگی وہ گمراہی کا سبب اور قبیح ہونگی جس طرح خود میں قرون
ثلثہ کی بعض بدعتیں نکلی ہوئیں مثل اعتزال اور مذہب قدریہ اور مرجیہ سب خراب و ضلالت ہیں قول جمہور اور مذہب منصور یہی ہے
اور وہ قول جسپر مفتیان متوی انکاری نے اعتماد کرکے ان سب امور خیر کو ضلالت قرار دیا تھا وہ بخوبی معلوم ہو گیا کہ ایک قول ہے اقوال
شاذہ متفرقہ مختلفہ بین العلماء سے اور نہیں ہے وہ قول معتمد علیہ و مفتی بہ بلکہ صحیح اور جسپر حدیث کا سلفًا و خلفًا جاری رہا ہے وہ قول جمہور
ہے پانچواں **قول** مذہب جمہور واضح ہو کہ کافہ علماء اہل تحقیق کے نزدیک سئیہ و حسنہ ہونیکی بنیاد زمانہ پر نہیں یعنی یہ بات نہیں
کہ جو کچھ خیر و شر زمانہ قرون ثلثہ میں ہو گیا وہ سب سنت ہے اور مقبول ہے اور بعد زمانہ قرون کے جو کچھ بھلا پایا جاوے وہ سب برا ہے
اور مردود ہے ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں قصہ اول حضرت امیر المومنین عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما تیمم سے منع فرماتے
تھے نہانے کی حاجت والے کو یہ حدیث صحیح مسلم مطبوعہ کی صفحہ ۱۶۱ میں ہے اب دیکھئے یہ حکم صحابی کا ہے اور صحابی بھی کیسے خلفاء راشدین میں
لیکن اس قول کو کسی نے ائمہ مذاہب میں قبول نہیں کیا دوسرا قصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے ان کا بیٹا یزید تابعی تھا
طبقہ وسطی تابعین میں یعنی جس طبقہ میں حسن بصری اور ابن سیرین ہیں یہ اُسی طبقہ میں تھا کذا فی التقریب اس تابعی نے جو خیر القرون
میں تھا دیکھو کیسا کام سعادتمندی کا کیا کہ خدا کسیکو نصیب نہ کرے کہ مظلمۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اُس کی گردن پر ہے تیسرا
قصہ یہ کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے انکا شاگرد واصل بن عطا تبع تابعین سے تھا وہ مذہب معتزلی کا موجد اور امام
ہوا اُس نے یہ مذہب نکالا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کرتا ہے نہ اُس کو مومن کہنا چاہئے نہ کافر بلکہ ایک درجہ ہے درمیان دونوں کے یہ بالکل
مخالف اہل سنت والجماعت کے اُسنے اعتقاد کیا اللہ تعالی اپنے بندوں کو دو قسم فرماتا ہے فمنکم کافر و منکم مومن۔ قسم تیسری نہیں
فرمائی پس جب واصل ابن عطا نے اپنا عقیدہ بیان کیا تب اُنکے اُستاد حضرت امام حسن بصری نے ارشاد فرمایا قد اعتزل عنا یعنی
یہ ہم سے الگ ہو گیا ہم سے بس اُسی روز سے اُس فرقہ کا نام معتزلی ہوا وہ سخت بدعتی ہیں اور وہ اپنا نام کہتے ہیں اصحاب العدل والتوحید
کذا فی الشرح العقائد وغیرہ یہ تین قصے قرون ثلثہ کے بیان کئے گئے اور ایسے بہت قصص ہیں غرضکہ ان امثال سے یہ بات معلوم

---

یفشو الکذب تفسیر اس کی کرتی ہے پس فقط وجود مراد نہیں ہو سکتا کہ وجود مطلق کذب کا تو فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات میں
بھی تھا اور جیسا چوتھی شق میں اعتراض کا اندیشہ مولف کو تھا اس سادس شق میں کیوں ایسی توجیہ اختیار فرمائی جس سے ہر تعارض اسکو ہی
اختیار کر لیا کیا فہم عالی ہے الحاصل آپکی یہ توجیہات و تقریرات سب غلط لا یعنی ہیں ایک بھی علم کی اور فہم کی بات نہیں اور ہم کہہ
چکے کہ جس مدعی کو تم ثابت کرتے ہو اُسکو ہم خود اقرار کرتے ہیں مگر آپ خود گرداب ضلالت میں پڑے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہو بے سود
اوراق سیاہ کرتے ہو حدود بدعت سب متفق المعنی ہیں **قولہ** پانچواں قول مذہب جمہور الخ **اقول** یہ قول خامس آپکا قول منصور اور
قول رابع بعینہ ایک ہیں کوئی فرق نہیں اس میں زمانہ پر بنیاد بدعت کی ہے نہ رابع میں علی ہذا اول و ثانی و ثالث میں مگر یہ آپکی کوتہ
فہمی سے تفرقہ تھا لیکن جہاں اپنی غلطی کو گوش ہوش سے سن لو کہ پہلے واضح ہو چکا کہ قرون ثلثہ میں بلا نکیر ہونا مدار ہے اور تعیین حد

ہوگئی کہ خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اعتقاد اُس کا حسنہ اور سیئہ ہونا موقوف زمانہ پر نہیں بلکہ اُسکا مدار مخالفت اور عدم مخالفت
شرع پر ہے اس دعوی پر دو دلیل یعنی دو حدیث صحیح لکھدیتے ہیں **حدیث اول** قال نبینا الآمر الناہی علیہ وعلے آلہ الصلوۃ
والسلام من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے یعنے جس نے نکالی ہمارے اِس دین میں وہ بات جو دین کے
قسم سے نہیں یعنی کتاب اور سنت کے مخالف ہے وہ بات اس کی رد ہے شارحین نے لکھا ہی لفظ ما لیس منہ کی شرح میں فیہ اشارۃ
الی ان احداث ما لا ینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم اور محدث دہلوی نے لکھا ہی لفظ ما لیس منہ کی شرح میں کہ مراد چیزے است
کہ مخالف و مغیر دین باشد اور نواب قطب الدین خاں صاحب نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہی کہ لفظ ما لیس منہ میں اشارہ ہی اسکی طرف
کہ نکالنا اُس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنت کی نہ ہو بُرا نہیں انتہی اور شارحین حدیث کو اس طرح معنی کرنیکی وجہ یہ پڑی کہ اس حدیث
کو ابو داؤد نے ان الفاظ سے روایت کی ہی من صنع امرا علی غیر امرنا فہو رد یعنی جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقہ پر وہ
رد ہی حضرت کا کام کتاب و سنت ہے کتاب و سنت کے غیر وہی طریقہ ہوگا جو بالکل اُس کے مخالف اور اس کا مغیر یعنی بدل
دینے والا ہوگا الحاصل اس حدیث سے دو بات ثابت ہوئی ایک تو یہ کہ حضرت نے لفظ من ارشاد فرمایا یہ لفظ عربی میں عام ہی اسمیں
قید کسی قرن کی نہیں یعنی آپنے یوں نہیں فرمایا جو کوئی نکالے نئی بات اول قرن میں دوسرے قرن میں یا بالکل آخری زمانہ میں بلکہ
عام فرمایا کہ جب کبھی کوئی نکالے وہ رد ہے دوسری بات یہ کہ اُس نئی بات نکالی ہوئی کا مردود ہونا موقوف ہی اسبات پر کہ مخالف ہو کتاب
اور سنت کے بس یہی ہمنے دعوی کیا تھا کہ حسنہ اور سیئہ ہونا امور محدثہ کا موقوف مخالفت اور عدم مخالفت کتاب و سنت پر ہے نہ زمانہ پر اور یہ
مسئلہ اصول میں ٹھیر چکا ہی کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید کو ہوتا ہی تو وہ حکم قید کیطرف راجع ہوتا ہے اس حدیث میں فہو رد حکم ہے یہ اصل

ذکر فرمائے سب نکیر اُن قرون میں ہوا ہے چنانچہ کتب صحاح میں مبین ہے نفس وجود مراد نہیں بلکہ شیوع بلا نکیر مراد ہے اور یہ توجیہ کہ
اُن قرون میں جو کچھ ہو خیر ہو یا شر وہ سب سنت ہے اور بعد اُنکے جو کچھ ہو خیر ہو یا شر وہ بدعت ہی یہ محض آپکا ہی فہم عالی ہے کسی ایک
عالم کا بھی یہ مذہب نہیں بہر حال کسی متنفس نے نہیں کہا کہ مبنی خیر و شر کا زمانہ پر ہے بلکہ یہ کہتا ہی کہ تحدید قواعد شرعیہ کے قرون ثلثہ میں منحصر ہے
جیسا گذر یا مگر یہ مولف کی عجب غلطی ہی **قولہ** حدیث اول قال نبینا الخ **اقول** ما لیس منہ میں لفظ ما فرمایا ہے کہ لفظ عموم کا ہے پس
محدث خواہ خود ذات شے ہو خواہ وصف قید شے کا ہو خواہ احداث بلا واسطہ ہو خواہ بواسطہ سبب دو وجہ ہوگا اور یہ قاعدہ بھی
محفوظ ہے کہ مرکب بجوز اور لا یجوز سے ناجائز ہوتا ہے پس غیر منازع کتاب و سنت کا وہی ہوتا ہی کہ جسکی دلیل جواز کی کتاب سنۃ میں
موجود ہو علی ہذا مخالف و مغیر دین سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر کوئی وصف پیدا ہو جاوے کہ جسسے تغیر حکم شرعی کی لازم آجائے وہ بھی ما لیس
میں داخل ہی کوئی مباح کو سنت جانے یا سنۃ جیسا معاملہ کرے یا کسی مطلق کو مقید یا مقید کو مطلق کرے یا کسی غیر دین اسلام کیساتھ تشبہ
لازم آوے کہ یہ سب ما لیس منہ میں داخل ہی اس امر کا لحاظ ضرور ہی کہ مولف بالکل اس سے غافل و جاہل ہی **قولہ** یہ مسئلہ اصول میں ٹھیر چکا
ہے الخ **اقول** حکم قید پر لگنا بجا ہے مگر اُسوقت مجموعہ مقید کا بسبب قید کے غیر مشروع اور بدعت ہو جاتا ہی اصل کی وجہ سے غیر مشروع نہیں
ہوتا بلکہ قید کے سبب بدعت ہو جاتا ہی بہر حال اس حدیث کی شرح سے خود ثابت ہوگیا کہ قول چوتھا حد بدعت کا نہایت مقبول و صحیح ہی



احداث پر راجع نہ ہوگا بلکہ اُس کی قید جو ما لیس منہ ہے اُس کی طرف راجع ہوگا یعنی جو نئی بات مخالف اور تغیر دینے والی دین کی ہو وہ
رد ہے نہ یہ کہ جو کوئی بات عمدہ اور نیک اور صالح قرآن حدیث سے مثی ہوئی ہو وہ بھی رد ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی۔ دیکھو اب قاعدہ
عربی کے طور پر معنی کرنے سے اسی حدیث سے ثابت ہوگیا کہ بدعت حسنہ یعنی اچھی بات کا ایجاد کرنا بُرا نہیں ورنہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم
احداث کو مقید لفظ ما لیس منہ کی ساتھ نفرماتے بلکہ یوں فرمادیتے من احدث فی امرنا فہو رد کیا حاجت تھی لفظ ما لیس منہ بڑھانیکی اور شرح جوہرہ
التوحید میں ہی ومن الجملۃ من یجعل کل امر لم یکن فی زمن الصحابہ بدعۃ مذمومۃ وان لم یقم دلیل علی قبحہ تمسکا بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایاکم
ومحدثات الامور ولا یعلمون المراد بذلک ان یجعل فی الدین ما ہو لیس منہ انتہے بس اسی تقریر سے جواب حاصل ہوگیا اُن لوگوں کا جو حدیثیں
بغیر سمجھے بوجھے پڑھا کرتے ہیں کہ شر الامور محدثاتہا اور پڑھا کرتے ہیں وایاکم ومحدثات الامور وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ
وجہ حصول جواب یہ ہے کہ حدیثیں سب ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ باہم مختلف نہیں ہو سکتیں جب مقام مذمت
میں آپ احداث کو ما لیس منہ کے ساتھ مقید فرما چکے یعنی وہ محدث بات مردود ہے جو کسی غیر طریقہ اسلام پر ہو اور مخالف ہو پس جسقدر
حدیثیں منع احداث اور بدعۃ میں ہونگی وہ احداث اور بدعت مخالف اسلام کی طرف راجع ہونگی نہ احداث خیر اور بدعۃ حسنہ کیطرف
اور اس تقریر سے اُس حدیث کے معنے بھی بلا تکلف صحیح ہوگئے ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ اس لیے کہ جو بدعت مخالف
سنت کے ایجاد ہوگی ظاہر ہے کہ وہ سنت کو مٹادے گی چنانچہ مولوی قطب الدین خاں صاحب نے بھی مظاہر الحق میں اس حدیث کے
ترجمہ میں لکھا ہی نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت کہ مزاحم سنۃ کی ہو دیکھئے اس حدیث میں بھی ان لوگوں کے علماء مستندین نے
خاص اسی بدعۃ کی بُرائی ہوئی جو مخالف سنت ہو فیا اخی خذ ما آتیتک وکن من الشاکرین **دوسری حدیث** من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ
فعمل بہا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بہا ولا ینقص من اجورہم شئے یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اسکے معنے اپنی طرف سے نہیں لکھتا ہوں
مجمع البحار اور شرح مسلم امام نووی یہ دونوں کتابیں ان لوگوں کے پیشواؤں کے نزدیک بھی نہایت معتبر اور مستند ہیں خوشکہ ان دونوں
کتابوں میں اس حدیث شریف کے معنے یہ لکھے ہیں کہ جس نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک پھر اُسکے بعد اُس طریقہ حسنہ پر عمل کیا گیا تو لکھا
جاویگا اُس شخص کے واسطے اُسقدر اجر اور ثواب کہ جسقدر سب عمل کرنیوالونکو اُسکے بعد ہوگا اور اُن لوگونکے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اُسکو نہ
دینگے بلکہ اللہ تعالی دونو کو اپنے خزانہ لا انتہا ہی سے ثواب دیگا اور وہ طریقہ جو اُس نے جاری کیا ہی خواہ وہ طریقہ ایسا ہو کہ اُس سے پہلے

اور موافق اس قول خاص کے ہی بلا تفاوت پھر اُسکو اسکے مخالف جاننا اور شاذ کہنا نہایت کم فہمی ہی نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی پس
دیکھو کہ عوبیت کے قاعدہ سے شرح کرنے سے لازم آگیا کہ بدعت حسنہ وہ ملحق بالسنۃ ہی ہے اور اُس کی دلیل چونکہ کتاب و سنۃ میں موجود
ہے تو وہ خلاف حکم شارع کے نہیں اُسکو بدعت حسنہ کہنا فقط فرق بیانی و اصطلاحی ہی نہ نزاع حقیقی جیسا مولف سمجھ گیا ہے باقی تقریر
مؤلف کی ہمکو مضر نہیں لہذا اس کا جواب ضرور نہیں بلکہ وہ عین مدعا ہمارا ہے۔ **قولہ** دوسری حدیث من سن فی الاسلام الخ **اقول**
فی الحقیقت اصل اگر کتاب و سنت میں موجود ہے تو اُسکا ایجاد کرنیوالا لا انظاہر موجد ہے ورنہ وہ فی الواقع موجد نہیں بلکہ مظہر ہے کہ جواز شرع
میں وجود شرعی رکھتا تھا اُس کا اظہار اس سے ہوا ہے پس یہ موجد نہیں مظہر ہے اُسکو کون بُرا کہہ سکتا ہے چونکہ مولف وجود خارجی

ایجاد کیا گیا تھا لیکن کسی سبب سے بند ہو گیا تھا اُس نے پھر اُسکو جاری کر دیا یا یہ کہ پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا اُس
خود اپنی طرف سے اُسکو ایجاد اور جاری کیا اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی ہو یا عبادت ہو یا طریقہ ادب کا ہو مجمع البحار کی جلد دوم صفحہ
۱۴۷ - اور شرح مسلم کی جلد ثانی صفحہ ۳۴۱ میں یہ مضمون مرقوم ہے دیکھے جسکا دل چاہے اس حدیث کے لانے سے ہمارے دو مطلب
ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ بدعت حسنہ کا برا ہونا تو کیا بلکہ اور اُسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ ثواب کا دیا ہی اور ثواب
بھی کیسا کہ جب وہ آدمی مر جائیگا اور اُسکے بعد دوسری خلق اللہ اُسپر عمل کریگی تو بعد موت بھی اُن سب کی برابر اُسکو ثواب پہنچا کریگا یہی وجہ ہے
کہ علماء شریعت نے طرح طرح کے اصول و قواعد واسطے تہذیب علم ظاہر دین کے ایجاد کئے اور اولیاء طریقت نے قسم قسم کے مجاہدات اور اشغال
بعد قرون ثلثہ واسطے تزئین اور تصفیہ قلب کے پیدا کئے رحمۃ اللہ علیہم وعلینا اجمعین اسیواسطے لکھا شامی شارح درمختار نے اوائل جلد اول
میں کہ یہ حدیث قواعد اسلام سے ہی اور معنی اس حدیث کے ان الفاظ سے لکھے ہیں - کل من ابتدع شیئا من الخیر کان له مثل اجر کل من یعمل به
الی یوم القیمة - دوسرا مطلب اس حدیث سے یہ نکلا اس بدعت حسنہ کے ایجاد میں بھی وہی لفظ من جو عربی میں ایک عام لفظ ہی ارشاد فرمایا
یہ نہ فرمایا کہ جو قرون ثلثہ میں کوئی بدعت حسنہ جاری کرے گا اُسکو ثواب ہو گا اور جو بعد میں کرے گا اُس کو عذاب ہو گا - اور
وہ بدعتی ہو گا فی النار ہو گا نعوذ باللہ منہا بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ جب کوئی جب کبھی طریقہ نیک جاری کرے گا اُس کو ثواب
ہو گا چنانچہ علامہ شامی نے بھی من سن سنة حسنة کے معنے وہی کلی عام کئے ہیں یعنی اُس نے لکھا ہے وکل من ابتدع شیئا الے
آخرہ اور یہی مولوی محمد اسحق صاحب نے بھی مائۃ مسائل میں لکھا ہے سوال بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود
است الی یوم القیمة جواب غیر محدود است عند القائل بتقسیمها لحدیث من سن فی الاسلام سنة حسنة الے آخرہ - دیکھو سائل نے سوال کیا
تھا کہ بدعت حسنہ کی کوئی قید ہے وقت یا زمانہ کی کہ فلانے زمانہ تک تو ایجاد بدعت حسنہ کا جائز ہی اور فلانے زمانہ میں نہیں جائز یا
یہ کچھ قید نہیں بلکہ ایجاد اُسکا جائز ہے قیامت تک کسی زمانہ میں ایجاد ہو اور کوئی ایجاد کرے اسکا مولوی اسحق صاحب نے جواب دیا کہ غیر محدود ہے یعنی
زمانہ کی کچھ قید نہیں قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے باقی رہی یہ بات کہ عند القائل بتقسیمها کی قید کیوں لگائی ہے یہ بات کچھ موجب
وحشت نہیں تین وجہ سے ایک یہ کہ بدعت کی تقسیم نہیں کرتے وہ بدعت حسنہ کو سنت میں داخل کرتے ہیں پس بدعت حسنہ کا
کا لفظ وہی کہیگا جو قائل تقسیم بدعت ہو گا وہ بدعت حسنہ کو سنت کہیگا دوسری وجہ یہ کہ جب اُنکی سند میں حدیث صحیح لکھدی تو وہ قائلین
پایہ اعتبار نہیں ٹھہر گئے اور صحت اُن کی قول کی مسلم ہو گئی تیسری یہ کہ جب مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ جو قائل ہیں تقسیم بدعت کے اُنکے
نزدیک قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے اب ہم تم کو بتلاوینگے بدعت حسنہ کو کس کس نے جائز کیا ہے سو پس جان لیجو کہ ان سب مفتیان

سمجھ رہا ہے اور وجود شرعی سے واقف ہی نہیں تو غصہ کے کلمات اپنے زعم باطل پر لکھ رہا ہے مگر یہ ضرور اور واجب ہی کہ تمہید قواعد
جواز و عدم جواز کی محدود بزمان ہی بعد قرون ثلثہ کے جو کوئی قاعدہ تجویز ہو وہ ہر حال مردود ہو گا اور ان قواعد قرون ثلثہ کیموافق جو
ہو گا وہ خود اُس زمان میں موجود ہو گا تو پھر بھی نزاع لفظی ہی ہے کہ وہ وجود شرعی لیتے ہیں اور وہ دوسرے وجود خارجی اور واقع میں خلاف
کچھ بھی نہیں پھر مولف کا بعد نقل عبارت مولانا محمد اسحق صاحب مرحوم کے اس شد و مد سے بدعۃ حسنہ کے اثبات میں دم بھرنا محض تطویل



دین کے نزدیک تا قیامت بدعت حسنہ جائز ہے کچھ قرون ثلثہ پر حصر نہیں ہے اقوال فقہا و محدثین اس باب میں کہ سیئۃ
اور ضلالت وہی بدعت ہے جو مخالف قرآن و حدیث و اجماع کے ہے اور جو بدعت ایسی نہیں وہ درست ہے
شیر جلبی وغیرہ کتب مشہورہ معتبرہ میں ہی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا - ما احدث وخالف کتابا او سنة او اجماعا او اثرا فهو البدعة
الضلالة وما احدث من الخیر ولم یخالف من ذلک فهو البدعة المحمودة - اس روایت کو بیہقی نے بھی ساتھ اسناد اپنی کے امام شافعی سے
روایت کی ہے کہ بدعت دو طرح ہے مذمومہ اور غیر مذمومہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان کے دوسرے حصہ مسمی بہ تذکیر الاخوان
میں فرمایا ہے جو مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہی انتہی پس یہ قول شافعیؒ بالضرور مسلم ہونا چاہیے کیونکہ یہ مجتہد ہیں
اور مجتہد کا حکم نکالا ہوا سنت میں داخل ہی بقول مولوی اسمٰعیل صاحب دوسرے یہ کہ خیر القرون میں ہیں تیسرے یہ کہ وہ خاص عربی ہیں
عرب کے لغت اور صحابہ اور تابعین کے محاورات اور حدیث کی اصطلاحات کے جاننے والے ہیں بناءً علیہ جسقدر حدیثیں بدعۃ کی مذمت میں
آئیں اپنے موافق تفسیر امام شافعی اُنکو محمول اُنہیں بدعتوں پر کرنا چاہیے جو خلاف کتاب و سنت ہیں اور محققین علماء محدثین و فقہاء دین نے
اسی پر عمل کیا اور فتوی دیا ہے - از انجملہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کی جلد ثانی میں فرمایا ہے انما المحذور بدعة تراغم سنة مامورا بها
یعنی وہی بدعت منع ہے جو منافی ہو کسی ایسی سنت کو جسکے قائم رکھنے کا ہمکو حکم ہے اور جلد اول احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ولا منع ذلک کن
کونه محدثا فکم من محدث حسن یعنی یہ منع نہ کیا جائیگا بسبب نئی بات ہونیکے اسلیے کہ بہتری نئی باتیں نکلی ہوئی نیک ہیں - اور کہا علامہ امام
صدر الدین شافعی نے - یکرہ البدع اذا راغمت السنة اما اذا لم یراغمها فلا یکرہ - اور فتاوے عالمگیری کی جلد خامس میں ہے وکم من شیئ
کان احداثا وهو بدعة حسنة اور شیخ عز الدین بن عبد السلام نے آخر کتاب القواعد میں فرمایا ہے - البدعة اما واجبة کتدوین اصول الفقه
والکلام فی الجرح والتعدیل واما محرمة کمذهب الجبریة والقدریة واما مندوبة کاحداث المدارس وکل احسان لم یکن فی العهد الاول واما
مکروهة کزخرفة المساجد یعنی عند الشافعی واما عند الحنفیة فمباح واما مباحة کالتوسع فی لذیذ الماکل والمشارب اور یہ تقسیم بدعت کی کہ
بعضی بدعتیں واجب ہیں اور بعضی حرام اور بعضی مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعضی بدعتیں مکروہ ہیں اور بعضی مباح یعنی اُنکے کرنے
میں نہ ثواب نہ عذاب پس یہ بدعت پانچ قسم پر مسلم اور قایم رکھی ہے علامہ برکلی نے طریقہ محمدیہ اور مناوی نے شرح جامع صغیر میں اور
ملا علی قاری حنفی نے مرقات میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور سید جمال الدین محدث نے حواشی مشکوۃ میں اور
علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں اور علامہ ابن عابدین نے شرح درمختار کی بحث امامت میں جب یہ قاعدہ مسلم ہو چکا اب ایک دو مسئلے جو اس
قاعدہ پر متفرع ہی لکھتا ہوں علامہ شرنبلالی نے حاشیہ درر وغرر فقہ حنفی میں لکھا ہی کہ نیت نماز کی اصل دل سے ہوتی ہی اور منہ سے ادا کرنا اُس کا

ہے نہ فہم معترض اور یہ مانعین کو کچھ مضر نہیں محض مولف کی کوتہ فہمی ہی قولہ اقوال فقہاء و محدثین الخ اقول یہ سب اقوال موافق ہمارے تعریف
کے ہیں امام شافعی خود فرماتے ہیں ما خالف کتابا او سنة او اجماعا او اثرا یہ وہی تو ہوا کہ قرون ثلثہ میں جو مقرر ہو گیا اور ٹھہر گیا جس کو تسکات
ثالث سے لیکر یہاں تک لکھتے چلے آتے ہیں اور مولوی محمد اسمعیل صاحب کا یہ عین مدعا ہے الحاصل یہ سب اقوال اور احادیث اور اسقدر
تحریر طویل فقط مولف کی کوتاہی فہم پر ہوئی کہ وجود شرعی کو وجود خارجی سمجھ گیا ورنہ کچھ ضرورت نہ ہوتی اور نہ بدعت کا لفظ جو بدعت نہ ہوا

مستحب ہے عبارت اُسکی یہ ہے۔ والتلفظ بها مستحب یعنی طرق حسن اجلة المشائخ لا لانه من السنة لانه لم یثبت عن رسول الله صلی الله علیه
وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف ولا عن احد من الصحابه والتابعین ولا عن احد من الائمة الاربعة بل المنقول انه صلی الله علیه وآله وسلم کان اذا
قام الی الصلوة کبر فهذه بدعة حسنة ۔ اب غور سے علامہ شرنبلالی کی تقریر دیکھنی چاہیے کہ یہ بات مانکر کہ نیت زبان سے کہنی حضرت
سے اور صحابہؓ سے اور تابعینؒ سے اور مجتہدین سے ثابت نہیں باوجود اسکے حکم کیا کہ یہ بدعت حسنہ ہی مستحب ہے اور واضح ہو کہ مجتہدین
میں امام احمد بھی ہیں اور وہ نہ تابعی اور نہ تبع تابعی بلکہ تبع تابعین سے علم اُنہوں نے سیکھا ہی جب اُنسے بھی یہ تلفظ بالنیت منقول نہیں تو ظاہر ہو کہ
قرون ثلاثہ کے بعد اسکا ظہور ہوا اور دوسری دلیل اسکی ظہور بعد قرون پر یہ ہے کہ شرنبلالیؒ نے لکھا ہی تلفظ بالنیۃ کو اجلة المشائخ اور مشائخ وہ
متاخرین علماء ہیں جو امام اعظمؒ کے شاگردوں کا دورہ تمام ہونیکے بعد ہوئے ہیں اور دُر مختار میں لکھا ہی زبان سے نیت کرنیکو کہ ہمارے
علماء کی سنت ہی شامی نے لکھا کہ یہ طریقہ حسنہ ہمارے علماء کا ہی اس سے بھی ظہور تلفظ بعد قرون ظاہر ہوتا ہی اور فقیہ حلبی نے شرح کبیر منیہ میں اس طرح لکھا
کہ یہ ائمہ مجتہدین سے بھی ثابت نہیں اسکے بعد یہ لکھا ہی وهذه بدعة لکن عدم النقل لا ینافی کونه حسنا یعنی اسکی بدعت ہونے سے یہ لازم
نہیں آتا کہ یہ نیک ہو اب دیکھئے علماء دین اس کو بدعت مانکر پھر بھی حسن اور نیک فرما رہے ہیں اور اُسکا حکم دے رہے ہیں اور یہ علماء
فریقین کے مسلم الثبوت ہیں اور منیۃ المصلی میں لکھا ہی والمستحب ان ینوی ویتکلم باللسان اور شرح وقایہ میں ہی والقصد مع لفظ افضل
اور ہدایہ میں ہے ویحسن ذلک لاجتماع العزیمة اور یہی کافی میں ہے اور دُرر شرح غُرر میں ہی والتلفظ بها مستحب یہ وہ کتابیں ہیں جو علماء
مذہب حنفی کے نزدیک نہایت درجہ کی معتبر ہیں ۔ اب شافعیؒ مذہب کو سننا چاہیے علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں شافعی مذہب بیان
کرتے ہیں ۔ والذی استقر علیه اصحابنا استحباب النطق بها اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث الاعظم کی تالیف ہی وہ حنبلی تھے بیان وضو میں لکھتے
ہیں ینوی بطهارته رفع الحدث ومحلها القلب فان ذکر ذلک بلسانه مع اعتقاده بقلبه کان قد اتی بالافضل ۔ الحاصل یہ عمل یعنی نیت زبان سے
کرنی اس قسم کی بات ہے کہ تمام ہندوستان اور فارس اور عرب وغیرہ میں جاری ہی علامہ شامی نے لکھا ہی فقد استفاض ظهور العمل فی کثیر من الاعصار
فی عامة الامصار ۔ اور چھٹی صدی کے آخر میں جو محفل مولد شریف منعقد ہوئی اُسکو اجلّا علماء اور اکابر فضلاء نے مستحسن سمجھا اور شریک ہوتے
اور امام نووی کے استاد ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس محفل کو پسند کیا اور اسکو بدعۃ حسنہ قرار دیا اور یہ فرمایا ومن احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل
کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده صلی الله علیه وسلم من الصدقات واظهار الزینة والسرور الی آخره اور فرمایا ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے
وعمل المولد واجتماع الناس له کذلک ای بدعة حسنة کذا فی السیرة الحلبیه ۔ اور آٹھویں صدی کے آخر میں جو تسلیم بعد اذان احداث کیگئی اُسکو

نہ ہو تو اُس کی دلیل جواز کی موجود ہے کہ جس تلفظ لسانی حدیث میں وارد ہوا ہے اور نیت قلبی کو کہ فرض ہی اس سے تو وہ بلکہ بعض وقت
بدون اسکے حاصل ہی نہیں ہوتی لہذا ملحق بالسنۃ ہو گئی اب بعد ان سب اقوال کے اپنے اصل مطلب کو مولف صاحب آئے کہ چھٹی صدی
کے آخر میں محفل میلاد منعقد ہوئی سو اول محقق ہو چکا ہی کہ جس محدث کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں موجود ہو وہی جائز ہوتا ہے ورنہ بدعۃ ہوگا
تو یہاں اسکو محل استدلال میں لانا حالانکہ یہ امر متنازع فیہ ہے دور کہلاتا ہے اور یہ قبیح امر ہے یہ وہ مدعی ہے کہ جسکے اثبات میں مولف نے
استقدر تطویل بے سود کی پھر قبل ثبوت اسکے اُسکو بھی دلائل جواز میں ذکر کرتا ہے لہذا تھوڑا اس طرف سے بھی اشارہ ہی کہ خود قرون صحابہ میں بھی



دُر مختار میں لکھا ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمائة واحدی وثمانین وهو بدعة حسنة یعنی سلام پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر بعد اذان کے سات سو اکیاسی سنہ ہجری میں ایجاد کیا گیا اور یہ بدعت حسنہ ہی انتہی اور اسیطرح درمختار کے شارح شامی نے بھی اسکو مسلم
رکھا اور نہر الفائق شرح کنز اور قول بدیع سے یہ نقل کیا والصواب انها بدعة حسنة یعنی ٹھیک یہی بات ہی کہ یہ سلام بعد اذان بدعت حسنہ ہی
دیکھئے آٹھویں صدی تو قرون ثلثہ کے بہت بعد ہی اُسوقت کی نکالی ہوئی چیز کو بھی فقہاء نے بدعت حسنہ کہا ہی اب دیکھنا چاہیے کہ اقوال
فقہاء کو امام شافعیؒ کے قول سے یہاں تک مطابق تقسیم ہونا بدعت کا طرف حسنہ اور سیئہ کے مان رہے ہیں اور بدعت حسنہ کو خواہ وہ قرون
ثلثہ میں نکلی ہو یا بعد قرون سبکو مستحب اور حسن فرما رہے ہیں پس مولوی اسحقؒ صاحب کے فرمانیکے موافق ان سب فقہاء کے نزدیک بدعت حسنہ کا
ایجاد الی یوم القیامۃ ثابت ہوا اسلئے کہ وہ کہتے ہیں غیر محدود است عند القائل بتقسیمها اور خود مولوی اسحق صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے
بزرگ بھی تقسیم بدعت مان رہے ہیں شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال اول میں لکھتے ہیں ساختن
ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ ہمہ بدعت است و ظاہر است کہ ایں بدعت حسنہ کہ در آن ماخوذ باشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است
و حال بدعت سیئہ ایں است کہ در حدیث شریف وارد است شر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة انتہی اور شاہ صاحب موصوف کے بیان سے
تحفہ میں بھی بدعت حسنہ کا وجود پایا جاتا ہے اب تیرھویں صدی میں وہ مولوی اسمٰعیل صاحب کہ جنکا کلام تذکیر الاخوان میں یہ تھا کہ جو کوئی
دین کے عقیدہ اور عبادت اور رسم میں وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت گنتی قید اپنی طرف سے مقرر کرے سو وہ بدعت اور باطل اور مردود
ہے انتہی کلامہ شکر خدا تعالیٰ کا کہ یہ قاعدہ جنگی فوجداری کا جس سے ایک عالم میں جنگ باہمی پیدا ہوا ایجاد کرکے آخر توبہ کی اُس راہ سے خود نعت
اختیار کی اور توبہ کی وجہ ثبوت یہ ہی کہ اُنکی صراط مستقیم میں لکھا ہی اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد لہذا
محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب
برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعین کردہ شود ۔ اس عبارت میں قرون ثلثہ کی کچھ قید نہیں لگائی بلکہ ہر قرن
میں ایجاد اشغال اور تعینات مشائخ کو مسلم رکھا اور بذات خود اپنی تیرھویں صدی کے واسطے اشغال جدیدہ ایک باب میں لکھے

اگر کوئی امر ہوا اور اُسپر انکار کیا گیا تو وہ جائز و حجت نہیں ہوتا چہ جائیکہ بعد چھ سو سال کے ہو پس جب اسپر وقت حدوث اسکے کے
فاکہانی وغیرہ علماء عصر نے انکار کیا تو وہ جائز نہیں ہو سکتا معہذا ہم کہتے ہیں کہ اُسوقت میں فقط ذکر خیر خیر البشر کا بلا قید اور بلا تداعی
اہتمام تھا لہذا اُسوقت علماء کو اُسپر نکیر نہوا اب جو قیود غیر مشروعہ اُسپہ اضافہ ہوئیں تو ناجائز ہو گیا اصل ذکر ولادت کو تو کوئی بھی منع نہیں
کرتا جو کچھ نکیر و انکار ہے وہ قیود میں ہی ہے کیا مولف دیکھتا نہیں کہ سوال میں کس شے سے سوال ہی اور قیود خمسہ کیوں لگا کر سوال کیا
گیا ہے غرض یہ نظیر محض خوش فہمی مولف کی ہے ابن حجر ہیتمی اور ابو شامہ کے قول کو اگر تسلیم بھی کیا جائے تو کیا مفید مولف کو ہوگا کہ
کلام حیثیت کذائیہ مندرجہ سوال میں ہی نہ نفس ذکر مولود میں ورنہ اصل اصول کے ہوتے قول علماء کا جو خلاف قاعدہ ہو مسلم نہیں ہوتا
اور بیان ترغیب میں دیگر طول ہی ترک کیا گیا اور اصل مطلب جسکو مولف ثابت کرتا ہے ہمارے ہرگز مخالف نہیں اور صاحب تذکیر الاخوان
کا مذہب و مطلب بارہا واضح ہو چکا ہی ہے اب یہ طوفان بے تمیزی کی تقریر گستاخ جو کچھ ہے سب کو معلوم ہے اُس کے

اُس باب میں یکھو ذکر اسماء اور عبادات الٰہی میں کیا کچھ دقت اور وضع اور ہیئات اور عدد کی قیدیں ہیں اور صراط مستقیم کے آخر رق
میں بھی لکھا ہے تجدید اشغالیکہ این کتاب محتوی بر آن ہست فرمودند یعنی مرشد صاحب نے نئے اشغال نکالے اور ظاہر ہے کہ تجدید میں احداث
ہے پس معلوم ہوا کہ انجام کار اُن کو بھی یہی حق معلوم ہوا کہ ایجاد بدعت حسنہ الی یوم القیامۃ جائز ہست جز صحیح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسکو
بھولا نہیں کہتے اللہ تعالیٰ اُن کے مقلدوں کو بھی ہدایۃ نصیب کرے اور اگر انکی قسمت میں ہدایت نہیں تو ہم لوگوں سے جنگ اور
بیہودہ تقریریں تو نہ کریں کہ وہی نقشہ ہو جاتا ہے ع مغز ما خورد خلق خود بدرید ہو اب اہل سنۃ والجماعت خوب غور اور فکر سے ملاحظہ
فرماویں کہ یہ جو فتوی انکاری ہیں مولد شریف اور فاتحہ اموات کو پنجشنبہ وعیدین وغیرہ میں منع لکھا تھا اُسکی بنیاد اسی ایک دلیل پر تھی
کہ جو کام قرون ثلثہ کے بعد ہوتا ہے وہ بدعت سیئہ ہوتا ہے اور سنا چکے ہم تم کو حال اس دلیل کا کہ یہ دلیل نہایت ذلیل اور ضعیف و رکیک
ہے اور جب ٹوٹ گئی دلیل اُنکی قول ارباب تحقیق واصحاب تدقیق سے تو شکست فاش کھا گیا اُنکا فتوی اور قائم رہ گئے وہ سب
امور صالحہ اپنی اباحت اور استحسان پر الآن کما کان پس مذہب صحیح اور مشرب اہل تحقیق یہی ہے جو علامہ حلبی رحمہ اللہ نے جلاء دل انسان الیمین
میں لکھا ہے وقد قال ابن الحجر الہیتمی ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا۔ کہا حافظ ابن حجر فقیہ محدث نے کہ بدعت حسنہ کی مندوب اور مستحب
ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے یعنی فقہا ومحدثین میں جو محققین ہیں وہ سب بالاتفاق بدعت حسنہ کو جائز و درست فرماتے ہیں اور اُسکی طرف
رغبت دلاتے ہیں پس یہ سب امور مندرجہ فتوی بالاتفاق واجماع اہل تحقیق طائفہ ناجیہ اہل سنت وجماعۃ کے مستحسن ٹھہرے نہ
سیئۃ واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم لمعہ ثالثہ میں نقل ہے عبارت مولوی عبد الخالق صاحب واعظ دیوبندی کی جو منع مولد شریف
وفاتحہ وغیرہ کیلئے فتوی انکاری مذکور پر لکھی ہے قولہ جوابات سب صحیح ہیں قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ
فی النار کتبہ فقیر محمد عبد الخالق دیوبندی عفی عنہ **اقول** ہم ناصحانہ در د اسلامی سے کہتے ہیں کہ آدمی کو امور علمیہ میں ایسا نہ ہونا چاہیے
جیسے طوطا تمام عمر پڑھتا رہا میاں مٹھو میاں مٹھو لیکن اُس کو یہ خبر نہیں کہ میاں کس کو اور مٹھو کس کو کہتے ہیں مولوی عبد الخالق صاحب نے
تمام عمر وعظ فرمانے میں گذاری کسی سے یہ تحقیق نہ فرمایا کہ کل بدعۃ ضلالۃ سے مراد کیا ہے کاش مشکوٰۃ کا ترجمہ ہندی نواب قطب الدین
صاحب کا دیکھ لیتے کہ مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۶۷ میں اس حدیث کے معنے لکھتے ہیں عبارت اُن کی یہ ہے کل بدعۃ ضلالۃ کے معنے یہ ہیں کہ

جواب سے زبان قلم ملوث کرنا کیا فائدہ ہے غرض تذکیر الاخوان کا یہ کہنا کہ قید اپنی طرف سے مقرر کرے ظاہر ہے کہ اس سے یہ مراد ہے
کہ ایسی قید کہ جس کی دلیل قرون ثلثہ میں نہ ہو اور صراط مستقیم میں وہ ہیئت تجدید کی مراد ہے کہ حسب قواعد شرع کے ہو موجود ہاں تعداد
یہاں ہو مگر دیدہ بصیرت چاہیے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی اور اس قاعدہ پر جو مؤلف جمے بیٹھا ہے بنیاد میلاد وغیرہ
کے بدعت ہونے کی نہ تھی بلکہ اُسی مراد پر ہے جس کو مؤلف عرق ریزی کر کے ثابت کر رہا ہے کہ بجائے خود کھل جاویگا اور یہ اسقدر
تطویل لمعہ ثانیہ کی شرح کی ہمکو بھی اسی واسطے کرنی پڑی کہ مؤلف کے حسن وفہم ومبلغ علم کا حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ کسقدر غلط بیانی
اور کم فہمی کی تقریر ہے کہ گویا علوم سے مس ہی نہیں ورنہ یہ اصل مدعی تو عین مدعی ہمارا ہے اور سب علما کا یہی مطلب ہے فقط **قولہ** اقول الخ
ہم ناصحانہ الخ **اقول** مولوی عبد الخالق صاحب نے ٹھیک سمجھ کر لکھا ہے بدعت حسنہ اور سیئۃ کی تفریق کا حال اور کل بدعۃ ضلالۃ



جو بدعت سیئہ ہے وہ سب گمراہی کی ہے انتہی کلامہ پایہ کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے سوالات عشرہ کا جواب اردو ترجمہ ہو کر مطبع ناصری
میں چھپا ہے وہی ترجمہ دیکھ لیتے اُس میں لکھا ہے بدعت حسنہ تو اُسکو کہتے ہیں کہ کرنے والا ماخوذ نہ ہوا اور بدعت سیئہ کا حال
یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ انتہی۔ کلامہ پس جبکہ ان کے پیشوا سب اس حدیث کو بدعت سیئہ کے ساتھ خاص
کر رہے ہیں اور بدعت حسنہ کو اس میں شامل نہیں کرتے پھر اُن کا منصب تھا کہ بلا تقسیم بدعت اور بلا اثبات دلائل سیئۃ ہونے
اعمال مندرجۂ سوال کے کلیہ طور پر پڑھ دیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار **دوسری نصیحت** یہ کہ ایک آفاق سے روپیہ
جمع مانگ کر جو جامع مسجد دیوبند میں بنوائی ہے اور کثرت سے برج مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیے ہیں کیا قرون ثلثہ میں بھی اتنے
برجوں کی مسجد بنی تھی؟ اگر بنی تھی تو ہم کو حوالہ دو کس قرن میں اور کس نے بنائی اور کس حدیث کی کتاب میں یہ فعل قرون ثلثہ
سے ثابت ہوا ہے اور اگر نہ ثابت ہو یہ ہیئت مجموعی مسجد کی تو منصفی یہ ہے کہ اپنے اوپر بھی یہ حدیث روان کر دو کل بدعۃ ضلالۃ
وکل ضلالۃ فی النار **تیسری نصیحت** یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف کیا ہوتا تم نے اہل اسلام نے جو روپیہ چندہ کا دیا تھا تو مقصد یہ تھا
کہ نیک میں بقاعدہ شرعی صرف ہو پھر یہ فرمایئے کہ کثرت برج میں جو مال صرف ہوا نہ وہ استحکام تعمیر میں داخل نہ کسی مصالح ومقاصد
صلوٰۃ کو شامل اس کا مظلمہ کس کی گردن پر ہوگا کتب فقہ سے اس کا عدم جواز مستفاد ہوتا ہے قاضی خاں میں ہے رجل اوصی بثلث لعمارۃ
المسجد فای شئی یصرف ذلک المال قال ابو القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ یصرف فیما کان من البناء دون التزیین اور بعد تین سطر کے لکھا ہے
لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا او ینقش المسجد من ذلک ولو فعل یکون ضامنا۔ اب فرمایئے یہ اسراف اور تبذیر کر
کے آپ خفا ہیں مع اور اجر کے مستحق ہیں یہ کیسا ظلم ہے قرآن میں آیت تبذیر پڑھ کر کچھ تو گریبان میں منہ ڈالیے گا۔

کے معنی بھی واضح ہو چکے اب یہ حال خود مؤلف صاحب کا ہے کہ بزعم خود فاضل اجل ہیں اور ہنوز معنے حدود بدعت کے بھی نہیں
سمجھے اور نزاع لفظی وحقیقی کو بھی نہیں جانتا جو کچھ مولوی عبد الخالق صاحب پر طعن ہے اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ وہ آپ کا ہی
حال ہے اور باوجود ترجمۂ مشکوٰۃ کے مطالعہ کے کچھ بھی نہیں سمجھے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم فقط **قولہ** دوسری نصیحت الخ
**اقول** آپ کے نزدیک جس وجہ سے برج ومنار مسجد کے جائز ہیں جس کا نام آپ نے بدعت حسنہ رکھا ہے اُسی وجہ سے مولوی عبد الخالق نے
بھی بنوائے ہیں کیونکہ مدعی آپ کا اور مولوی عبد الخالق کا ایک ہی ہے گو آپ کو خبر نہیں طوطی کے بول بول رہے ہو سو یہ تعریض
بے معنی ہے فقط **قولہ** تیسری نصیحت الخ **اقول** المعروف کالمشروط قاعدہ فقہ کا ہے ہر گاہ کہ سب چندہ دہندہ برج ومنار وغیرہ میں
صرف کرنے سے دلالۃً راضی ہیں تو اس میں صرف کرنا درست ہے اور دوسری روایت قاضی خاں کی تو آپ نے دونوں آنکھیں
بند کر کے ہی لکھدی مال وقف کا مسئلہ مال مملوک معطی پر جاری فرما رہے ہو خوب روایت فقہ کی سمجھے ماشاء اللہ اور پہلی روایت
وصیت کی بھی مطابق اس واقعہ کے نہیں کیونکہ موصی ایک امر مبہم کہہ مرا ہے اُسکا حمل ایسی شے پر ہونا چاہیے کہ نافع ہووے۔
اگر موصی زندہ ہوتا اور اجازت تزیین میں صرف کی دیدیتا تو جائز تھا یہاں تو دینے والے زندہ ہیں اور اُن کی دلالۃً رضا سے خرچ
ہوتا ہے۔ کاش اگر مؤلف فقہ کی کتاب کسی معلم سے پڑھ لیتا تو ایسی غلطی فاحش میں نہ پڑتا فقط

چوتھی نصیحت مولوی صاحب کو یہ ہے کہ آپ کی معاش وعظ پر ٹھیری اس کو بھی کبھی سوچا ہوتا کہ آیا کمائی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین یا تابعین یا تبع تابعین قرون ثلثہ کی یہی تھی کہ وعظ فرما کر کھاتے کماتے پھرتے تھے یا یہ نہ تھی اور اپنے پیشوا اونکا خیال کرتے کہ ہمارے عالموں نے اسکے حق میں کیا لکھا ہے خیر اگر تم کو تلاش نہیں ہم بلا تلاش تم کو بتلاتے ہیں شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر پارہ الم میں تحت آیہ ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔ کے لکھتے ہیں۔ فرقہ پنجم معلمان دنیا طلب وعظان طماع کہ بر تعلیم احکام الٰہی وتبلیغ مواعظ وپند از متاع دنیا درخواست نمایند ونزد یک توقع منفعت چہ بحال سائل شوند ودرصورت بے توقعی خشونت ودرشت خوئے نمایند اسکے بعد شاہ صاحب نے حال امامت وموذنی وغیرہ کا بیان فرمایا اور کلام اسپر تمام کیا کہ رفتہ رفتہ این صیغہا صیغہ معایش واجرہ قرار گرفت ودرین زمان حال این وجہ معاش مشکوک بلکہ قریب بحرمت است حتی المقدور ازاں احتراز لازم است انتہے۔ اور مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل میں اُجرت جمیع طاعات پر یعنی ناجائز لکھی ہے اور یہ لکھا ہے از حدیث شریف صریح معلوم میشود کہ بقرأت قرآن شریف چیزے بگیرد ونخورد عام است کہ مقرر کند یا نہ کند انتہے اس سے وہ بات بھی رد ہو گئی جو شاید کوئی یہ حیلہ کرنے لگے کہ ہم لوگوں کو قرآن پڑھکر سناتے ہیں اُسکا ترجمہ بتاتے ہیں ہم اُجرت نہیں ٹھیراتے اور نہیں مانگتے مولوی اسحٰق صاحب کے کلام سے وہ بھی منع ثابت ہوا اور یہی فقہا کا قاعدہ مسلم الثبوت ہے المعروف کالمشروط جب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب کا قاعدہ یہی ہے اُس قاعدہ کے موافق دیتے ہیں سائل کی صورت خود سوال ہے پھر منھ سے مانگیں یا نہ مانگیں افسوس ہزار افسوس ای میرے دینی بھائی تم کیوں اپنی روح کو آلایشوں خبیثہ سے پاک نہیں کرتے ہو دوسروں کو ناری اور جہنمی بنانے کو تیار ہو اور اپنا خیال نہیں کرتے کہ تم بھی کسی گوشہ میں دوزخ کے جاتے ہو۔ اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون الحمد للہ یہ نقل ہے عبارت عبد الجبار عمر پوری کی جو در باب منع مولد شریف فتوی انکاری کے ذیل میں لکھی ہے **قولہ** حضرت کی نسبت یہ عتقاد رکھنا کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہی اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی واللہ اعلم۔ عبد الجبار عمر پوری حفی عنہ **اقول** ایک تو کم نصیبی اس مفتی کی یہ کہ حضرت کا ذکر کیا اور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھا اتباع سنت کا

**قولہ** چوتھی نصیحت الخ **اقول** آپ کا منھ اور یہ بات آپ تو مدت ہوئی کہ فتوی جواز اُجرت تعلیم قرآن کا لکھکر طبع کرا چکے ہو اگر اب غصہ میں اگر اُس سے رجوع فرمائی ہے تو وہ روایات متاخرین فقہا کی تو کہیں نہیں چلی گئیں کہ جن روایات سے بضرورت خود تم کو اُس زمانہ جہل میں موجود ہے جواز اُجرت وعظ کا حال مفصل معلوم ہو سکتا ہے پھر آپ کس منھ سے طعن کریں گے یہ مفتی جواز کی آپکے معتمد پیشوا ہیں اور یہ بدگمانی کرنا کہ مولوی عبد الخالق صاحب کی نیت طمع دنیا کی ہے کسی مسلمان کو لائق نہیں پھر ہزار افسوس کہ تم تو اپنی زبان کو سلف خلف مشائخ اولیاء اور علمائے کے طعن سے بھی پاک نہ کرو اور مولوی عبد الخالق کو حدیث کے صحیح مضمون لکھنے پر زعم خود غلط سمجھکر نصیحت فرماؤ بڑی شرم کی بات ہے دیکھو مصداق آیہ اتأمرون الناس کا کون ہے اور آلایش خبیثہ کا ملوث کون ہے **قولہ** لمعہ رابعہ الخ **اقول** لاریب یہ کام کم نصیبی کا ہے مگر اس کم نصیبی کا حصہ تو مولف صاحب کے نصیب میں بھی کامل ہے کہ اس کتاب میں اکثر جگہ درود نہیں لکھتے صفحہ اول خطبہ کتاب کی آخر سطر میں اور دوسرے صفحہ میں تین جگہ آپ کا اسم گرامی بے درود لکھا



ہو جوی اسقدر اور صاحب سنت علیہ الصلوۃ والسلام پر درود بھی نہ لکھا دوسری کم فہمی اسدرجہ کی کہ سائل کا سوال جو ہم اول نقل کر چکے ہیں اُسمیں یہ سوال ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں یہ سوال نہیں کہ مجلس میں حاضر ہونیکا اعتقاد ہو اور ظاہر ہے کہ اشعار میں مخاطب حاضر ہونیکے معنے یہ ہیں کہ شعر ایسے پڑھیجائیں جن میں ضمیر یا مخاطب حاضر کی ہوں سو اس کا حال ہم نور اول کے لمعہ ثانیہ میں لکھ چکے اور آئندہ بھی تحقیق آئیگی لیکن مفتی صاحب نے سوال دیگر جواب دیگر جو چاہا کہنا شروع کیا یہ جواب دیا **قولہ** حضرت کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں یہ شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے **اقول** سبحان اللہ قربان جایئے اس قیاس اور استدلال کے اگر اللہ تعالیٰ کی نسبت بھی یہی اعتقاد ہوتا کہ وہ مواقع مولود خوانی میں حاضر ہوتا ہے نہ اور کسی جگہ اُسوقت تو برابری اور مشارکت صفت الٰہی میں لازم آتی اور خدا تعالیٰ کو بہت مواضع اور مواقع میں حاضر ماننا کہاں ہے علاوہ مجلس مولود خوانی کے تفصیل اسکی یہ ہے کہ تم عظمت اور وسعت عرش عظیم کی اور فراخی اور توسع کرسی کی خیال کرو کہ انکے آگے سات آسمانوں کی کیا حقیقت ہے پھر کرہ ناری اور ہوائی اور مائی کو خیال کرو کہ آسمانوں کے آگے انکی کیا وسعت ہے پھر اُن کرات کے آگے زمین کو دیکھو کہ اسکی وسعت کو کرات سے کیا نسبت ہے پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو پانی سے باہر نکلا ہوا ہے پھر اُس باہر نکلے ہوئے میں جنگل اور پہاڑ اور دریا اور ریگستان کسقدر ہیں اور آدمیوں سے آباد کسقدر ہیں اور اُس آبادی میں کفار کسقدر ہیں اور مسلمان کسقدر اور مسلمانوں میں مولد شریف کرنیوالے کسقدر ہیں اور نکرنیوالے کسقدر پس ان سب اتب کے خیال اور فکر کرنے سے فرق معلوم ہو جاویگا مرد منصف کو کہ اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا تو اسدرجہ میں ہے کہ عرش وکرسی آسمان لوح وقلم ساتوں زمین اور جمیع جبال وبحار ویران وعمرانات وغیرہ اور ہر زمان اور ہر آن میں وہ حاضر ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسنے یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولود خوانی میں تشریف لے آتے ہیں

ہوا ہے علی ہذا اور جو یہ عذر ہے کہ مطبع کا قصور ہے تو مولوی عبد الجبار کا بھی یہی عذر قبول کرنا تھا غرض یہ تو مولف صاحب کی عادت خاصہ ہے کہ جو کچھ کسیکو کہتا ہے اُسمیں خود ملوث ہوتا ہے نہ معلوم کہ اسقدر اپنے حال سے کیوں غفلت ہے **قولہ** کم فہمی اسدرجہ الخ **اقول** شرح سوال میں مذکور ہو چکا کہ صیغہ خطاب کا حاضر موجود کیواسطے ہی وضع ہوا ہے لہذا اگر کہیں صیغہ خطاب کا بولا جاویگا تو بوجہ اصل حقیقی ہونیکے حضور مخاطب کا مفہوم کلام سے ہو ویگا لہذا مولوی عبد الجبار نے اُس سوال کا ہی توجواب دیا ہے کہ یہ اشعار خطاب اگر اس اعتقاد سے ہیں تو شرک ہیں اور دوسرے معنے مجازی کی شق کو بیان نہیں کیا مگر خدا تعالیٰ جانے کہ مولف کی کیا فہم ہے کہ اُس کو سوال کے خلاف اور غیر جانتا ہے لازم ملزوم وضعی کو غیر جاننا اور مقصود کلام وضعی کا کلام سے منفک سمجھنا مولف ہی کا فہم ہے نور اول میں بھی ایسا کچھ مولف نے کہا ہے اور اُسکا جواب کچھ وہاں ہو لیا ہے **قولہ** سبحان اللہ الخ **اقول** تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جسقدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا شرک ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو الآیہ اور مسئلہ مشہور بحر الرائق اور عالمگیری ودر مختار وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخر عالم کی نسبت پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے یہ کیسے نہیں لکھا کہ اگر اُسکا اعتقاد کیا کہ اُسکا مساوات علم الٰہی

ہیں، تو یہ مواقع بہ نسبت اُن تمام ازمنہ اور مقامات مذکورۂ بالا کے کس شمار اور کس حصہ میں داخل ہیں کہ بس ان مواقع میں تشریف لانے سے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہو گیا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات اب آگے آپ ارشاد فرماتے ہیں **قولہ** اللہ تعالیٰ نے
اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔ **اقول** عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اُسی طرح اور اُسی
حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنے یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور
روئے زمین کا کل جگہ موجود ہو جانا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح
مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے
دنیا کو اُسکے آگے مثل چھوٹے خوان کے اور ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ہہنا وہہنا یعنی ادہر سے لیلیتا ہے جان کو اور اُدہر سے
اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کسقدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند درندے آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہو جاتا ہے

تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہو گیا ورنہ نہیں مگر مؤلف کی تحریر سے اُسکا عقیدہ یہی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حقتعالیٰ تو عرش سے ثریٰ
تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور فخر عالم فقط مجلس مولود میں حاضر ہوئے تو کہاں مساوات اور شرک ہوا پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسقدر
علم غیب کو وہ شرک نہیں جانتا حالانکہ جملہ کتب میں فقط مجلس نکاح کے حضور کو ہی شرک لکھدیا ہے اور مؤلف کو اسقدر بھی خبر نہیں
کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں وجہ شبہ کا مساوی ہونا ضروری نہیں نفس وجہ شبہ کافی ہوتی ہے لہذا یہاں نفس علم غیب میں برابری شرک
ہے اور اگر مؤلف کا یہی عقیدہ کہ حق تعالیٰ کی کوئی صفت دوسرے کو اگر کما کیف مساوی ثابت کریگا تو شرک ہو گا ورنہ نہیں تو لازم
ہے کہ مؤلف کے نزدیک مشرکین عرب کہ جن کے مشرک ہونے میں نصوص قطعیہ موجود ہیں ہرگز بھی مشرک نہ ہوں کیونکہ وہ تصرف اور
علم اپنے معبودان باطلہ کا محدود جانتے تھے کہ ہر نواح و دیار کا جدا معبود تھا ایک کے ملک میں دوسرے کا تصرف ہونا عقیدہ نہیں رکھتے تھے
چنانچہ کتب حدیث اسکی گواہ ہیں پس اب مؤلف کے عقائد تو خود خراب تھے ہی تمام دنیا کو مشرک بنا دیگا کیونکہ جب عوام جہال اولیا
کی نسبت ایسا ہی محدود تصرف علم و یقین کرتے ہیں پس مؤلف نے سب کی تائید و تصدیق و توثیق عقیدہ کی کرکے خلق کو ضال بنا دیا
خدا تعالیٰ اُسکو ہدایت دیوے کہ کیا فتنہ برپا کرتا ہے باقی اسکی مثال اپنی اور حروف بمعنی کا کیا جواب دیکر زبان قلم ملوث کروں یہ مؤلف نے مقتدر جہل
کی بات لکھی ہے کہ تمام دنیا کے خلاف ہے فقط **قولہ** عقیدہ اہل سنت وجماعت کا یہ ہے کہ الخ **اقول** عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت
صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اُس سے زیادہ کسی میں ہونا ہرگز ممکن نہیں
سمع و بصر و علم و تصرف حقتعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شئی الآیہ پھر جسکو جسقدر کوئی علم و قدرت وغیرہ عطا فرما دیا ہے
اُس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا شیطان کو جسقدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب ماہتاب کو جس وضع پر
بنایا ہے اُس سے زیادہ کی انکو کچھ قدرت نہیں اور زیادہ کوئی اُنسے کام نہیں نکلتا اور نہ اس کثرت و قلت پر فضل کی کمی زیادتی موقوف ہے حضرت
موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ و افضل ہیں مع ہذا علم مکاشفہ انکا حضرت خضرؑ سے بہت کم تھا اور پھر جسقدر حضرت خضر کو
ملا اُس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو جو باوجود فضیلت کے نملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر بھی اس علم مکاشفہ کو



اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مؤمن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے
تذکرۃ الموتے میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اُس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کیطرف مجکو توجہ نہو رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں
کہ وہ خود بھی اپنے کو اسقدر نہیں پہچانتے ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک
فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اُس کا بیٹا
آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے جسکو اللہ نے بچا لیا بعد
اسکے لکھا ہے واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علے نظیر ذلک یعنے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح
ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے انتہے کلامہ اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سمجھئے کوئی آدمی مشرق سے مغرب
تک اگر آبادی دنیا کی اگر سیر کرے جہاں جاویگا چاند کو موجود پاویگا اور سورج کو بھی پاویگا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک
سورج سب جگہ موجود تمہارے قاعدہ سے چاہیے کہ وہ کافر ہو جائے کہ اُسنے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خارج مسلمان ہے

بیشک اگر کسی نے آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اسکا حال مشاہدہ اور
نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اپر کسی افضل کو قیاس کرکے اُس میں بھی مثل یا زائد اُس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام
نہیں اول تو عقاید کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں
مفید نہیں لہذا اس کا اثبات اُسوقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اسکو ثابت کرے اور خلاف تمام اُمت کے ایک قیاس فاسد سے
عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔ دوسرے قرآن و حدیث سے اُسکے خلاف ثابت ہے پس اُسکا خلاف کسطرح قبول
ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبدالحق
روایت کرتے ہیں کہ مجکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب میں لکھا گیا ہے اگر فضیلت ہی
موجب اسکی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان
سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور مؤلف خود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے
ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ مولف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالایق بات منہ سے
نکالنا کسقدر دور از علم و عقل ہے الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص
قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے
ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق
پڑھکر مؤلف نے یاد کرکے بے تہذیبی عقیدہ کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اُس کا علم
ذاتی حقیقی ہے کہ جسکا لازم احاطہ کل شئی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کسقدر عطا کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے پس

پس اسی طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ موجود ہو کر وہ چوتھے آسمان پر ہے روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہی اگر وہاں آپکی
نظر مبارک کل زمین پر یا زمین کے چند مواضع و مقامات پر جائے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف سے مثل شعاع شمس محیط ہوجائے
کیا محال اور کیا بعید ہے علامہ زرقانی نے ابو الطیب کا شعر شرح مواہب لدنیہ کی فصل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہی ع کالشمس فی وسط السماء
ونورہا یغشی البلاد مشارقا ومغاربا ٭ کالبدر من حیث التفت رایتہ ٭ یہدی الی عینیک نورا ثاقبا ٭ یعنی جیسے طرح سورج آسمان کے
بیچ میں ہے اور روشنی اس کی پھیلی ہوئی ہے مشرق سے مغرب تک اور جس طرح چاند جہاں سے تو اسکو دیکھے اسی جگہ سے تیری آنکھ میں
نور بخشے گا انتہی کلامہ پس فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالے نے کھول رکھی ہے اُسکے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھکر کہدیتا
ہے کہ چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا مادر زاد یوں کہیگا کہ چاند کہیں نہیں ہے پس اسی طرح روح نبوی کا دیکھنا موقوف ہی اللہ تعالی کی عنایت پر
اگر وہ آنکھ باطنی کھولدے اور پردہ اُٹھادے ہر جگہ انسان جلوہ احمدی دیکھ سکتا ہی امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہی۔ قد بلغنا عن ابی الحسن
الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس مرسی وغیرہما انہم کانوا یقولون لو احتجبت رویۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددنا انفسنا
من جملۃ المسلمین دیکھئے ابو الحسن شاذلی وغیرہ اولیا، فرماتے ہیں کہ اگر ایک پل جھپکنے کی برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمسے چھپ
جاویں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نجانیں انتہی اب دیکھئے یہ اولیاء اللہ ان مفتی صاحبان صافی عقیدت کے نزدیک کس فتوی اور کس حکم میں
داخل ہونگے اور رہنا روح انبیاء علیہم السلام کا علیین میں ساتویں آسمان پر جو ہمنے بیان کیا یہ تفسیر عزیزی کے بیان علیین میں دیکھو لیکن
باوجود ہونے علیین میں آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہی ہر زائر کو جانتے ہیں کون زیارت کو آیا سب کو سلام کا جواب دیتے ہیں
قبر میں جسم مبارک زندہ ہی۔ زرقانی نے لکھا ہی ان نبینا بالرفیق الاعلی وبدنہ فی قبرہ یرد السلام علی من یسلم علیہ اس مقام کی تحقیق زیادہ
اس سے مقام اثبات مولود شریف میں بیان کرینگے اب فکر کرنا چاہیے جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہی اور
ملک الموت ہر جگہ موجود ہی تو یہ صفت خدا کی کہاں ہوئی اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا

اعلے علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونیکی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپکا ان
امور میں ملک الموت کی برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ چنانچہ وجہ اسکی اوپر ذکر ہوئی اور قیاس سے اسکا اثبات جہل ہے کہ شائبہ علم کا بھی اسکا
مجوز نہیں الغرض یہ تحقیق واہی مولف کی محض جہل ہے خدا آپ شاید شرک میں مبتلا ہو مگر ایک عالم کا راہ مار دیا بعد اسکے جو حکایات اولیا
اللہ کی مولف نے لکھی ہیں تو اول تو یہ حکایات حجت شرعیہ مثبت حکم کی نہیں خصوصا باب عقائد میں پس ان حکایات کو قبول کرکے
نصوص کا رد کرنا کسی جاہل سے بھی متوقع نہیں چہ جائیکہ عالم سے اور بعد تسلیم کے جواب یہ ہی کہ ان اولیا کو حق تعالی نے کشف کر دیا کہ انکو یہ حضور علم
حاصل ہو گیا اگر آپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گنا اُس سے زیادہ عطا فرمادے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اسکا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ہے کہ اسپر عقیدہ کیا
جائے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جائے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیے اور ثبوت ہوجانا نص سے واجب ہے
مگر سو فہم مولف کا قابل تماشا ہی کہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اُس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپکو کوئی ثابت کرکے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلا کا عقیدہ
ہے اگر یہ جانے کہ حق تعالی اطلاع دیکر حاضر کر دیتا ہے تو شرک تو نہیں مگر بدون ثبوت شرعی کے اُسپر عقیدہ درست بھی نہیں۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے
تمہارے استدلال کیموافق تو چاہیے یہ سب محدث اور فقہا باعث اعتقاد حضور ہر جائے ملک الموت اور ابلیس کے بانیان محفل مولود شریف
کی بہ نسبت زیادہ تر مشرک ٹھیریں معاذ اللہ منہاج بریں عقل و دانش بباید گریست ٭ اہل حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعوی نہیں کہ
محفل میں روح مبارک آتی ہی ہاں یہ دعوے ہے کہ اگر کوئی یہ اعتقاد کرے تو وہ مشرک نہیں **لمعہ خامس عشر کلام مولوی**
**رشید احمد صاحب گنگوہی**۔ قولہ ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام
کو کرنا اگر حاضر ناظر جانکر کرے کفر ہے ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور رسوم بھی کہ یہ سب ہنود
کی رسوم ہے البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے اسکا مضائقہ نہیں فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔
**اقول** اس عبارت کی رکاکت مبانی وسخافت معانی دل میں شبہ ڈالتی ہی کہ یہ کلام مولوی رشید احمد کا نہ ہوگا **اول** یہ کہ جواب
مطابق سوال چاہیے۔ سائل پوچھتا ہے کہ یہ امور بحدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جائز ہیں آپکے جواب میں ایک حدیث بھی نہیں لکھی نفیا و
اثباتا **دوسری یہ بات** کہ وہ پوچھتا ہی اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اشعار میں مخاطب حاضر ہوں جائز ہی یا نہیں یوں نہیں پوچھتا کہ

اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اب ظاہر ہو گیا کہ کوئی محدث و فقیہ و صوفی متقی مشرک نہیں مگر جسکا عقیدہ
مولف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہی اور ان عبارات و روایات سے حجت اپنے دعوے بے سروپا کی لانا محض کوتاہ فہمی مولف کی
ہی ورنہ اسمیں کوئی دلیل دعوی مولف پر نہیں کما لا یخفی۔ **قولہ** اہل حق پر واضح ہو الخ **اقول** اگرچہ دعوی مولف کا بالکل غلط اور ان دلائل سے کچھ
ثبوت مدعا مولف کا نہیں ہوا مگر مولف اپنے زعم فاسد میں اس دعوے کو ثابت جانتا ہی پھر اسپر عقیدہ نہ کرنا سخت نادانی بلکہ بیدینی ہی کہ جس امر کو
حق جانے اور دلائل سے ثابت پہچانے اور خلق کو اُسپر دعوت اور قرار دیوے پھر آپ کیوں اُسکا دعوے نکرے اور عقیدہ نہ ٹھیراوے شاید مولف کو بھی
ہنوز اس امر میں تردد ہی اور محض نفسانیت سے اپنا لاعلم ولا فہم ہونا ظاہر کر دینا منظور تھا گو خلق گمراہ ہو تو کیا حرج ہی معاذ اللہ **قولہ لمعہ خامسہ** نقل
کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اقول اس عبارت کی رکاکت الخ **اقول** خود مولف لمعہ ثانیہ شرح سوال میں لکھ چکا ہی کہ سائل نے حصر
کر دیا دین کو حدیث میں یوں پوچھنا چاہیے کہ شرع میں جائز ہے یا نہیں الخ تو ہر گاہ کہ فقط حدیث سے جواب طلب کرنا مولف کے نزدیک معیوب ہے تو
اب یہاں حدیث سے طالب جواب کو حدیث سے جواب نہ دینے میں طعن کیوں کیا جاتا ہی مولف صاحب کسقدر خواب خرگوش میں ہیں کہ سائل پر تو یہ
طعن کہ تونے یہ بیجا کام کیوں کیا کہ یہ لکھا ہی کہ جواب حدیث سے لکھو حجت شرعیہ حدیث میں حصر نہیں ہی اور مجیب نے جو اس کی اس قید کو لغو جانکر جواب
حجت شرعیہ سے دیا اور حدیث کی قید کا التفات نکیا تو مجیب پر طعن ہی مولف کو اپنا مقولہ بھی یاد نہیں رہتا تو کسیکا قول و روایت کیا یاد رہیگی سبحان
سائل یہ کہتا ہی کہ حدیث سے جواب دو یہ نہیں کہتا کہ جواب میں حدیث کی عبارت بھی نقل کریں پس اُسکی خواہش کے موافق جواب سوال کا حدیث سے
ہی دیا گیا کہ جواب مجیب کا مستخرج احادیث سے ہی تو یہ جس سے سائل کی تسکین ہو گئی اگر مولف کو کچھ تامل و تردد ہے تو اس رسالہ براہین قاطعہ
سے اب دریافت ہو جائیگا کہ مجیب کا جواب کیا عمدہ وجہ سے مستخرج احادیث صحاح سے ہی اب نور چہارم میں واضح ہوجاتا ہی فقط **قولہ دوسری یہ بات**
کہ وہ پوچھتا ہی الخ **اقول** پہلے گذر چکا کہ خطاب گاہ بوجہ حاضر جاننے کے ہوتا ہے گاہ بغیر اسکے اور خطاب کا موضوع کہ حاضری ہے تو مجاز

مجلس میں حوا مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر اشعار پڑھیں اب دیکھیے اصل سوال کا جواب ا ردا اور اپنی طرف سے ایک شاخ
لگا کر جواب دیا کہ خطاب فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہو دیکھیے سوال دیگر جواب دیگر اور مفتی صاحب کی تحریر سے
یہ بات تو اشارۃً معلوم ہوئی کہ اگر کوئی آدمی حاضر ناظر نہ جانتا ہو فقط شوق ومحبت میں مخاطبانہ اشعار پڑھتا ہو وہ کفر نہیں لیکن پھر یہ
بات کہ خطاب حرام یا مکروہ یا مباح یا مستحب ہے کس حکم میں وہ مخاطبانہ اشعار داخل ہیں اور جائز ہیں یا نہیں یہ اُسکا اصل سوال
تھا اسکا جواب مفتی صاحب کے پیٹ میں رہگیا یہ فتوی نویسی کیا ہوئی حکم افتا چاہیے کہ تشریح وتوضیح سے ہووے نہ یہ کہ اصل مسائل
بھی مفتی کی دل سے نوک زبان تک نہ آوے تیسری یہ بات کہ سائل نے فاتحہ اموات کو بھی مع تعینات پوچھا تھا اور محفل مولود
ومدح خوانی کو بھی مع تعینات مفتی صاحب نے فاتحہ کی تعینات کو خلاف سنت فرماکر اُسکو تو لکھدیا البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے
اور محفل مدح خوانی سے ایسا بغض کہ اُسکو کرنا گناہ اور اُس میں شریک ہوجانا بھی گناہ بلکہ اپنی طرف سے ایک شاخ حاضر ناظر کی لگا
کفر تک نوبت پہنچا وے اور یہ سب ہمت کرسکے اسقدر منہ سے نہ نکلا کہ مدح خوانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر ان قیود کے درست ہے
جس طرح اموات کے واسطے لکھا تھا کہ بلا قید روا ہے آدمی مسلمان ہو کر اگر اپنے شفیع محشر کی نعت اور مدح خوانی کو بلا قید بھی مباح نجانے
پھر اُسکے ایمان کا کیا ٹھکانا اور مُلا مفتی ہو کر فتوے کی عبارتیں لکھیں اور لٹے حرف لکھنے ہیں کہ مدح خوانی فی نفسہ مباح ہے کو نہ قلمی کیں

دو سکر معنے بھی ہوں میزان پڑھنے والا بھی جانتا ہے اور یہ بھی گذر چکا کہ سائل عوام جہال کے عقیدہ کو جانتا ہے کہ حضور کا یہی عقیدہ
رکھتے ہیں اصل سوال اُسکا یہ ہے اور دوسری شق مقصد اصلی نہیں لہذا شق اول کی پہلی صراحت ضرور ہونی چاہیے تھی اور دوسری شق
مجیب صاحب کے نزدیک مُرادِ سائل کی تھی لہذا جواب میں طرحت نہ کی مگر مؤلف صاحب سے عجب ہے کہ ندا میں اُن کے نزدیک بھی دو احتمال ہیں
تو مؤلف نے تشریح سوال میں خطاب ندا حاضر جانکر کرنیکے جواب میں اپنا پیٹ بھرا اور جواب کو دل سے نوک زبان پر نلائے یہاں سے معلوم
ہوا کہ مؤلف صاحب کی ایک شق حضور کا جواب ہضم کرنیکی یہ وجہ تھی کہ مقصود سائل کا دوسری شق سمجھ گئے تھے پھر اب مولوی صاحب
پر کیا وجہ اعتراض کی ہے مولوی صاحب نے تو لفظ اگر لگا کر مفہوم سے دوسری شق کا شریک ہونا ملا بھی دیا آپ نے تو مطلقا ہی جائز لکھدیا
اور غرک کا حصہ شکم میں رکھ لیا مگر ہاں درست ہے آپ تو حضور کو واقعی اور جائز ہی جانتے ہیں قریب ہی ذکر ہو چکا لاحول ولاقوۃ الا
باللہ کیا عجب اعتراض ہے کہ اپنے گھر کی خبر نہیں دوسروں پر اعتراض فقط **قولہ** تیسرے یہ الخ **اقول** یہ اعتراض محض کم فہمی مولف سے
پیدا ہوا ہے سنو کہ سائل کا سوال مجلس مولود بہیئت کذائیہ کا اور ایصال ثواب بہیئت کذائیہ کا ہی تھا جیسا کہ مؤلف بھی مقر ہے
سو جواب دونوں سوالوں کا تمام ہوگیا مگر چونکہ مجیب کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کوئی کم فہم مطلب سمجھکر ایصال ثواب کو مطلقا منع جانیگا
تو خیر کثیر مقصود شارع کا بند ہوجاویگا لہذا اصل ایصال ثواب کے جواز کی تصریح کردی اور مولود کی مجلس بند ہونے میں کوئی حرج نہیں
جیسا چھ سو برس تک تھی تو کوئی حرج ونقصان فی الدین نہ تھا اگر اب بھی بند ہوجاوے تو کیا حرج ہے اور ایسے مزہ دار بدعت
منع کرنے سے بھی موقوف نہیں ہوتی لہذا اُسکو اگر ذکر نہ کیا جاوے تو مناسب ہے بخلاف صدقہ کے اموال کی محبت خود مانع ہوتی ہے
وہاں تصریح کرنا مناسب تھا اگر کوئی حدیث وفقہ کو جانتا ہے وہ معلوم کرلیگا کہ شارع علیہ السلام اور فقہا اور اُنکی اتباع جس امر میں



یہ کیا دیانت اور انصاف ہے چوتھے یہ کہ سائل نے پوچھا تھا کہ محفل میلاد اور فاتحہ اور اموات اور رسوم میں قرآن اور کلمہ طیبہ پڑھنا
جائز ہے یا نہیں اُسکا جواب یہ لکھا کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے بھلا کون بیوقوف کہدیگا کہ محفل مولد شریف و قرآن اور فاتحہ اور کلمہ پڑھنا
ہندوؤں کی رسم ہے ہاں بعضے کم فہم اس طرح تو کہدیا کرتے ہیں کہ رسم رسوم میں مشابہت ہنود کی لازم آتی ہے حالانکہ وہ بھی باطل ہے
چنانچہ ہم لمعات اور انوار آئندہ میں تحقیق کریں گے پانچویں یہ بات کہ اُنہوں نے جو یہ جملہ لکھا کہ یہ سب ہنود کی رسم ہیں ۔ اس کی رو
از روئے قاعدہ یہ ہوئی کہ لفظ یہ سب مبتدا اور ہنود کی رسوم خبر اور ہے حرف ربط اب دیکھیے مبتدا معنی جمع کے موجود یعنی یہ سب
اور لفظ رسوم خود جمع رسم کی پس مبتدا بھی جمع اور خبر بھی جمع حرف ربط یعنی لفظ ہے واحد کیوں ہے قاعدہ کی رو سے یہ چاہیے تھا کہ
یہ سب ہنود کی رسوم ہیں چھٹے بات یہ کہ جب اُنکے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحب نے مسائل اختلافی میں مہر لگانے سے منع
کردیا جیسا کہ نور دوم کے لمعہ اولے میں گذرا پھر کس طرح خیال میں آوے کہ وہ شیخ کی حکم عدولی کریں اور اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ یہ مسائل
اختلافی نہیں بلکہ یہ تو بالاتفاق ممنوع ہیں تو ہم اُس آدمی کو نہایت درجہ کا بھیا جانینگے اسلیے کہ فاتحہ اموات اور محفل میلاد شریف مع قیود
شیرینی وقیام ومدح وسلام وغیرہ جس طرح کہ اب رائج ہیں اسی ہیئت کے جواز میں دہلی اور بداؤں اور الہ آباد اور کلکتہ وحرمین شریفین

شائبہ لذت کا دیکھتے ہیں اسکو بالکل بند کرتے ہیں ورنہ قید کے ساتھ منع کرتے ہیں اگر مؤلف صاحب کو کچھ مضمون تفقہ ہوتا تو شاید اس نکتہ
کو سمجھتے مگر جس کے دل میں فہم کی رغبت وحصہ نہ ہو محض نقل الفاظ سے ہی کام ہو وہ معذور ہے **قولہ** چوتھے یہ الخ **اقول** یہ مؤلف
کے کمال فہم کی دلیل ہے کیونکہ جواب محفل مولود کا تمام ہوچکا پھر دوسرے سوال کا جواب شروع کیا بقولہ اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے
اور سوم بھی سو اس فاتحہ اور سوم کی نسبت لکھا ہے کہ رسم ہنود ہے کیونکہ تیسرے دن کا اجماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھکر اشلوک
گوانے انکا ہی دستور ہے پس کون بیوقوف کہدیگا کہ یہ جواب محفل مولود کا ہے اور کون احمق سمجھیگا کہ مولوی صاحب نے قرآن وکلمہ کو رسم
ہنود کہا ہے بلکہ اس اجتماع روز سوم اور کھانا آگے رکھکر ہاتھ اُٹھانیکی ہیئت کو لکھا ہے باقی مشابہت کا جواب ہم بھی آپ کی تحریر کیوقت
لکھیں گے اور آپکی کم فہمی ظاہر کردینگے فقط **قولہ** پانچویں الخ **اقول** یہ مؤلف صاحب کا کمال علم رکاکت لفظی کا اظہار ہے قطع نظر
اسکے کہ یہ ترکیب درست ہے ایسے فضول مواخذہ کا جواب بھی فضول ہے یہ محض غصہ وکینہ ہے کیونکہ اس طبع میں چند غلطی کاتب
کی موجود ہیں اس سے زیادہ زیادہ کہ ناظر پر کچھ مخفی نہیں پھر اسکو تحریر فرمانا کمال ہی کینہ کی وجہ ہے جواب اسکا پہلے بھی حسن علی کے
اعتراض میں گذر چکا پھر بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اب مؤلف صاحب تمام مصنفین ہدایہ شرح وقایہ کنز اور مشکوۃ بخاری وغیرہ کتب حدیث
اور خود قرآن شریف پر بھی اعتراض غلطی عبارت اور رکاکت لفظی کا فرماویں تو مناسب ہے اس میں غلغلہ بلاغت مؤلف صاحب کا بہت
ہوجاویگا فقط **قولہ** چھٹے الخ **اقول** یہ محض افترا ہے اُنکے حضرت مرشد علیہ الرحمۃ نے ہرگز اُنکو اس امر سے منع نہیں کیا اسکا جواب شکایت
مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم میں گذرا مگر ہاں مؤلف بھی مرید اُنکے مرشد کا ہے اور اسکو اُنکی مخالفت سے اُنکے مرشد نے منع فرمایا
تھا چونکہ وہ سراسر خلاف امر اپنے مرشد کے کرتا ہے دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے ایک تو یہ کمال وکذب دوسرے مولف اپنے
مرشد کو اس رسالہ میں لکھتا ہے کہ ہم بھی اُنسے ملے ہیں چنانچہ شکایت اولے مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم میں لکھا ہے اور یہ لفظ ناسعادتمندی

وغیرہ کے عالموں کے فتاوے موجود ہیں۔ بالاتفاق ممنوع ہونیکے کیا معنی؟ ساتویں بات یہ کہ مولوی رشید احمد صاحب کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی ربیع الاول میں مولد شریف کرنیکی بابت رسالہ شفاء السائل میں لکھتے ہیں وحق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و سرور و فاتحہ نمودن یعنی ایصال ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است چنانچہ شیخ ابن حجر مکی و شیخ عبدالحق دہلوی وغیرہا تصریح نمودہ اند مگر بعضے چیزہا دیگر اگر مقترن شوند کہ خلاف شرع ہستند پس البتہ ممنوع خواہد بود مثل رقص و سرود خوانی الی آخرہ۔ اب دیکھنا چاہیے کہ انکے استاد رقص اور سرود خوانی کو منع فرماتے ہیں لیکن شیخ عبدالحق اور ابن حجر کے تابع اور موافق ہوکر محفل مولد شریف اور تقسیم شیرینی وغیرہ بقصد ایصال ثواب بروح مبارک کے اور اظہار سرور کرنا موجب سعادت انسان لکھتے ہیں اجمال فرمائے کہ کیا سعادت مندی ہوئی کہ استاد تو اسکو موجب سعادت اعتقاد فرماویں اور شاگرد رشید اسکو گناہ قرار دیں اور خواہی نخواہی اپنی شاخیں نکال کر کستاں کستاں کفر تک بھی نوبت پہنچا دیں۔ آٹھویں بات یہ کہ جب سائل نے استفتا میں یہ سوال درج کیا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار میں مخاطب کا ہے کتب فقہ میں ہے کہ جسنے اپنے باپ کو قریب کہا وہ عاق ہے پس استاد و پیر کی نسبت پیر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ میں شمار ہوگی ہر عاقل جانتا ہے اور مؤلف نے جو کچھ اپنے استاد و نکی شان میں اس رسالہ میں لکھا ہے وہ سب لوگ ملاحظہ فرمالیویں۔ قولہ ساتویں الخ اقول استاد کی تقلید کا حکم مولوی رشید احمد مدظلہ کو تو اس زور شور سے دیا جاتا ہے گویا فرض ہے اور مؤلف خود اپنے استادوں کا اسقدر مخالف کہ اتباع کا جاسب و شتم انکے عقیدہ پر کرتا ہے مگر خیر مؤلف کا تو شیوہ روافض کے قدیم روئیہ ہے کہ کرنا کچھ اور کہنا کچھ مؤلف کو مبارک ہے مگر فرض کیا کہ شاہ عبدالغنی صاحب کی رائے مؤلف کے موافق تھی اور مجیب نے مخالفت اس مسئلہ میں اپنے استاد کی کی مگر مخالفت علماء کی اپنے استادوں سے کسی جزئی مسئلہ میں کوئی امر جدید نہیں جو مؤلف کو محل نقض ہو امام ابو یوسف اور امام محمد امام ابو حنیفہ کی بہت جزئیات میں خلاف پر ہیں اور آج تک یہ امر جاری ہے پھر بہ اسقدر غیظ مؤلف کا محض سینہ کا کینہ ظاہر کرنا ہے ورنہ مقتدایان پر بھی اعتراض کرنا لازم و الا جو وہاں تاویل کرتے ہو یہاں بھی کرنا تھا بعد اسکے سنو کہ اسوقت کی مجالس مولود میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تھا اور نفس ذکر ولادت کو مجیب اور کوئی عالم منع نہیں کرتا اسوقت کی محافل میں اگر کوئی امر مباح اتفاقی تھا اسپر تاکد کا گمان نہ تھا اب جو قلوب عوام میں تاکد و وجوب راسخ ہوا تو مکروہ ہو گیا گاہ کوئی امر ہوتا ہے اور علماء کو اسوقت اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے اور مآل کاری مفسدہ پر دھیان نہیں کرتا تو اسوقت جواز کا فتوی دیتے ہیں اور بعد اخر میں اسمیں کراہت پیدا ہو جاتی ہے تو اسوقت ممنوع ہو جاتا ہے پس تعامل ان لوگوں کا موجب جواز نہیں ہوتا البتہ قرون ثلثہ کا تعامل حجت ہوتا ہے معہذا خود امر منصوص مباح بھی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہو جاتا ہے جیسا صلوۃ ضحے کہ تداعی و اہتمام سے مساجد میں ادا کرنے سے صلوۃ ضحے مستحب کو حضرت ابن عمر نے بدعت فرمادیا تو پس شیخ عبدالحق اور ابن حجر کی تحریر سے اس حالت موجودہ میں یہ محفل مرسم ہرگز جائز نہیں ہوسکتی گو اس وقت میں مباح تھی اور شاہ صاحب کا بھی یہی منشا اور مراد ہے اگر مؤلف کو فہم ہوتا تو سمجھتا پس مخالفت شاہ صاحب کی ہرگز نہیں ہوئی اگرچہ مؤلف فہم سے عاری مخالفت جانتا ہے قولہ آٹھویں الخ اقول پہلے بھی گذرا اب پھر لکھتا ہوں کہ یہ عقیدہ علم غیب تو خواہ کوئی ایسے اشعار پڑھے شرک ہے اور شوق و محبت میں جائز اور بزبان صلحاء و علماء بر گمان صالح ہے مگر خلوت میں یا مجمع میں ایسے اشعار اگر ہوں تو اندیشہ نہیں اور جب مجمع فجار و جہلہ عین بدعقیدہ میں پڑھے جاویں گے تو عوام کو لاریب حاضر ہوں



حاضر ہوں تو مولوی رشید احمد صاحب اسمیں فکر کرتے کہ ایسے اشعار جسمیں یا رسول اللہ یا نبی اللہ خطاب حاضرانہ موجود ہمارے بزرگوں نے تصنیف کئے ہیں یا نہیں پھر اپنے مرشد کا قصیدہ اور مولوی محمد قاسم صاحب کا قصیدہ یاد کرکے بیشک لکھدیتے کہ ایسے اشعار جائز ہیں اسوقت ہمکو لازم ہوا کہ مولوی صاحب کے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحب کا قصیدہ پڑھکر سناویں قصیدہ

ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ
پھنسا ہوں بطرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
کہ پھر مجکو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو

مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
بس اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ ہوں نہ قابل وہاں کے پر امیدیں ہیں تسے
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

یہ قصیدہ جسوقت حج کرکے حاجی صاحب ہندوستان میں تشریف لائے تھے تب اشتیاق میں فرمایا تھا چنانچہ یہ مضمون کا صاف ہے ع کہ پھر مجکو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ۔ غرضکہ یہ ندائے یا رسول اللہ اور یہ مدد مانگنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جو اس قصیدہ میں ہے یہ سب ملک ہندوستان سے خطاب و استمداد کیا گیا ہے اور مقبول بھی ہوا چنانچہ پھر حاجی صاحب بلوائے گئے اور زیارت مدینہ سے مشرف ہوئے اور تعریف جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی محتاج بیان نہیں مختصر بات یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جو ضلع سہارنپور میں مشہور و معروف ہیں جناب حاجی صاحب ممدوح کی اس طرح تعریف لکھتے ہیں اشعار بحق مقتدائے عشق بازان ہو رئیس پیشوائے جانگدازان ہو امام راستبازان شیخ عالم ہو ولی خاص حق مظہر معظم شہ والا گہر امداد اللہ ہو کہ ہر عالم ہست امداد اللہ ہو یہ اشعار مولوی محمد قاسم صاحب نے شجرہ منظومہ صابریہ میں لکھے ہیں جو قصائد قاسمی کے آخر اوراق مطبع عین الاخبار مراد آباد میں مطبوع ہوئے ہیں بھلا یہ بات کیونکر ممکن ہو اور کس طرح خیال میں آوے کہ مولوی رشید احمد صاحب ایسے اشعار کا پڑھنا کفر قرار دیں اور خود انکے مرشد شیخ عالم صدیق معظم عین حالت غیبوبیت میں خطاب حاضر یا رسول اللہ اور ندائے یا رسول اللہ شوق میں پکار کر پڑھیں اور مدد چاہیں اور نیز ان کے پیر بھائی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی خطاب حاضر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کریں اور مدد مانگیں چنانچہ شعر انکا قصائد قاسمی مطبوعہ مراد آباد کے صفحہ ۰ میں یہ ہے سے ترے بھروسہ پر رکھتا ہے غرہ طاعت ہو گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار اور صفحہ ۰ میں ہے سے اگر جواب دیا بیکسوں کو تم نے بھی ہو تو کوئی آنا نہیں جو کرے کچھ استفسار ہو کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام ہو کریگا یا نبی اللہ کیا یہ پکار۔ بہت دنوں سے تمنا ہے کیجے عرض حال ہو اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار ہو مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ہو نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار ہو اب دیکھیے جناب حاجی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب سب یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ رہے ہیں ان صاحبوں کو تو خطاب حاضر کرنا جائز ہوا اور سخت ضرور ہوگا لہذا بایں وجہ منع اور مکروہ ہوا ہے اور یہی جواب سے معلوم ہوتا ہے۔ سو اسکی نظیر لانا اور استدلال میں ذکر کرنا محض کم فہمی ہے اور مؤلف صاحب پر پہلے ہرگز گمان علم حضور کا کیکو نہ تھا فقط بوجہ خرابی کے منع کیا جاتا تھا مگر اب تو مؤلف خود کھل کھیلا اور اپنے عقیدہ کا قلادہ اسکو دیکر اب کیوں گردن پھیرتا ہے شیطان کے علم کی دلیل سے مؤلف نے یہ عقیدہ پیدا کیا ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب

دوسرے اگر اس طرح کہیں تو وہ کافر ہو جاویں یہ کیسی بے انصافی ہے یا یہ کہ ان دونوں صاحبوں کو یہ خیال کرنا کہ یہ تو حاضر نہیں جانتے اور
دوسروں کو یہ گمان کرنا وہ خدا تعالیٰ کی طرح رسول اللہ صلے اللہ کو حاضر ناظر جانتے ہیں اور یہ دونوں صاحب تو غلبۂ شوق میں خطاب
کرتے ہیں دوسرے آدمی یوں ہی بیہودہ بکتے ہیں یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے؟ **نویں** یہ ہے کہ بہت مشائخ عظام ایسے گذرے کہ انکو حضوری
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی بعضوں کو ہر دم ہر گھڑی جیسا کہ ہم لمعہ رابعہ میں حال ابو العباس مرسی وغیرہ کا لکھ چکے ہیں
اور آئندہ نور چہارم میں بھی بیان کرینگے اور بعضوں کو ہر دم نہیں ہوتی تو گاہے گاہے حضوری ہوتی ہے پس ایسے لوگ یعنی جن کو
حضوری میسر ہے وہ تو بیشک حاظر ناظر جانکر خطاب کرینگے حاضر کے معنے موجود جب حضوری ہوئی تو موجود ہوئے اور جب موجود
ہوئے تو ناظر بھی ہوئے ناظر کے معنے دیکھنے والا بھلا مفتی صاحب نے جو علی العموم بلا تخصیص استفسار لکھدیا کہ خطاب **فخر عالم علیہ السلام**
کو جو حاضر ناظر جانکر کرے کفر ہے یہ کیسا ستم کیا ہے الاماں الاماں **دسویں** بات یہ کہ اس فتوی کے جواب میں مولوی رشید احمد صاحب
محفل مولد شریف میں شامل ہونا گناہ فرماتے ہیں حالانکہ وہ بذات خود شریک محفل میلاد ہوے اور نیز اُنکے مشائخ طریقت تفصیل
اُس کی یہ ہے کہ جب ڈپٹی عبد الحق رامپوری مولوی رشید احمد صاحب کو اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے گئے وہاں یہ مولوی صاحب مع
اپنے برادر طریقت حکیم ضیاء الدین صاحب محفل مولد شریف میں شریک ہوے اور پیر مرشد اُن کے جناب حاجی امداد اللہ صاحب
ایام غدر سے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں وہ تو بارہا محافل میلاد شریف میں شریک ہوے اور اب بھی ہوتے ہیں لیکن اب کم اس لئے کہ
شدت ضعف پیری سے زیادہ بیٹھنا زیادہ کھڑا ہونا موجب تکلیف ہے اس سبب سے اگر خود نہیں حاضر ہوتے تو اور مرید طالب لوگوں کو
اور اپنی عوض خاص اپنے برادر زادہ حافظ احمد حسین صاحب کو ارشاد فرمادیتے تم جاؤ اور پیر سید احمد صاحب پیر مولوی اسمعیل صاحب کے
اور پیران پیر مولوی رشید احمد صاحب کے جب مکہ معظمہ جاتے تھے جہاز کا ناخدا سید عبد الرحمن حضر موتی تھا اور معلم اُنکا داؤد تھا جب جہاز اُن کا
قلعۃ العفاریت یعنی لنکا سے کہ ایک مقام سخت تھا نکلا محفل مولد شریف ہوئی اور بعد اختتام شیرینی تقسیم ہوئی کتاب مخزن احمدی جو مناقب
سید احمد صاحب میں تصنیف ہو کر مطبع مفید عام آگرہ میں مطبوع ہوئی یہ کیفیت صفحہ ۵۵ میں مرقوم ہے اب سید احمد صاحب کے پیر مرشد شاہ عبد العزیز

مرحوم اور حاجی امداد اللہ سلمہ کے اشعار کے ذکر سے مؤلف کو کچھ امداد نہیں ملتی لا حاصل فکر انکا کرتا ہے اور وجہ اُسکی پہلے لکھی گئی مگر مؤلف کی کج فہمی
پر ہزار افسوس **قولہ نویں الخ اقول** ہر عاقل جانتا ہے کہ کلام غائب کو حاضر جاننے میں ہے نہ حاضر سے خطاب حاضر کا کرنے میں سو
کلام مؤلف کا محض سقط ہے قرینہ سیاق کا اور دلالۃ الحال کلام میں ضروری ہوتی ہے اگر مؤلف اصول شاشی بھی پڑھا ہوا ہوتا تو
ایسی بات مُنہ سے نہ نکالتا **قولہ دسویں الخ اقول** یہ کہانی محض غلط ہے اور افترا ایسے قصص قابل احتجاج نہیں ہوتے اور جناب
حاجی صاحب کا جانا بھی غلط ہے اگر وہ تشریف لیگئے ہوں تو وہ ایسی محفل ہوگی کہ شرعاً مباح ہو خالی از منکرات علے ہذا سید صاحب مرحوم
کا قصہ بھی ایسا ہی قصہ شاہ عبد العزیز صاحب کا شاہ صاحب تحفہ میں اوہام شیعہ فرماتے ہیں کہ یوم موت یا یوم ولادت کو حزن و سرور
کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے مؤلف ملاحظہ فرماویں اور شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ کربلا اور وفات وغیرہ کے موسم میں
بیان کرنا بھی آفات واعظین سے ہے پھر شاہ عبد العزیز کی طرف یہ قصہ نسبت کرنا کسقدر بہتان ہے حکایات کا مآل دیباچہ



صاحب دہلوی کا حال سنیے کہ کتاب ہادی المضلین اور نور العین وغیرہ سے لکھا جاتا ہے علی محمد خاں صاحب رئیس مرادآباد نے اُسے محرم میں مجلس
شہادت کرنیکا حال پوچھا تھا اُسکا جواب بطور خلاصہ لکھتا ہوں شاہ صاحب نے جواب دیا کہ اس فقیر کے مکان پر سال بھر میں دو مجلسیں ہوتی
ہیں محرم کے دسویں دن یا ایک دو دن پہلے قریب ہزار آدمی کم و بیش آتے ہیں فضائل حسنین بیان کرتا ہوں بعد ختم کے پنج آیۃ پڑھ کے
جو کچھ پاس موجود ہوتا ہے اُس پر فاتحہ کر کے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور بارھویں تاریخ ربیع الاول کے اُسیقدر آدمی ہوتے ہیں حال ولادت
شریف و رضاع و حلیہ وغیرہ کا بیان کر کے جو کچھ کھانا یا شیرینی ہوتی ہے اُس پر فاتحہ دیکر تقسیم کر دیجاتی ہے انتہی کلامہ اب شاہ عبد العزیز
صاحب کے اُستاد اور مرشد اور والد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا حال سنیے وہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں موافق تاریخ روز ولادت یعنی بارھویں
ربیع الاول کو مولد شریف تھا حضرت کے آثار اور عجائب معاملات کا جو وقت ولادت شریف ظاہر ہوئی تھی بیان ہو رہا تھا میں اُسمیں شریک ہوا
اُسمیں جو دیکھا تو انوار رحمت تھی اور انوار ملئکہ تھی یعنی وہ ملائکہ جو ایسے مجالس کیواسطے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھے ہیں اب شاہ ولی اللہ
کے پیران پیر جو چھٹے طبقہ میں شیخ المشائخ اُن کے ہیں یعنی مولنٰا جلال الدین سیوطی جو مجدد اپنی صدی کے تھے وہ خود فرماتے ہیں
یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام بالاجتماع والاطعام وغیرہ ذلک یہ عبارت سیرت شامی و روح البیان وغیرہ میں مرقوم ہے اب
جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیر کے پیر شیخ ابن جزری مؤلف حصن حصین کا حال سنیے وہ بھی محافل مولد شریف میں شریک ہوتے تھے اور مواہب
لدنیہ وغیرہ میں ان کا کلام درباب ترغیب محفل مولد شریف منقول ہے اُنکا خود یہ بیان کہ بادشاہ مصر کی محفل مولد شریف میں شریک ہوئے
اور خوش ہوئے حالانکہ اُسمیں دفنی اور خوش الحان پڑھنے والے اور زیب و زینت وغیرہ قیود جو مفتیان فتوی انکاری کے نزدیک ناجائز
ہیں وہ سب جو تھیں نور اول کے لمعہ ثانیہ میں ہم حال اُنکا ملا علی قاری سے نقل کر چکے ہیں بھلا یہ بات کسطرح جائز ہو کہ مولوی رشید احمد
صاحب کے مشائخ طریقت جن محفلوں میں شریک ہوں اُن کو یہ خود گناہ اور کفر اور بدعت قرار دیں استغفر اللہ ہم تو ایسا گمان اُنپر
نہیں لیجاتے ظنوا بالمؤمنین خیرا اور جو کوئی خواہی نخواہی اس عبارت کو اُن کے ذمہ لگاوے اور نشانہ اعتراضات کا بناوے اُسکو اختیار ہے
انا بری مما تعملون **لمعہ سادسہ نقل عبارت مولوی امیر باز خاں واعظ جامع مسجد سہارنپور** بعد الحمد والصلوۃ کے

ہوتا ہے کہ بے اصل اخبار شہرت پا جاتی ہیں اکثر وقائع شاہ عبد العزیز صاحب اور دیگر بزرگان کی ایسے ہی ہیں پس ایسی حکایات واہیہ قابل
احتجاج اہل علم کے نہیں ہوتی اور شاہ ولی اللہ صاحب کا روز وفات کے مولد النبی میں جانا جو لکھا ہے وہاں مولد سے مکان ولادت مراد ہے فیوض
الحرمین کی عبارت خود شاہد ہے نہ مجلس مولود مگر سلیقہ علمی مؤلف میں مفقود اور فہم مراد معدوم جو چاہا لکھدیا اور علی ہذا جلال الدین نے جو اظہار شکر
قرأۃ قرآن و ذکر ولادت و اطعام طعام کو جائز فرمایا اُسوقت میں کوئی محذور اس میں خلط نہ ہوا تھا نہ تشبہ کا خدشہ نہ تقید اطلاق کا نہ دیگر اشیاء
نہ وجوب مباح کا تردد تھا لہذا جائز فرمایا اب سب اباحات بکراہت مبتدل ہوئی اور نوبت بہ بدعت پہنچی مجلس مولود بدعت ہوگئی حکم مباحات
کا یہ تبدل زمان مبتدل ہو جاتا ہے علیہذا جو ابن جوزی سے منقول ہے اُسپر حسن ظن ہی کیا جاتا ہے کہ کوئی امر غیر مشروع اُسمیں تھا اگر مؤلف
زمانے ور اسراف کے درجہ کی روشنی وغیرہ کا اقرار کرتا ہے تو ابن جوزی کے فعل سے ممنوع منصوص جائز نہیں ہو سکتا اور نصوص کے مقابلہ میں کسیکا
قول لمحتبا و تبعات کے نہیں سوتا پس شمار اسماء علماء کا کرنا محض لا حاصل ہے **قولہ لمعہ سادسہ نقل عبارت مولوی امیر باز خاں الی قولہ اقول**

ہمیشہ ہو کر التزام مجلس میلاد بلاقیام وروشنی وتقاسیم شیرینی وقیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں ؏ علی ہذا القیاس سوم وفاتحہ پر طعام کر قرون
ثلثہ میں نہیں پائی گئی چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں قال الطیبی فیہ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان
من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر ہذا محل تذکر الذین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونہ ابلغ من القصور للجماعۃ
ونحوہ بس ایسے مقامات میں اتقیا کیا عوام مومنین کو بھی شامل ہونا جائز نہیں ہے ان امور کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ امیر باز خاں

قولہ بعد الحمد والصلوۃ کے اقول سبحان اللہ دیکھنا آپکی فصاحت کلام جب بعد الحمد والصلوۃ میں دونوں الفاظ ترکیب عربی سے معرف
باللام کئے گئے اضافت عربی پیدا ہو چکی اب لفظ کے کا لانا جو ہندی میں اضافت کیلئے آتا ہے کیا ضرور تھا ایک کلمہ مرکب میں دونوں
اضافتیں عربی وہندی کا جمع کر دینا آپ ہی کا کمال ہے یہ تو آغاز وابتدا ہے ؏ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ۔ لیکن آپ ایک اس کا
جواب معقول رکھتے ہیں کیونکہ آپ جامع مسجد کے واعظ ہیں فرما دینگے کہ مسجد کے ملا کو حسن ترکیب الفاظ سے کیا علاقہ قولہ التزام مجلس میلاد
بلاقیام وروشنی وتقاسیم شیرینی وقیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں اقول ارباب تعیین کا اس عبارت سے مقصد حاصل ہوا
اسلئے کہ جب بلا ان قیود کے ضلالت سے خالی نہ ہوا تو مع ان سب قیود کے ضلالت سے خالی ہوگا پس چاہئے کہ التزام اس مجلس کا
مع القیود کیا کریں تاکہ ضلالت سے خالی ہووے لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ کا مطلب یہ نہیں کیا کیجئے عبارت کا بنانا نہ آیا شکایت ہے کہ
اردو عبارت کیلئے بھی متانت اور مادہ علمی چاہئے اگر آپ کو اپنے مطلب کے موافق عبارۃ بنانے کی طاقت ہوتی تو لفظ بھی بعد لفظ قیود لایعنی کی بڑھا
کرتے یعنی التزام اس مجلس کا بلاقیود بھی ضلالت سے خالی نہیں خطاء لفظی اگرچہ گناہ شرعی نہیں ہے لیکن اسلئے نصیحت کیگئی کہ جب ہندوستانی ہو کر
اپنی زبان میں بھی صحیح تکلم کی قدرت نہوئی تو مبادا عام آدمیوں کو اعتقاد علمیت کا بھی اٹھ جاوے یا کوئی تمسخر کرے تو یہ شان علما کے
خلاف ہوگا پس خطاء لفظی پر آگاہ کر دینا مبنی دین پر ہے جواب ہم خطاء معنی پر مواخذہ کرتے ہیں آپکا جو یہ مدعا ہے کہ یہ مجلس بلاقیود بھی ضلالت سے
خالی نہیں اپنی برادری کا اجماع بھی آپ نے توڑ دیا آپ کے سب ہم مشرب تصریح کرتے ہیں کہ حضرت کا تذکرہ بلاقیود عبادت میں داخل ہے آپنے یہ قیاس کیا ہوگا
چونکہ میرا نام امیر باز خاں ہے تو مجکو لازم بلند پروازی ہے وہ بات لکھوں کہ کسی نے نکہی ہو سو حضرت امور دنیا میں بلند پروازی اگر کرتے ہو کرو دین میں فتنہ پردازی

سبحان اللہ دیکھنا آپ کی فصاحت کلام الخ اقول مؤلف کا غایت علم مواخذات الفاظ ہے اور محصلین کے نزدیک امر فضول ہے بھلا اگر متکلم
اضافت کو اپنے کلام میں اعتبار نہ کرے تو کسیکو یہ جبر کرنا یہاں اضافت ہے کسقدر لغو حرکت ہے مؤلف کو اپنی خطاہائے معنوی کی ابھی خبر نہیں
اور وہ پیر حرف ولفظ کی دار و گیر ہے قولہ اقول ارباب تعیین اس عبارت الخ اقول مؤلف دلالۃ النص اور مفہوم موافق تعیین کو تو ہرگز جانتا
ہی نہیں کہ کیا چیز ہوتا ہے ورنہ یہ اعتراض نہ کرتا کاش شافی ہی پڑھ لیتا پہلے بھی اشارہ اسکا کیا ہے اب پھر لکھتا ہوں کہ مجیب کا یہ
کہنا کہ بدون قیام وروشنی وشیرینی یہ محفل جائز نہیں تو دلالۃً واضح ہو گیا کہ ان قیود کے ساتھ بطریق اولی درست نہوگی پس لفظ بھی کی
کچھ ضرورت نہیں مگر مؤلف علم سے بہرہ نہیں رکھتا تفضیح اور تخطیہ مد نظر ہے اپنا فخر ظاہر کرنا اور نصیحت کا کاذب ہے اگر نصح منظور ہوتی تو
بذریعہ خط دوستانہ خفیہ مطلع کرتا غرض مؤلف کی سب باتیں خلاف ہی خلاف ہیں قولہ اپنی برادری کا اجماع بھی الخ اقول مجیب کے برادران ذکر
مولود کو مندوب کہتے ہیں بشرطیکہ تداعی واہتمام سے بھی خالی ہو ورنہ کراہت کے مقر ہیں مؤلف کے فہم پر افسوس ہے کہ سب کے کلام کو ناتمام ہی سمجھتا ہے



پہنچے ہے کہ اجماع کے خلاف چلنا گویا دوزخ میں جلنا ہے من شذ شذ فی النار باقی رہی یہ بات کہ اگر آپ التزام کو منع فرما دیں سوائے خیر کا التزام یعنی
جلوہ دوام کرنا شرع میں مطلوب ہے تحقیق اسکی قریب آتی ہے قولہ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں اقول آپنے تین امر یعنی مجلس میلاد وفاتحہ
وسیوم کی برائی بیان کر کے فرمایا چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں یہ آپنے عوام کو سخت دھوکا دیا کیونکہ عوام یوں جانینگے کہ ملا علی قاری رحمۃ
اللہ علیہ نے ان تینوں کی مذمت کی ہے حالانکہ ملا علی قاری مورد الروی میں محفل مولود شریف کی تعریف کرتے ہیں مع تعیین مہینہ ربیع الاول
اور التزام دائمی کی عبارت انکی شروع دیباچہ میں یہ ہے ؎ لہذا الشہر فی الاسلام فضل ؎ ومنقبۃ تفوق علی الشہور ؎ ربیع فی ربیع فی ربیع
ونور فوق نور فوق نور ؎ اس سے فضیلت ربیع الاول کی ثابت ہوئی جسکو آپ قیودات لایعنی سمجھے ہوئے ہیں اور وہی ملا علی قاری
بعد دو تین ورق کے فرماتے ہیں۔ لازال اہل الاسلام یحتفلون فی کل سنۃ جدیدۃ ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظہر علیہم من برکاتہ
کل فضل عمیم انتہے کلامہ تلخیصا یعنی ہمیشہ سے اہل اسلام محفلیں کرتے ہیں ہر سال اور پڑھتے ہیں مولد شریف اور ظاہر ہوتے ہیں مولد شریف
کی برکت سے ان محفل والوں پر فضل عام اللہ تعالے کے انتہے دیکھو التزام دائمی ہر سال کا اور باوجود مقید بقیود ہونے مولد شریف کے پھر بھی
برکات اور فضل الہی کا ظاہر ہونا کلام ملا علی قاری سے ثابت ہے اور شیخ محمد طاہر محدث مجمع البحار کے ثلث اخیر صفحہ ۵۰۰ میں ماہ ربیع الاول کی تعریف

پس مجیب کا قول اپنی برادری کا ہے اور حق یہ ہے کہ شذوذ کا مضمون تو مؤلف میں ہے کہ جمہور صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے خلاف ہے قولہ آپنے
تین امر الخ اقول علی قاری اور طیبی کے قول میں یہ ہر سہ امور اور جملہ امور جو اس کلیہ میں درج ہیں مفہوم ہیں اور عوام وخواص سب اسکو جانتے
ہیں مگر جسکے دیدہ بصیرت نہیں لیستہ وہ نہیں جانتا اب مورد الروی میں علی کا مدح کرنا مولود کا اگر امور مباحہ بطور اتفاق اس محفل ممدوح میں
ہیں اور انکی ذہن میں یہ واقعی اسوقت عوام کو کچھ ضرر اسمیں تھا اور اصرار کا درجہ نہیں تھا تو یہ مدح خلاف مجیب کے نہیں اور کلیہ سے خارج ہے
کیونکہ مجیب نے التزام وتداعی کو بدعت کہا ہے اور ان قیود کو بشرط اصرار یا ضرر عوام کے بدعت کہا ہے لہذا یہ قول قاری کا سند مؤلف کی نہیں
ہو سکتا اور اگر حسب علم مؤلف کے ایسا ہی تھا تو قول وفعل علی قاری کا خلاف قواعد مسلمہ شرع کی قابل تعویل نہیں البتہ یہ قول کلیہ انکا معتبر اور موافق
قواعد شرع کے ہے اور اس کا خلاف رد ہو جاویگا مع ہذا افضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اس ماہ میں ہونا کہاں سے لازم آگیا یہ فہم عجب مؤلف کا ہے
بلکہ مجالس مروجہ ربیع الاول میں اشد کراہت ہونی چاہئے دیگر شہور کی مجالس سے کیونکہ زمانہ افضل میں معصیت شدید ہو جاتی ہے جیسا رمضان
میں مثلاً جمعہ اور شب جمعہ افضل ہے مگر سوائے ان عبادات کے جو شارع نے اسمیں مقرر کردی دوسری عبادات افضل نہیں بلکہ مکروہ ہے
لہذا افضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اسمیں کرنا کسطرح جائز ہو گیا غرض مؤلف کے فہم پر آفریں ہے اور کیا کہوں دوسری عبارت قاری کی یعنی قولہ
لازال اہل الاسلام الخ میں دوام کو مورث ہونا التزام اصرار کو اور تاکد کو اور دوام عام ہے التزام سے اور وجود عام کا بدون وجود خاص کے ہو سکتا ہے مثلاً
حیوان ہونا بدون انسان کے اسکو ہر عاقل جانتا ہے پس اس سے التزام اصرار سمجھنا ہرگز عقل کی بات نہیں پس مؤلف کے فہم پر عجب ہے اگر ایسا تو جی کبھی پڑھ لیتا
تو یہ نہ لکھتا اور یحتفلون کے لفظ سے قیود مروجہ کا نکالنا بھی مؤلف کے ذہن کی خوبی ہے ایسے مجمع میں مولود کا پڑھنا نکلا اور باقی امور مؤلف نے
ذہن ناقص سے تراش کر لاتا ہے ایسی عبارت میں ہرگز مذکور نہیں سبحان اللہ کیا فہم صائب ہے قولہ مجمع البحار کے صفحہ ۵۰۰ میں الخ اقول اظہار السرور
کا ترجمہ کر کے مؤلف کہتا ہے کہ یعنی مولود سال بسال کیا کریں شرم نہیں کرتا اظہار سرور سے مولود کس طرح نکلا شاید جور کا یہ ترجمہ کسی خانگی

لکھتے ہیں فانہ شرا مرنا بالظہار الحبور فیہ کل عام یعنی یہ ربیع الاول ایسا مہینہ ہے کہ ہم حکم کئے گئے ہیں اسبات کا کہ خوشی اور اکرام ظاہر کیا کریں اس میں ہر برس یعنی مولد شریف سال بسال کیا کریں اس سے بھی التزام دائمی ثابت ہے **قولہ قال الطیبی الی قولہ ومنکرا اقول** یہ قول طیبی کا بھی مولد شریف اور سیوم اور فاتحہ وغیرہ کی بابت ہرگز نہیں بلکہ مشکوۃ شریف میں عبداللہ بن مسعود صحابی کا قول ہے کہ انہوں نے فرمایا نکرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں حصہ شیطان کا کہ اعتقاد کرے نماز میں یہ بھی واجب ہے کہ بعد سلام پھیر دینے کے نہ پھرے وہ مگر داہنے ہاتھ کی طرف سے اسواسطے کہ میں نے دیکھا ہے بہت دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ سلام پھیر کر پھر جاتے تھے اپنی بائیں طرف سے پس اس قول صحابی کی شرح میں طیبی نے ایک حکم اپنی عقل سے نکالا کہ جس کو ابراہیم خان صاحب نقل فرماتے ہیں فیہ من اصر علے مندوب الی آخرہ اس کلام طیبی کے معنے یہ ہیں کہ اس صحابی کے قول میں دلیل ہے اسپر کہ جو کوئی اڑ کر بیٹھ رہا ایک امر مستحب پر اور جان لیا اسکو واجب للزم اور نہ عمل کیا رخصت پر پس تحقیق پہنچا اس کام میں شیطان پھر کیا حال ہے اسکا کہ اصرار کرے بدعت اور خلاف شرع کام پر انتہی کلام طیبی اب اہل اسلام کو فکر کرنا چاہیئے کہ کہاں کا ذکر کہاں کی بات کیا دعوی کیا دلیل اب ہم سے تحقیق اسکی سنو نماز کے بعد داہنی طرف پھر جانے سے جو عبداللہ

---

لغت کی کتاب میں مؤلف نے دیکھا ہوگا ورنہ ایسے معنے لایعنی کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا اظہار حبور کے معنے سرور کا ظاہر کرنا ہے جسکا شارع نے امر فرمایا نہ امور غیر مشروع کا اس عبارت سے کل کو راگ ناچ بھی مؤلف نکال سکتا ہے کیونکہ وہ بھی عرف فساق میں وقت سرور کے ہوا کرتا ہے معاذ اللہ اب اگر کوئی مؤلف سے پوچھے کہ صاحب مجمع البحار کا یہ قول امرنا بالحبور کس نص سے ثابت ہے اور کونسی نص سے امر حبور کا ہوا ہے تو مؤلف کو اس کا اثبات بھی مشکل پڑ جاویگا پھر وہی کم فہمی مؤلف کی سنو کہ لفظ کل عام سے دوام ثابت ہوا نہ التزام اصرار تو خوش ہو کر مؤلف کا کہنا اس سے بھی التزام دائمی ثابت ہے محض کم فہمی ہے **قولہ قال الطیبی الی قولہ ومنکرا اقول** یہ قول طیبی کا بھی مولود شریف الخ **اقول** کمال نادانی مؤلف کی ہے اسیواسطے کہ قرآن وحدیث وقول صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہی ہو فقہا کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اس کلیہ سے صدہا مسائل جزئیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں اسکا ہی نام تفقہ ہے سب ادنے اعلے اہل علم اس کو جانتے ہیں تمام بخاری وغیرہ کتب کے ابواب اس کے شاہد ہیں ایسا ہی طیبی نے اس قول حضرت عبداللہ بن مسعود سے کلیہ پیدا کیا اور پھر وہ کلیہ سب ابواب میں مفید حکم ہوا عبادات ومعاملات میں اور خلاصہ کلیہ کا یہ ہے کہ حکم شارع کا اپنے محل ومورد پر قصر کرے اسکی حد سے تعدی نہ کرے اگر کریگا تغیر حکم شرع کا ہو جاویگا اور تغیر حکم شرع کو ہی بدعت کہتے ہیں پس مؤلف کا فہم عالی کہ یہ کلیہ صلوۃ کا ہے کہاں مولود اور کہاں صلوۃ سبحان اللہ ایسے فہم پر تحریر کتاب ہے یہ نہیں جانتا کہ تعدی حدود اللہ اور تغیر حکم شرع اس سے ثابت ہوا اور تعدی وتبدیل حکم سب جگہ بدعت ہے اور طرفہ یہ ہے کہ خود ہی تعدی کو اور [illegible] کو ثابت بھی کرتا ہے کہ بدعت ہے مؤلف کی نہایت عجب العجائب عقل ہے **قولہ** اب ہم سے تحقیق اس کی سنو الخ **اقول** مؤلف اس تحریر میں صاف اقرار کرتا ہے کہ داہنی طرف پھرنا سنت ہے اگر اس کو کوئی واجب اعتقاد کریگا تو حکم شرع کو بدلیگا یہ پہلی بات مؤلف کی ہے اور دوسری یہ کہ بائیں طرف پھرنا بھی سنت ہے تو داہنی کو تعیین کرنے میں کراہت حب کی لازم ہوویگی تو سنت کراہت سے مبدل ہوئی یہ تبدیل حکم شرع کی ہوئی بہرحال تبدیل حکم شرع کی ثابت ہوگئی تو طیبی نے یہ قاعدہ نکال لیا کہ کسی حکم شرع کو تبدیل کرنا چاہیئے خواہ وہ حکم کسی باب فقہ میں ہو عبادات عادات اخلاق ومعاملات کوئی ہو اب نہایت تعجب ہے کہ مؤلف خود یہ کہتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ طیبی نے یہ تو نہیں کہا کہ



ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے منع کیا اس میں دو باتیں خلاف شرع تھیں ایک تو یہ کہ داہنی طرف سے پھرنا سنت ہے پھر اگر اس کو کوئی واجب اعتقاد کریگا تو ظاہر ہے کہ وہ بدل دیگا حکم شرع کو دیکھو تمہارے عالم مسلم الثبوت مولوی قطب الدین خان صاحب اس حدیث کی تحقیق میں مظاہر حق [illegible] سنت میں اعتقاد وجوب ہونیکا نہ کرے انتہے کلامہ دوسرے یہ کہ جب عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف سے پھرتے دیکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف سے پھر جانا بھی سنت ہے حالانکہ جو شخص داہنی طرف سے پھر جانا واجب اعتقاد کریگا اسکے نزدیک بائیں طرف سے پھرنا موافق قانون شرع کے مکروہ تحریمی ٹھہریگا کیونکہ واجب کا ترک عمدا مکروہ تحریمہ ہوتا ہے پس اسکے اعتقاد کے موافق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنے بائیں طرف سے پھرنا جو کہ سنت تھا وہ مکروہ تحریمہ ٹھہرتا ان دو قباحتوں پر صحابی موصوف نے منع فرمایا کہ ایسے اعتقاد کرنے کو شیطان کا حصہ یعنی گمراہی اپنے دین میں پیدا مت کرو ایسی تحقیق پر طیبی نے کلام صحابی سے یہ بات عقل سے پیدا کی کہ جب مستحب کام کو واجب اعتقاد کرنے سے شیطان کا حصہ ہو جاتا ہے تو بدعت اور خلاف شرع کو واجب کر جاننے اور اسپر دائمی عمل کرنے سے کیوں شیطان کا دخل نہ ہوگا پس طیبی نے بدعت اور خلاف شرع امر کے واجب جانکر عمل دائمی کرنے پر انکار کیا ہے یہ تو نہیں لکھا کہ مولود شریف اور فاتحہ بدعت ہے اور خلاف شرع ہے تم نے اس کو آپ ہی آپ خیالی پلاؤ پکا کر بدعت اور خلاف شرع تجویز کر لیا پھر اسکو طیبی کے کلام میں درج کر لیا اللہ تعالی ایسے مغالطات سے پناہ دے اب بگوش ہوش سننا چاہیئے کہ جو التزام امر مستحب کو کلام طیبی سے ضلالت میں داخل کرتے ہو یہ امر بالکل لغو وخلاف حق ہے ہم خاص خیر القرون کے لوگوں میں اور نیز مابعد انکے محدثین فقہا ومشایخ واولیا میں بہت امور مستحب ومستحسن پر التزام ثابت کر دینگے لیکن ان کی تفصیل نگارش میں طول ہے اسلئے ہم فقط رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ارشاد پر ختم کرتے ہیں مسلم اور بخاری میں حدیث

---

مولود فاتحہ بدعت ہے اور خلاف شرع ہے لاحول ولا قوۃ ارے کور فہم جب اس نے تغیر حکم شرع کو مطلقا بدعت کہدیا تو فاتحہ مروجہ جو ایک ہیئت کا ضرور جاننا ہے مباح سنت یا واجب ہی تو جانتا ہے اور علی ہذا مولود کی ہیئت کہ جو مکروہ ہے یا بدعت موجب ثواب اور مستحب جانتا ہو تغیر حکم شرع کا اس میں بھی موجود ہے پھر خاص نام مولود اور فاتحہ کا اسمیں لینا کیا حاجت ہوئی اور کلیہ میں کسی جزئیہ کا نام لکھیں تو ہی جو یعمل نہ ہوا کسقدر بلادت ہے العظمۃ للہ انسان کلی پر حکم صلوۃ وصوم وغیرہما کا ہے عبدالسمیع کا نام اسمیں کہاں ہے کل کو انکار فرضیۃ ادائے کر دینا کہ یہ نام اسمیں کہاں ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ سمیع ہی ایسے مغالطات سے حقتعالی پناہ دیوے اسمیں تو تمام دین ہی برہم ہو جاویگا الحاصل بڑا عجب معاملہ ہے کہ خود مؤلف تغیر حکم شرع کو ثابت کر رہا ہے اور آپ ہی اس قاعدہ کو بلاوجہ باب صلوۃ میں مقصور کرتا ہے اور تغیر حکم شرع کی نفی میں بحث کر رہا ہے سبحان اللہ دعوی اور دلیل اور تقریر مؤلف کی عجائب خانہ میں پیش کرنیکے قابل ہے **قولہ اب بگوش** ہوش الخ **اقول** مؤلف کو تو کچھ خبر ہی نہیں کیا کہتا ہوں بس سب اسکی تقریر سے استحباب کا دوام نکلتا ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ دوام اور التزام اصرار میں فرق ہے جو بدعت ہے وہ التزام یعنے اصرار ہے اور جو مستحب ہے وہ دوام بلا التزام ہے مگر مؤلف نے ایک مقدمہ اپنے ذہن [illegible] اور دوام دونوں ایک شے ہیں پس دلیل بنا کر مدعا سمجھ لیا پھر گوش ہوش سے مؤلف سنے کہ التزام جسکو بدعت کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مباح یا مستحب کو واجب یا سنت مؤکدہ اعتقاد کر کے کرے یا مثل مؤکدات کی مداومت کرے اور دلیل اس [illegible] کہ تارک پر ایسی [illegible] ترک واجب کے ملامت وشناعت ہو چنانچہ اب ترک مولود وفاتحہ پر مشہور ہے اور اہتمام اس کے فعل کا واجبات جیسا ہو

متفق علیہ ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا احب الاعمال الی اللہ ادومہا یعنی اللہ کو وہی عمل سب سے زیادہ پیارا ہے جو سدا کو
ہووے اور کبھی چھوٹے نہیں۔ تمہارے نواب قطب الدین خاں صاحب اسکی شرح میں لکھتے ہیں کہ بسبب اس حدیث کے برا جانتے ہیں اہل تصوف
ترک اوراد کو جیسا کہ برا جانتے ہیں ترک فرائض کو اور ظاہر تر یہ ہے کہ یہ ترک اولے ہے الی آخرہ اب دلیل کا تفاوت دیکھو کہ تم کلام طیبی سے
التزام امر مستحب کو ضلالت ثابت کرتے ہو اور ہم مداومت اور التزام کو محبوب عند اللہ و عند الرسول ہونا خود صحیح حدیث رسول سے ثابت
کرتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اور کاش تم غور سے دیکھو تو معلوم کرو کہ طیبی کا کلام خلاف حدیث نہیں کیونکہ طیبی کی
مراد یہ ہے کہ اُس امر مستحب کو واجب من عند اللہ اعتقاد کرکے التزام کرے تو وہ باطل ہے اور اسبات پر یہ دلیل نہایت قوی ہے کہ جس قول
صحابی سے طیبی نے استنباط کیا ہے اس قول میں خود شارحین وجوب اعتقاد مراد لیتے ہیں بنا علیہ واجب ہے کہ کلام طیبی میں بھی وہی وجوب اعتقاد
مراد لیں یعنی جو کوئی مستحب کو واجب اعتقاد کرکے مداومت مثل واجب کے کریگا وہ ضلالت ہے اور جبکہ اُس شخص کو واجب نہیں بلکہ ایک امر حسن اور
مستحب سمجھ کر مداومت کرے تو وہ نہایت محمود اور مقبول ہے کما فی الحدیث۔ اس بنا پر سمجھ لو جو لوگ محفل میلاد شریف یا اپنی اموات کی ثواب
رسانی کو فرض و واجب اعتقاد نکریں بلکہ ایک امر خیر سمجھکر تمام عمر کرتے رہیں اور کبھی نہ چھوڑیں شریعت میں وہ اور اُنکا کام محمود اور محبوب عند اللہ
ہوگا رسول نے سچے نے فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومہا بلکہ اگر وہ چھوڑ دینگے تو وہ محل عتاب ہونگے تارک الورد ملعون یعنے جسنے ایک
خیر اپنا ورد کیا پھر وہ اُسکو چھوڑ دے تو وہ ملعون یعنی اللہ کی رحمت سے بعید ہوتا ہے **قولہ** ہذا محل تذکر الذین الی آخرہ **اقول** اسکو آپنے
ظاہر نفرمایا کہ کس کا کلام ہے طیبی کا کلام تو علی بدعۃ او منکر پر تمام ہو چکا جیسا کہ مولوی اسحق صاحب نے اسقدر عبارت طیبی کی لکھکر آگے

چنانچہ ظاہر و موجود ہے بعد اسکے جو طیبی کے قول کو مؤلف حدیث سے موافق کرتا ہے وہ خود لغو کلام ہو گئی اپنے فہم پر گفتگو کرتا ہے اور
بس مگر ہاں یہاں مؤلف نے اقرار کر لیا کہ مستحب کو واجب اعتقاد کرکے مداومت کریگا تو ضلالت ہے اور یہی مدعا مجیب کا تھا مگر مؤلف مطلب نہیں
سمجھا وہ کہ میں ان تھا ہو واجب جیسا معاملہ کرنا بھی واجب جاننا ہی ہوتا ہے **قولہ** اگر چھوڑ دینگے تو محل عتاب ہوں گے الخ **اقول**
نہ معلوم کہ تارک الورد ملعون کونسی حدیث اور کس کتاب کی حدیث ہے معاذ اللہ مؤلف کے استدلالات کسقدر چرپوچ بےمعنی ہیں یہ
اہل تصوف کا مقولہ ہے صاحب الورد ملعون اور تارک الورد ملعون اور اسکے ایک معنی مصطلح اُنکے ہیں کہ اسکے بیان میں طول اور کلام
خارج مبحث ہے مؤلف اسکو استدلال میں ذکر کرکے اپنا جہل ثابت کرتا ہے بھلا کہیں شرع میں وارد ہوا ہے کہ تارک مستحب کا ملعون ہو
استغفر اللہ مؤلف کو کچھ آگے پیچھے کی خبر نہیں رہی اب تمام دنیا کو ملعون بنایا اور ترک مستحب کو حرام ٹھیرایا کیونکہ لعنت حرام کار پر ہی ہوتی ہے
تبدیل حکم شرعی کی کرکے خود مبتدعین میں داخل ہوا ابھی تبدیل حکم کو حرام ثابت کیا ہے پھر جسکا انکار تھا اسکا اول اثبات کیا اور پھر اسکو اپنا
ہی عقیدہ بنا لیا الہی توبہ یہ ہذیان کہیں کسینے نہ سنا ہوگا مگر ہاں اس قول کا دوسرا فقرہ کہ صاحب الورد ملعون جو ہے اُس سے فعل مستحب
کرنیوالوں کو جو فعل مستحب کو لازم کر کے والونکو بھی مؤلف محل عتاب بناوے تو شایاں اسکے علم و عقل کے ہے معاذ اللہ تعالے کیسی کج فہمی ہے۔ **قولہ** اقول اسکو ظاہر
نفرمایا الخ **اقول** یہ فقرہ خواہ کسی کا ہو مطلب مجیب کا تو علے بدعۃ او منکر تک کی عبارت سے واضح ہو لیا تھا کیونکہ انکار طیبی وغیرہ علما کا اُن لوگوں پر
ہے کہ ان رسوم کو مثل جمعہ اور جماعت و عیدین کے اہتمام و ملامت میں بناتے ہیں اور وہ لوگ جہلا عوام اور مؤلف کے ہمدم خواص



فصدیا ہے انتہے اور اُنکے شاگرد مولوی قطب الدین خاں صاحب نے بھی ترجمہ مشکوۃ میں اسیقدر بیان کیا ہے اب قول جو چلا کہ ہذا محل تذکر الذین یصرون
الخ یہ فقرہ معلوم نہ ہوا کہ کس کا ہے بہرکیف یہ قول اگر آپکا ضمیمۃ الحاقی ہے یا کلام قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یا طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمکو کچھ مضر نہیں اسلئے
کہ وہ انکار فرماتے ہیں ان لوگوں پر جو سیوم کے کرنے کو جمعہ اور عیدین اور فرائض پنجگانہ کی جماعت میں حاضر ہونے سے زیادہ تر موکد اعتقاد
کریں چنانچہ اُنکی یہ عبارت آپ ہی نقل فرماتے ہیں یرونہ ارجح من الحضور للجماعۃ افسوس عبارت نقل کریں اور معنی نہ سمجھیں لے حضرت امیر
کسکو کلام ہے کہ ایک امر خیر اور کار ثواب جو کہ مستحب ہے جو کوئی اس کو واجب بلکہ واجب سے بھی زیادہ اعتقاد کریگا لابد اُسکے حق میں منع کیا جاویگا
کیونکہ اُسنے قاعدہ دین بدل دیا کہ مستحب کو واجب اعتقاد کر لیا لیکن یہ بات تو اس عبارت منقولہ جناب سے سمجھی گئی کہ جو لوگ اس اجتماع سیوم
کو جماعت کی نماز پڑھنے سے زیادہ تر موجب اجر نہیں سمجھتے وہ اس قاعدہ منع میں داخل نہیں ہیں پھر کیوں آپ حکم مناہی کا علی العموم
دیتے ہیں، **قولہ** پس ایسے مقامات میں اتقیا تو کیا عوام مومنین کو بھی شامل ہونا جائز نہیں الی آخرہ **اقول** فاسق آدمی اور مبتدع لوگوں پر
کتب فقہ و عقائد میں اطلاق لفظ مومن کا آیا ہے کافر اُن کو بھی نہیں کہتے پس وہ سب اگرچہ متبع سنت اور متقی نہوں لیکن عوام مومنین میں
من الشرع داخل ہیں جب اُن عوام مومنین کو بھی مجلس مدح رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور مجلس قرآن خوانی اور لا الہ الا اللہ پڑھنے میں
شامل ہونا جائز نہ ہوا تو شاید مولوی صاحب کے نزدیک باتیں کفار کو جائز ہونگی جس طرح مولوی رشید احمد صاحب کے فتوی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ
سب ہنود کی رسوم ہیں سبحان اللہ ع مفتی نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے ہوا اور اسیطرح مسئلہ سماع میں بھی فتوی انکاری کے صفحہ
میں آپنے دینی مولوی امیر باز خاں صاحب البلند پرواز سے با قتضاے کے اسمی فرمائی ہے آپ مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ
سے سند لاتے ہیں وحکی عن ابی نصر الدبوسی عن القاضی ظہیر الدین الخوارزمی من سمع الغناء من الغنی وغیرہ اوبری فعلا من الحرام فیحسن
ذلک باعتقاد او بغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال الی آخرہ اب دیکھئے اس روایت میں چار تعمیم ہیں ایک تو جملہ من سمع الغناء میں لفظ غنا
عام ہے یعنی جس کسینے سنا غنا واضح ہو کہ فارسی میں سرود اور عربی میں غنا اور سماع ایک معنی میں مستعمل ہیں اس اعتبار سے کہ آواز گانیوالے
کی منہ سے نکلتی ہے اُسکو غنا کہتے ہیں اور چونکہ سنتے ہیں اُسکو سننے والے اس اعتبار سے اُسکو سماع کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ غنا خواہ دنیادار
مبتلائے نفس سے بطریق لہو و لعب کے یا کوئی اہل غلبہ سکر و ہیجان عشق الہی میں سنے آپکی اس روایت میں دونوں کا حکم ایک ہی جائز
اور حرام کچھ فرق نہیں حالانکہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں اور فقیہ شامی نے شرح درمختار
میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ اور شرح سفر السعادت میں اور ملا جیون نے تفسیر احمدی میں فرق بیان کیا ہے بطریق لہو ممنوع
اور اہل دل کے حق میں سکوت اور قاضی صدر بن رشید تبریزی نے دستور القضات فتاوے فقہ حنفی میں جس سے مولوی اسحق صاحب بھی
اپنی تصنیفات میں سند پکڑتے ہیں سماع کے حق میں یہ لکھا ہے ولا تنکرہ فان لاربابا والسماع لا یصح الا لمن کان قلبہ حیا و نفسہ میتا دوسری تعمیم
یہ ہے بالائی غلط بیانی خلاف بیانی ہے اور لفظ لفظ کا جواب دیا گیا ضرور ہے مطلب واضح ہو چکا کم فہمی مؤلف کی روشن ہولی اور ہر گاہ کہ تارک
الورد ملعون عقیدہ مؤلف کا ہے تو واجب ہو نہیں کیا کوتاہی رہی مگر مؤلف کو حواس نہیں فقط **قولہ** اقول فاسق آدمی اور مبتدع الخ
**اقول** مؤلف کے فہم پر صد آفریں مجیب نے جو ان موقع میں حاضر ہونیکو منع کیا ہے تو بوجہ حضور فسق و بدعات کے منع کیا ہے کہ کوئی مومن

لفظ غنار کی ہے قاموس میں لکھا ہے الغنار ککساء من الصوت ما طرب بہ اور منتخب میں غنار کے معنے سرود کے لکھے ہیں اور برہان قاطع میں
سرود کے معنے لکھے ہیں خواندگی و گویندگی مرغان و آدمیان اور مجمع البحار میں ہے وکل صوت رفع فنبار عند العرب غرضکہ محاورہ عرب میں
معنی لفظ غنار میں مزامیر کا ہونا داخل نہیں ہاں البتہ اشعار جائزہ ہوں یا فاحشہ سب کو غنار کہتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے الغنار کما
یطلق علی المعروف یطلق علی غیرہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یتغن بالقرآن لیس منا پس حدیث شریف میں لفظ غنار کا قرآن شریف
کی نسبت بھی واقع ہے اور اشعار مدح و حکمت و نعت و حمد خدا کو جو شخص خوش آوازی سے پڑھے اُسکو بھی فقہا غنا کہتے ہیں اور اس غنا
کو جائز رکھتے ہیں آپکی روایت میں غنا عام رہا اور کل ناجائز امر اسکو اچھا سمجھے والا مرتد نعوذ باللہ منہا تیسری تعمیم من المغنی وغیرہ یعنی خواہ مغنی
سے سُنے جو قواعد موسیقی کے موافق بطریق تمطیط و تشویق سے گاتا ہی یا غیر مغنی سے سُنے جسکو کچھ بھی قاعدہ معلوم نہیں جس طرح دو لڑکیاں حضرت
عائشہ کے پاس گانا گاتی تھیں بخاری کی ایک روایت میں آیا ہی لیستا بمغنیتین یعنی وہ دونوں لڑکیاں قواعد گانیکے بطور موسیقی کے جاننے والیاں نہیں
اب آپکی روایت کی تعمیم نعوذ باللہ منہا دیکھئے کہاں کہاں تک جائیگی چوتھی تعمیم فحسن ذلک باعتقاد او بغیر اعتقاد یعنی اُس غنا کو اور حرام کام کو اچھا
کہے اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد وہ مرتد ہو جاتا ہی نعوذ باللہ منہا انتہی ان چاروں تعمیمات کی جمیع شقوق کو تشریح کرنے سے دنیا میں کوئی شخص مرتد ہونے
سے نہیں بچیگا مگر وہ شخص کہ جو قرآن شریف کو بھی صوت حسن اور لہجہ پاکیزہ سے سنکر اپنی زبان کو دبائے دیکھے یہ منھ سے نہ نکالے کہ اچھا پڑھا کیونکہ
قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنے کو بھی حدیث اور فقہ میں غنا فرمایا ہی کما فی البخاری و خزانۃ الروایات وغیرہا اور آپکی روایات منقول ہیں
جو کوئی غنا کو سنکر اچھا کہدے وہ مرتد ہو جاتا ہی افسوس صد افسوس کہ واعظ بنگئے مفتی بنگئے شروط افتا کی خبر بھی نہیں کہ فتوی کیسے فتاوی میں
لکھا کرتے ہیں یا مکتوبات سے اور پھر یہ بات کہ فتاوی میں بھی اقوال متعارضہ ہیں ان میں سے وہ قول جسکا ماخذ صحیح اور قواعد اصول کے
مطابق ہو اسکو اختیار کرتے ہیں دوسرے کو نہیں اور جس قول کے اختیار کرنے میں ایک جہاں کی تفسیق و تضلیل یا کسی مسلمان کی تکفیر لازم
آوے اُس سے احتراز کیا کرتے ہیں اور اسپر بھی نظر کیا کرتے ہیں کہ یہ حرام لعینہ ہی یا لغیرہ اور حرام لغیرہ کو حلال کہنے والا کافر نہیں ہوا کرتا یہ
یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہے اور آپنے جو روایت نقل کی تو کیا نقل کی۔ حکی عن ابی نصر الدبوسی لفظ حکی خود ماضی مجہول ہی اسکا
حکایت کرنیوالا معلوم نہیں پھر ایسی مجہول روایتوں کو مقابل قرآن لینا کسقدر رسم المفتی سے جہالت ہی اب التماس یہ ہی کہ جس طرح آپ اس روایت کو
فتوی انکار میں اُس غریب پر رواں کر چکے ہیں اور یہ لکھا ہی کہ اُسکا ایمان ہی میں خلل ہی پھر نماز اُسکے پیچھے کیسے جائز ہوگی اب اُسی طرح
صاحب مکتوبات مجددیہ پر بھی اس روایت مکتوبات مجددیہ کو متوجہ فرمایئے اور اُنکا ایمان اپنے فہم ردی کیموافق خلل سے سنبھالئے۔ جلد
اول مکتوب دو بست و ہشتاد و پنجم میں لکھتے ہیں سماع و وجد جماعہ را نافع است کہ بتقلب احوال متصف اند پھر سات سطر کے بعد لکھتے ہیں
قسمے از منتہیان اند کہ سماع باوجود استقرار وقت ایشان را نیز نافع است پھر انیس ۱۹ سطر کے بعد لکھتے ہیں باوجود بر ودت میل عروج دارند بتصور
سماع ایشان را سود مند است و حرارت بخش ہر زمان بمدد سماع ایشان را عروج بمنازل قرب میسر میشود الی آخرہ۔ اب فرمایئے اس کو زیادہ
بنجاوے کیسکو جانا درست نہیں اسوجہ سے ذکر فخر عالم اور کلمہ طیبہ در قرآن کے سبحان اللہ تعالیٰ ز فرمایا فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین اگر
جہاں کوئی منکر ہو اگرچہ مخلط بذکر مستحب ہو ۔ ہاں جانا منع ہی اور قاعدہ مقررہ فقہ کا ہی۔ اذا جتمع[1] الحلال والحرام غلب الحرام اسیواسطے رد دعوۃ مسنونہ کا

[1] یعنی جب جمع ہو حلال اور حرام تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے ۱۲ منہ



اچھا کہنا سماع و غنا کا کیا ہوگا کہ اُس سے عروج منازل قرب الہٰی ثابت کرتے ہیں اور اگر یہ کہو کہ یہاں حضرت مجدد تعریف سماع کرتے ہیں اور دوسری
جگہ برائی سماع کی لکھتے ہیں تو اعتقاد اُن کا برائی پر ہی نہ تحسین پر جواب اُسکا یہ ہی کہ دوسری جگہ بُرا لکھنا ہرگز نفع نہ دیگا جبکہ تم روایت تعمیم اُسکے
نقل کر چکے کہ جو آدمی اچھا کہے سماع غنا کو اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد فوراً مرتد ہو جاتا ہے افسوس ہی کہ اسوقت کے کسی غریب آدمی نے اگر محفل سماع کو
اچھا کہا اس معنی کر کہ وہ اہل تصوف سے ہی حرارت آواز نغمات سے اسکی روح حیوانی کو ترقی ہو کر اُسکے اتصال سے روح انسانی متاثر ہوتی ہے
اُسپر آپ حکم مرتد ہونیکا لگاویں اور اُسکے ایمان میں خلل بتاویں اور مجدد صاحب نے بھی وہی بات یعنی نافع ہونا سماع کا اور عروج منازل قرب
الہٰی حاصل ہونا بیان کیا اُنکو آپ لکھتے ہیں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور ترجمہ اُن کی روایت کا لکھکر لکھتے ہیں انتہی ترجمہ کلام امام ربانی یہ کیا بے
انصافی ہی ایک تو تعریف سماع کی کرکے مرتد ہو گیا ایک امام ربانی علیہ الرحمۃ بنا رہا خیر امام ربانی کو چھوڑ کر اب اپنے مجتہد مولوی اسمعیل صاحب کا ایمان سنبھالو
صراط مستقیم میں جو مویدات عشق الہٰی کو بیان فرماتے ہیں لکھتے ہیں۔ از جملہ مویدات آن استماع الحان خوش و اصوات دلکش و قصص شوق آمیز و اشعار
عشق انگیز است انتہی اب دیکھئے معنے غنا کے ہم کتب معتبرہ لغات سے لکھ چکے پھر اشعار عشق انگیز کو جب اصوات دلکش اور الحان خوش میں
پڑھیں گے یہ غنا ہو گیا مولوی اسمعیل صاحب حسب ہدایت اپنے پیر سید احمد صاحب کے اس غنا کو مویدات عشق الہٰی میں شمار کرتے ہیں یہ غنا کی
تعریف ہو گئی پھر اُن آوازوں کو خوش کہنا اور دلکش کہنا یہ بھی تعریف ہے اب مولوی اسمعیل صاحب کہیں دوسری جگہ برائی سماع و غنا کی لکھدیں تو
مفید نہوگی یہاں تو تعریف لکھی ابو النصر دبوسی کی روایت فحسن ذلک باعتقاد او بغیر اعتقاد بالضرور اُنپر چل جاویگی اب مولوی اسمعیل صاحب کے
دادا پیر شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ سماع اور غنا کو درست فرماتے ہیں وسیلۃ النجات یعنی دس سوالات کہ مولوی
شاہ بخارا کے جواب میں فرماتے ہیں جواب سوال ثامن آنکہ۔ قال السرخسی فی البدیع والسماع فی اوقات السرور تاکید اللسرور مباح ان کان فی تلک
السرور مباحا کالغنار فی ایام العید وفی العروس وفی وقت مجی الغائب ووقت الولیمۃ والعقیقۃ وعند الولادۃ والختانۃ وحفظ القرآن انتہی
کلام شاہ عبد العزیز سے بھی جواز سماع و غنا صاف ظاہر ہی اب فقہا رحمہم اللہ کی خبر لو در مختار کی کتاب الشہادۃ میں مسئلہ غنار کا اس طرح لکھا ہے
ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا یعنی علمار اہل سنت میں بعضوں نے غنار کو مباح رکھا مطلقاً اور بعضوں نے مکروہ مطلقاً اب ہم پوچھتے
ہیں کہ وہ علمار جنکا قول در مختار میں اباحت کیلئے منقول ہی کیا وہ مرتد ہیں؟ نعوذ باللہ منہا اور مجد الدین صاحب قاموس نے سفر السعادت میں لکھا ہی در باب
ذم سماع حدیث صحیح وارد نشدہ انتہی۔ اب ان فقہار کرام کو کیا کہو گے دستور القضات میں ہی من انکر السماع مجملا فقد انکر علی سبعین صدیقا
اور صاحب قاموس تو بالکل سماع کی مذمت یعنی کراہۃ تک بھی ثابت نہیں کرتا اور ابو محمد ابن حزم جو متاخرین محدثین میں ایک بڑا فاضل محدث
گذرا ہی وہ صاحب قاموس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہی کہ مزامیر تک کو اُسنے مباح اور جائز قرار دیا پھر بھی ان دونوں عالموں کو مرتد اور کافر نہیں کہتے
امام نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ میں اسقدر اسکو لکھا ہی لم یصب ابو محمد ابن حزم الظاہری اور دو سطر کے بعد لکھا ہی وہذا خطار من ابن حزم یعنی
ابو محمد ابن حزم جو مزامیر ملاہی کو علی الاعلان مباح کہتا ہی یہ اُسکی رائے صواب نہیں خطا ہوئی ابن حزم سے پس اُسکی خطا کی تو قایل ہوئے لیکن اسکو
حضور منکر کے سبب کتب میں لکھا ہی پہلے اسکا حال لکھا گیا پس اب مولف اعتراض حق تعالیٰ پر اور فخر عالم علیہ السلام پر اور سب فقہا پر کرے
کہ جب مسلمان ضیافت مسنونہ میں جاویں تو کیا کافر جاکر سنت ادا کرینگے معاذ اللہ اور سابق گذر چکا کہ حضرت فخر عالم حضرت فاطمہ کے گھر سے رک

کافر مرتد فاسق فاجر نہ لکھا پہلے علما اصلی تو اسقدر زبان کو سنبھالیں تم ایسے پیشوا گونگے ایمان کو گھانس کیطرح کاٹتے چلے جاتے ہو بیشک سچ فرمایا
ہے ہمارے نبی کریم مخبر صادق مصدوق علیہ السلام نے کہ اللہ تعالے آخر زمانہ میں علم کو سینۂ علماء دین سے نہ کھینچلیگا بلکہ علماء کاملین
حق شناس مرجاینگے تب آدمی اپنا سردار جاہلونکو بنالینگے اُنسے مسائل پوچھینگے فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا یعنی وہ جاہل مفتی فتوی دیگے
بغیر علم اور بغیر دریافت کئے پس خود گمراہ ہونگے اور لوگونکو گمراہ کرینگے۔ روایۃ کی یہ مسلم اور بخاری نے اے بھائی اگر مفتی بنا چاہتے ہو تو شرطیں اُسکی
کی پیدا کرو رسم المفتی سے آگاہ ہو اور احکام کے لفظ بچاؤ اور خدا کا خوف دلمیں رکھو یہ نہیں کہ خلقت کو مرتد بناؤ اور آپ بڑے ولی صالح بن بیٹھو
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقی اور اسیطرح آپ حقہ کے مسئلہ میں بھی حقہ کی برائی کرنے کیلئے معنے قرآن کے ایجاد کرکے خود
مستحق عذاب ہوگئے کیونکہ آپکا رسالہ انکار الثقلیان مطبوعہ ہاشمی کے صفحہ ۴۰ میں لکھتے ہیں یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس یعنی لاویگا
آسمان دھواں ظاہر کہ آسمان سے مینہ برسیگا اور اُس سے ایک درخت پیدا ہوگا کہ وہ لوگونکو حاوی ہوگا یعنی بہت سے لوگ حقہ نوشی کیوقت میں
اسکے اندر پھنسینگے فرمایا ہذا عذاب الیم۔ یہ عذاب دکھ دینے والا ہے کہ مزا اُسکا کڑوا ہے اور آخرت میں باعث ماخوذگی کا ہے الی آخرہ۔ اب خیال
کرنا چاہیئے کہ اسوقت ہماری نظر میں تفسیر کبیر اور کشاف اور روح البیان وغیرہ چند تفسیریں ہیں اور پچھلی ہیں کسینے یہ معنی نہیں لکھے بلکہ مفسر
دو طرف گئے ہیں بعض کہتے ہیں قرب قیامت میں ایک دھواں آویگا وہ تمام دنیا میں چھا جاویگا اور چالیس روز رہیگا یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن کا ہے اور ابن عباس کا بھی یہ قول مشہور ہے اور بعضے اسطرف گئے ہیں کہ جب قریش تکذیب دین کرنے
لگے تب اُنپر آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تب یہ دخان نظر آیا یعنی قحط سالی شدید طاری ہوئی اور کافر فوق مردار مرگئے اور ہڈیاں اور بال بھیڑ اور
بکریونکے اور خون وغیرہ کھایا تب زمین و آسمان کے بیچ میں انکی آنکھونکے آگے دھواں نظر آتا تھا یہ قول ابن مسعود اور مقاتل و مجاہد وغیرہ کا ہے جسکا
جی چاہے تفسیریں بزبان عربی و فارسی و ہندی اُردو کی نکالکر دیکھے کسینے حقہ مراد نہیں لیا پھر اس شخص نے جو معنے قرآن کے بگاڑ دیے تو کچھ کسیکا
نقصان نہیں کیا اپنا ہی ٹھکانا دوزخ میں کیا حدیث میں ہے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار جو کوئی قرآن میں اپنی رائے
سے معنے نکالے اسکو چاہیئے اپنا ٹھکانا دوزخ میں کرے بھلا یہ صاحب خدا کا خوف تو کیا کرتے خدا سے بڑے بیندر ڈرا کرتے ہیں اُنہوں نے آدمیوں کی
شرم بھی نہ کی کہ کوئی مجھکو کیا کہیگا کہ آیۃ میں ہذا عذاب الیم کا ترجمہ یہ لکھتا ہوں کہ مزا اسکا کڑوا ہے اے باشعور بہتری چیزیں دوا اور غذا میں
کڑوی ہیں مثلاً کریلا۔ شاہترہ۔ چرائتہ۔ رسوت۔ ایلوہ ان چیزونکے کھانیوالے سب عذاب الیم میں گرفتار ہیں پھر اسکے بعد یہ شرم نہ آئی جب قرآن
پڑھنے والا اس آیۃ کو پڑھکر آگے بڑھیگا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون یعنی اے پروردگار کھولدے ہم سے اس عذابکو ہم اب ایمان لاتے ہیں
دیکھو مفسرین نے جو بیان کیا ہے اُس سے تو اس دعا کو مناسبت ہے کیونکہ جب وہ قحط پڑا تھا تب ابوسفیان نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی
تھی کہ خدا اس دخان کو دفع کرے اور جو لوگ قرب قیامۃ کا دھواں مراد لیتے ہیں اُس قول پر بھی یہ دعا صحیح ہے کہ آدمی اُسدن گھبراکر دعا کرنے
لگینگے کہ اے پروردگار کھولدے ہمسے یہ عذاب دخان کا لیکن یہ جو تمنے معنے کئے ہیں کہ دخان سے مراد آیۃ میں حقہ کا دھواں ہے اول تو پینے

دعوت کرکے لوٹ گئے اور ابو داؤد نے رد دعوت کردیا اور فقہا کی روایات خود مشہور ہیں اور نوافل جو بتداعی جماعت ہو شرکت کو فقہا
نے مکروہ لکھا ہے یہ سب واضح ہے مگر مؤلف پر سوم ختم ہو لیا تو بہ توبہ علے ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود لکھا ہے تو تعین



والوں کو دخان حقہ سے ہرگز تکلیف نہیں پہنچی جو وہ اس سے گھبراکر بول اُٹھیں ہذا عذاب الیم یعنی یہ ہمکو عذاب درد دینے والا ہے اُن کو تو تخفیف
ریاح اور قبض کشائی کا فائدہ دیتا ہے جو درد شکم کو زائل کرے اسکو کس طرح کہنے لگیں کہ یہ درد پیدا کرتا ہے دوسرے یہ کہ حقہ پینے والے
مسلمان ہندو مجوس یہود نصاریٰ ہر قوم کے آدمی موجود ہیں کوئی بھی یہ دعا نہیں مانگتا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون۔ یعنی اے
رب کھولدے ہم سے یہ عذاب دخان اب ہم ایمان لاتے ہیں پھر کیا سمجھکر یہ آیۃ حقہ کی شان میں بیان کی اور پھر صفحہ ۴۱ میں دوسری آیۃ کے
معنے بدلدیے جہاں یہ لکھا ہے کہ حقہ نوشی سے دل سیاہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب دھواں تابہ اور کڑاہی پر لگ جاتا ہے تو وہ سیاہ ہو جاتی
ہیں جب یہ دھواں حلق اور جگر اور دل وغیرہ پر پہنچا تو وہ کیسے سیاہ نہو جائینگی ولنعم ما قیل ع کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است
اگر باورنداری نے گواہ ہست اسیکا اشارہ فرمایا حکیم علے الاطلاق نے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ ایسا نہیں جو یہ کہتے ہیں
بلکہ زنگ لگا دیا یعنی سیاہی جمادی انکے دلونپر اُس چیز نے کہ تھی کہ وہ کرتے مثل حقہ نوشی اور دھواں کشی کے الی آخرہ میں کہتا ہوں
کہ کیا عمدہ شعر آپ سند میں لائے ع کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است کوئی پوچھے یہ کاف کیسا اور حقہ نوش کیا لفظ ہے محاورۂ
ایران و توران میں تو قلیان کشیدن ہے حقہ نوشیدن ایک لفظ ہندیوں کا گھڑا ہوا ہے فارسی بولنے کو دل چاہے اُن کی بولی
خبر بھی نہیں قطع اس سے لفظ حقہ نوش سے آگے جو لفظ را آیا ہے یہ علامت اضافت ہے کیونکہ قلب مضاف موخر اور حقہ نوش مضاف
الیہ مقدم ہے اور لفظ سیاہ خبر اور است حرف ربط یعنی حقہ نوش کا دل سیاہ ہے خیال کرنا چاہیئے جب را علامت اضافت آچکی تو پھر
لفظ قلب پر کسرہ بیقاعدہ کیوں ہے اور اگر کسرہ نہ پڑھوگے قاعدہ کے پابند ہو کر تو وزن شعر صحیح نہ ہوگا سبحان اللہ کیا کیا خوبیاں بھری
ہوئی ہیں پھر قیاس کیا عمدہ ع اگر باورنداری نے گواہ ہست تنبیہ کی سیاہی سے دل کی سیاہی ثابت کرنی کمال قوت نظری کی
دلیل ہے اسی طرح آپنے بھی دلکو توے اور کڑاہی سے نظیر دی ہے اے حضرت دل ایک ٹکڑا گوشت کا ہے تر و تازہ اسکو توے کڑاہی
اور دیگچے سے کیا نسبت ہاں مناسب یہ ہے کہ حقہ نوشونکے لب اور زبان تالو اور کوا اور گلا دیکھا جاوے کیونکہ یہ اعضا گوشت کے ٹکڑے ہیں
تر و تازہ مثل قلب کے اور اول دھواں لب زبان و دندان کو لگتا ہے پیچھے دل کو جب یہ اعضا حقہ نوشونکے سیاہ نہ ہوئے بلکہ اُسی طرح شاداب
اور پر رونق ہیں جس طرح اور سب آدمیونکے تو معلوم ہوا کہ دل بھی انکا ویسا ہوگا جیسا سب کا دل ہے یہ تو آپ کی دلیل عقلی کا حال ہے اب دلیل
نقلی کا حال سنیئے حقہ کی مذمت میں آیۃ لائے۔ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ جو کوئی کچھ بھی عربی پڑھا ہوا ہوگا وہ جانتا ہوگا کہ
قلوبہم میں ہم کی ضمیر راجع ماسبق کیطرف ہے اور ماسبق ذکر اُن لوگوں کا ہے الذین یکذبون بیوم الدین۔ یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں
اور قرآن کی آیتوں کو کہدیتے ہیں اساطیر الاولین۔ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے بنائے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو فرماتا ہے
کلا یعنی یوں نہیں جو یہ سمجھتے ہیں بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ بلکہ زنگ پکڑ لیا ہے انکے دلوں پر وہ جو کماتے ہیں۔ یعنی اعمال و عقائد۔
اب آپنے یہاں دو خطائیں عظیم کی ہیں ایک تو کفار میں حقہ نوشوں کو داخل کیا اور داخل بھی کیسا کہ حصر کردیا آپنے یہ لفظ لکھے ہیں کہ اسیکا نتیجہ

اجتماع برادری روز سیوم کو اور طعام سامنے رکھکر ہاتھ اُٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے نہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کو چنانچہ اسکی کلام مابعد میں موجود ہے کہ لکھتے
ہیں البتہ ثواب پہونچانا بلاقید روا ہے مگر مؤلف اپنے فہم سے ناچار ہے لہذا اگر ایسے کلام خبط سے مرفوع القلم کیا جاوے تو بجا ہے باقی کلام

فرمایا ہی حکم علی الاطلاق نے کلا بل ران علی قلوبہم - واضح ہو کہ ہماری زبان میں لفظ اِس اور اُسی میں فرق ہے اسکا لفظ حصر کیواسطے نہیں
اور اُسی کا واسطے حصر کے ہی تو مطلب حسب تحریر آپ کے یہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا اشارہ اس آیہ میں کسی کفر اور فسق کیطرف نہیں اللہ تعالیٰ نے
اسمیں بس اسی کا اشارہ کیا ہے کہ حقہ نوشوں کے دلپر دھوئیں کی سیاہی جم گئی دوسری غلطی یہ کہ وہ جو کفار کے دلپر زنگ جم جاتا ہی جسکا ذکر اس
آیہ میں اور احادیث میں بھی آیا ہے وہ زنگ اور وہ سیاہی محسوس ظاہری نہیں ہوتی وہ تو ظلمت معنوی ہوتی ہی اور قلب کے دو معنے ہیں
ایک تو یہ ٹکڑا گوشت کا صنوبری بشکل غنچہ اور دوسرے معنے یہ کہ قلب ایک لطیفہ ہے عالم امر سے قلب حقیقی وہی ہی افعال نیک بد کی تاثیر اسی میں
ہوتی ہی نہ قلب پارہ گوشت میں جب یہ معلوم ہو چکا تو شاہ عبد العزیز صاحب کی تفسیر عزیزی میں دیکھنے چاہیے کہ اس آیہ کی شرح میں لکھتے
ہیں ہر فعل بد ہیئتی ظلمانیہ در لطیفہ قلب احداث می کند نہ آنکہ برین مضغہ صنوبری زنگے محسوس نمودار مے شود زیرا کہ این مضغہ صنوبری
قلب حقیقی نیست انتہے اب دیکھیے مفسرین تو اس آیہ میں زنگ سے ظلمت معنوی مراد لے رہے ہیں اور آپ سیاہی دخان تنباکو کی چنانچہ آپ
انکار القیان کے صفحہ میں لکھتے ہیں اس دھوئیں کا داغ دلپر سے نہیں جاتا سوائے توبہ کے اور نیز مفسرین دل سے وہ دل لیتے ہیں جو ایک لطیفہ
غیبی ہی اور آپ دل سے مراد یہی گوشت کا ٹکڑا لیتے ہیں عبارت آپکی یہ ہی جب یہ دھواں حلق اور جگر اور دل اور انتڑیوں پر پہنچا تو وہ کیسے سیاہ ہو جائینگی
انتہے اب حقہ کا مسئلہ سنیے کہ حقہ کی حرمت تو شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ڑ چکے فرمایا کہ حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں ایک دو قول باقی ہیں کہ
شاہ صاحب مکروہ ہونیکے قائل ہوئے اور بہتیرے علماء مثل بحر العلوم و علامہ شامی وغیرہ اسکے مباح ہونے کا فتوی دیتے ہیں بھلا حقہ نوشوں کیلئے
تو اباحت تک کے بھی اقوال موجود ہیں تمنے جو قرآن میں معنی عقلی بے محل مراد الٰہی کے برخلاف اور عقل و نقل کے خلاف تجویز کئے یہ تو حضرت
بغیر دوزخ کی آغوش دکھائے آپکو نہ چھوڑینگے اگر آپنے اس سے توبہ نکی ہم حدیث نقل کر چکے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار اور
تماشا یہ کہ آپ واعظ بے مفتی بنے مفسر بنے اب شاعریت میں بھی دم مارا کہ اسی رسالہ کے آخر میں ایک قصیدہ حقہ کی مذمت میں لکھا جسکا
مقطع یہ ہے ؎ اب تم بھی بولو سب کے سب بالاتفاق سے ٭ ہم بھی کہینگے اب تو کہ حقہ حرام ہے ٭ اسکا نہ قافیہ صحیح نہ وزن صحیح نہ محاورہ
نہ ترکیب ذرا ذرا سے بچے بھی اس قصیدہ کو پڑھکر قہقہے مارتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ؎ تال کی نہ سم کی نہ سر کی ٭ عربی نہ فارسی نہ ترکی ٭
تھی جو کتاب اس لاغی لڑکی ٭ لکھ لکھ واہی تباہی پُر کی ٭ خیر یہ دو تحریریں بابت سماع اور بابت حقہ کے استطراداً مولوی امیر باز خاں
صاحب کے ذیل میں آگئیں اب ہم اس نہی عن المنکر سے عند اللہ بری الذمہ ہو کر اصل مسائل مبحوث عنہا کیطرف رجوع کرتے ہیں تنبیہہ
یہ سب جو ہمکو اعلان دیا جاتا ہی یہ جو خیرات برات اور باقیات صالحات یعنی محفل میلاد سرور کائنات اور فاتحات اموات سلف
صالحین سے اسوقت تک جاری ہیں اگر حضرات مانعین ان امور کی تشنیع و تقبیح میں اپنے جز گر مخصوص کی مُہروں سے فتوے پے درپے چھاپکر
اس خیرات و حسنات کو لوگوں سے چھوڑوانا چاہیں تو یہ خیال خام اور سودائے نافرجام دل و دماغ سے دور رکھیں نہ ہوگا کہ تمہارے رسائل لاطائل
کا کوئی جواب نہ دے ورنہ یہ ہوگا کہ ان امور صالحہ متوارثہ کو تمہاری ژاژخائی سے کوئی چھوڑ دے علی الخصوص محفل میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلام تشبہ کی نور سوم میں آتی ہی بعد اسکے جو کلام سماع اور حقہ میں مؤلف نے کی ہی یہ بحث خارج از مبحث ہی اسمیں وقت ضائع کرنا مناسب
نہیں معہذا اپنے مشرب کے بھی یہ تحریر خلاف ہی فقط المنۃ للہ کہ برہان دوم نے نور ثانی کے لمعات باطلات کو ملبوس کر دیا اور



مؤمنین سے کب چھوٹ سکتی ہی دیکھو کافروں نے چاہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر و مجنون کہکر آپکا دین اور آپکا نام نیا ہی چلنے دیں
اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یعنی چاہتے ہیں کافر کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو منہ سے کچھ
بک بک کر حال یہ ہی کہ اللہ تو پورا کر نیوالا ہی اپنے نور کو پڑے برا مانا کریں کافر پس اسی بنا پر ہمارے دلمیں تصدیق ہی کہ بیشک اللہ تعالیٰ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور نام اور دین کو سدا جاری رکھیگا واضح ہو کہ یہانتک جو کچھ مفتیان فتوی انکار کے خلل و زلل تھے بیان
کئے گئے اب بیان کیا جاتا ہے کہ سلف صالح نے اُن امور صالحہ کو کیوں جاری کیا تھا - نور سیوم میں چھ لمعے ہیں لمعہ اولیٰ
در بیان جواز فاتحہ بر طعام و شیرینی جو عبادت زبان یا جوارح و ارکان انسان سے صادر ہو اسکو عبادت بدنی کہتے ہیں جیسے
قرآن یا تسبیح و تہلیل وغیرہ پڑھنا اور جس عبادت میں مالیت صرف ہو اسکو عبادت مالی کہتے ہیں جیسے روٹی گوشت روپیہ پیسہ کپڑا
وغیرہ راہ خدا میں خرچ کرنا اہل السنت والجماعۃ کا مذہب ہے کہ دونوں طرح کی عبادتوں کا ثواب اگر کسیکو بخشنا چاہیں تو پہنچتا ہی کتاب ہدایہ میں ہی ان الانسان
له ان یجعل ثواب عمله لغیرہ صلوۃ او صوما او صدقۃ او غیرها عند اہل السنۃ والجماعۃ - یہ ہدایہ علم فقہ میں نہایت درجہ معتبر اور مشہور کتاب ہی اور
شرح عقائد نسفی میں ہی - وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتہم عنہم نفع لہم خلافا للمعتزلۃ یہ کتاب عقائد کی کتابوں میں مشہور درسی معتبر کتاب ہے
اور یہ مسئلہ بہت حدیثوں سے ثابت ہے تذکرۃ الموتے میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان حدیثوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں لہذا جمہور فقہاء
حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بمیت مے رسد اور لکھا ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں واسطے عبادت بدنی کے مذہب ابو حنیفہ و احمد
و جمہور السلف انہ یصل لہا الی آخرہ پس اس بنا پر یہ عادت اکثر اہل اسلام کی ہی کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے
ہیں تو الحمد اور درود شریف پڑھکر دعا اس میت کے لئے کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ جو کچھ ہمنے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات دیجاتی
ہے اسکا ثواب فلاں میت کو پہنچے - عوام میں اسکا نام فاتحہ ہے یوں کہا کرتے ہیں کہ آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہی اصل میں یہ
فاتحہ نام ہی الحمد شریف کا چونکہ الحمد اُسوقت پڑھی جاتی ہی اسلئے اس کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا تسمیۃ الکل باسم جزئہ اور منکرین نے اسکا نام
فاتحہ رسومیہ رکھا ہی اب اس فاتحہ میں دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ درود اور دعا پڑھی گئی یہ عبادت بدنی ہی وہ ثابت الاصل اور جو کچھ کھانا یا شیرینی
اُسوقت دیگئی یا دیجاویگی وہ عبادت مالی ہی وہ بھی فقہ حدیث عقائد سے ثابت ہی ان دونوں عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے
پھر منکرین کا یہ انکار کہ اسکی کچھ اصل نہیں اسکے کیا معنے اگر یہ کہو کہ عبادۃ بدنی جدا کرو اور عبادت مالی جدا لیکن دونوں کا جمع ثابت نہیں تو یہ

ظلمات مخفی اسکی مبرہن ہو گی فللہ الحمد قولہ - نور سوم الخ اقول دونوں قسم کی عبادت کا ثواب حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک پہنچتا ہی
مگر شافعی و مالک بدنی کے وصول ثواب کے منکر ہیں پس اسکے منکر کو عموماً معتزلہ کہنا سعادتمندی ہی اسیواسطے شراح ہدایہ اس تعمیم ظاہری
ہدایہ میں تاویل کرتے ہیں قولہ پس اس بنا پر الخ اقول عرف میں بطور مجاز متعارف کی فاتحہ مطلق ایصال ثواب کا نام ہو گیا ہی اگرچہ
فاتحہ نہ پڑھی جاوے اور خالص مال کا ہی ثواب ہو - قولہ پھر منکرین کا یہ انکار کہ اسکی کچھ اصل نہیں الخ اقول فی الواقع مؤلف معنے سے
بیخبر ہے اسکو بتلانا چاہیے کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ طعام کو روبرو رکھا جائے اور اسکو رکھکر قرآن پڑھا جاوے اور ملاں اپنی زبان سے
ثواب پہنچاوے اور بدون اسکے ایصال ثواب طعام کا نہو یہ ہیئت کہیں قرون ثلثہ میں ثابت نہیں بدعت ہی یہ معنی ہیں پھر مؤلف نے اسکے

وہی مثال ٹہریگی کہ جب کوئی مفتی شریعت حکم دے کہ بریانی کھانا جائز ہے اسلئے کہ اُس میں گوشت ہی گوشت حلال چیز ہی اور گھی ہی وہ بھی حلال اور نمک زعفران کی جو بعض برنج پر ہے وہ بھی حلال پس مجموعہ ان مباحات کا مباح ہی تو اُسکے جواب میں کوئی بیہودہ سر پھرا انکو طیار ہو جاوے کہ صاحب سب جدا جدا تو بیشک ثابت ہی لیکن ہم تو جب مانیں کہ اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث میں دکھا دو یہ حرف کہاں لکھے ہیں کہ بریانی کھانا درست ہی پس جس طرح اس بیہودہ کو سب عقلاء سخیف العقل اور قابل مضحکہ جانینگے اسی درجہ میں ان صاحبوں کی یہ بات ہی علاوہ ازیں جس طرح اثبات جمع کو موقوف رکھتے ہو وجود روایت پر اسی طرح چاہئے منع کو بھی موقوف رکھو وجود روایت پر یعنی اگر عبادت مالی و بدنی جمع کرنے میں کوئی حدیث یا آیۃ ممانعت میں آئی ہو تو منع کرو ورنہ تمکو سکوت چاہئے حالانکہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ کوئی حدیث یا آیۃ ممانعت میں جمع بین العبادتین میں نہیں آئی اگر آئی ہو پیش کرو۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین ہم تو جمع بین العبادتین کیلئے قواعد عقلی اور نقلی شرع شریف سے پیدا کرینگے ایک تو یہی کہ جب ممانعت ثابت نہیں تو اصل اباحت ہے دوسرے یہ کہ سعادت عبد عبادت معبود میں ہی۔ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اور عبادت بعضی زبان سے ہے بعضی دراعضاء بدن سے بعضی مال سے پس جو کوئی ہر قسم کی عبادت کریگا لابد افضل ہوگا ایک عبادت والے سے شب معراج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو تحفہ جناب باری میں گذرانا یہ لفظ تھے التحیات للہ والصلوۃ والطیبات۔ مفسرین اور محدثین نے اسکے معنے یہ لکھے ہیں کہ اللہ کے واسطے ہیں سب تعریفیں جو زبان سے ادا ہوں اور جو عبادتیں بدنی ہیں اور جو عبادتیں مالی ہیں پس جبکہ تینوں قسم کی عبادتیں اللہ کیواسطے خاص ہوئیں تو زہے قسمت اُس شخص کی کہ ان تینوں کو ادا کرے فاتحہ مرسومہ میں یہ بات حاصل ہے کہ جب کہا الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تحیت

---

خود ہی اپنے ذہن سے معنے تجویز کئے کہ مرکب کرنا مالی بدنی کا مراد ہی سو یہ غلط ہے بلکہ یہ ہیئت حاصلہ مراد ہی نہ نفس ترکیب کہ ہیئت حاصلہ میں تشبہ اہل ہنود کا بھی ہی اور تقیید مطلق کی بھی ہے چنانچہ واضح ہو جاویگا اور پھر مؤلف نے مثال بریانی کی لکھی کہ سب اجزاء اگر مباح ہیں تو مرکب بھی مباح ہوگا اور یہ مثال خود مخدوش ہی کیونکہ اگر سب اجزاء مباح سے ترکیب ہوا اور پھر ہیئت حاصلہ بھی مباح ہو اُسوقت اباحت ہوتی ہی اور اگر ہیئت میں کراہت یا حرمۃ آجاویگی تو مرکب کا حکم بدلجاویگا جیسا بریانی ہے کہ بعد ترکیب مباحات کی ہیئت بھی مباح حاصل ہوئی ہی اگر اس ترکیب میں زعفران کا سکر ظاہر ہو جاوے تو بسبب سکر ہونیکے حرام ہو جاویگی حالانکہ اجزاء سب مباح تھے تمر اور پانی دونوں کا نبیذ بنایا جاوے بعد کف دینے کے جو ہیئت حاصل ہوئی حرام ہو گیا علیٰ ہذا فاتحہ میں طعام و قرآن کی ہیئت ترکیبیہ میں جو تشبہ حاصل ہوا اور تقیید مطلق آیا بدعت و مکروہ ہو گیا اگر مؤلف کو فہم نہ تھا تو کسیسے پوچھ لیتا مگر اسکو تو خود رائی خود پسندی نے ذلیل کرایا خود سخیف العقل قابل مضحکہ بات کرتا ہے اور منع ہمنے اس ہیئت ترکیب فاتحہ کی نص جو طلب ہے تو سنو ایاکم ومحدثات الامور الحدیث من تشبہ بقوم فھو منہ الحدیث اس سے چشم روشن کرو اور شرح آگے آتی ہی اور آپنے اس دعوی کو کہ کوئی ممانعت جمع بین العبادتین کی نص نہیں محض کم فہمی سمجھو کہ کلام اس ہیئت ترکیبیہ میں ہی کہ اُسکا کوئی امر غیر مشروع پیدا ہو جاوے نہ مطلق ترکیب میں پہلے آدمی کلام کو سمجھے پھر بولے ورنہ خوار ہوتا ہی قولہ ہم تو جمع بین العبادتین الخ اقول اباحت اصلیہ اسوقت میں ہوتی ہی کہ نص منع موجود نہو یہاں ممانعت کی نص موجود ہی اور ابھی پڑھ سنائی ہے تو یہ دلیل اول مولف کی لغو ہوئی دوسری عقلی دلیل کہ التحیات کی شرح اور

سلہ یعنی الگ ہو اور چھوٹی باتوں سے ۱۲ شہ جسنے مشابہت کی کسی فرقہ کے ساتھ وہ ان میں سے ہے ۱۲ منہ



اور ثنا اور شکر زبانی ہوا اللہ تعالیٰ کا اور جب کہا اہدنا الصراط المستقیم الی آخرہ یہ دعا ہوئی اور نیز درود پڑھنا اور عاجز ذلیل بنکر اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور مُردے کیلئے دعائے مغفرت کرنا یہ بھی عبادت بدنی اور لسانی ہوئی اور جو کچھ شیرینی یا کھانا للہ دیگا وہ عبادت مالی ہوگی پس یہ جو پانچوں وقت نمازی نماز میں کہتا ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات اسکا مجموعہ فاتحہ میں موجود ہے زہے قسمت میت کی جو اُسکو یہ عطر مجموعہ پہونچے اور جب ان سب باتوں کو ترک کر دیا اور بدعت کہکر چھوڑوا دیا جس طرح اب فرقہ منکرین چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہی مثل عوام کے کہنے میں آویگی مر گئے مردود فاتحہ نہ درود۔ دوسری بات یہ ہے کہ غور سے دیکھنا چاہئے کہ شرع شریف میں زکوۃ ایک جداگانہ ہے اور نماز کا پڑھنا ایک عمل جداگانہ ہے ایک عبادت مالی ہی ایک بدنی ایک کے اوقات اور ہیں ایک کے اور لیکن جس کسینے انکو جمع کر دیا اپنی خوشی سے بغیر حکم رسول کے وہ مستحق تعریف ہوا ہے مستحق ملامت نہیں ہوا مثال اسکی یہ ہی کہ تفسیر کبیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ ظہر کیوقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد میں کسینے اسکو کچھ نہ دیا سائل نے ہاتھ آسمان کیطرف اُٹھا کر کہا یا اللہ تو گواہ رہیئے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا کسینے مجھکو کچھ نہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُسوقت رکوع میں تھے آپنے انگلی سے جسمیں انگشتری تھی اشارہ کیا سائل بڑھا اسنے وہ انگوٹھی رسول اللہ کے سامنے نکالی الی آخرہ۔ قصہ تفسیر معالم اور مدارک وغیرہ میں بھی مختصراً مذکور ہے خلاصہ یہ کہ جب حالت رکوع میں یہ خیرات حضرت علیؓ نے کی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا تھا بلکہ اپنی خوشی انہوں نے دو عبادتیں خیرات وصلوۃ ایک زمانہ میں جمع کر دیں تو اس باب میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف میں آیت نازل

---

عبادت کا کرنا بندہ کی سعادت ہے یہ سب مؤلف کے جہل کا ثمرہ ہے عبادت اُسوقت موجب سعادت اور معتبر ہوتی ہے کہ حسب قواعد شرعیہ کے ہو اگر خلاف اُسکے ہووےگی خواہ فرادی فرادی ہو خواہ بترکیب ہو وہ موجب شقاوت اور مردود ہوتی ہے اور معلوم ہو گیا کہ اس مجموعہ مرکبہ فاتحہ مروجہ میں مخالفت شارع علیہ السلام کی موجود ہی مگر یہ خبر اُسکو ہو کہ علم رکھتا ہو مولف کم اپنی عقل کی سخاوت کو ترکیب دے رہا ہے کیا مطلع ہووے اسکی دلیل تو بس مثل عوام کے ہی ہی جو خود نقل کرتا ہی اسکو علم شرع سے کیا مناسبت ہے سو اس کی تقریر پھر پورا کر دکرنا ضرورت نہیں کہ خود رد ہو گئی قولہ دوسری بات یہ ہے کہ غور سے الخ اقول مولف نے اس روایت ضعیف کو نقل کرکے کیوں اپنے دماغ ماؤف کو تکلیف دی اولاً جمع بین العبادتین کا کوئی منکر نہیں خود مولف کی یہ وجہ تراشیدہ ہے بلکہ اُس جمع میں انکار کہ اُس سے ہیئت منکرہ پیدا ہو جاوے سو اس قصہ میں کوئی ہیئت منکرہ پیدا نہیں ہوئی خلاف فاتحہ مروجہ کے کما لایخفی ثانیاً اسقدر حرکت بھی نماز میں مکروہ تنزیہی ہی جیسا فقہاء میں مبین ہے مؤلف منیہ کو مطالعہ کر لیوے مگر یہ حرکت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس وجہ سے ہوئی کہ اگر اسحالت میں نہ دیتے تو اس سائل کے مایوس ہو کر چلے جانے کا خدشہ تھا اسکی تحصیل کیواسطے کراہۃ تنزیہہ کو اختیار کیا ورنہ یہ فعل بھی مکروہ ہی تھا فاتحہ مروجہ میں کونسا امر اہم بالشان فوت ہوتا ہے جو اس تشبہ و بدعت کو اختیار کیا گیا مگر مولف کو فہم نہیں بناچاری ایسے کلام کرتا ہے تیسرے وہ امر اتفاقاً ہو گیا اب کوئی التزام کرے کہ حالت رکوع میں بالضرور ہر روز ایسا ہی کیا کرے تو مولف ہی فتوی لکھے کہ اُسکا کیا حکم ہے احقر تو کہتا ہے کہ بیشک مکروہ اور بدعت ہوگا افسوس مولف کے فہم پر کہ حق تو اُسکے ذہن میں عبور کرتا ہی نہیں۔ رابعاً اس قصہ کی تقریر تو نص سے معلوم ہو گئی مگر فاتحہ کی تقریر کس نص سے مولف نے ثابت

فرمائی جو سورہ مائدہ میں ہے۔ الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون۔ پس جبکہ حضرت علیؓ بلا تصریح ارشاد شارع کے جمع بین العبادتین
کر کے مستحق ثنا ہوئے اسی طرح فاتحہ میں بھی جمع بین العبادتین کرنیوالے عند اللہ ماجور ہونگے اور یہ دعوے ان صاحبوں کا جو بعض سائل ہیں کہ
کبھی حضرت سے یہ نہیں پایا گیا کہ کھانا سامنے رکھا ہوا اور کچھ بھی آپنے اُسپر پڑھا ہو یہ نہایت غلط ہے چند حدیثیں مشکوۃ کی باب المعجزات میں
موجود ہیں از انجملہ حدیث ام سلیمؓ کی بروایت مسلم وبخاری موجود ہے کہ حضرت کی گرسنگی کا حال معلوم کر کے اُسنے چند روٹیاں جو کی پکا کر
دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں یہ قصہ طویل ہے آخر کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو تڑوایا ملیدہ کی طرح جو کچھ اُسکے برتن میں گھی
لگا ہوا تھا وہ اُس میں ٹپکا دیا پھر حضرت نے الفاظ قسم دعا سے اُسپر پڑھے پھر دس دس آدمی کو بلا کر کھلانا شروع کیا اتنی آدمیوں کو پیٹ
بھر بھر کر کھلا دیا پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ام سلیمؓ کے گھر بھر کے آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔ یہ دیکھئے اسمیں کھانا سامنے ہے
اور اُسپر دعا اور جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا اُسکو پڑھا ہے از انجملہ انسؓ کی حدیث بروایت مسلم وبخاری کہ انسؓ فرماتے ہیں میری
والدہ نے ایک بادیہ میں کھانا کھجور اور گھی اور دہی کا مرکب بنایا ہوا بھیجا آپنے کچھ اُسپر پڑھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا پھر حضرت دس دس آدمی کو بلا
گئے اور کھلاتے گئے قریب تین سو آدمیوں کو کھلا دیا پھر مجھکو فرمایا اُٹھا لے اے انس اپنا بادیہ پس جب اُٹھایا حیرت میں رہ گیا کہ جب میں لایا تھا

کی ہو اگر قیاس مؤلف کا ہے تو وہ اب ہی باطل کیا گیا اور نص ممانعت کی ستادی گئی اب کوئی نص مؤلف اپنے شکم سے نکالے خاص
حضرت علیؓ کو پہلے سے بدلالۃ النص معلوم تھا کہ اسقدر حرکت اور ایصال نفع صلوۃ میں درست ہے کہ خود فخر عالم نے اُمامہ بنت ابی العاص کو حالت
صلوۃ میں کندھے پر چڑھا لیا تھا اسکی رحمت کیواسطے اور رونے کے خدشہ کے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کیواسطے بحالت صلوۃ زنجیر
کھولدی تھی علیٰ ہذا دیگر مثل اس امور کے بہت وقائع تھے جس سے معلوم ہوگیا کہ اسقدر حرکت نفع رسانی کو درست ہے مگر مؤلف کو کونسی دلالۃ اشارۃ
ملی ہے جس سے یہ بدعت کو حسنہ بتاتا ہے یہاں تو نص بھی موجود ہے قولہ اور یہ دعوے ان صاحبوں کا کبھی حضرت سے الخ اقول یہ دعویٰ کوئی عالم نہیں
کرتا جو مؤلف سمجھا بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ اصطلاح ایصال ثواب کبھی نہیں کیا اور نہ آپ علیہ السلام تو ہر دم ذاکر تھے جب طعام آپکے روبرو رکھا
جاتا تھا قبل شروع کچھ پڑھتے ہوتے تھے اور بسم اللہ کر کے کھاتے تھے سو یہ فہم نا تمام مؤلف کے کمالات ہیں کہ مراد مانعین کی نہیں سمجھ سکے
اب یہ چند دلیل حدیث منقول اسکی اسکو کچھ بھی نافع نہیں ذرا ہوش کر کے دیکھے قولہ از انجملہ حدیث ام سلیمؓ الخ اقول مؤلف نے یہ تین حدیث
نقل کی کہ جس سے یہ ثابت ہوا کہ فخر عالم علیہ السلام نے طعام پر دعا زیادہ ہو جانے اُس طعام کی فرمائی اور حدیث میں ہے قال فیہ ما شاء اللہ
ان یقول۔ سو ہو سکتا ہے کہ کچھ پڑھا ہو کہ جس سے اضافہ قدر طعام کا ہوگیا مگر تیسری حدیث میں دعا بالبرکۃ وارد ہوا ہے لہٰذا اُن دو حدیث
کو بھی اسپر ہی حمل کیا جاوے بہر حال طعام قلیل پر زیادہ ہو جانے طعام کی دعا فرمائی اب غور چاہیے کہ اُس طعام کی زیادہ آپ کی
دعا پر موقوف تھی اگر آپ دعا نہ فرماتے تو زیادہ حاصل نہ ہوتی اور جس شے پر دعا زیادہ کریں اُسکا روبرو ہونا مناسب ہے پس یہ آپ کا دعا کرنا
ضرورت کیواسطے تھا کہ یہ ضرورت بدون اسکے حاصل نہیں ہو سکتی تھی پس فعل نظیر فاتحہ ہر وجہ کی ہرگز نہیں ہو سکتا ... اول
اگر دعا ایصال ثواب کی ہے تو بالکل لغو حرکت ہے وہ طعام جب نیت ایصال ثواب سے پکایا بہ نیت اکل دیا میں رکھا تو یہ نیت
صاحب طعام سے قابل وصول ہو چکا اب اکل بیہودہ کیا دعا کرتا ہے فضول حرکت ہے اور وجود دعا مغفرت میت کی کرتا ہے تو اُس کا وقت



اُسوقت اُسمیں کھانا زیادہ تھا یا اب زیادہ پہلے سے موجود ہے از انجملہ حدیث غزوہ تبوک کی مشکوۃ میں بروایت مسلم مذکور ہے جب لوگ
گرسنہ ہو گئے حضرت عمرؓ نے دعا کرانی چاہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تب آپنے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا کہ جو کچھ کسیکے پاس کھانا
بچا ہوا ہو تب کسینے مٹھی جوار کسینے مٹھی کھجور کسینے ٹکڑا روٹی کا جسکے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا لاکر ڈالا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا پھر آپنے اسپر دعا
فرمائی اور فرمایا بھرو اپنے برتن پھر جسقدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جو اُنکے پاس تھے بھر لیئے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا شمار میں لکھی
ہیں کہ اُسوقت لشکر میں لاکھ آدمی موجود تھے پس معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی اسبات پر گواہ ہوئے کہ کھانا سامنے رکھے ہوئے پر حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے دعا مانگی باقی رہی یہ بات کہ حضرت نے وہ دعا مانگی جو آپ کو ضرورت تھی صاحب فاتحہ وہ دعا کرتا ہے جسکی اسکو ضرورت
اسوقت ہے پس دعا ہونیمیں دونوں برابر ہیں یعنی دعا کے معنے شرع میں ہیں السوال من اللہ الکریم یہ دونوں جگہ ایک ہیں اب اہل
انصاف کو چاہیئے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل میں خوب تامل فرماویں اتباع حق کریں ورنہ ایسا تو کریں کہ فاتحہ پڑھنے والونکو صلوات سنایا کریں

دوسرا یہ ہے بعد حضور طعام کے یہ اسکا محل نہیں جیسا اب آتا ہے بہرحال فخر عالم کا فعل تو ضرورۃ تھا اور یہ قول کلین صدقہ کا لغو سو قیاس حق دلغو
ٹھیرا کہ مع الفارق ہے دوسرے یہ کہ دعا فخر عالم کی زیادہ ہو جانیکی دراز الہ نقصان قدر طعام کی تھی اور یہ دعا مثل اصلاح ظاہر کے ہے کہ ہم لوگ
ہاتھ سے اصلاح ظاہرا وازالہ فساد ونقصان کرتے ہیں اور فخر عالم نے صلاح نقصان ذاتی طعام کی اپنے کلام سے فرمادی پس یہ فعل
مزیل نقصان تھا اور فاتحہ میں افساد طعام ہے کہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آکلین اور قاری دونوں کی شہوۃ متعلق طعام سے ہے تو گویا افساد خلوص
اور نیت آکلین کا بھی ہے لہٰذا فعل مصلح کو مقیس علیہ فعل مفسد کا بنانا فہم مؤلف کا ہی ہے اور کوئی اہل علم ایسی لغو بات نکہیگا تیسرے فخر عالم علیہ السلام
نے دعا برکت فرمائی یہاں قرآن پڑھتے ہیں قرآن عبادت ہے کہ طعام کے آنیکے بعد مکروہ ہے عبادۃ کا خشوع جاتا رہتا ہے اور طعام کا نقصان
اور تعظیم طعام کے یہ امر خلاف ہے مسلم نے روایت کیا لا صلوۃ بحضرۃ الطعام الحدیث اور ادب طعام میں ہے کہ بعد روٹی آنیکے انتظار سالن
کا بھی نکرے چنانچہ احیاء العلوم وغیرہ میں مذکور ہے چوتھے یہ کہ وہ طعام کھانیکے واسطے نہیں تھا بلکہ بڑھانے کیواسطے تھا تو ابتک اُسکے کھانے
کا وقت نہ آیا تھا جب آپ دعا کرکے فارغ ہوئے تو وقت کھانیکا ہوا اور بعض معجزات میں محض زیادہ ہونیکے بعد اُٹھا رکھنا منظور تھا خلاف
فاتحہ کے کہ اسکا وقت کھانیکا ہے اب دوسرے کام میں لگنا مناسب نہیں پس فاتحہ کو قیاس وقائع ان احادیث پر کرنا محض فہم علم سے عاری
ہے ایصال ثواب کا اثبات تھا زیادہ طعام کا مسئلہ پیش کیا پھر اسکے بعد یہ فعل مباح ہوا مگر فعل مندوب میں بھی جب مشابہت عارض
ہو جاتی ہے یا تعین وتاکد کی بدعت حادث ہو جاتی ہے تو وہ مندوب نہیں رہتا غیر مشروع ہو جاتا ہے تو اب یہاں یہ امور غیر مشروع موجود ہیں
باوصف تسلیم مذہب کے بھی مؤلف کو ہم قائل ہو جاویگا غرض فہم کلام سے مؤلف کو منافات کلی ہے ہاں اگر قبل طعام کے آنیکے یا کھانیکے
بعد کوئی بخوشی اپنے ثواب میت کو پڑھکر پہنچادوے بشرطیکہ اسمیں بھی تاکد ہو تو کوئی منع نہیں کرتا یہ کیوں کیا جائے کہ طعام سامنے رکھکر قرأۃ
و دعا شروع ہو اور مجیب اور جملہ مانعین بدعت لکھتے ہیں کہ ثواب ایصال کرو طعام کا مستحب ہے اور مؤلف کا غزوۂ تبوک کے واقعہ میں
کہ اسپر لاکھ آدمی گواہ ہیں یہ ہذیان غیر مفید ہے کیونکہ اگر کروڑ آدمی کے روبرو یہ قصہ ہوا اور پھر راوی واحد نے بیان کیا جب بھی خبر
واحد ہی رہیگی متواتر نہ ہو دیگی سو یہ گواہی مؤلف کو کیا مفید ہوئی اور جو لاکھ کی گواہی آجتک تواتراً ثابت ہو جاوے تو بھی اسیقدر مضمون مذہب کا


یعنی جب کھانا سامنے آوے نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔

ع مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرساں تو تنبیہہ ہاں اگر کوئی کم فہم عوام میں ایسا ہو کہ ثواب عبادت مالی کو یوں سمجھے کہ بغیر فاتحہ پڑھے نہیں پہنچیگا
اس عقیدہ کو بد کہنا چاہیے اور اُس کو زجر و توبیخ کرنا چاہیے کیونکہ اُسنے حکم اطلاق نصوص فرمان مصطفوی علیہ افضل التحیۃ والسلام کو
مقید کر دیا لیکن برتاؤ علماء امہ لوگوں کا دیکھکر یوں معلوم ہوتا ہی کہ یہ عقیدہ اُنکا نہیں اسلئے کہ جب میت کیطرف سے کچھ کپڑا یا روپیہ مسجد یا
مدرسہ میں دیتے ہیں تو فاتحہ پڑھکر نہیں دیتے اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ اُنکا یہ ہے کہ ثواب عبادۃ مالی کا بدون فاتحہ کے پہنچ جاتا ہے
اسی طرح جب ختم قرآن شریف یا قل ہو اللہ وغیرہ پڑھکر میت کو بخشتے ہیں یا قبرستان میں جاکر اُسپر فاتحہ پڑھتے ہیں اُسوقت میت کو
نہیں پکڑاتے کہ اُسوقت بھی کچھ صدقہ بھی ضرور چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اُنکے نزدیک ثواب عبادت بدنی کا بدون عبادت مالی کے پہنچ
جاتا ہی جب عقیدہ یہ ٹھیرا تو اُنکے حق میں کچھ مضر نہیں فاتحہ پڑھنا بعض صور مثل اطعام طعام و تقسیم شیرینی وغیرہ میں اسیواسطے بزرگان دین کا
رہیگا جو قطعی الثبوت ہو گیا سو اس سے بھی جواز فاتحہ کا ثابت نہوگا ہاں فعل فخر عالم علیہ السلام کا قطعی الثبوت ہو جاویگا جسکا حاصل مذہب
مگر مؤلف کی قسمت میں وہی کم فہمی سے حرمان ثبوت اُسکے مدعا کا حاصل رہیگا اب یہ بھی یاد رہے کہ مؤلف فقط کا ترجمہ وہی کرتا ہی اگرچہ خطا میں
اُسکی بہت ہیں مگر ترجمہ حدیث کی خطا ثانی ضروری ہے اقطبیر کو کہتے ہیں نہ دہی کو اور اوپر سے معلوم ہوا کہ دعا فخر عالم علیہ السلام کی
ضروری تھی اور فاتحہ کی دعا لغو اور لغو کا ترک مناسب ہے والذین ہم عن اللغو معرضون حق تعالیٰ مدح میں فرماتا ہی پس قول مؤلف کا کہ
ہمارے واسطے جو دعا ضروری ہی طعام پر وہ کرتے ہیں بالکل لغو ہو گیا محض بےمعنی ہی **قولہ** تنبیہ الخ **اقول** الحمد للہ کہ مؤلف کو بہت کچھ
وقت ضائع کرکے ادر کشف اپنی حقیقت علمی کا کرا کے تنبہ ہوا کہ اطلاق نصوص کا مقید کرنا ضلالت ہے اور اس عقیدہ پر عوام کو زجر
توبیخ لازم ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر بدعت ضلالہ ہے مگر اپنی عادت سے مجبور پھر انحراف کیا کہ عوام کا یہ عقیدہ معلوم نہیں ہوتا بہر حال
اصل مسئلہ میں تو مؤلف موافق مانعین کا ہو گیا اب خلاف عقیدہ عوام میں رہا کہ یہ ہے یا نہیں اس فقرہ نے ساری تحریر مؤلف کی
بیہودہ بنادی کیونکہ جب مؤلف کا یہ عقیدہ ہے کہ تقیید مطلق کی بدعت ضلالہ ہے اور یہی مانعین کا عقیدہ ہی تو بس اسکا اثبات کرنا
تھا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں اسقدر دمڑی بیہودہ سے کیا حاصل کیا بس خیر گذشتہ را صلوٰۃ اب مؤلف پر اُسکا قول صادق آگیا
کہ فجر کا بھولا شام کو آیا الخ اب کلام عوام کے عقیدہ میں ہی مانعین کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہے اور یہ امر بدیہی ہی مؤلف تجربہ کرلیوے بلکہ خود
کالانعام کا گو یہ عقیدہ نہیں مگر جاہل امہ اُنکا بھی مثل عوام کے ہے **قولہ** اسلئے کہ جب کپڑا الخ **اقول** یہ دلیل بالکل ناتمام سو فہم سے
ناشی ہی اسواسطے کہ قرآن کو موقوف علیہ طعام کا کوئی نہیں جانتا قرآن کا ثواب عوام کے نزدیک مطلق ہے تو اس میں کلام ہی نہیں
اور طعام کا ثواب موقوف کلام پر جانتے ہیں علیٰ ہذا القیاس نقد و پارچہ کو بھی مطلق جانتے ہیں پس جسقدر کو عوام نے مقید کیا اسکو بدعت
کہا گیا اور جسکو اپنے اطلاق پر رکھا اسکو بدعت نہیں کہتے مگر یہ دلیل تو اسوقت مفید ہوتی کہ کسی نے تلازم مالی و بدنی کا جمیع صور
میں دعویٰ کیا ہوتا یہ تلازم خود ہی مؤلف کے شکم سے نکلا ہے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ہنود کے یہاں فقط کھانے پر بید پڑھتے ہیں اور
کپڑے و نقد وغیرہ پر نہیں پڑھتے اس سبب سے عوام جہال نے بھی طعام پر کچھ پڑھنا مقرر کیا نہ ہر شے پر غرض مؤلف کی یہ دلیل جو ثواب
قرأۃ کا موقوف طعام پر عوام کے نزدیک نہیں تو اسکا قلب بھی نہیں ہو سکتا کیا عمدہ دلیل ہی حاجت بیان نہیں مؤلف کی منطق خوانی کا نتیجہ



اس طریقہ پر عمل رہا ہے عنقریب ہم نقل کرینگے باقی رہی یہ بات کہ بعضے آدمی جو زیادہ احتیاط کرتے ہیں کہ رو بقبلہ بیٹھتے ہیں اور مکان پاکیزہ و
صاف میں پڑھتے ہیں سو یہ بات کچھ فرض نہیں بلکہ قسم آداب سے ہے آپکے مسلم الثبوت علماء کے کلام میں موجود ہے شاہ عبد العزیز صاحب
رحمۃ اللہ علیہ تعزیہ کے پاس درود و فاتحہ پڑھنے کیلئے سوالات عشرہ محرم میں رقم فرماتے ہیں فاتحہ و درود فی نفسہ درست است لیکن دریں قسم
جائے نوع بے ادبی میشود زیرا کہ بنجاست معنوی دارد و فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ محل پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی انتہی اس کلام سے صاف
ثابت ہوا کہ فاتحہ پاکیزہ جگہ میں پڑھنی چاہیے اور مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم میں موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہیں اول
طالب باید کہ با وضو دو زانو بطور نماز نشیند و فاتحہ بنام اکابر این طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسل این بزرگان نماید الیٰ آخرہ مکان پاک میں رو بقبلہ ہو کر فاتحہ پڑھنا آداب کے ساتھ ان
بزرگواروں کے کلام سے جنکو تم مستند جانتے ہو ثابت ہو گیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ فاتحہ یعنے الحمد کو مقامات ایصال ثواب میں کیوں اختیار کیا ہے
جواب اسکا یہ ہے کہ الحمد کو فضیلت بڑی ہی کل سورتوں پر سیرت حلبی اور تفسیر عزیزی میں ہی کہ اگر فاتحہ کو ایک پلہ ترازو میں رکھیں اور تمام قرآن
دوسرے پلہ میں تو فاتحہ یعنی الحمد غالب آویگی ست حصہ اور تفسیر روح البیان میں ہے جسنے پڑھی الحمد دیگا اسکو اللہ تعالیٰ اسکو ثواب گویا
کل قرآن پڑھا اور گویا اُسنے صدقہ کیا کل مؤمنین اور مؤمنات پر انتہی۔ اسلئے اہل اسلام میں یہ رسم پڑ گئی کہ جب کوئی اپنی میت کیلئے
کچھ کھانا یا شیرینی دیتا ہی تو الحمد پڑھ دیتا ہے اسکے پڑھنے سے یہ اجر ہوتا ہے گویا جمیع مؤمنین و مؤمنات پر صدقہ دیا خدا کی قدرت ہی اصحاب
فاتحہ تو کس کس درجات کو پہنچ رہے ہیں اور منکرین اس فعل پر غیظ کھا کر کیا کیا خاک اُڑا رہے ہیں ع ہر کس رسد بدانچہ نصیبش نوشتہ اند
ہی ایسا عوج میں پڑھا تھا کہ مقدمہ کا عکس لازم ہوتا ہے مؤلف نے اُس قاعدہ کو ثواب عبادت مالی و بدنی کا مقدمہ بنا کر اُسپر جاری
کر دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس تقریر پر لڑکے بھی ہنستے ہیں اور بزرگان دین کا یہ طریقہ نہیں ہاں مؤلف کے بزرگان بستہ عین کا ہوگا
**قولہ** باقی رہی بات کہ بعض جو زیادہ الخ **اقول** گا بکرہ یہ فاتحہ خوانی سرے سے بدعت ہو گئی تو بحث توجہ قبلہ اور نظافت مکان کی خود لغو ہو گئی اور
مسلمان کو ہر حال توجہ قبلہ و نظافت مستحب ہے اسکے جواب کی حاجت نہیں اور مؤلف کے مدعا کو ہرگز مفید نہیں کہ کلام اس میں ہی کہ طعام کا
تراب روبرو رکھکر مروجہ قرأۃ حسب ہیئت کا سوال سائل کرتا ہے کیسا ہے سو ثابت ہو گیا کہ مکروہ و بدعت ہی اور شاہ عبد العزیز کے
سوالات عشرہ کو اگر تسلیم کیا جاوے کہ انکے ہی ہیں تو وہ فاتحہ و درود کو فی نفسہ درست لکھتے ہیں نہ طعام آگے رکھکر جسکی بحث ہی اور نجاست
معنوی بدعت کی جگہ پڑھنے کو بے ادبی فرماتے ہیں اور بے ادبی قرآن کی حرام ہی اس سے ثابت ہوا کہ بدعت کے محل پر قرآن پڑھنا حرام ہی
یہاں فاتحہ مروجہ میں بھی باعتراف مؤلف بدعت موجود ہے کہ تقیید مطلق نص کا یہاں موجود ہی اور تشبہ ہنود کا بھی ظاہر ہے پس قیاس اس
کلام کا حرمت اس فعل کو تقاضا کرتا ہی مگر مؤلف بیخبر ہے علیٰ ہذا صراط مستقیم میں ذکر تقرب الی اللہ کا ہی اُس میں نظافت ضروری ہے و درفاتحہ
مروجہ ایصال ثواب روح صاحب طریقت ہی اور یہ دونوں امر نظافت طلب ہیں مگر طعام سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا کہ بدعت ہے اور
نجاست معنوی ہی اُسکو اُس سے کچھ مناسبت نہیں یہ محض کم فہمی مؤلف کی ہی علیٰ ہذا تعیین قرأۃ الفاتحہ لایصال الثواب مکروہ ہی ہر چند
کسینے ہمیں غرض مذکورہ مؤلف کے فائدہ کا اعتقاد کیا ہو مگر اب اُسی وجہ سے زجر و توبیخ لازم ہی جسکو مؤلف اپنے منہ سے بول اُٹھا ہی دیکھئے

اب رہا مسئلہ ہاتھ اُٹھانیکا سو جواب اُسکا یہ ہے کہ فاتحہ میں دُعا بھی کیجاتی ہی اور خود الحمد شریف بھی من وجہ دعا ہی اسکی تعریف میں لکھے ہیں ہی دعا و قرآن و صلوۃ حبیب یہ الحمد من وجہ دعا ہوئی اور اسکے سوا اور بھی دُعا اُسوقت کیجاتی ہی اور وقت دُعا کے جو خارج نماز سے کیجاتی ہی اُسمیں ہاتھ اُٹھانا مستحب ہے حصن حصین میں ہی آداب الدعاء بسط الیدین ت مس د ق حب ع یعنی دعا کے آداب میں سے ہی پھیلانا دونوں ہاتھوں کا روایت کی یہ ترمذی اور حاکم نے اور اُٹھانا دونوں ہاتھونکا روایت کی یہ چھیوں محدثوں مصنف صحاح ستہ کے نے اور مشکوۃ میں حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم مرقوم ہی اذا سالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم اور نیز مشکوۃ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان ربکم حی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردہ صفرا پس چونکہ فاتحہ میت کی امداد ہے اسلیئے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی بموجب مضمون حدیث شریف کے ان ہاتھوں کو خالی نہ پھیرے بلکہ مرادے بھر دے اور مسائل اربعین میں مولوی اسحق صاحب نے مسئلہ ہی دوم کے جواب میں کہ تعزیت

اللہ المؤمنین القتال اور یہ ایک دلیل بدعت ہونے فاتحہ مرسومہ اور سیوم و چہلم وغیرہ کی ہی کہ مؤلف اُسکا مُقر ہے یا دیکھنا اُسکا ضرور ہے **قولہ** اب رہا مسئلہ ہاتھ اُٹھانیکا الخ **اقول** پہلے بھی لکھا گیا کہ مؤلف کو کہیں فہم مطلب نصیب نہیں اپنی تقریر ہانکنے سے کام ہی فرادی فرادی ہو میں کلام کرتا ہی اس غرض سے کہ اگر اجماع حاجز ہو وینگے تو مجموعہ بھی درست ہو جاویگا اور یہ امر باطل ہو چکا ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ یہ محل دعا کا نہیں طعام سامنے رکھکر دعاء ایصال تو لغو ہے اور دعاء مغفرت کا موقع نہیں کہ خلاف ادب طعام کے ہی اور خشوع کھانیوالونکا رفع ہوتا ہی اور پھر سائل فاتحہ خوانی میں ہاتھ اُٹھانیکو پوچھتا ہی پس اگر فاتحہ بہ نیت قرآن ایصال ثواب کیواسطے پڑھتے ہیں تو قرآن کو ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا کہیں شرع میں وارد نہیں رکوع سجود میں قرآن کو پڑھنا مکروہ لکھا ہی حدیث میں ہی کہ نہانی ان اقرا راکعا او ساجدا الحدیث پس چونکہ رکوع و سجود حالت ذلت و عجز بندہ کی ہی اُسوقت میں قرآن مکروہ ہوا نظر براں اگر حالت دست برداشتن میں بھی مکروہ ہو تو لائق ہی کہ حالت ذلت ہے قطع نظر اسکے ورود شرع کا اس طرح نہیں لہذا بدعت ہی اور اگر فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی جاتی ہی تو قرآن نہیں اسی واسطے جنب کو بہ نیت دعا فاتحہ پڑھنا فقہ میں درست لکھا ہی اور فاتحہ میں جو دعا ہی وہ پڑھنے والے کے حق میں ہی نہ میت کے حق میں سبحان اللہ دعا تو میت کیواسطے کرتا تھا اپنے واسطے کرنے لگا یہ خبط عقل نہ معلوم کسکی ہوئی مانگنے والے کی یا مؤلف کی۔ دعوی تو یہ کہ مُردہ کیواسطے دعا کرتے ہیں اور اثبات یہ کہ کھانیوالا اپنے واسطے ہدایت راہ مستقیم کی مانگتا ہی سبحان اللہ اور اول میں یہ لکھ آیا کہ فاتحہ درود پڑھکر دعاء ایصال ثواب مانگتے ہیں غرض اس خبط کلام کو دیکھنا لازم ہے سب کے بعد یہ کہ ہر جگہ ہاتھ اُٹھانے دعا میں بھی مستحب نہیں جیسا مؤلف لکھتا ہی بلکہ جہاں ہاتھ اُٹھانے ثابت ہوئے وہاں مستحب ہے اور جہاں کچھ ثابت نہو وہاں بھی مستحب اور جس جگہ عدم رفع ثابت ہوا وہاں مکروہ۔ علی قاری شرح حصن حصین میں لکھتے ہیں کہ رفع وہاں مستحب ہے کہ فخر عالم علیہ السلام سے وہاں رفع ثابت ہوا ہو ورنہ مکروہ ہوگا اور شرح مناسک میں لکھتے ہیں ولا یرفع یدیہ عند رؤیۃ البیت

ای ولو حال دعاء بعدم ذکرہ فی المشاہیر وکلام الطحاوی صریح فی انہ یکرہ الرفع عند علمائنا الثلثۃ ونقل عن جابر انہ فعل الیہود انتہی۔ پھر بعد نقل قول اسکے کہ جسنے یہاں رفع یدین کو مستحب کہا ہی لکھتے ہیں کانہا اعتمد علی مطلق آداب الدعاء لکن السنۃ متبعۃ فی الاحوال المختلفۃ الا تری انہ علیہ السلام دعی فی الطواف ولم یرفع یدیہ انتہی پس یہ کلیہ مؤلف کا تو باطل ہوگیا پس استحباب رفع یدین وہیں ہی جہاں فخر عالم سے ثابت ہوا ہو پس وہ تین حدیث مؤلف کی منقولہ طعام پر دعا کرنیکے باب میں دیکھو ہمیں مفید نہیں پس مؤلف کو لازم ہے کہ یہاں بھی رفع یدین نہیں



میت میں ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں رقم فرمایا ہی اما دست برداشتن برائی دعا وقت تعزیت ظاہر اجواز است زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعائی مطلقا ثابت شدہ پس در ینوقت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آن برائی وقت تعزیت ماثور نیست انتہی دیکھیئے یہ بات تسلیم کر کے کہ اس حیثیت خاص سے منقول نہیں یہی حکم دیا تھا کہ ہاتھ اُٹھانا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اُٹھانا ثابت ہی اس پر ہم کہتے ہیں کہ خاص وقت فاتحہ میت کے اگرچہ کوئی روایت ماثور نہو لیکن جب حدیث میں مطلق دعا کیلئے ہاتھ اُٹھانا آیا ہی تو اس فاتحہ میں بھی ثابت ہو گیا کیونکہ یہ بھی دعا ہی اب دیکھیئے مفتیان فتوی انکاری کوئی اس فاتحہ مذکورہ کو کہتا ہی کہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے اور کوئی رسم ہنود بتاتا ہی افسوس افسوس جس چیز کے اُصول احادیث صحیحہ سے نکلتے ہوں اسکو حرام یا رسم ہنود یا ضلالت کہنا انہی با الضاف آدمیوں کا کام ہے پہلے صلحا و علما، تو اسکو مسلم کہتے آئے ہیں مولنا عبد اللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہمعصر شیخ عبد الحق دہلوی کے تھے۔

پس مؤلف کو لازم ہے کہ یہاں بھی رفع یدین کو مکروہ خلاف سنت جانے کہ یہ محل دعا کا ہی نہیں چہ جائیکہ رفع یدین کا علی ہذا دعاء دخول خانہ میں اور لباس پہننے میں اور خروج خلا اور نوم کی حالت میں اور دیگر بہت مواقع ہیں کہ رفع یدین وہاں ثابت نہیں اور دعوات کا پڑھنا ثابت ہے تو جب جگہ یہاں رفع یدین مکروہ ہوگا مگر مؤلف کو ابھی خبر نہیں ہوئی پڑھکر خبردار ہو جاوینگے پس اب مؤلف کو روایات حصن حصین و مشکوۃ کچھ مفید نہیں یہ ادب محل رفع میں ہی نہ غیر اُس محل میں اور نہ یہ روایات کلیہ قطعیہ تھی مگر مؤلف کے فہم پر پردہ ہی علیہذا روایت اربعین کی کیونکہ اُسمیں بھی وقت دعا کے رفع مطلقا ذکر کیا ہے نہ ہر جگہ اور پھر تخصیص کو دعاء تعزیت میں غیر ماثور کہدیا ہے پس مؤلف کا کیا دعا اس سے نکلتا ہے کہ یہاں تخصیص بھی ہے اور عدم رفع بھی یہاں ثابت ہے اور خود خبط العشوا بھی مؤلف کا موجود ہے کہ کہیں فاتحہ میں ہاتھ اُٹھانا کہتا ہی کہیں بعد فاتحہ کے کہیں کچھ کہیں کچھ عقل قائم نہیں رد محتار میں ہے۔ دعاء الخفیۃ ما لفعلہ فی نفسہ قال شارح المنیہ

لیس فیہا رفع لان فی الرفع اعلانا انتہے اور یہاں ایصال ثواب میں دعاء خفیہ ہے کہ دل میں غرض ایصال ثواب کی ہے اسنے اگر فقیر مدعو آگے یا پیچھے طعام کے فاتحہ یا کچھ قرآن پڑھکر ثواب میت کو پہنچا دے تو دل سے نیت ایصال ثواب کی کرے اور طعام کی ایصال کی تو نیت بھی لغو ہے کیونکہ اُسکی نیت صاحب طعام کر چکا ہی یہ کون ہی پس دعوی کلیہ رفع یدین کا مؤلف کا باطل ہوا اور اس محل میں رفع یدین کا نہونا ثابت ہو گیا اور اطلاق ایصال کو اس قید سے مقید کرنا محقق پس حسب اعتراف مؤلف کی بدعت ضلالہ ہوا اور تشبہ ہنود کا بھی اس میں مقرر ہے کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے اور انکا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہیں جسکا دل چاہے ہنود سے تحقیق کر لیوے مولوی عبد اللہ نے تحفۃ الہنود میں لکھتے ہیں کہ ہر سال جس تاریخ میں کوئی مرا اُس ہی تاریخ ثواب پہنچاتے ہیں اور اسکو ضرور جانتے ہیں اور پنڈت اُس کھانے پر بید پڑھتا ہے انتہے پس اب بدعت ہونا اور مکروہ ہونا اس فاتحہ مروجہ کا ثابت بنصوص ہو گیا پس مفتیان دیندار اگر اسکو مخترع ناپسندہ شرعیہ کہیں یا رسم ہنود کہیں بہت بجا اور حق ہے کہ اصول نصوص سے اسکی مذمت ثابت ہو چکی **قولہ** مولوی عبد اللہ گجراتی الخ **اقول** بعد ثبوت منع کے کلیات نصوص سے اگر مولوی عبد اللہ گجراتی اور جامع الاوراد اُس کو جائز لکھیں تو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور ہم کو اُن کے قول کی توثیق کی حاجت نہیں معہذا یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ یہ تخصیصات و تعینات رسوم صالحہ اُسوقت تک ہیں کہ التزام اسکا نہو اور عوام کے قلوب میں رسوخ کا اندیشہ نہو کبھی کبھی ترک بھی کر دیا کریں کیونکہ جب مستحب بھی ان وجوہ سے مکروہ ہو جاتا ہی رسوم صالحہ مردم کی بطریق اولے

وصیت نامہ میں لکھتے ہیں تخصیصات در اوضاع تراکیب ماکولات و تعینات در مفردات بفاتحہ و نیاز ہائے بزرگان از رسوم صالحہ است انتہے اور

جامع الاوراد میں ہی اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقرا دہد البتہ ثواب می رسد۔ اور اسی جامع الاوراد میں ہی۔ چون قرآن ختم کند اول پنج آیت خواندہ

دست برائے فاتحہ بردارد و ثواب ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بخشند۔ یہ وصیت نامہ اور جامع الاوراد کی عبارتیں

صمصام قادری میں ہیں اور زبدۃ النصائح مطبوعہ مطبع محمدی جو ۱۲۶۸ھ کی مطبوعہ ہے اُسمیں مولانا برہان الدین مرحوم کی یہ عبارت صفحہ ۵

پر موجود ہے۔ ہمین است مضمون فاتحہ مرسومہ پس ثواب درود الحمد و قل و ہم ثواب بذل طعام شد و بروح آن جناب خواہد رسید۔ اب اس

فرقے کے بزرگواروں کا احوال سُنیئے مجموعہ زبدۃ النصائح میں صفحہ ۱۳۲ پر استفسار شاہ ولی اللہ صاحب کا ہر قوم ہی سائل نے سوال کیا تھا کہ کسی کے

نام کا مرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست ہے یا نہیں اور ملیدہ و یا شیر برنج وغیرہ نیاز اولیاء کا درست ہے یا نہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے

جواب میں ذبیحہ کو حرام فرمایا اور ملیدہ و شیر برنج کی نسبت یہ الفاظ لکھے۔ اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشان

پزند و بخورانند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن جائز است

انتہی کلامہ۔ دیکھئے کھانے پر فاتحہ دینا خاص فتوے شاہ ولی اللہ سے ثابت ہے اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل

اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں پس دہ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا ے

تعالی سوال نمایند الی آخرہ جائز اور مباح ہونا تو اور بات ہے یہاں تو امر فرما رہے ہیں کہ اس طرح پڑھیں اس سے زیادہ کیا سند ہوگی اور شاہ

عبد العزیز صاحب سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال نہم میں کہ کھانا اُن چیزوں کا جو نذر و نیاز تعزیہ کے سامنے رکھکر فاتحہ پڑھتے ہیں کیسا ہے؟

مکروہ ہو جاوینگی پس مؤلف کو اس سے کوئی مدد نہیں ملی جامع الاوراد کا کہنا اگر بر طعام فاتحہ کردہ الخ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ یہ طریقہ

ایصال کا بدعت ہے مگر بشرط نیت صالحہ کے ثواب پہنچ جاتا ہے اگرچہ اس فعل کی معصیت بھی ہوتی ہے دوسری روایت جامع الاوراد

کی میں یہ وضع بوجہ اباحت کے بھی ہوگی اور بہر گاہ کہ عوام مستحب اسکو جانتے بلکہ ضروری جانیں تو اُسوقت بدعت ہو جاویگی بہر حال مؤلف کو

کسیو جہ سے مفید نہیں! علاوہ ثبوت میں ان روایات کے کلام ہے کہ غلط ہیں یا صحیح و دیگر نصوص کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں تیسرے

تاویل کی گنجایش ہے کہ مدعی مؤلف میں ظاہر و نص نہیں پس ایسی روایات سے کیا فائدہ ہوتا ہے صحاح ظواہر کو چھوڑ کر ضعاف غیر معتبرات پر ہاتھ

ڈالنا نہایت عجز اور بد دیانتی کی بات ہے مؤلف مولوی امیر باز خان کو ترسیتی تلقین کرتا تھا آپ اُسپر عمل نہیں کرتا کہ ایسے تار عنکبوت کے

پناہ پکڑتا ہی بہر حال مؤلف کو فقط سوائے کا عذ سیاہ کرنیکے کچھ نفع نہیں ہوا اور مانعین کو ان عبارات سے کچھ حرج نہیں ہوتا وہ اس عمل کے

بدعت ہونیکے قائل ہیں نہ کہ ایسی صورت میں منکر وصول ثواب کے مگر مؤلف کو کچھ خبر نہیں کہ کیا ہے مؤلف قائل ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا

قید پر راجع ہوتا ہے پس اصل ایصال درست اور قیود و بدعت علے ہذا مولوی برہان الدین کا قول اگر بمقابلہ نصوص مؤلف کے نزدیک

معتبر ہے تو اس میں وصول ثواب کا اثبات ہے نہ رفع بدعت کا اور شاہ ولی اللہ صاحب کے فقرہ اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد خود

معلوم ہو لیا کہ فاتحہ دادن کے معنے ایصال ثواب کے ہوتے ہیں بنا بر متعارف کے ہر چند یہ عرف عام کی وضع پر ہے بہذا عبارت انتباہ میں

مگر مؤلف کے فہم پر افسوس ہے کہ ان عبارات میں کہیں بھی طعام زیر و پیش رکھکر ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ کا پڑھنا نہیں نکلتا جو خاص مؤلف کے ذہن میں ایک



کہتے ہیں طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند و بران فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک میشود خوردن آن بسیار خوب است لیکن بسبب

بردن طعام پیش تعزیہ ہا و نہادن آن طعام پیش تعزیہ ہا تمام شبِ تشبیہ بکفر جبہ پرستان می شود پس از ین جہت کراہیت پیدا می کند واللہ اعلم

دیکھئے کھانے کے اوپر فاتحہ کا پڑھنا شاہ صاحب کے کلام میں صاف لکھا ہوا ہے واضح ہو کہ سب سے زیادہ فاتحہ وغیرہ منع کرنے میں مولوی اسمٰعیل صاحب

شہید میں حال ان کا یہ ہے کہ وہ تاریخ اور دن کی پابندی منع کرتے ہیں اور اسپر بھی کوئی آیت یا حدیث سے ممانعت نہیں کرتے فقط بھی

مصلحتیں بیان کرتے ہیں چنانچہ مقامات تعین تاریخ بستم و چہلم وغیرہ میں ہم انکی عبارت لکھیں گے لیکن کھانے کیساتھ فاتحہ پڑھنے کو وہ بھی

منع نہیں کرتے صراط مستقیم میں لکھتے ہیں نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل است

الی آخرہ۔ ان عبارات منقولہ بزرگان سے اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل و انصاف کے نزدیک صاف ثابت ہو گیا اب اگر بعض صاحب منکرین

میں سے زبردستی الزام دیں فاتحہ کرنیوالوں کو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہی ہے کہ ثواب کھانے کا بے فاتحہ نہیں پہونچتا اور فاتحہ اور پنج آیت وغیرہ

نقشہ جم رہا ہے اپنے خیال کی لوح سے نقل کرتا ہے اور در طرح بدعت سے نہ چشم عبرت ہے نہ حیا و تنبیہ اگر فاتحہ کا پڑھنا بھی مسلم ہوتا ہم رفع یدین

و طعام کا سامنے رکھکر پڑھنا جسکے اثبات میں سرگردانی ہو رہی ہے ہرگز بھی نہیں نکلتا جبکو سائل پوچھتا ہے اور مفتی بدعت کہتا ہے

اور اُسکے اثبات سنت میں مؤلف کمر باندھے ہوئے ہے ڈھیلے پتھر جمع کر رہا ہے اور دعویٰ کچھ دلیل کچھ شرم ندارد اور سوالات عشرہ

کے جواب شاہ عبد العزیز کی طرف سے ہونے میں کلام ہے اگر اُنکے ہی ہیں تو یہ تصرف ہوا ہے کہ طعام نیاز قل فاتحہ پڑھنے سے تبرک ہو جاتا ہے

یہ قول ہرگز صحیح نہیں زکوٰۃ کہ اعلے درجہ کا صدقہ فرض ہے وہ بھی تبرک نہیں ہوتا اور کوئی صدقہ تبرک نہیں بنا پس نیاز امامین کہ

وہ بھی صدقہ ہے کسطرح تبرک بنگیا بلکہ سب صدقات کو اوساخ الناس حدیث میں فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کو منع ہوئی اور جو قرآن پڑھے جانیسے

تبرک ہوا ہے تو چاہئے کہ جس گھر میں کوئی قرآن پڑھے سارے گھر کا طعام تبرک ہو جایا کرے بہر حال یہ بہتان شاہ عبد العزیز صاحب پر ہے اور

خلاف قواعد حدیث و فقہ کے ہرگز صحیح نہیں مؤلف کو یہ تنگی ہو رہی ہے کہ ایسی ایسی روایات سے اثبات مدعا ہے سبحان اللہ مگر درست ہے

مگر کا مبلغ علم اتنا ہی ہے اور مشہور ہے کہ الغریق یتعلق بکل شیئ۔ علی ہذا صراط مستقیم میں نفع رسانی اموات باطعام و فاتحہ خوانی ہے

اس سے جمع کرنا دونوں کا ایک حالت میں یا طعام رو برو ہونا قراءت کی حالت میں کہاں مفہوم ہے واو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہے

اور رفع یدین کس لفظ سے پیدا ہوا ہے صراط مستقیم میں اول اس ہیئت کو بدعت فرماکر منع کیا تھا آخر میں فرمایا کہ ہائے اس منع سے

ایصال ثواب کا منع کوئی نہ سمجھ لیوے تو اُس کو تصریح فرما دیا کہ اصل ایصال مالی بدنی سب جائز ہے بدعات سے منع کرتا ہے اب قول مؤلف

کا کہ اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل و انصاف کے نزدیک ہو گیا کمال شوخی ہے یا بلادت اور کیا کہا جاوے۔ **قولہ** اگر بعض صاحب

زبردستی الخ **اقول** زبردستی کوئی نہیں کرتا عوام کا اعتقاد تجربہ کر کے دیکھلو اور خواص کا معاملہ مثل واجب کے التزام سے اور علامت ترک سے

شاہد ہے آنکھ کھولکر مؤلف ہی دیکھ لیوے اور افترا ہر روز ہوتا رہتا ہے مؤلف بھی مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب پر

افترا کر چکا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ عقیدہ وجوب کا نہیں تاہم اصرار و پیرو بدعت و قبیح ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر مااہل بہ میں لکھتے

ہیں و مبرش آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور ہر گونہ کہ مقرر است تعیین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کسیکہ منظور باشد چنانچہ

پڑھنے کو یہ لوگ یوں نہیں جانتے کہ یہ امر خیر ہے اور ثواب کی بات ہے بلکہ اسکو فرض واجب جانتے ہیں جواب اسکا یہ ہے کہ منکر لوگ ایسے ایسے
افترا باندھا کرتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جو ہر سال اپنے باپ کا عرس کرتے تھے اس پر مولوی عبد الحکیم پنجابی نے یہ اعتراض لکھا ہے کہ تمنے عرس کو فرض سمجھ کر
ہے سال بسال کرتے ہو اسکا جواب شاہ صاحب موصوف نے لکھا ہے زبدۃ النصائح مطبوعہ ۱۲۹۶ھ کے ۴۴ میں ہے۔ این طعن مبنی است بر جہل احوال
مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان باہداء ثواب تلاوت قرآن و دعا
خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آن است کہ آن روز مذکر انتقال ایشان می باشد از دار العمل
الخ اس عبارت کے شاہ صاحب نے عرس کی اصلیت احادیث سے ثابت فرمائی ہے اور درمنثور اور تفسیر کبیر وغیرہ سے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ہکذا یفعلون انتہی اس تقریر سے چند باتیں
فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح الخ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عوام کے نزدیک
ایصال کا متعین ہے سو تقیید مطلق سے بدعۃ ضلالہ ہوا بقول مولف بھی اور جب کوئی طریق نہیں سوائے اسکے تو یہ طریق واجب ہوا مگر یہ بھی اس
واضح ہوا کہ شاہ عبد العزیز کے نزدیک یہ طریق ایصال کا بدعت و ناجائز بھی ہے پس سوالات عشرہ کی تکذیب ظاہر ہو گئی کہ اس میں جواز و تبرک
لکھا تھا حالانکہ یہاں نجاست معنوی بدعت کے باعتراف موجود ہے مولف خود سے مطالعہ فرماوے تا کہ اسکی آنکھ کھلجاوے۔ الحاصل عوام کے نزدیک
تعیین طریق ایصال ہونا بفاتحہ مروجہ شاہ صاحب کی تحقیق سے معلوم ہوا اور حسب اقرار مولف یہ قابل زجر و تنبیہ کے اور بدعت ضلالہ ہوا اب خواص کو
بھی اس کام کا کرنا جس سے عوام کو خرابی پہونچے ممنوع ہوا کہ موجب اضلال عوام کا ہے اور یہی ہمارا تعین کا تھا اور مولوی عبد الحکیم صاحب نے شاہ صاحب
پر اعتقاد فرضیت عرس کا اعتراض کیا تھا شاہ صاحب نے اسکا انکار کیا اور ایصال ثواب زیارت قبور کو مستحسن فرمایا سو اس میں کسی کو انکار نہیں مگر
عوام کو تو بری اس عقیدہ سے نہیں کیا بلکہ عوام کا یہ عقیدہ تفسیر عزیزی میں خود فرمایا اور بطور التزام کے تعیین یوم زیارۃ کو عقلاً لکھکر ایک حدیث
لکھدی ہے گو وہ ضعیف ہے نہ بطور احتجاج و ترجیح تصحیح اس حدیث کو کی اور دلیل اسکی یہ ہے کہ عجالہ نافعہ میں خود شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ طبقہ رابعہ
کی احادیث پر اعتقادیات اور عملیات میں دونوں میں عمل کرنا درست نہیں پس اس روایت درمنثور وغیرہ پر کہ طبقہ رابعہ سے ہیں کسطرح عمل درست
ہو سکتا ہے حالانکہ حدیث صحیح لاتتخذوا قبری عیدا اسکی معاند موجود ہے اور مانع عرس کی ہے قال صاحب المجمع لاتجعلوا قبری عیدا ای زیارۃ قبری
عیدا او قبری مظہر عید ای لاتجمعوا الزیارۃ اجتماعکم للعید فانہ یوم لہو و سرور و حال الزیارۃ بخلافہ کان داب اہل الکتاب فاورثہم القسوۃ ومن بعبیری
عبدۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات۔ انتہی۔ اب دیکھو کہ عرس کو حدیث صحیحین نے بالکل حرام کر دیا اور مولف بھول گیا کہ صحیحین کے مقابلہ میں
ساقط کی روایت کو بحث بدعت میں قابل عمل نہیں لکھا تھا حالانکہ وہ حدیث صحیح تھی اور معارض بھی نہیں تھی اب یہ حدیث شیخین کے مقابلہ میں ضعیف
روایت کہ قابل احتجاج بھی ہرگز نہیں کسطرح درست ہو گئی مولف کو واجب تھا کہ اسکو حسب اپنے قاعدہ کے رد کر دیوے معہذا حدیث مجمل ہے کہ راس
حول سے معلوم کیا مراد ہے آیا محرم کہ قدیم عرب میں راس حول تھا یا ربیع الاول کہ راس ہجرت ہے یا شہادت کہ شوال مقابلہ محمل ہے یہ عمل درست نہیں
بہرحال شاہ صاحب نے الزاماً یہ روایت نقل کر دی ہے ورنہ ہرگز قابل احتجاج کی نہیں پس اصلیت عرس کی ہرگز ثابت نہیں جیسا مولف اپنے ذہن میں جمائے
بیٹھا ہے پس **قولہ** اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں **اول** یہ تو ہم کیونکہ اصلیت عرس کی اس حدیث سے جب ثابت



ثابت ہوئیں **ایک** یہ کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے عرس کی اصلیت حدیث سے پہنچائی یعنی ابن منذر اور ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتیں
درمنثور اور تفسیر کبیر سے نقل فرمائی ہیں ان میں یہ بات ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سال بسال شہداء احد کی قبور پر ہر برس کے سر پر تشریف
لاتے تھے اور اسیطرح بعد آپ کے خلفاء اربعہ کرتے رہے غرضکہ اصلیت عرس ثابت ہو گئی اب جو کوئی شاہ صاحب موصوف کے خاندان میں ہو کر
اپنے بزرگان کا کلام رد کرے اسکو اختیار ہے **دوسری بات** یہ کہ قبور صالحین کی زیارت موجب برکت ہے **تیسری** کہ قدیم سے حاسد
لوگ زبردستی طعنے دیا کرتے ہیں اور افترا باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض واجب جان رکھا ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب
بھی شاکی ہیں اور فرماتے ہیں این طعن مبنی است بر جہالت الخ پس اسی طرح فاتحہ کرنے والوں پر اور محفل مولد شریف کرنیوالوں اور قیام
کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ان چیزوں کو فرض و واجب جانتے ہیں اس کا وہی جواب ہے جو شاہ صاحب نے فرمایا **چوتھی** یہ کہ فتوے
انکاری ہیں مولوی امیر باز خان التزام امر مستحب کو حصہ شیطان کا ثابت کرتے ہیں تو کلام شاہ عبد العزیز صاحب سے اور انکے معمول دائمی سے معلوم
ہو گیا کہ مستحب کا نباہ دائمی کرنا مستحب ہے **پانچویں** یہ ایک وقت میں جمع ہونا عبادتیں یعنی قرآن اور دعا اور تقسیم شیرینی و طعام کرنا برا نہیں بلکہ
مستحسن اور خوب ہے اور خوب بھی کیسا کہ باجماع اب کہیئے اجماع علماء اور اتفاق صلحا کے آگے تمہارے پیروں کے اختلاف اور بہوٹ کو کون سنے تتمہ
مولوی یعقوب علی مدرس مدرسہ نظامیہ نے اپنے تمام پیشوایان متقدمین اور متاخرین کے رسائل سے دلائل انتخاب کر کے فاتحہ وغیرہ کی مذمت میں
ایک رسالہ لکھا جسکا باعث اول ایک شخص خیر اللہ ہوا تھا اور وہ رسالہ دہلی مطبع فاروقی میں چھپا اس رسالہ کی تعریف صفحہ اول میں یہ لکھی ہے ایسا یہ
مسئلہ مدلل اور محقق ہوا کہ آج تک کہیں نہیں چھپا تھا اور نہ دیکھنے میں آیا اور نام اسکا سیف السنۃ رکھا انتہی کلامہ چونکہ تعریف اس رسالہ کی
بقول شخصے اپنے منہ میاں مٹھو بہت کچھ لکھی ہے اس میں اندیشہ ابتلا عوام کا ہے اسلیئے میں محرر اس انوار ساطعہ کا چاہتا ہوں کہ اس سیف السنۃ
کے دلائل کا گند ہونا اور بدعیانی کا زنگ لگا ہونا جوہر شناسوں کو دکھلا دوں۔ مولوی مذکور صفحہ ۷ سیف السنۃ میں لکھتے ہیں یہ جو
ہوتی کہ یہ حدیث مفسر صحیح ہوتی اور اوسکی معارض حدیث نص صحیح نہ ہوتی اور قبور صالحین کی زیارت اسوقت موجب برکت و جائز ہے کہ
کوئی مفسدہ و شرعی لازم نہ آوے اور التزام مستحب کا بھی بدعت ہے بسبب تقیید اطلاق کے بقول مولف پس یوم عرس اگر متعین ہو گا وہی
مفسدہ و بدعت لازم آوے گا اور جمع بین العبادتین درست ہے بشرطیکہ اوسکی ترکیب سے کوئی ہیئت غیر مشروعہ نہ پیدا ہو جاوے۔ باقی ہزلیات
مولف کا جواب محقق پہلے ہو چکا ہے ضرورت اعادہ کی نہیں اب جو بے پیر اور بے راہ ہے خود معلوم ہو گیا کہ احادیث صحاح کا مخالف اور اپنے قول کا
عامل خلاف مجتہدین کے ہو کر جو ہو گا وہی بے پیر بلکہ بیدین ہے فقط **قولہ** تتمہ الخ **اقول** مولوی یعقوب علی کے پیشوایان کا جواب آجتک
کسی اہل بدعت نے نہیں دیا مگر مولف کی طرح سب و شتم کہ جہلاء کا طریق ہے کرتے رہے ہیں اب مولف نے تمام اپنے پیشوایان کی ساری عمر کی
تحقیقات و تحریرات کا انتخاب کر کے یہ رسالہ انوار ساطعہ لکھا ہے اور تئیس سال کی اپنی سعی کا خلاصہ اس میں درج کیا ہے سو واضح ہو گیا
کہ محض جہل مرکب ہے بس فقط عرض ہی رد ہے نہ سوال کو سمجھے نہ جواب کو بوجھے دعوی کچھ دلیل کچھ نتیجہ کچھ اور دلائل ایسے جیسے علم پر ناز اور
مولوی یعقوب علی پر اعتراض مولف کی ہی بے شعوری کا کلام ہے حد ہیں **قولہ** مولوی مذکور صفحہ ۷ میں [illegible] کر لکھتے ہیں الخ **اقول** مولف
ذرا تو شرم کرے معہذا یہ تو معنی شرح منیہ کے بھی شرح منیہ کے یہ معنی ہیں کہ قرآن پڑھنے کو میت کے [illegible] جمع ہوں اور ملاں کے واسطے

کھانا سامنے رکھکر ہاتھ اُٹھا کر یا بلا اُٹھائے کچھ کلام اللہ بطور فاتحہ پڑھتے ہیں فقہانے مکروہ لکھا ہے شرح کبیری میں ہے۔ ان اتخاذ الطعام عند قراۃ القرآن یکرہ۔ یعنی رکھنا کھانے کا وقت قراۃ کے مکروہ ہے انتہی کلامہ اب اس مقام پر چند باتیں قابل خیال کے ہیں ایک تو یہ کہ جاہلوں کے بہکانے کیواسطے اتخاذ الطعام کے معنے لکھے رکھنا کھانے کا یہ خلاف لغت عرب کے ہے رکھنے کو عربی میں وضع کہتے ہیں اور سبحان اللہ تطبیق دلیل و دعا پر دیکھئے کیا خوب ہے دعویٰ کرتے ہیں کہ سامنے کھانا رکھکر کلام اللہ پڑھنا منع ہے اور دلیل یہ لائے کہ جس وقت قرآن پڑھتے ہوں اُس وقت کھانا رکھنا منع ہے دیکھئے دلیل تو فی نفسہ مسلم ہے یعنی جس وقت آدمی قرآن پڑھتے ہوں عین حالت قراءت میں اُنکے سامنے کھانا لانا اور اون کا

---

طعام طیار کرایا جاوے تو یہ مکروہ ہے پس سنو کہ ہر گاہ کہ عوام کے نزدیک مقرر ہو لیا کہ ضیافت میت میں لوگ آکر قل پنج آیت پڑھتے ہیں اور یہاں بھی آکر پڑھینگے اور ہونا اسکا ضرور جانتے ہیں تو بداہتہ اہل میت کے نیت طعام کے ساتھ قرآن پڑھنے کی ہوئی اور طعام خوار بھی جانتے ہیں کہ ہم کو وہاں جاکر قرآن کا پڑھنا ضرور ہے تو اجابت دعوت کیساتھ قرآن پڑھنے کی نیت مقرر ہوتی ہے پس طرفین میں ضیافت کا ہونا اور قراۃ قرآن کا ہونا محقق ہو چکا اب میت کے واسطے قرآن خوانی کو بُلانا اور بعد اس ضیافت پر صادق آگیا بداہتہً پس اتخاذ الطعام عند قراۃ القرآن یہاں موجود ہے بداہتہً اگرچہ قلیل ہی ہو سارا قرآن نہو کیونکہ کثرت قلت کا فرق تو مولف نے ساقط کر دیا ہے ایک الحمد کو ضیافت کا حکم دے چکا ہے اور فقط فاتحہ کو قرآن کا حکم دیدیا اور درست ہے پس قرآن خوانی کیواسطے اور قرآن خوانان کیواسطے اتخاذ طعام ہو گیا اگر تھوڑی بھی عقل ہو تو واضح ہے

البتہ یہاں دوسری شق بھی شرح منیہ کی موجود ہے اعنی وان اتخذ للفقراء کان حسنا بہر حال یہ ضیافت مروجہ مرکب ہوئی دونوں شق سے کہ للفقراء بھی ہے۔ اور لقراءۃ القرآن بھی ہے پس مرکب مباح اور مکروہ سے مکروہ ہی ہوتا ہے یہ قاعدہ مشہور ہے پس موافق قواعد فقہ کے اور روایت شرح منیہ کے یہ اتخاذ طعام مکروہ ہو گیا۔ مولف خوب سمجھ کر غور کر لیوے۔ اب مولوی یعقوب علی کا استدلال سنو کہ اُنکی مراد رکھنے سے تیار کرنا اور ٹھیرانا ہے یعنی پکوانا اور یہ محاورہ ہند کا ہے۔ جیسا اتخاذ الجنۃ جو باب ترمذی وغیرہ میں آتا ہے۔ اسکا ترجمہ ڈھال رکھنے کرتے ہیں۔ بہر حال مراد اُنکی سامنے اکل کے رکھنا نہ تھی۔ کہ کوئی لفظ ایسا ترجمہ میں نہیں ہے۔ مولف نے زبردستی رکھنے کو سامنے رکھنا سمجھکر اعتراض کیا ہے۔ خوامخواہ یہ کم فہمی مولف کی ہے اور اعتراض ہرگز نہیں۔ مولف غلط کرنیکا دعویٰ کرتا ہے۔ اور خود اپنی خبر نہیں کہ کسقدر غلط تراجم اور خیانت نقل عبارات میں کرتا ہے ہمنے خطاہائے لفظی اُسکی نہیں لکھی۔ بطور الزام کے ایک غلط ترجمہ مولف کا بتاتا ہوں۔ کہ صفحہ تیرے کی پہلی سطر میں لست کاحدکم کا ترجمہ مولف نے لکھا ہے۔ بقولہ یعنی ایک تم میں میری طرح نہیں۔ اور حالانکہ یہ ترجمہ ہدایۃ النحو پڑھنے والا بھی نہیں کر سکتا۔ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ میں نہیں ہوں مثل کسی ایک تمہارے کے۔ پس اپنی خبر نہیں دوسروں کو خواہ مخواہ طعن کرتا ہے۔ اور جو تسلیم کیا جاوے کہ سامنے ہی رکھنا مراد ہے۔ تو بھی استدلال درست نہیں ہے۔ اسواسطے کہ درصورتیکہ قرآن خوانوں کو کھانا کھلانا بعد قرات کے یا قبل قرات کے۔ اور اُنکیواسطے کھانا پکانا مکروہ ہوا تو عین قراۃ میں سامنے رکھا ہونا اور اسکے ہی واسطے کھانا پکانا بالطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔ بدلالۃ النص۔ پس یہ روایت کھانا رکھکر قرآن پڑھنے پر صاف دلالت کرتی ہے۔ مگر مولف کو فہم مطلب سے غرض نہیں۔ دوسرے یہ کہ جب قرآن پڑھتے ہوئے کھانا لاکر رکھنا مکروہ ہے جسکو مولف خود تسلیم کرتا ہے۔ اور اسکی دلیل کو بھی مسلم رکھتا ہے۔ تو بعینہٖ اس ہی دلیل سے قبل قرات بھی رکھنا مکروہ ہوگا۔ سو اسواسطے کہ خشوع کا جانا جیسا وقت قراءت کے طعام رکھنے میں ہے قبل قراءت رکھنے میں بھی موجود ہے قاری کا دل مشغول ہونا دونوں صورت میں موجود ہے بلکہ پہلے سے رکھنے میں زیادہ تر تک شغلی ہے



دل اوسمیں مشغول کرنا مکروہ ہے لیکن اون کا دعویٰ اس سے ثابت نہیں ہوتا اور تماشا یہ کہ دروغ گو را حافظہ نباشد اتخاذ الطعام کے معنے یہاں سامنے رکھنے کے کرکے تیسری سطر میں جو رسم تیجے دسویں وغیرہ کو رد کرتے ہیں اتخاذ الطعام کے معنے لکھے مقرر کر لینا کھانیکا اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ شرح کبیری سے یہ تو فقرہ نقل کر دیا لیکن صاحب کبیری نے جو اسپر اعتراض کیا ہے دوسری سطر میں وہ نقل نکیا وہ یہ ہے ولا یخلو عن نظر لانہ دلیل علی الکراہۃ الی آخرہ۔ یعنی وہی صاحب کبیری شارح منیہ لکھتے ہیں کہ یہ مکروہ کہنا اس کہانیکا بحث سے خالی نہیں اسواسطے کہ کوئی دلیل کراہت پر نہیں الی آخرہ۔

اس سے بھی زیادہ خیانت اور رابطہ قریبی یہ کہ اوسی سطر میں شرح کبیری میں لکھا ہے وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔ یعنی اگر تیار کریں کھانا غریبوں کے واسطے اچھی بات ہے صاحب سیف السنۃ نے ایسی سیف اپنے گردن دیانت پر پھیری کہ اس فقرہ کا نام بھی نہیں لیا اور ایسے ہی صفحہ ۱۰ میں مولوی عبدالحکیم صاحب دہلوی پر افترا کیا ہے کہ انہوں نے تفسیر کے صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں حضرت نے دعا اور فاتحہ پڑھی ہے حالانکہ یہ بحث بہتان ہے اُنکی تفسیر فاتحۃ الحکیم کا صفحہ ۸ دیکھیے جسکا جی چاہے کہ غزوہ تبوک میں انہوں نے فاتحہ کا نام بھی نہیں لیا فقط یہ لکھا ہے کہ دعا پڑھی افسوس ہزار افسوس کہ اس سیف السنۃ میں جو مقام پر مولوی عبدالحکیم صاحب کی نسبت القاب بد لکھے حاشیہ صفحہ ۱ میں لکھا کہ ادنیٰ کل تصنیفات دغابازی اور بے ایمانی سے خالی نہیں اور حاشیہ صفحہ ۱۰ میں بھی خراب لفظ لکھے اب سب ارباب انصاف خیال فرماویں کہ کسکی دغابازی تو اب تک بھی ثابت نہیں

---

سو وہ بالطریق الاولیٰ مکروہ ہوگا پس یہ ادعا اور دلیل تو مطابق ہے مگر مولف کے فہم میں کوتاہی اور مخالفت ہے اور یہ دوسری دلیل کراہت فاتحہ مروجہ کی مولف کے اقرار سے ثابت ہو گئی کہ دل قاری کا اور جملہ اکلین کا کھانے میں مشغول ہے اور قرآن کا پڑھنا اور سننا کہ دونوں عبادتیں ہو رہا ہے قال المولف دلیل تو فی نفسہ مسلم ہے کہ آدمی قرآن پڑھتے ہوں عین حالت قراءت میں اُن کے سامنے کھانا لانا اور اُن کا دل اُس میں مشغول کرنا مکروہ ہے انتہی اب دلیل کراہت فاتحہ مروجہ کی مولف نے اپنے مونھ سے بولدی مگر ہاں پڑھتے میں طعام رکھنے سے دل مشغول ہوا اور پہلے سے رکھکر پڑھنا شروع کرنے میں نہ مشغولی ہو یہ کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا الغرض یہ ترجمہ آپ کا مسلم کرکے بھی استدلال میں کوئی عیب نقصان نہیں مگر ہاں مولف کے فہم میں بیشک نقصان ہے پس یہ طعن ترجمہ اور خندہ مولف کا اُس پر ہی منقلب ہوا اور لغت دانی اور علم و فہم مولف کا سب پر واضح ہو گیا مگر خدشہ لا یخلو عن نظر کا باقی ہے وہ بھی سنو کہ بظاہر یہ خیانت مولف کی ہے کیونکہ مولف کو اُس مقام رد المحتار پر نظر ہے چنانچہ اس ہی ذیل کی روایت مولف اس اپنے رسالہ میں نقل کرتا ہے سو رد المحتار بعد نقل روایت شرح منیہ کی اور اُسکے قولہ لا یخلو عن نظر کے لکھتا ہے اقول فیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لہا مع احتمال سبب خاص بخلاف

ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذہبنا و مذہب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا بحدیث جریر المذکور علی الکراہۃ الخ پس ہر گاہ مولف کو اس نظر شرح منیہ کا منظور ہونا معلوم تھا پھر بھی دیدہ و دانستہ نقص کیا یہ عین خیانت اور حق پوشی اور خلاف دیانت کی ہے اور چونکہ نظر شارح منیہ کی لا یعبأ بہ ہوئی تو روایت بزازیہ کی سالم و معتبر رہی مولوی یعقوب علی نے اصل روایت کو نقل کیا اور نظر پر کچھ نظر نہ کی کہ خود منظور نہ تھی یہ عین دیانت و علم ہے کہ معتبر روایت کو نقل کرے اور منظور و غیر بر التفات و نظر نکیا کرے مگر مولف اپنے خیالات کو عین دیانت جانتا ہے اور راد و نکی دیانت کو بھی خیانت سے تعبیر کرتا ہے معاذ اللہ قولہ پھر ایسے ہی صفحہ ۱۱ میں الخ اقول مولف اس کو افترا کیوں کہتا ہے فاتحہ کو من وجہ دعا مولف خود ہی کہتا ہے سو بطور عطف تفسیر کے اُنہوں نے لکھدیا ہے کوئی توحش کی بات نہیں اور شکوہ بدزبانی کا بھی مناسب نہیں مولف نے اپنے استادان دین کو اور بڑے بڑے جلیل القدر علماء و اتقیا و متاخرین و متقدمین کو نہیں چھوڑا اگر مولوی یعقوب علی نے مولوی عبدالحکیم کو کچھ لکھدیا تو کیا شکوہ ہے مولف کو تو بہ

دعوی بے دلیل ہے اور حضرت سیف السنۃ کے ایک ہی فقرہ میں کتنی بددیانتی اور خیانت بھری ہوئی ہے اسیطرح اگر کوئی دانشور اُس کو دیکھیگا بہت خرابیاں اوس میں پاویگا میں نے اوسکا انداز اور چال چلن ایک فقرہ لکھکر ظاہر کردیا ہے مشتے نمونہ خروارے مجھکو بزرگان سلف کی دانشمندی اونکے کلام فرمانیکا کمال اذعان ہے سچا اعتقاد اور صحیح تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہ بات بزرگوں کی نہایت صحیح ہے المرء یقیس علی نفسہ یعنی آدمی سب کو اپنا سا خیال کرتا ہے پس اسی طرح مولوی یعقوب علی مذکور نے مولوی عبدالحکیم صاحب کو خطاب اپنے القاب کے موافق دیا ہے اس کا کچھ گلہ نہیں اب آپکے تبحر علمی کا حال سنئے کہ غزوہ تبوک کی حدیث جس میں کثرت سے صحابہ تھے آپ صفحہ ۱ سیف السنۃ میں اُس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں اگر کثرت صحابہ تھا تو کیوں یہ حدیث متروک ہوئی بارہا اس عاجز نے کتب صحاح مستند وغیرہ کا درس دیا ہے اسکا پتہ بھی نہ پایا انتہی کلامہ آپ عالم اور محدث ہونیکا دعویٰ فرماتے ہیں کہ صحاح ستہ اور اوسکے ساتھ وغیرہ بھی پھر وہ بھی بارہا بطور درس دینے کا اظہار اور میاں کو حدیث غزوہ تبوک کی بھی خبر نہیں اگر کوئی مشکوٰۃ کا ترجمہ بھی دیکھا ہوا ہوتا تو مان لیتا کہ بیشک باب المعجزات میں یہ حدیث بروایت مسلم موجود ہے اب حال خوش فہمی اور ترتیب دلائل اور تحصیل نتیجہ کا دیکھیے رد فاتحہ مرسومہ کی بڑی عمدہ دلیل صفحہ ۵ کے آخر سطروں میں لکھتے ہیں جب آپ کے سامنے طعام تناول کے لیے آتا آپ سالن کی انتظاری نفرماتے اگر کسی نے کہا یا رسول اللہ سالن آنے دیجئے آپ فرماتے کہ سالن کو روٹی پر فوق دیتے ہو انتہی کلامہ سبحان اللہ کیا محکم دلیل آپ نے رد فاتحہ کے لئے تجویز فرمائی ہے قیاس مع الفارق اول تو یہ کہ وہ کھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود نوش جان فرمانیکا ہوتا تھا محتاجوں کو بقصد ثواب رسانی کھلانیکا نہوتا تھا جب وہ کھانا اوطرح کا ہوا اور یہ اور طرح کا تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا عجب ہے وہی مثال ہوئی

---

عین مذہب دین ہے اگر یہ کوئی بڑی بات ہے تو اول خود عمل کرے پھر دوسرے کو نصیحت کرے زیادہ اس سے ہم کا جواب نہیں دیتے کہ علم کی بات نہیں **قولہ** اب حال خوش فہمی الخ **اقول** خوش فہمی مولف کی تو اول رسالہ سے ابتک دیکھتے چلے آتے ہیں پچھلے قول میں مولوی یعقوب علی کی تخطیہ میں بھی مولف کی خوش فہمی ظاہر ہوچکی بندہ نے سیف السنۃ کبھی نہیں دیکھی سنے اس رسالہ ہی سے یہ عبارات اسکی معلوم ہوئی ہیں مگر خوش فہمی مولف کی یہاں بھی واضح ہے یہ روایت عدم انتظار سالن کی تو مولف قبول ہی کرتا ہے خواہ کیسی ہی لہذا اس میں کلام فضول ہے البتہ مولف نے مابہ الافتراق پیدا کر کے اعتراض کیا ہے کہ طعام اپنے کھانے اور صدقہ کے طعام میں فرق ہے اپنے کھانیکے طعام کا تو ادب ہے کہ انتظار سالن کا بھی نہو اور صدقہ کا طعام ہوگیا تو ادب نرہا کہ پڑا رکھا ہے حالانکہ طعام دونوں ظاہراً ادب میں برابر ہیں گو اوس خ معنوی سے صدقہ ملوث ہو کر ذی فضل کو مکروہ ہوا مگر ادب طعام ہونا کچھ فرق نہیں آیا پس مولوی یعقوب علی کی غرض یہ تھی طعام کا ہر حال ادب ہے اگرچہ قصد تھا پس بعد طعام رکھنے کے دوسرے کام میں نہ لگے بلکہ مشغول باکل ہوجاوے جیسا فخر عالم علیہ السلام نے کیا مگر مولف نہ سمجھا تو بولا کہ یہ طعام صدقہ ہے پس اگر یہ فارق ہے تو مولف اپنے دعوے کو کسی ایسی دلیل سے درست کرے کہ طعام صدقہ میں ادب نہیں رہتا ورنہ کلام مولف کی بیہودہ گی ہے الحاصل طعام نعمت الٰہی ہے اگرچہ طعام صدقہ کا حدیث میں ہے کہ اکرموا الخبز اور یہ بھی اکرام ہے کہ بعد طعام آنیکے دوسرے کام میں مشغول ہو متوجہ باکل طعام ہوجاوے اگرچہ عبادت نفل ہی کیوں ہو چنانچہ حدیث مسلم گذری لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام اور احیاء العلوم میں بھی حضرت علیہ السلام کا فعل نقل کیا ہے کہ انتظار سالن کا بھی نکرتے تھے پس طعام [illegible] [illegible] طعام رکھکر خود [illegible] [illegible] طعام صدقہ [illegible] [illegible] تو کتاب بھی [illegible]



جیسا آپ نے صفحہ ۸ میں لکھا ہے پس آپ اپنی اُس مثال کو دیکھیے گا در گریبان میں سو منہ ڈالیے گا دوسرا نقصان دلیل یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن کی انتظاری میں جو یہ فرمایا کہ سالن کو فوقیت دیتے ہو روٹی پر بیانات اور ہے اور جو شخص فاتحہ پہلے پڑھتا ہے اور اس سبب روٹی کہانے میں دیر ہوتی ہے اسکو تو نہیں کہہ سکتے کہ کیا اللہ کے کلام کو فوقیت دیتے ہو روٹی پر پس یہ سمجھ لو کہ یہ سب دلیلیں تمہاری خود ذلیل اور تمکو ذلیل کرنیوالی ہیں یہ کتاب سیف السنۃ اس معنی کر صحیح ہے کہ سیف قطع کرتی ہے سیف السنۃ بمعنی قاطع سنت یعنی یہ کتاب سنت کو کاٹنے والی اس لئے تمنے اسکی دلائل میں خیانتیں کی ہیں اور خیانت خلاف سنت ہے اور مولوی عبدالحکیم صاحب دہلوی کی نسبت جو لفظ بے ایمان بیچ اور دغاباز وغیرہ کے لکھے ہیں وہ بھی از روئے سنت ممنوع ہیں پس تمہاری سیف سنت کی کاٹنے والی تلوار ہے چاہیئے تمہاری اس تحریر کا نتیجہ ظاہر ہوکر پھر تم کسی کو کلمات ناشنیدہ نہ کہو اور نیز دین میں مغالطہ اندازی اور فتنہ پردازی کبھی نکرو لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے۔ ودر بعض روایات آمدہ کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدق می کنند از وی یا نہ اور خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاؤا الی مقابرہم ثم جاؤا فی بیوتہم اور محمد بن رشید تبریزی نے دستور القضات میں لکھا ہے من الفتاوی النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اہلی واولادی واقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ہذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فرجعون منہم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین اللہم قنطہم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ انتہی اس فرقہ کا قاعدہ ہے جس کتاب میں انکے خلاف عقاید بیان ہوتے ہیں اُسکو کہدیا کرتے ہیں یہ معتبر نہیں

---

ورنہ خود مردود ہے سبحان اللہ مولف کی خوش فہمی ظاہر ہوچکی باقی انکی کلام مضحکہ صبیان ہے قابل جواب علمی کے نہیں اب بھی مولف مقر ہوچکا ہے کہ طعام کا رکھنا حالت قرآن پڑھنے میں بسبب مشغولی قلب کے مکروہ ہے علیٰ ہذا قرآن پڑھنا طعام رکھی حالت میں مکروہ ہے بسبب مشغولی قلب کے بلاتفاوت مگر مولف کے ہوش درست نہیں **قولہ** ثانیہ جمعرات کی فاتحہ الخ **اقول** سائل نے جمعرات وغیرہ کی فاتحہ مرسومہ کو پوچھا تھا مجیبوں نے اس ہیئت وتقید کی بدعت ہونیکا فتویٰ دیا تو حسب قاعدہ مسلمہ مولف کے یہ بدعت ہونا قید کی طرف راجع ہوا یعنی ہیئت اور تقید زمان کی طرف سو وہ ثابت ہوگیا اور کوئی معتی ایصال ثواب کا منکر نہیں جب کبھی جسوقت ہو بلا قید کی جائز ہے الا تخصیص بلا نص کے منکر ہیں خصوصیت کسی دن کی اگر نص سے ثابت ہوجاوے تو اعتبار کرتے ہیں ورنہ سب ایام برابر جانتے ہیں اور اُسی تخصیص کرنیکو بدعت کہتے ہیں اب مولف جمعرات کی تخصیص کے اثبات میں تین روایات لایا ہے بلا سند مگر اُسکو خدشہ ہوا کہ اہل سنت نقص ضعف یا وضع کا لکر کے اڑا دیوینگے لہذا اوسکی تدبیر کرتا ہے **قولہ** اس فرقہ کا قاعدہ ہے کہ اپنے عقیدہ کے خلاف کو غیر معتبر کہتے ہیں **اقول** سوا اس کے فرقہ اہل سنت محدثین وفقہا رکا یہی معمول ہے کہ حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اگر صحیح ہوئی تو قابل احتجاج جانتے ہیں ورنہ رد کرتے ہیں یقول علیہ السلام یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث پس ہر کس کو محل طعن بنانا کسی عالم کا کام نہیں کہ یہ امر فخر عالم کا ارشاد ہے البتہ فرقہ مبتدعہ اپنی ہوا کی احیاء میں روایات موضوعہ منکرہ سے استدلال لاتے ہیں اور جملہ محدثین ضعیف پر جرح کرتے ہیں دیکھو صحاح ستہ اسے پڑھے مگر مولف نے قاعدہ ایجاد کیا ہے کہ اگر

اسکی ضعیف روائتیں ہیں اسلئے میں خبردار کرتا ہوں کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں چند مقام پر سند پکڑی ہے اور کتاب خزانۃ الروایات سے بھی اُنہوں نے سند پکڑی ہے مائۃ مسائل کے مسئلہ ہشتاد و سوم میں اور رسائل الاربعین کے مسئلہ سی و پنجم میں و مسئلہ بست و سوم میں اور دستور القضات کی بھی سند پکڑی ہے مسئلہ سیزدہم مائۃ مسائل میں پس یہ کتابیں انکے بزرگوں کی مسلم الثبوت ہیں غرضکہ ان کتابوں کی روایت کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ کچھ خیر خیرات اور دعا درود وغیرہ نہیں کرتے انکے گھر سے روحیں موتی کی غمگین ناامید ہو کر انکو کوستی بد دعا دیتی نکلتی ہیں بناءً علیہ سنت میں دستور تھا کہ جمعرات کو صدقہ دیتے تھے لیکن آخری صدی کے علما نے چھوڑ دیا

کسی نے کسی کتاب کی کوئی روایت نقل کی تو وہ تمام کتاب ناقل کے نزدیک معتبر ہو جاوے یہ آج تک کسی نے نہیں لکھا مثلاً ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے استدلال لاتے ہیں معہذا اوسکی ضعیف روایت پر جرح کر کے ترک کر دیتے ہیں ترمذی ابو داؤد وغیرہما کتب سے سند لاتے ہیں معہذا جس روایت میں اُسکے ضعف ہے اسکو ترک کرتے ہیں اسکو ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے مگر مولف کہتا ہے کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب نے شیخ عبدالحق اور خزانہ اور دستور القضات سے روایات نقل کی ہیں تو بس سب مرویات منقولات انکی انکے نزدیک معتبر واجب القبول ہو گئیں یہ عجب العجاب استدلال ہے اور خود مولف اسکے خلاف عمل کرتا ہے کہ نسائی جو معتبر کتاب ہے اسکی زیادہ ثم لقیتم الکذب کی بزعم خود خلاف شیخین کی روایت سمجھ ضعیف متروک ٹھہرا چکا ہے حالانکہ نسائی کو وہ معتبر جانتا ہے پس دوسروں کو کیوں ایسا جان گیا کہ دو چار روایت نقل کرنے سے سبکی سب معتبر جان بیٹھے ہیں اگر مولف کو مخالفت حدیث صحیح کا عذر ہے تو دیگر علما بھی یہی عذر رکھتے ہیں غرض مولف کی کوئی ہوش کی بات نہیں اب سنو کہ اول تو ان روایات کی توثیق خود کتاب والوں نے نہیں کی کہ انکے نزدیک یہ روایات صحاح ہیں یا نہیں اور بدون توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہیں ہوتی پھر دوسرے انکی سند بیان نہیں کی تیسرے خزینہ نے تو فقط یہ لفظ کہا کہ در بعض روایات آمدہ نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہے یا کہ کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علماء محققین سے یہی نقل کرتا ہے نہ معلوم کہ کون ہیں اور کیسے ہیں ایسی بھی روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہیں ہوتی اور بظاہر قول کسی عالم کا ہے اور دستور القضات میں فتاوی نسفیہ سے نقل کیا ہے کہ دفع کا حال معلوم ہے نہ کچھ غرض توثیق سے ہے نہ سند ہے نہ یہ معلوم کہ کس کا قول ہے اور نفس نقل سے توثیق نہیں ہو سکتی نہ از طرف ناقل اور نہ از غیر پس ایسی روایت کا اعتبار کس عاقل کا کام ہے بعد اس کے یہ خلاف قواعد شرعیہ کے اور معارض احادیث صحاح کے ہے اسواسطے کہ ایصال ثواب کا ورثا پر حق واجب نہیں باتفاق امت بلکہ مستحب اور احسان محض ہے کسی ایک عالم نے بھی نہیں کہا کہ زندہ پر مُردہ کا حق واجب ہے یا حق تعالی نے ایصال کو واجب کیا ہے پس اگر کسی نے احسان کیا مستوجب ثواب اور مدح کا ہوا اور نہ کیا تو قابل لوم اور سرزنش کے نہیں لہذا اگر جمعرات کو زندہ نے مردہ کو ثواب پہونچایا تو کوئی ظلم اُس نے میت پر شرعاً نہیں کیا ہاں احسان بھی نہیں کیا تو احسان نکرنے پر بددعا کا کرنا شرعاً حرام ہے اور قابل سزا و سرزنش کے ہے کیونکہ یہ بھی ظلم ہے پس میت مسلم باوجودیکہ ظلمت نفس شیطان سے چھوٹا حقیقۃ الامر خیر و شر اُسکو برزخ میں واضح ہو گئی و معاینہ بھی بزعم مولف گرفتار معصیت و مرتکب منکرات ہے کہ دیدہ و دانستہ ناحق بددعا کرتا ہے بعد ایقان یقین و کشف آخرت کے بھی وہ شر نفس میں مبتلی ہے اور کسب معاصی میں گرفتار ہے معاذ اللہ یہ وہ روایت قطعاً متہم و متروک ہے اور خلاف نصوص صحاح کے ہے ارواح کو عالم برزخ میں سیئات کے ظلمات قبح اور حسنات کے انوار و حسن مشاہد ہو جاتا ہے پس ان سے



مولوی اسمٰعیل صاحب کے تابعین کہتے ہیں اگر وہ میت بہشتی ہے تو روح اسکی بہشت کو چھوڑ کر کیوں آتی ہوگی اور اگر کافر دوزخی ہے تو دوزخ سے نہیں چھوٹتی ہم کہتے ہیں دوزخ کہنے کا ہمکو حکم نہیں مردہ مسلمان کو ہم مسلمان کہینگے اور مسلمان جانینگے اسیواسطے شرع نے ہر مسلمان کی نماز پڑھنی و مقابر مسلمین میں دفن کرنیکا حکم دیا جاتا ہے یہ نہیں کہ شبہ نکالیں کہ عند الموت ایمان سلب ہو گیا ہو گا پس جبکہ انکو مسلمان جانا اور مسلمانوں کی طرح نماز اُن کی پڑھی مسلمانوں میں دفن کیا اب یہ کیا واہیات ہے کہ موقع فاتحہ میں یہ شک کریں کہ کیا جانیں وہ دوزخ میں ہیں یا بہشت میں اس موقع میں بھی مسلمان جاننا چاہئے اور ارواح مومنین کا حال یہ ہے کہ اگرچہ انکی قبر میں جنت کی کھڑکی کھلجاوے جسطرح حدیث صحاح ستہ میں وارد ہوا ہے کہ

بعد مشاہدہ کے نافرمانی حق تعالی کی ممکن نہیں مؤلف نے اپنے اوپر ارواح برزخ کو قیاس کیا ہے کہ قرآن کا ترجمہ پڑھتا اور دیکھتا ہے اور پھر عقاب آخرت کا خیالی ہوائے نفس کچھ نہیں کرتا پھر یہ کہ جب یہ ایسا امر تھا کہ واجب ضروری ہے اور نہ عمل کرنے سے بددعا اموات کا محل ہوتا تھا ایسے شایع امر کا کسی صحیح روایت مرفوع یا موقوف سے ثبوت نہ ہوتا اور نہ اہل صحاح اسکو روایت کریں حالانکہ کثرت عمل کرنے سے چاہئے کہ شہرت منقول ہوتا مگر ایک بھی روایت نہو اسکو کون عاقل قبول کر سکتا ہے ایسی روایت حسب قاعدہ اصول معتبر نہیں ہوتی سو یہ حال تو دستور القضات کی روایت کا ہے رہی دو حدیث باقی سو اُن میں بددعا کا ذکر نہیں البتہ آنیکا ذکر ہی پس ظاہر ہے۔ روایت آنے ارواح میں مخالف صحاح کی ہے کیونکہ مشکوۃ میں نسائی اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی روح برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے اقارب کا حال پوچھتی ہیں تو وہ جو کہ مر گیا تھا اُسکو کہتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے مر گیا تھا اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو انکو کیا حاجت استفسار کی ہے اپنی آنکھ سے تو سب حال دیکھ آتی ہیں اور سوائے اسکے اور احادیث ہیں اس قسم کی دلالات موجود ہیں کہ ان روایات کو رد کرتی ہیں پس یہ ہرگز قابل اعتبار نہیں اور نہ اسپر عمل سلف کا ہوا یوم جمعہ میں استحباب صدقہ کا وارد ہوا ہے مگر لیلۃ الجمعہ یا یوم الجمعہ میں استحباب ایصال ثواب کا کسی روایت معتبرہ میں وارد نہیں اور بعد ان سب امور کے پھر سنو کہ یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کیجاوے اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا پس سب قصہ طے ہو گیا اور فیصلہ ہوا اگر علم ہے اور دین بھی ہے اور مولف دوزخی ارواح کا کا تو مقرر ہے کہ نہیں نکلتی کے مثل ہم ایسا یقین کرتے ہیں کہ وہ فساق کہ عذاب قبر میں مبتلا ہیں انکا آنا بھی مولف کے نزدیک درست نہیں کیونکہ ملائکہ عذاب ہیں اور عذاب مسلط قبر سے کس طرح نکل سکتا ہے مگر ارواح صلحا میں مولف کو البتہ ادعا ہے کہ بیشک آتی ہیں کیونکہ حدیث متواتر قطعی قابل عقیدہ مولف کی دستور القضاۃ وغیرہ کتب میں موجود ہے لہذا جب اتباع مولوی اسمٰعیل صاحب نے یہ کہا کہ ارواح جنتی جنت کو چھوڑ کر دنیا میں کیوں آتی ہونگی تو مولف نے بڑی تحقیق و تدقیق سے جواب دیا کہ جنتی ارواح اگرچہ دنیا میں آویں جنتی ہی کہلاتی ہیں اور جنتی ہونے سے نہیں نکل جاتی اور ساکن دہلی کی نظیر لکھی سبحان اللہ کیا فہم عالی مولف کا ہے اتباع سنت تو یہ کہتے ہیں کہ ارواح جنتی کہ جنکے واسطے دریچہ جنت کھلا ہوا ہے اور روح و ریحان برابر چلا آتا ہے اور حبور و سرور اور نم کنومۃ العروس اور سیر جنت انکو حاصل ہے پھر وہ دنیا دار الکدار میں کہ تمام نعماء دنیا کی ایک ذرہ بھر بھی اُس کی جنس کیوں آتے ہونگے ایسی راحت چھوڑ کر اس ظلمت کدہ میں آویں باوجود ان نعماء کے جو حدیث سے معلوم ہوتی ہیں تو مولف خوش فہم سمجھ گئے کہ انکے نزدیک وہ ارواح جنتی نہیں رہتی جنت سے خارج ہو کر دنیاوی ہو گئی اور اسکی تحقیق میں خوب نظیر مثال کی دی جا بجا لاحول ولا قوۃ الا باللہ حدیث بخاری کی ہے کہ جسکو جنت مل گئی اگر دنیا و ما فیہا اسکو دیویں تو دنیا میں آنا قبول نہ کرے مگر شہید دوبارہ فی

اور اگرچہ اسکو بہشت کی نازو نعمت سے استراحت ہو لیکن بایں ہمہ دُنیا کی بھی سیر کریں تو وہ اہل بہشت ہونے سے خارج نہیں ہوتے تخت گاہ دہلی کا رہنے
والا اگر شاہدرہ اور اوکھلی وغیرہ مواضع کی سیر کرکے پھر دہلی کو پھر جاوے کیا یہ بات اُسکو ساکن دہلی کہلانے سے روکیگی حاشا وکلا وہ کہیں پھر کر
آجاوے وہ اہل دہلی کہلا دیگا اسی طرح بہشتی روح دنیا میں کسی مواضع اور مواقع کی سیر کرے تب بھی وہ ساکن بہشت کہلا دیگی الحاصل ارواح
کی جنبش اور چلنا پھرنا ثابت ہے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عوارف کے باب چھپنویں میں یہ حدیث
نقل کی ہے روی سعید بن المسیب عن سلمان قال ارواح المؤمنین تذہب فی برزخ من الارض حیث شاءت بین السماء والارض حتے یردہا الی جسدہا
اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتے میں لکھا ہے۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند می روند الی آخرہ
ان حدیثوں سے ارواح کی سیر دنیا میں کرنی ثابت ہوئی اور ظاہر ہے کہ دنیا میں اپنا گھر سب کو مالوف ہوتا ہے پھر اپنے گھر کی طرف روح کیوں
بجنبش اعجاب بیٹے کو آنا چاہتا ہے الحدیث اس حدیث اور دیگر احادیث کی وجہ سے اہل سنت کو تامل ارواح مومنین کے آنے میں تھا جنکہ
مراد حدیث میں زندہ ہو کر آنا ہے مگر نہار آخرت کو اور اکدار دُنیا کو مقابلہ کرکے بے حقیقت ہونا دُنیا کا بھی اسی سے روشن ہے اسواسطے یہ
تامل تھا تو مؤلف خوب سمجھے اور خوب جواب دیا کہ مؤلف ہی کے منہ کے موافق ہے اگر مؤلف یہ جواب دیتا کہ اموات کا عمل منقطع ہو گیا ہے اور ثواب
کی حرص بسبب کشف حقیقت ثواب کے بڑھ گئی ہے تو ثواب حاصل کرنیکو ارواح مومنین آتی ہیں تو یہ بات کچھ معقول بھی تھی مگر ایسا چھوڑ جواب
کہ خلاف سوال کے ہے جو اُنکا حوصلہ ہے وہی جواب دیا اب جواب اس تقریر کا یہ ہے کہ طمع ثواب کے واسطے دنیا میں آنا اور اُن راحتوں کو ترک کرکے
چلا آنا کیا ضرور ہے ارواح اپنے مقروں میں متوقع ثواب رہتے ہیں جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے تو اگر تاویل ان ضعاف روایات کی بھی کی جاوے
تو لائق ہے نہ کہ انکی وجہ سے صحاح کو ترک کریں اب سنو کہ جیسا ارواح کفار اور فساق گرفتار عذاب کا یہاں آنا ممنوع ہے اور ملائکہ کے ہاتھ سے چھوٹ
آنا محال ہے کہ لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون ۔ ایسا ہی ارواح انبیاء وصدیقین وشہداء واولیاء کا بھی آنا خلاف ہے کہ ایسی حالت دن
کو اختیار فرماویں اب عامہ مؤمنین باقی رہگئے سو اب تخصیص ہو ہو اگر صحیح بھی ہوں اور کوئی حدیث صحیح معارض بھی نہو فرضا تاہم قیاس اسکا
مخصص ہو سکتا ہے یا اتنا کہ ایک دو فرد اسمیں رہجاوے جیسا قاعدہ عموم اُصول میں ہے تس پر بھی یہ روایات خارج از اعتبار ہو گئیں اگر
علم وفہم ہو تو سب کچھ ہے ورنہ ایمان کا خدا تعالی ہی حافظ ہے جو لکھا دیکھا اُسپر ہی ایمان لے آئے سچ ہے نیم ملاں خطرۂ ایمان قولہ الحاصل ارواح
کی جنبش الخ اقول کلام تو دنیا میں اپنے گھر و پر آنے میں ہے اگر دنیا میں آنا مطلقاً ثابت ہو جب بھی مؤلف کا کام نہیں نکلتا چہ جائیکہ
مطلق حرکت وجنبش ثابت ہو پس روایت عوارف سے برزخ میں چلنا پھرنا ثابت ہوا برزخ لغت میں دو شئے کے حاجز کو کہتے ہیں اور شرع میں
دُنیا اور آخرت کی درمیان کی حالت کو کہتے ہیں پس عالم برزخ کی حرکت ارواح کی تو صحاح احادیث میں بھی موجود ہے مگر اس سے بحث نہیں
عوارف سے بھی وہی نکلا مگر مدعا مؤلف کا دُنیا کے گھر میں آنیکا تھا اور دلیل برزخ میں حرکت کرنیکی اس فہم پر آفریں ہے مؤلف زمین آسمان کے لفظ سے
شبہہ میں پڑا ہے سو یہاں زمین آسمان برزخ کا مراد ہے علی ہذا تذکرۃ الموتی کی روایت میں ہر جا کہ خواہند روند ہم برزخ مراد ہے اور جو کوئی بلحاظ
مؤلف عموم کو قبول کرے تو اس روایت سے اختیار سیر کا ثابت ہے نہ آنا کہ کیا کرتے ہیں آگے قیاس سے اثبات ہو گا اور امور آخرت واعتقادیات میں
عقل وقیاس کو دخل نہیں مگر مؤلف محض لا یعلم ہے اب مؤلف کا کہنا کہ ان حدیثوں سے سیر دنیا کی ثابت ہوئی کسقدر خبط ہے کیونکہ ثابت ہوئی۔



نہ آتی ہو گی اور اس فرقہ کی بڑی بے منصفی ہے کہ اپنے پیر مرشد قبلہ کے منہ سے جو بات نکلے وہ تو پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے اور جو دوسرا کوئی احادیث سے
بھی ثابت کرے تو اسپر ایمان نہیں لاتے اب دیکھئے اسی مسئلہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے جو صراط مستقیم کے آخر ورق میں اپنے پیر مرشد کی تعریف
میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی روحیں اُن کی طرف متوجہ ہو گئیں اور ایک مہینہ تک اُنمیں جھگڑا چھٹی رہی
یعنی ایک کہتی تھی کہ ہم سید احمد صاحب کو اپنی طرف لیں دوسری کہتی تھی کہ ہم لیں آخر دونوں پاک روحوں نے آپس میں صلح کرکے یہ بات ٹھہرائی کہ
اچھا سید احمد صاحب میں ہمارا تمہارا دونوں کا ساجھا رہا تب ایک دن دونوں روحیں اُنپر ظاہر ہوئیں اور توجہ قوی ایک پہر تک کی اتنی دیر
میں دونوں طریقوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہو گئی انتہی کلامہ اب دیکھئے کہاں غوث اعظم کا مزار بغداد شریف میں اور کہاں خواجہ عالیشان
نقشبند کا مزار بخارا میں پھر ان کی روحیں خبر نہیں علیین کے کس طبقہ اور جنت کے کسقدر درجہ میں ہونگی اور یہ بھی ہے کہ ان دونوں حضرات مقدس کے
مرید نہیں سیکڑوں اولیاء کامل کیا لاکھوں بلکہ ہزاروں لاکھوں مقبولین ہونگے پس ایسی ہوس نہ بجھی اور سید احمد صاحب کی اُنکو خواہش پیدا
ہوئی کہ سید احمد صاحب کو اپنی نسبت مریدی میں لیجے اور اسی آرزو میں علیین یا بہشت کو چھوڑ کر ہندوستان میں وہ روحیں آئیں اگرچہ
ہم اسکو رد نہیں کرتے لیکن ان دانشمند منصفوں کی دانشمندی پر افسوس کہتے ہیں کہ یہ اسمٰعیل صاحب کی تحریر باوجودیکہ ازروئے عقل اس میں
چند باتیں خلاف عادی معلوم ہوتے ہیں لیکن تم اسکو مسلّم رکھتے ہو اور اس عقیدہ کے سبب اسکو بدعتی نہیں کہتے اور ہم روح کا آنا اپنے
گھر و پر باوجود مقتضائے عقل ہونیکے کہ البتہ اپنا گھر ہر کسیکو مالوف ہوتا ہے اور روح کو بعد مکانی مانع نہیں کیونکہ وہ مجرد مادے سے ہے اگر ثابت کریں
سیر برزخ کی اور بیان کرتے ہیں کہ سیر دُنیا ثابت ہوئی پس اب مؤلف کا قیاس دلیل کے اتمام کو شروع ہوا کیونکہ ان روایات سے مقصود ثابت نہ
ہوئی تو ایک مقدمہ قیاسی لگا کر مطلب تمام ہوتا ہے اور یہ محض جہل ہے کہ قیاس کو ان امور میں دخیل جانتا اور مطلب ثابت کرنا الحاصل یہ دعوے
دلیل مؤلف کا سب بے سود ہے اور اصل ایصال ثواب ہر روز وہر شب جائز ہے اور موجب برکت وثواب کا ہے مگر قید زمان بدون اذن شارع لگانا بدعت
محدثہ ہے قولہ اس فرقہ کی بڑی بے منصفی ہے الخ اقول یہ بے نصیبی وخسران مؤلف اور اُسکے ہم مشربوں کا ہے کہ اولیاء کی شان میں استہزاء اور
شوخ کلامی کریں طریقۂ اولیائے اور علم شریعت سے بے بہرہ ہونا اسکا ہی ثمرہ اور خبط عقل ہونا اور کلام بے ربط ہونا اسکا ہی نتیجہ ہے اُسکے
کلمات ناشائستہ کا جواب نہیں لکھتا ہوں حق تعالی خود کافی ہے مگر اسکے جہل حقیقۃ الحال کو ظاہر کرتا ہوں کہ اولیاء کو مثل انبیاء علیہم السلام کے
کثرت اتباع کی ہر روز خواہش رہی ہے حضرت موسی علیہ السلام کے کروڑوں اتباع ہوئے اور پھر کثرت امت فخر عالم علیہ السلام پر غبطہ کرکے روئے
بخاری میں یہ قصہ موجود ہے فخر عالم علیہ السلام کثرت امت پر مباہات فرماوینگے اور ہر روز طالب کثرت امت کے ہیں اسکی تمنا میں اُمت کو
ولود ودود عورتوں کے نکاح کی تاکید فرمائی پس اسی طرح حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاؤالدین کو چونکہ معلوم ہوا تھا کہ سید احمد صاحب کی شان بزرگ
ہے اور کثرت سے انکے مرید واتباع ہووینگے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ لاکھوں سے تجاوز کر گئے ہیں اسواسطے انکی اپنے خاندان میں ہونیکی رغبت تھی
حالت حیات میں اولیاء ایسے مرید کے طالب رہے ہیں پس یہ امر خلاف عقل سلیم کے ہرگز نہیں گو مؤلف کو عقل نہیں کہ سمجھے اور عالم ارواح جو
عالم غیب ہے نہ ہندوستان میں ہے اور نہ بغداد وبخارا میں سو اجتماع ان ارواح کا عالم غیب میں تھا نہ سید صاحب بغداد وبخارا میں تشریف
لیگئے اور نہ یہ حضرت ہندوستان میں تشریف لائے بلکہ اجتماع روحانی ہوا جیسا رویا میں عوام کی ارواح کو بھی ہوتا ہے عالم مثال میں سو مؤلف و

ہیں اور اُسپر حدیث بھی پیش کرتے ہیں اور روایات فقہاء رحمہم اللہ کی سند گذرتے ہیں اُسپر انکار کرتے ہو اور اس اعتقاد کے باعث ہم لوگونکو
می کہنے لگے ہو یہ ویسی ہی مثل ہو جسطرح فرقۂ معتزلہ خود اپنے کو اصحاب العدل والتوحید نام کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو وہ بدعتی اور
ارباب الہوا کہتے ہیں قولہ اب قلوب قاسیہ کے نرم کرنیکو ایک قصہ نہایت معتبر کتاب ہے جسکے مصنف کو نوسو برس سے زیادہ ہو چکے چار واسطہ سے امام ابو یوسف
کے شاگرد ہیں لاکھ حدیث انکو حفظ تھی انکا خطاب امام الہدی ہے اور نام انکا نصر بن محمد اور لقب انکا فقیہ ابو اللیث سمرقندی مشہور ہے وہ
وہ اپنی کتاب تنبیہ میں باب فضل جمعہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ پہنچا مجھکو قصہ صالح مری کا کہ وہ جمعہ کی رات کو
جامع مسجد میں گئے کہ فجر کی نماز وہاں پڑھیں رستے میں ایک مقبرہ ملا خیال آیا کہ صبح صادق ہو جاویگی اُسوقت مسجد کو چلینگے مقبرہ میں
ٹہر گئے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے کچھ سہارا لگا لیا ناگہاں آنکھوں میں نیند بھر آئی دیکھتے کیا ہیں سب اصحاب قبور قبروں سے نکلکر حلقہ حلقہ
بیٹھکے باتیں کرنے لگے ایک جوان کو دیکھا اُسکے کپڑے میلے اور اداس مغموم بیٹھا ہے اتنے میں بہت خوان ڈھکے ہوئے خوان پوشوں سے آئے اور ہر
ہر آدمی اپنا اپنا خوان لیتا گیا اور چلتا گیا آخر وہی بیچارہ جوان رہگیا اسکے پاس کچھ نہ آیا اداس غم کا مارا اٹھکر کھڑا ہوا جب قبر میں داخل
ہونے لگا صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے اُس سے پوچھا اے اللہ کے بندے تو کیوں اداس ہے اُسنے کہا تم نے دیکھا کسقدر خوان آئے تھے
میں نے کہا کہ ہاں وہ بولا وہ تحفہ تحائف تھے جو انکے واسطے خیرخواہوں نے بھیجے تھے جو وہ صدقہ دعا وغیرہ کرتے ہیں انکو پہنچا ہے جمعہ کی رات کو
اور میں رہنے والا ملک سندہ کا ہوں اپنی ماں کو لیکر واسطے حج کرنیکے آیا تھا جب بصرہ میں پہونچا میں مرگیا میری ماں نے میرے بعد نکاح
کرلیا اور دنیا میں مشغول ہوگئی مجھکو بھول گئی نہ منہ سے کبھی نام لیتی ہے نہ زبان سے دعا اب میں غمگین ہوں تو کیا کروں میرا کوئی نہیں جو یاد کرے
تب صالح مری کہتے ہیں میں نے اُس سے پوچھا تیری ماں کہاں ہے اُسنے پتہ دیا پھر صبح ہوگئی نماز پڑھی اور اسکا گھر ڈھونڈھتا ہوا گیا
اُسنے اندر سے آواز دی تو کون ہے میں نے کہا صالح مری اُسنے بلایا میں گیا میں نے کہا بہتر یہ ہے کہ میری اور تیری بات کوئی نہ سنے
تب میں اُس سے نزدیک ہوگیا فقط ایک پردہ بیچ میں رہ گیا میں نے کہا اللہ تعالی تجھپر رحم کرے کوئی تیرا بیٹا ہے؟ بولی نہیں میں نے کہا
کبھی ہوا تھا تب وہ سانس بھرنے لگی اور بولی ایک بیٹا نوجوان تھا مرگیا تب میں نے اُسکا قصہ مقبرہ کا بیان کیا اسکے آنسو بہنے لگے اور کہنے
لگی اے صالح مری وہ میرا بیٹا میرا کلیجہ تھا پھر اُس عورت نے مجھکو ہزار درم دیے اور کہا کہ میرے نور چشم کیطرف سے خیرات کر دیجیو اور

---

اُسکے معتقد ایمان کو عقل نہیں ہے بیچے طعن و استہزا کرکے اپنی آبرو کھوتے ہیں اور اس قصہ سے مطلب مؤلف کا بھی کچھ ثابت نہیں ہوتا
کیونکہ مقصود مؤلف کا دنیا میں ارواح کا آنا ثابت کرنا تھا وہ خود مفقود ہے اس کم فہمی سے یہ قصہ لکھا تھا کہ اہل ایمان پر یہ قول حجت
ہوجاویگا اور ہمارا استہزا حاصل ہو رہیگا ان حضرات کی روح کا آنا سید صاحب کے گھر پر قبول کرلیوینگے مگر آفریں ہے ایسی سمجھ چاہیے باقی کلام
کا جواب خود ہولیا اور دیگر فضول گستاخ کلام کا جواب مطروح ہے کہ علم کی بات نہیں قولہ اب قلوب قاسیہ کے نرم کرنیکو الخ اقول
مؤلف نے اس قصہ کو اپنے دعوی باطل کی تائید کے خیال سے لکھا تھا مگر غافل کو خبر نہیں کہ یہ اسکے دعوے کو برہم کرتا ہے۔ اول تو دیکھو
کہ اس میں یہ نہیں لکھا کہ ارواح اہل مقبرہ اپنے اپنے گھر گئے بلکہ قبروں کے پاس جمع ہوئے اور انکے گھروں سے خوان آئے اور مؤلف کہتا ہے
کہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں۔ دوسرے کہ ایصال ثواب اول شب میں ہوتا ہے اور یہ وصول قریب صبح کے ہوا حالانکہ ملائکہ فوراً پہونچاتے ہیں



ہے میں اسکو دعا اور خیرات سے نہ بھولونگی جبتک دم میں دم ہے۔ صالح مری فرماتے ہیں پھر میں نے وہ ہزار درم خیرات کردیے اگلی جمعہ کی رات
اُس مقبرہ میں گیا دو رکعت پڑھی ایک قبر کے سہارے سر جھکا کر بیٹھ گیا پھر میں نے اُن لوگونکو قبروں سے نکلتے دیکھا اور اس جوان کو دیکھا سفید
کپڑے نہایت خوش وہ میرے پاس آکر کہنے لگا اے صالح مری اللہ تیرا بھلا کرے مجھکو ہدیہ تحفہ پہونچگیا۔ میں نے کہا تم جمعہ کو پہچانتے ہو کہا جانور
تک پہچانتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں۔ سلام لیوم صالح یعنی یوم الجمعہ انتہی۔ اے بھائیو اگر ایسے امام الہدی کا نقل کیا ہوا قصہ دردآمیز تمہارے دلوں کو خوف
الہی سے نہ ہلادے تو کمال حسرت کی بات ہے پتھر بھی اللہ کے ڈر سے نرم ہوجاتے ہیں۔ ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار اگلے آدمی جو مرے
کا خیال اسقدر رکھتے تھے کہ دو آنہ کا مزدور کہ جسکے پاس کچھ بھی دینے کو نہ ہوتا تھا وہ بھی جو سیر بھر آٹا بال بچوں کیواسطے لاتا اور شام کو پکواتا اُس
میں نیت کرتا تھا کہ یارب العالمین یہ جو بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ تیرے حکم سے واجب ہے اور ادائے واجبات الہی میں آدمی مستحق ثواب ہوتا ہے
آج جو یہ سیر بھر کی روٹیاں اپنے بال بچوں کو دیتا ہوں اس نفقہ واجبہ میں میری یہ نیت ہے کہ اس میں جو مجھکو ثواب ہوتا وہ میری طرف سے میرے
فلانے عزیز کو پہنچے غرضکہ نادار تنگ دست آدمی اُسے روز مرہ کے نفقہ واجبہ عیال میں نیت ایصال ثواب کرتے تھے اور فاتحہ درود پڑھکے
بعد ازاں بال بچوں کو وہ کھانا کھلا دیتے تھے اموات کو محروم نہ رکھتے تھے اور تونگر آدمی تو بہت کچھ دیا کرتے تھے اب جیسی ہمتیں لوگوں کی پست
ہوگئیں اور اُس بخیلی کے ساتھ یہ بھی بہانہ ہاتھ آگیا کہ اسکو تو مولوی لوگ بدعت کہتے ہیں پس بالکل آدمی چھوڑ بیٹھے او نکھٹے کو ٹہیلے کا بہانہ
مثل مشہور ہے اب ہمنے تمکو روایات کتب معتبرہ کی سنادی چاہیے کہ اب سستی نہ کرو اور صدقات و خیرات اور درود و فاتحہ سے اپنے
عزیزوں کو یاد رکھو ایک مسئلہ سناتا ہوں کہ جسقدر تم اموات کے نام دوگے یا پڑھکر بخشو گے اموات کو سب پہنچیگا اور اسیقدر تمکو بھی ملیگا کچھ
تمہارا ثواب کٹ نجاویگا تم اور مردے دونوں کامیاب۔ ثواب سے بھرے گئے خزانہ الہی میں کچھ کمی نہیں وہ دونوں کو دیتا ہے ان ربک واسع المغفرۃ
فقط تمہاری نیت کا گھاٹا ہے۔ لمعہ ثالثہ عیدین اور شب برات اور عشرۂ محرم میں فاتحہ۔ فی خزانۃ الروایات عن ابن

---

اُن کو بعد مسافت مانع نہیں کہ عذر کریں اور نہ دیر سے پہونچاویں اور نہ تاخیر کریں پس یہ دونوں امر خلاف مذہب مؤلف کے ہوے مگر شاید
مؤلف عذر کرے کہ اُن اہل قبور کو گھر جانیکا حکم نہیں تھا اور بسبب بعد مسافت کے دیر میں ثواب پہنچا استغفر اللہ تیسرے یہ کہ وہ جوان
کہ جسکو ہدیہ نہ آیا اُسنے اپنی والدہ کو بد دعا نہیں کی ہاں مغموم ہوا تو یہ بھی مؤلف کی روایت کے خلاف ہوا۔ چوتھے ہزار درم کا صدقہ کرکے
دوسرے جمعہ کو حضرت صالح نے مقبرہ والونکو دیکھا تو اثر ہزار درم کا جوان پر پایا مگر اس جمعہ میں قبروں سے نکلتے دیکھا مگر ہدیہ کسیکو نہیں ملا اور نہ اُس جوان نے
کہا کہ آج مجھکو ہدیہ ملا بلکہ پہلے ہدیہ کا اثر اور شکر بیان کیا تو اس جمعہ کے ہدیہ نہونیسے نہ کسینے بد دعا کی اور نہ کوئی ہدیہ لینے کو گھر گیا جس سے معلوم ہوا کہ
نہ کوئی گھر جاوے اور نہ عدم وصول پر بد دعا کرے ہاں وصول سے ترقی میت کو ہوتی ہے بہر حال یہ قصہ مؤلف کے دعوے کا ہادم ہے اور اہلسنت کو کچھ
مضر نہیں اول تو خواب و رویاء سے حکم شرع کا ثابت نہیں ہوتا اور پھر اس رویا کی تاویل ظن ہو سکتی ہے اور اگر بلا تاویل ہو جب بھی کچھ حرج نہیں مگر مؤلف کو
بجز حسرت و افسوس کے کیا حاصل ہوا یہاں مؤلف نے متن اور حاشیہ میں کہتا ہے کہ اپنی بال بچوں کو کھلاتے تھے حاشیہ میں شبہ کیا اور اپنا علم ظاہر کیا اور غلط
فہمی کا انکشاف فرمایا مگر ایسی شکل میں ثواب طعام صدقہ کا نہیں ہوتا بلکہ اُس فعل کا ثواب پہنچتا ہے فافہم اب یہ نا روز و کر مؤلف کو اپنے اسکے تنک پوچھنے چاہئیں
کہ عیدین و شب برات کا لمعہ یاد آیا و للہ الحمد قولہ لمعہ ثالثہ الخ اقول پانسو چھ سو برس کی کتاب ہونا کوئی وجہ اعتبار کی نہیں یہ تو مؤلف کی

عباس رضی اللہ عنہ یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء او لیلۃ نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتہم

فیقولون ہل من احد یذکرنا ہل من احد یرحم علینا ہل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا ویا من سعدتم باشقیتنا ویا من اقسمتم فی اوسع قصورنا ونحن فی

ضیق قبورنا ویا من استذللتم ایتامنا ویا من نکحتم نساءنا ہل من احد یتفکر فی غربتنا وفقرنا کتبنا مطویۃ وکتبکم منشورۃ ۔ واضح ہو کہ یہ کتاب خزانۃ الروایات

پرانی کتاب ہے جس نسخہ سے یہ عاجز نقل کر رہا ہے وہ چار سو برس سے کسیقدر کم کا لکھا ہوا ہے اب دیکھئے تصنیف کب ہوئی ہوگی صاحب کشف الظنون نے

اسکے مصنف کا حال یہ لکھا ہے کہ یہ قاضی جگن ہندوستان کے حنفی المذاہب اور ساکن گجرات تھے تمام عمر فتوی دینے اور لکھنے میں گذاری انتہی کلام

پس معتبر ہونا اسکا ظاہر ہو گیا اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں بیان فاتحہ خیرات میں کہ مولوی اسحق صاحب نے ماۃ مسائل میں اور مسائل اربعین میں اس

خزانۃ الروایات کی سند پکڑی ہے معتمد علیہ ہونا اس کتاب کا اور پورا ہونا معلوم ہو چکا اب ترجمہ اسکی روایت کا سنو کہ وہ کہتا ہے صاحب خزانۃ الروایات

کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ہوتا ہے دن عید کا یا جمعہ یا عاشورہ محرم کا یا شب برات آتی ہیں روحیں مُردوں کی اور کھڑی ہوتی ہیں

دروازہ پر اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی ہمارا جو ہمکو یاد کرے اور ہمپر رحم کرے ہماری غربت کو یاد کرے تم ہمارے گھروں میں بستے ہو ہمارے مال سے چین کرتے ہو

کھلے کشادہ مکانوں میں بیٹھے ہو ہم تنگ قبروں میں پڑے ہیں ہمارے یتیم بچوں کو تم نے ذلیل کر رکھا ہے اور ہماری بیبیوں کو تمنے نکاح میں کر لیا اب

بھی کوئی ہے جو فکر کرے دھیان کرے ہماری غربت اور محتاجی کا ہمارے نامۂ اعمال لپٹ چکے تمہارے نامۂ اعمال کھلے ہوئے ہیں انتہی۔ اور واضح ہو

کہ جس طرح یہ روایت خزانۃ الروایات میں ہے اسی طرح دقائق الاخبار میں بھی ہے اور دقائق الاخبار منسوب ہے امام غزالی کیطرف اور تفسیر کریمہ تنزل

الملٰئکۃ والروح میں مفسرین کے چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے روح ایک فرشتہ ہے اور بعضوں نے کہا جبرئیل ہیں اور بعضوں نے کہا کہ روح حضرت عیسیٰ

ہیں جو فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بعضوں نے کہا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور دقائق الاخبار میں ہے کہ بعضوں نے کہا ارواح بنی آدم مراد ہیں جیسا کہ اسکی خبر

کم علمی کی بات ہے غیر معتبر کتب قرون سابقہ میں بھی تھی اور مولوی محمد اسحق صاحب کی نقل روایت سے ہر ہر روایت اسکی معتبر ہو جانا ہی کوئی حجت

نہیں پہلے ذکر اسکا ہو چکا اور مومن کی قبر میں فسحت مدبصر تک ہوتی ہے اور روح و ریحان جنت کی آتی ہے اور نور ہوتا ہے یہ سب احادیث میں موجود ہے

اور دنیا کے گھروں کا حال سبکو معلوم ہے پس باوجود اسکے ارواح کا یہ کہنا کہ تم کھلے کشادہ گھروں میں اور ہم تنگ قبروں میں خلاف صحاح کے

ہوا اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہے نم کنومۃ العروس اور اس روایت میں کربت کا رونا ذکر ہے اور اعمال صالحہ اور روح جنت سے انس

کا صحاح میں مذکور ہے اور اسمیں غربت و وحشت کا اظہار ہے پس مؤلف ناواقف صحاح کی خلاف اس حدیث کی توثیق میں کسقدر سرگرم ہے کہ

کچھ پس و پیش کی ہوش نہیں اور پہلی روایات میں جو کچھ بحث ہو چکی ہے وہ سب یہاں بھی ہے اور پھر عقیدہ کے باب میں حدیث ہے سبحان اللہ

کیا عمدہ طرز توثیق ہے کہ بیشتری محض ہے **قولہ** اور تفسیر کریمہ تنزل الملٰئکۃ الخ **اقول** مؤلف اقوال باردہ کی نقل سے اپنا دل سرد کرتا ہے دیکھئے

کیا عجب استدلال ہے کہ دعوی تو نزول ارواح کا عیدین و شب براۃ و عشرۂ محرم کا اور دلیل شب قدر کی اور پھر غرض تو اثبات ہے کہ طلب صدقہ

خیرات کے آتے ہیں اور دلیل میں یہ کہ زیارت اولاد کیواسطے نزول ہوتا ہے کیا عمدہ استدلال ہے پھر جب مؤلف کو تنبیہ ہوا کہ اسکو مدعا سے لگاؤ نہیں تو حاشیہ

میں عذر کیا بعد جمع کیا کہ شاید اس رات میں زیارت کیواسطے ہی آتے ہونگے سبحان اللہ تو پھر اسکا یہاں لانا محض تطویل ہوا اور بس کیا تعجب تھا

ایسے ضعاف اقوال پر مدار اعمال و عقائد مؤلف کا کہ جسکو محدث و فقیہ قبول نہیں کرتے محض سخن پروری ہے ورنہ پہلے مجالہ نافعہ سے نقل ہو چکا



ویقال یصیح الاقرباء من اموات المومنین یقولون ربنا اذن لنا بالنزول الی ساء الدنیا حتی نزور اولادنا وعیالنا یزورون فی لیلۃ القدر انتہی اب

گوش ہوش سے سُننا چاہئے کہ باپ کو اولاد صالح کی دعا سے نفع پہنچتا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے ولد صالح یدعو لہ اس حدیث میں تم لوگوں کو ارشاد

ہوا کہ تم جنکی اولاد ہو انکے حق میں دعا کرو فاتحہ درود پڑھو دوسری حدیث بیہقی کی ہے۔ ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من

اب او اخ او صدیق فاذا الحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا اس حدیث سے اشارہ ہو گیا ماں باپ کو کہ وہ اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں

اور بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو اسواسطے کہ اس حدیث میں ارشاد ہو گیا کہ مُردہ ان سب کیطرف امید لگائے رہتا ہے غرض دونو

حدیثوں کے مضمون سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سب دوستوں اور اقرباء کو چاہئے کہ اپنے دوست اور اقرباء کو یاد رکھیں اور آدمیوں کا حال ہے کہ دنیا

کے جنجال میں پھنسکر اپنے عزیزوں کو جو کہ مر گئے ہیں بالکل بھول جاتے ہیں روزمرہ کی یاد تو کہاں بھلا اگر تیوہاروں کو یعنی عید بقرعید شب برات محرم میں

بھی یاد کرلیں تو غنیمت ہے کیونکہ تیوہاروں میں کھانے کی کثرت ہوتی ہے طرح طرح کی چیزیں پکتی ہیں دوست آشناؤں میں تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے ہائے

افسوس زندہ آدمیوں کو تحفہ ہدیہ بھیجیں حالانکہ زندہ آدمی خود بھی پکوا کر کھا سکتا ہے اور میت کو جو کہ بالکل عاجز بے بس بیکس ایک غار تنگ و تاریک

میں پڑے ہیں اور اعمال انکے منقطع ہو چکے اب کچھ کر نہیں سکتے اُنکو ذرا بھی یاد نہ کریں کسقدر غفلت کی بات ہے اور جو کوئی عالم ملا ہو کر لوگوں کو

اس کام سے روکے کسقدر مظلمہ ہوتے کا اپنی گردن پر لیتا ہے یا اللہ ایک پہلے وقت کے عالم فاضل تھے کہ خیرات و حسنات کی رغبت دلاتے تھے۔

مصنف خزانۃ الروایات کا لکھتا ہے کہ میں شروع بلوغ سے فتاوی اور کتب فقہ اور مسائل میں کوشش کرتا رہا اور جب استفتا پیش ہوتے تھے جبتک

جواب انکی کتابوں سے نہیں نکالتا تھا چین نہیں آتا تھا اور میں کسیوقت خالی مباحثہ اور مطالعہ کتب سے نہیں رہتا تھا اور مشکلیں حل کیا کرتا تھا تمام عمر فتوی

دینے میں گذاری اور جسقدر فتوی دیتا وہ سب مسائل اس کتاب میں لکھ دیتا انتہی کلامہ دیکھو یہ شخص ہندوستان کا قاضی سیکڑوں برس کا عالم فقیہ گذرا

ہوا ہندوستان میں فتوی جاری کرنیوالا اپنا فتوی اس کتاب میں لکھتا ہے اور روایت کرتا ہے کہ تیوہاروں میں روحیں آتی ہیں چنانچہ روایت

اُنکی بیان کی گئی معلوم ہوا کہ یہ جو قدیم الایام سے عیدین وغیرہ تیوہاروں میں دستور فاتحہ کا چلا آتا ہے ایسے ہی بزرگوں کا حکم دیا ہوا اور جائز رکھا ہوا

اور احادیث سے استنباط کیا ہوا ہے جاہلوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں جاہل کسی قاعدہ دینی اور شرعی کا موجد نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی جاہل کا اتباع

کرے یہ سب رسوم صالحہ اہل اسلام کے ہیں علماء صلحاء کی تلقین فرمائے ہوئے ہیں از انجملہ یہ بات کہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ عیدین وغیرہ میں جو فاتحہ دیتے

ہیں تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا جُدا نکالتے ہیں یہ مسئلہ بھی امام ربانی مجدد الف ثانی کے کلام میں موجود ہے مانعین اس امام کو مقتدی وہ

ہو چکا کہ طبقۂ رابعہ کی کوئی حدیث قابل عمل نہیں چہ جائیکہ عقائد میں معتبر ہوں غرض مؤلف کی کوئی کل درست نہیں **قولہ** اب گوش ہوش سے

سُننا چاہئے الخ **اقول** ولد صالح کی دعا اور صدقہ کا نفع مسلم ہے اور ایصال ثواب اموات کو مستحسن مگر مدعا مؤلف کا کہ ایام مقررہ میں ارواح کا

آنا ہے اسکو اس سے کچھ مس نہیں حتی ہر روز ثواب پہنچانا اور عیدین کو اور شب براۃ کو بھی درست ہے مگر مقید کرنا اور زیادہ موکد و موجب ثواب کا ہونا

غیر مسلم ہے بہر حال اصل مدعا مؤلف کا کوئی ثبوت نہیں لہذا مؤلف زار زار رو کر افسوس اپنی کم علمی پر کرتا ہے ہر گاہ کہ کوئی روایت مثبت مدعی کی نہیں اور

خزانہ کی روایت خود مخدوش بنا چاری اسکی مؤلف نے توثیق شروع کر دی کہ عوام کو اس سے ہی کچھ طمانیت ہو جاوے اور خواص تو جان چکے کہ یہ روایت

ہرگز قابل اعتماد نہیں اور قبح اسکا واضح ہو گیا اب مؤلف افسوس کے بجائے **قولہ** از انجملہ یہ بات الخ **اقول** مؤلف کیوں اپنے کلام کو طول لاحاصل دیتا ہے۔

اپنے مکتوبات کی جلد ثالث میں لکھتے ہیں۔ باید کہ ہرگاہ صدقہ بہ نیت کند اول باید کہ بہ نیت آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ جدا سازد
بعد ازاں تصدق کند کہ حقوق آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فوق حقوق دیگراں ہست و نیز دریں تقدیر احتمال قبول صدقہ است بطفیل آں
سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات انتہی۔ سبحان اللہ ایک ایسے ایسے علماء دیندار تھے کہ کیا کیا ہدایت کے طریقے تعلیم فرماتے تھے اور ایک سب پیدا ہوئی
ہیں کہ بالکل اعمال معمولہ قدیمی اور خیرات مستمرہ سلف کو بند کرتے جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا اور یہ جو مولوی اسحٰق صاحب نے مأۃ مسائل میں تحریر فرمائی ہے
کہ آمدن ارواح دریں شبہا از احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ اور مسائل اربعین میں ان حدیثوں کو لکھا۔ بعض علماء محدثین ایں روایت
را تضعیف ہم فرمودہ اند و بیان غرابت آں آوردہ اند۔ انتہی کلامہ میں کہتا ہوں کہ اس فاضل کے کلام سے بس اسیقدر ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں
صحیح متصل الاسناد نہیں بعضے محدثوں نے انکو ضعیف بھی کہا ہے سو اصول حدیث میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ حدیث صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث
جھوٹ بنائی ہوئی موضوع ہو چنانچہ ملا علی قاری اور صاحب مجمع البحار اپنے رسائل موضوعات حدیث میں لکھتے ہیں۔ قال الزرکشی بین قولنا لم
یصح وقولنا موضوع بون واضح فان الوضع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم الی آخرہ ہاں البتہ صحیح نہ ہونے سے یہ ضرور ثابت ہو جاتا
کہ ضعیف ہے پس حدیث ضعیف کا ہم سے حکم سنو تفسیر روح البیان کی دوسری جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۶۲۳ میں ہے۔ وان کانت ضعیفۃ الاسانید
فقد اتفق المحدثون علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترہیب یعنے اگر حدیثیں ضعیف ہیں تو اتفاق کیا ہے کل اہل حدیث
نے کہ حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جس مقام میں رغبت دلاتے ہوں نیک کام پر یا ڈراتی ہوں برے کام سے اور نقل کیا اس کلام کو
صاحب روح البیان نے امام نووی اور حلبی اور ابن فخر الدین رومی وغیرہم سے اور اسی طرح منقول ہے فتح المبین مؤلفہ علامہ ابن حجر سے
امام ربانی نے یہ فرمایا کہ مطلقاً جب صدقہ کرو تو فخر عالم کو ضرور یاد رکھو کہ آپ کا حق اقدم ہے اور یہ حکم عمدہ اور ایمان کی بات ہے اسمیں کوئی عذر نہیں
مگر اسمیں عید و شب براءۃ و محرم لیس مؤلف کو اس سے کیا نفع ہے مؤلف کا مدعا اس سے ثابت نہیں پھر کیوں تطویل کرتا ہے **قولہ** اور یہ جو مولوی محمد اسحٰق
**اقول** مولوی اسحٰق صاحب نے ان روایات کو ضعاف ہی فرمایا ہے موضوع نہیں فرمایا گو بعض روایات جسکا ابھی ذکر ہوا متروک معلوم ہوتی ہیں
مگر یہ بحث مؤلف کی بالکل لغو ہے کیونکہ وضع کی تحقیق بدون اقرار واضع کے دشوار ہے اور بعد اقرار کے بھی قطع نہیں ہوتا مگر طریق علم اسکا خلاف
قواعد مسلمہ شرعیہ کے ہوتا ہے سو اب ثابت کیا گیا کہ صحاح کے خلاف ان روایات کا مضمون ہے اور یہ دلیل متروک و متہم ہونیکی ہے اور پھر بعد اسکے یہ مسئلہ
عقائد کا ہے اسمیں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے چنانچہ لکھا گیا اور مؤلف خود مقر ہے کہ اعتقادیات میں روایات ضعاف معتبر نہیں بندہ کہتا ہے کہ
احاد صحاح بھی معتبر نہیں چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے پس یہ روایات ہرگز معتبر نہیں **قولہ** پس حدیث ضعیف کا الخ **اقول** مؤلف سے حدیث
ضعیف کا کیا حکم سنیں وہ خود ناواقف ہے روح البیان اور فتح المبین اور اصول سید شریف وغیرہ کی عبارات جمع کر دی مگر مطلب نہیں سمجھا
اور جاہلوں کا ایسا ہی خراب کرتا ہے ان سب کا مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے دیکھو ترغیب وترہیب یا فضائل اعمال کے
الفاظ سب عبارات میں منقول ہیں بھلا اب کوئی مؤلف سے پوچھے کہ لیلۃ الجمعہ اور شب برات و عیدین کے صدقہ میں کونسی فضیلت و ثواب
علیم مذکور ہے جس پر عمل کرنا جائز ہوا ذرا آنکھ کھولو ہوش کرو ان روایات منقولہ اشعۃ اللمعات و خزانۃ الروایات و دستور القضاۃ میں کسی میں کوئی
فضیلۃ و ثواب مذکور نہیں فقط ارواح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے پس یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہاں علام اُنکے



اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال اور میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں ویجوز عند العلماء التساہل
فی اسانید الضعیف فی فضائل الاعمال اور اعضاء وضو کے دھونے میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں بالاتفاق لکھا صاحب در مختار
نے فیمن فی فضائل الاعمال اور نسائی کا یہ طریق تھا کہ جس راوی کو بالاتفاق علماء حدیث نے چھوڑ دیا ہو اسکی حدیث نہ لیتا تھا باقی سب حدیث ضعیف
ہر قسم کی لیلیتا تھا اور ابو داؤد کا مذہب یہ تھا کہ حدیث ضعیف کو امام مجتہد کی رائے سے افضل جانتا تھا اور یہ نسائی اور ابو داؤد مصنفین صحاح ستہ کے دو
امام ہیں اور شرح سفر السعادۃ میں ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سب اصحاب متفق ہیں اس بات پر کہ حدیث ضعیف مقدم ہے قیاس اور اجتہاد
پر انتہی پس حدیث ضعیف کی یہ شان نہیں کہ ہر طرح اسکو رد کیا کریں اور کسی موقع میں قبول نہ کریں اور رسالہ انتباہ میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں۔
وورد فی فضائل رجب الاحادیث باسانید ضعیفۃ لا باس بالعمل بہا فان وجد فی نفسہ قوۃ فلیعمل بہا۔ اور مولوی قطب الدین خاں صاحب نے مظاہر حق
میں چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین کو لکھا ہے اگرچہ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے لیکن فضائل اعمال میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے
انتہی مؤلف کہتا ہے کہ صلوٰۃ الاوابین کی حدیث ایسی ضعیف ہے جسکی بابت مشکوٰۃ میں ہے۔ لا نعرفہ الا من حدیث عمر بن ابی خثعم وسمعت محمد بن اسمٰعیل یقول ہو
منکر الحدیث وضعفہ جدا۔ پس مولوی قطب الدین خاں صاحب نے اسدرجہ کی حدیث پر بھی عمل کرنا ثابت کیا ہے شرح ملا علی قاری سے اور شامی میں اسکی
بہنی مقبول لکھا حدیث ضعیف کا اعمال میں بہت مسائل فقہیہ مرتب ہیں بباعث طول فقط انہی عبارات منقولہ بالا پر اکتفا کر کے ایک عمدہ کلیہ جو اصول
حدیث اور اصول فقہ میں درباب حدیث ضعیف لکھتے ہیں نقل کرتا ہوں کہ حدیث ضعیف کو صفات باری تعالیٰ اور تحریم وتحلیل اور اعتقادیات میں نہیں
لیتے البتہ معجزات اور احوال قیامت اور موعظت اور فضائل اعمال میں مقبول رکھتے ہیں اور فضائل اعمال کے معنے علامہ شامی شارح در مختار نے لکھے
ہیں کہ کسی عمل کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے حدیث ضعیف کو لیلینا جائز ہے انتہی کلامہ اور ضعیف پر عمل کرنیکی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ایسا ہو کہ ایک
قاعدہ عام شرعی میں داخل ہو اور اس شرط لگانے میں حکمت یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے یہ معنے تو نہیں ہیں کہ وہ جھوٹی بے اصل ہے بلکہ ممکن ہے صادق
ہونا اسکا پس اگر وہ حدیث ضعیف نفس الامر میں عند اللہ صحیح تھی تو اسپر عمل ہونا بہت اچھا ہوا اور اگر وہ نفس الامر میں ثابت نہ تھی تو اسپر عمل کرنے
سے کچھ نقصان نہ لازم آیا کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ عام شرعی میں داخل ہے مثلاً یہی دعائیں وضو کے اعضاء دھونے میں جو ضعیف حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں
اینکا ہے پھر اسکو کون عاقل فضائل اعمال کہیگا ہاں حدیث صوم رجب اور صلوٰۃ اوابین میں مثلاً افضل عمل ہے سو اسکو اسپر قیاس کرنا محض جہل
وہ اور بات اور یہ اور بحث سبحان اللہ کیا کہنا اور پھر جو بد دعا دینا مُردوں کا بعض روایت میں ہے اسکو کوئی ترہیب جانے سو یہ بھی غلط کیونکہ محقق ہو لیا
کہ یہ مُردوں کا ظلم ہوگا اور خلاف ارحم حقتعالیٰ کے ہوگا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا پس غلط بات کو ترہیب کا امر نہیں بنا سکتے عجب ہے کہ مؤلف ترغیب وترہیب وفضائل
اعمال کو بھی نہیں سمجھتا کہ کیا ہوتا ہے فقط لفظ یاد کر لئے ہیں اور بدون مطلب اہل اصول کا سمجھے اپنے مدعا پر دلیل غیر مطابق لکھ رہا ہے اور کچھ ہوش
نہیں **قولہ** مؤلف کہتا ہے الخ **اقول** منکر اصطلاح محدثین میں اسکو کہتے ہیں کہ راوی اسکا ایسی بات کہے کہ اپنے سے اوثق و اقوی کے خلاف
ہو سو یہ بھی ایک قسم ضعیف کی ہے اس میں کوئی بہت زیادہ درجہ ضعف کا نہیں ہوتا پس مؤلف کا یہ کہنا کہ صلوٰۃ اوابین کی ایسی ضعیف
حدیث ہے کہ جسکو منکر کہا اور مؤلف نے اپنے اصول دانی جتلائے یہ بالکل ناواقفیت ہے بحث مؤلف نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور ان روایات میں عمل
ہی نہیں بلکہ علم ہے اور پھر اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف کے عمل کو تسلیم بھی کر لیوے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل مؤلف کی چشم بینا ہو تو دیکھے بعد اسکے جو مؤلف نے

اگر بنفس الامر یہ عند اللہ صحیح ہیں تو حق ان احادیث کا ادا ہو گیا اور ثواب موعود ملیگا اور اگر یہ حدیثیں عند اللہ صحیح نہیں تو ہر عضو پر جُدا جُدا دعا
پڑھنے سے گنہگار بھی نہیں ہوتا کیونکہ اُسنے دعا پڑھی ہی کچھ اور گناہ تو نہیں کیا اور مطلق دعا کا مانگنا شرع میں ثابت ہے اور ایک حدیث ضعیف میں بھی
حضرت سے روایت کیا گیا ہی کہ آپنے فرمایا جس شخص کو میری طرف سے کوئی حدیث پہنچی اُسنے اُسپر عمل کیا تو اسکو ثواب ملیگا اگرچہ فی الواقع وہ
حدیث میری نہ ہو چنانچہ یہ مضمون شامی شارح دُرمختار نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہی یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال لانہ ان کان صحیحا
فی نفس الامر فقد اعطے حقہ من العمل والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ
حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اور اسیطرح شاہ ولی اللہ صاحب نے جو ماہ رجب میں ہزاری روزہ اور اسکی رات کو جاگنے کا حکم دیا ہی وہ بھی مبنی
اسی قاعدہ پر ہی یعنی اگرچہ یہ تخصیص دن اور رات کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی لیکن مطلق روزہ رکھنا اور شب کو عبادت کرنا تو دین میں ثابت ہے
اور اسی طرح چھ رکعت اوابین کو قطب الدین خان صاحب نے جو لکھا ہی اسمیں بھی یہی قاعدہ ہی یعنی اگرچہ یہ حدیث بہت ضعیف اور منکر ہی لیکن اگر کوئی اس
تعیین زمان اور تخصیص رکعات پر موافق اس حدیث ضعیف کے عمل کریگا تو کچھ بُرائی نہ ہوگی کیونکہ مطلق نفل کا پڑھنا تو ہر وقت جائز ہی اور یہاں ایک
اور مسئلہ سمجھنا چاہیے کہ فقہاء رحمہم اللہ اُس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہوتا ہی مستحسن لکھا کرتے ہیں چنانچہ اسی صلوۃ الاوابین کو باوجود
حدیث منکر ہونیکے مستحب اور مندوبات میں فقہا لکھتے ہیں اور اسی طرح گردن کا مسح وضو میں ضعیف حدیث سے ثابت ہوا ہی اسکو بھی مستحب
لکھتے ہیں اور ماہ رجب کے روزہ کو فتاوی عالمگیری میں مرغوبات و مندوبات کے ذیل میں لکھا ہی جب قاعدہ و فوائد ذہن نشین ہو چکے تو اب ہم اس
قاعدہ مقررہ فقہاء و محدثین کو مسئلہ متنازع فیہ یعنی رسوم کے اندر میں جاری کر کے دکھاتے ہیں اور اول گفتگو ہماری اثبات میں یہ ہے کہ وہ جو فاضل

لکھا ہی وہ جواب طلب نہیں خواہ مخواہ تطویل کی کہ اسکے مدعی سے کچھ مساس نہیں قولہ اور یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنا الخ اقول یہ مؤلف کی نہایت
غلط فہمی و جہل اور بالکل ہی تلبیس قاعدہ غلط ہے کسی نے یہ نہیں کہا محض اجتہاد و ایجاد نا صواب مؤلف کا ہی کیونکہ مستحب وہ فعل ہی کہ فخر عالم علیہ السلام نے
کبھی کیا اور کبھی ترک کیا یا رغبت اسکی دلائی ہو چنانچہ حد اسکی یہ لکھتے ہیں فعلہ مرۃ وترکہ اُخری اور رغبہ اور مستحب بھی حکم من الاحکام ہے تو اسکا ثبوت
بھی حدیث صحیح یا حسن لعینہ یا لغیرہ سے ہوتا ہے ضعیف سے ہرگز کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ وہ ضعف اُسکا منجبر نہ ہوجاوے پس استحباب
ان امور کا جو ثابت ہوا ہی تو آپکے فعل و ترک سے یا رغبت دلانے سے ہوا ہے اور روایات متضاعف کی ان ابواب میں ہیں وہ تعدد طرق سے
حسن لغیرہ ہو گئی ہیں مؤلف ناواقف یہ سمجھ گیا کہ یہ استحباب ضعیف حدیث کے سبب سے ہوا ہی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا علم و اصول دانی ہے
قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق قال فی رد المختار ای یقوی بعضہا بعضاً فارتقی الی مرتبۃ الحسن اقول لکن ہذا اذا کان ضعفہ لسوء
ضبط الراوی الصدوق الامین او لارسال او تدلیس او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا ولو تعدد فیہ موافقۃ مثلہ ولا یرتقی بذلک الی الحسن
انتہی۔ پس یہ جسقدر نظائر مؤلف نے لکھی ہیں اور جسقدر کتب فقہ میں وارد ہیں سب احادیث حسن لغیرہ سے ثابت ہوئی ہیں اور استحباب
انکا بارغبت کے سبب سے ہے یا فعل و ترک کی وجہ سے نہ ضعیف حدیث کے سبب سے جیسا مؤلف اُلٹا سمجھا تعجب کرتا ہوں کہ آدمی ایسا آنکھ بند
کر کے تمام دُنیا کے خلاف دین میں قول لکھے اور شرم نہ کرے قولہ اب ہم اس قاعدہ مقررہ فقہا الخ اقول ہرگز جاری نہیں ہو سکتا ہرگاہ کہ
محدثین نے اسکی تضعیف کردی بلکہ بعض روایت کے اوپر متروک ہونیکا خیال ہی تو جبتک اسکو سند صحیح سے ثابت نہ کیا جاوے



مذکور نے لکھا ہے کہ بعض محدثین نے احادیث آنے ارواح کو ضعیف کہا ہی ہم کہتے ہیں کہ بعض محدثین کے ضعیف کہنے سے لازم نہیں آتا کہ کل کے
نزدیک ضعیف ہو ملا علی قاری وغیرہ لکھتے ہیں لاحتمال ان یکون الحدیث موضوعا من طریق صحیحا من آخر پس اسی بنا پر ہم کہتے ہیں چونکہ صاحب
خزانۃ الروایات نے جسکی سند اسی فاضل نے اپنی تصنیفات میں پکڑی ہے اور فضائل اُنکے ہم اور وجوہ سے بھی بیان کر چکے ہیں یہ حدیثیں آنے
ارواح کے اپنے فتاوی میں درج فرمائیں لہذا یہ بات دلیل اُنکی صحت اور قوۃ اور مفتی بہ ہونے پر ہے مفتیان دین کا ایک حدیث کو لے لینا مقلدین
کے نزدیک دلیل قوۃ ہے اور بالفرض والتقدیر اگر ہم موافق قول اُس فاضل کے ضعیف ہونا ان احادیث کا تسلیم کریں تو حدیث ضعیف پر
عمل کرنا فروع مسائل اور فضائل اعمال میں اقوال فقہاء و محدثین سے بالاتفاق والاجماع ثابت ہی پس جو آدمی ان حدیثوں پر اثبات میں
عمل کریگا کہ کچھ صدقہ فاتحہ درود تیوہاروں میں کریگا تو بلا شک یہ امر جائز بلکہ مستحب ہوگا اسلئے اگر واقعی وہ روحیں آتی تھیں تو سبحان اللہ اصل
مدعا ثابت ہوا کہ وہ خوش و خرم گئیں یہ آدمی اُنکی بددعا سے بچگیا اور اُن کو ثواب پہنچ گیا اور بالفرض والتقدیر اگر روحیں نہیں آتی تھیں
تو بھی یہ صدقہ اور فاتحہ درود تو انکو پہونچ ہی جاویگا انکا پہنچ جانا تو اصل قاعدہ شرعی سے ثابت ہے عند اہل السنت والجماعت شار علیہ تو ہوا
پس صدقہ اور فاتحہ درود کو نیکو نہ فقط جائز بلکہ امر مستحب کہنا چاہیے چنانچہ ہم اسکی چند نظیریں کلام فقہا سے صلوۃ الاوابین اور مسح رقبہ اور صوم
رجب کی بابت لکھ چکے ہیں اور علاوہ اسکے بہت نظیریں اسکی کتب فقہ میں موجود ہیں جسکی نظر متون و شروح فتاوے پر ہے یہ بات اُس سے
مخفی نہیں اللہ تعالے دلوں میں انصاف دے آمین یا رب العالمین آمین لمعہ رابعہ بیان طریقہ سوئم کا اس عمل میں
پانچ چیزیں ہیں کلمہ طیبہ پڑھنا۔ شمار کے لیے دانہ ہائے نخود کا معین کرنا۔ ختم قرآن کرنا برادری اور دوست آشناؤں کا واسطے قرآن
اور کلمہ پڑھنے کے لیے جمع ہونا۔ اس کام کیلئے تیسرا دن ٹھہرانا بیان امر اول اختیار کرنا کلمہ طیبہ کا اسلئے ہی کہ حدیث میں وارد ہوا ہی لا الہ
الا اللہ مفتاح الجنۃ اور امام ابو اللیث سمرقندی نے روایت کی ہی انس سے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قیل لہ یا رسول اللہ اہل الجنۃ ثمن
قال نعم لا الہ الا اللہ جب معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کنجی ہی جنت کی اور قیمت ہے جنت کی تو ثواب رسانی ایسی چیز کی نہایت درجہ اولے و انسب ہے

مجروح ہی رہیگی والجرح مقدم علی التعدیل اور یہ روایات تو بلا سند ہیں اور مسئلہ میں انکے خلاف صحاح احادیث وارد ہیں یہ بھی دلیل جرح کی ہے
اور یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا پس اس میں ہرگز یہ روایت کارآمد نہیں اور صاحب خزانہ کے نقل کردینے سے تعدیل نہیں ہوتی اور یہ
احتمال کہ کسینے توثیق کی ہوگی یہ فن حدیث میں معتبر نہیں اگر نسائی ابن ماجہ مثلاً بلا توثیق ذکر کریں باوجود بیان سند کے وہ بھی توثیق نہیں چہ جائیکہ
نقل خزانہ بلا اسناد و توثیق معتبر ہو جاوے خود بخاری کی تعلیقات باوجود التزام صحت کے اور اتفاق اُسکی صحت کے مسند کے برابر نہیں پھر
خزانہ کا کیا ذکر ہی اور یہ سب اصول فقہ و حدیث میں مبین ہی ہے گو جاہل ان علوم سے نہ جانتا ہو پس یہ روایات ہرگز کسیکے نزدیک معتبر نہیں اور نہ انپر
عمل درست ہی کیونکہ یہ باب علم سے ہیں نہ فضل عمل سے پس استحباب تو کیا اباحت بھی ثابت نہ ہوئی بلکہ یہ فعل بدعت ہی رہا اور مؤلف کا جہل
باصرح الوجوہ ثابت ہوگیا قولہ لمعہ رابعہ الخ اقول پہلے لکھا گیا کہ ایصال ثواب کلمہ و قرآن کو کوئی منع نہیں کرتا مؤلف بے سود تطویل
کرتا ہے مفتیوں نے جواب میں ایصال ثواب کو مستحسن لکھا ہے مگر مؤلف آنکھ نہیں رکھتا اور مؤلف نے یہ قاعدہ ذہن نشین
کرلیا ہے کہ جو حکم اجزاء کا ہوتا ہے وہی مجموعہ مرکبہ وہیئت ترکیبیہ کا ہوتا ہے اور اسکا پہلے بطلان ہو چکا ہے پس اب جو فضائل کلمہ کے

اور علاوہ اسکے یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی میت کی نیت سے ایک لاکھ بار لا الہ الا اللہ پڑھے اور ثواب اسکا میت کو بخشے اگر وہ
قابل عذاب ہوگا تو اسکو عذاب نہ کرینگے اور اگر وہ قابل عذاب نہیں تو اسکے درجات بلند کر دیے جاوینگے اور ایک روایت میں ستر ہزار بار پڑھنا
لا الہ الا اللہ کا آیا ہے چنانچہ بزرگان دین سے اُسپر عمل بھی پایا گیا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات میں حکم فرماتے ہیں۔ بیاراں
و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد
ہزار بار بروحانیت یکی بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است انتہے۔ اور حضرت سید الطائفہ جنید
بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس باب میں ایک قصہ منقول ہے جسکو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس مطبوعہ بریلی
کے صفحہ نہ میں لکھا ہے کہ حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا آپنے سبب پوچھا تو بروے کاشفہ اُسنے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں
دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچہتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھکر کہ بعض روایتوں میں اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے
اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخشدیا اور اسکو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپنے پھر سبب
پوچھا اُسنے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں تو آپنے اُسپر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھکو حدیث سے معلوم
ہوئی اور حدیث کی تصحیح اُسکے مکاشفہ سے ہوئی انتہی کلامہ دیکھو ان روایات احادیث اور دستور العمل ہونے سلف صالحین سے وجہ تخصیص کلمہ طیبہ کی
عمدہ طرح پر ظاہر ہوگئی پس بدعت اور ضلالت کہنا اسکا رد ہوگیا دوسرا امر تخصیص دانہ نخود کی وجہ یہ ہے کہ دانہ نخود اگر متوسط ہو نہ بہت چھوٹا نہ بہت
بہت بڑا پہلے وزن سے کہ وہ اسی روپیہ سے زیادہ تھا ساڑھے بارہ سیر نخود اندر وئے شمار ایک لاکھ دانہ ہو جاتا ہے اس عاجز نے بھی اسکو آزمایا ہے
اور دو شمار جو حدیث میں آئے ہیں ایک میں ستر ہزار دوسرے میں سو ہزار احتیاطاً سو ہزار یعنی ایک لاکھ پر عمل مقرر کیا گیا اور ہر کسیکو قدرت نہ تھی

اور ایصال ثواب اُسکا لکھتا ہے کسیکو مضر نہیں لہذا اسمیں کلام کرنا بھی حاجت نہیں مگر یہ قول مولف کا کسقدر غلط اور خیانت ہے کہ پس بدعت
اور ضلالت کہنا اسکا رد ہوگیا کیونکہ کلمہ کو کسنے بدعت کہا ہے البتہ اس ہیئت کو بدعت کہا ہے ۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
**قولہ** دوسرا امر تخصیص دانہ نخود الخ **اقول** فی الواقع اول میں دانہ نخود کے اختیار کی یہی وجہ تھی اور پھر صدقہ کر دیا کرتے تھے انکا بعد بریان کرنا
نخود کا تجویز ہوا کہ فقرا کہاں بھناتے پھرینگے پھر یہ عادت ہوئی کہ جسنے جسقدر پڑھے وہی اپنے پڑھے لیگیا اُسپر یہ تجویز ہوگئی کہ بعد فراغت کے سبکو جمع
کرکے تقسیم کیا جاوے تاکہ قرآن خواں بھی محروم نہ رہیں اب یہی دستور ہوگیا اب سنو کہ مولف سابقاً خوب وثوق کیساتھ لکھ چکا ہے کہ جب طعام کا جواز
ثابت ہوگیا تو شیرینی بھی طعام ہے اور قلت کثرت کا اعتبار نہیں پس جب ایک دو لڈو کی ڈلی ضیافت ہے تو دو مٹھی نخود بدرجۂ اولی طعام ضیافت
ہے کہ آدمی کو ایک وقت کفایت کرجاتے ہیں اور اب عرف میں یہ نخود حاضرین سیوم کی ہی واسطے طیار ہوتی ہیں کہ بعد ختم انکو دئے جاوینگے المعروف
کالمشروط اہل میت بھی اسیواسطے کرتے ہیں اور حاضرین بھی اسکے پانے کی نیت رکھتے ہیں پس ضیافت ہونے میں کیا تامل رہا اور اجتماع بروز ایکا
میت کیواسطے اہل میت کے پاس ہوتا ہے لہذا حدیث جریر بن عبد اللہ کنا نری الاجتماع الی اہل البیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ الحدیث اُسپر راست
صادق آگئی کیونکہ اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں کہ کسواسطے جمع ہونا تھا خواہ محض تعزیت مکررہ کیواسطے خواہ قرآن پڑھنے کو
اور مطلق کو مقید کرنا بالرائے حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے کہ نخود و شیرینی کو بھی شامل ہے اور اس زمانہ میں قطعاً تقسیم نخود میں صدقہ کی نیت نہیں ہے کہ فقرہ



کا اسقدر تسبیحیں جمع کرنا یا جنگل اور بازار وغیرہ سے گٹھلیاں کھجور یا جامن وغیرہ کی چُنتا ہوا اور جابجا سے سمیٹتا ہوا پھرنا نخود میں فائدہ ہوا کہ
سہل الحصول ہے جہاں سے چاہا جسنے بے تکلف مول لیلئے شمار کی شمار بھی قائم رہی اور بعد فراغ وحصول کار انکو تقسیم کر دیا یہ دوسری منفعت حاصل
ہوگئی کہ اسکا بھی ثواب میت کو پہنچیگا اور اس قسم کی تعینات سے منع اور کراہت ثابت نہیں ہوسکتی دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت ابو داؤد و ترمذی و
نسائی و ابن حبان و حاکم سے یہ حدیث بطول ثابت ہے خلاصہ اسکا یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تھا کہ گٹھلیاں
یا کنکریاں لیئے ہوے ذکر اللہ بے شمار کر رہی تھی آپنے اسکو منع نہ فرمایا اسقدر ثبوت سے فقہا رحمہم اللہ نے مسئلہ نکال لیا۔ لا باس باتخاذ السبحۃ یعنے
کچھ مضائقہ نہیں تسبیح ہاتھ میں لینے کا حالانکہ کنکریوں یا گٹھلیوں کی گنتی اور تسبیح میں بڑا فرق ہے یعنی دانوں کا گول کرنا اور پھر دانے بھی عقیق
یمن کے عقیق البحر کے صندل زیتون سنگ مقصود استخوان شتر شیشہ و خاک شفا وغیرہ کی ہوتی ہیں اور اُن میں سوراخ کرنا پھر اُن کی شمار سو دانے
پر رکھنا پھر اُن میں تاگا پرونا اُن میں ایک دانہ کو امام سب دانوں کا مقرر کرنا یہ سب امور سلم الثبوت اور اہل اسلام کے عمل میں ہیں۔
حالانکہ ثبوت فقط کنکریوں پر شمار کرنا ہوا ہے اور ان فروعات زائدہ کے جواز پر صاحب بحر الرائق اور حلیہ اور علامہ شامی شارح در مختار اسی
طرح اشارہ کرتے ہیں لاتزید السبحۃ علی مضمون ہذا الحدیث الابضم النوی فی خیط ومثل ذلک لایظہر تاثیرہ فی المنع اب دیکھیے ضم النوی فی خیط کا
لفظ الحکم جمیع تخصیصات اور تعینات تسبیح کیطرف جو اوپر مذکور ہوئیں فقہا اشارہ کر گئے یقولہم مثل ذلک الی آخرہ یعنی ایسی ایسی باتوں کو منع میں کچھ
دخل نہیں تسبیح سے مقصود شمار ذکر ہے سو شمار ذکر کا جواز حدیث سے پایا گیا بنا علیہ انہا سے نخود پر شمار کرنا بھی بمقتضائے قاعدہ شرعیہ مستنبط فقہا

فی جملہ حاضرین کو دیا جاتا ہے گویا صلہ کلمہ و قرآن پڑھنے اور حاضر ہونیکا ہے اور یہ سب واضح ہے کہ اسکا انکار بداہت کا انکار ہے پس مورد اس
حدیث کا ہونے میں کوئی تامل نہیں رہا ہر چند اصل اس نخود کی جائز تھی مگر اب بدعت و معصیت ہونیمیں کوئی تامل نہیں رہا اور روایت شرح
منیہ وغیرہ کی یکرہ اتخاذ الطعام الخ بھی اسپر صادق ہے اور یہ عذر کہ فقرا کیواسطے یہ نخود ہیں لہذا یہ صورت داخل اس دوسری روایت شرح منیہ میں آ
سکتا ہے وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا بالکل لغو ہے اس میں اب فقرا ہرگز مقصود نہیں بلکہ حاضرین سیوم مقصود ہیں قرآن خواں وکلمہ خوان کو
او رحاضرین کو خواہ غنی ہوں خواہ فقیر تقسیم ہوتے ہیں اگر صدقہ ہوتا تو اغنیا کو کیوں دیا جاتا اور اعتراض نظر شارح منیہ کی باطل ہوچکی کہ نص مطلق کو
مقید کرتا ہے چنانچہ رد مختار سے منقول ہولیا پس بحث بحکم کی مولف نے جو لکھی ہے محض لغو ہوگئی اسیواسطے سفر السعادت میں کہا کہ عادت نبود کہ برائے
میت جمع شوند الخ جسکو مولف آگے رد کرتا ہے اور بے فہمی اور بد دیانتی اپنی ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس کا رد حدیث کا رد ہے بہر حال اس اجتماع
اور تقسیم طعام کا حدیث اور فقہ سے کراہت و معصیت ہونا ثابت پس بایں وجہ نفس نخود اب بدعت و نیاحت ہوئی اور خود اجتماع تو نیاحت
ہی ہے اور پھر اب عوام کے نزدیک نخود کا ہونا ضروریات میں ہوگیا ہے کہ بدون اسکے سیوم ہوتا ہی نہیں کچھ بھی نہیں تو سیر دو سیر نخود ہو دیں کہ
تقسیم کئے جاویں تو یہ دوسری وجہ بدعت ہونیکی ہے جسکو خود مولف قبول کرچکا ہے کہ نص مطلق کو مقید کرنا قابل زجر و توبیخ کے ہے ہاں البتہ اگر بچہ خرد
سال مرتا ہے تو اراذل قوم میں اسکا سیوم فقط بخانہ اہل میت جمع ہونا ہوتا ہے اور جو جوان بوڑھا مرتا ہے تو جمع ہوکر کلمہ قرآن بھی پڑھتے ہیں اور
پھر دروازہ میت پر جاتے ہیں اور شرفا میں بچہ کا سیوم موقوف ہوگیا اور جوان کے سیوم میں دروازہ کا جانا اب موقوف ہوگیا ہے الغرض
مقصود اس اجتماع سے وہی تکرار تعزیت ہے اور قرآن کلمہ ضمناً ہے چنانچہ بعض لوگ ایسے بھی مجمع سیوم میں برادری کے آتے ہیں کہ کلمہ قرآن کی

رحمہم اللہ جائز ہوا بلکہ دانہ ہائے نخود کے شمار کو واقعہ قصۂ حدیث سے زیادہ تر مشارکت ہے بہ نسبت تسبیح کے کیونکہ تسبیح میں قیود زائدہ بہت ہیں
کماذکرنا **تیسرا امر** پڑھنا قرآن کا ہے جو لوگ قرآن خوانی کو منع کرتے ہیں دو ایک علماء کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اس کو نہایت مستحکم جانکر
اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں **سند اول** یہ ہے کہ سفر السعادۃ کی عبارت سیف السنۃ کے صفحہ ۱۴ میں نقل کی ہے اسطرح کہ عادت نبوی
نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و این مجموعہ بدعت است انتہی میں کہتا ہوں حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے جنازوں کی نماز بذات خود پڑھتے تھے یہ نماز نجات کیواسطے کافی ہوتی تھی فتح القدیر میں ابن حبان اور حاکم
سے روایت کیگئی ہے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے مرجایا کرے مجھکو ضرور خبر کیا کرو فان صلوتی علیہ رحمۃ۔
بیشک میرا نماز پڑھنا اُسپر رحمت ہے اور قرآن شریف سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم تفسیر
اسکی ابن عباسؓ نے یہ کی ہے کہ دعا کر اُن لوگوں پر بیشک تیری دعا اُن کیلئے رحمت ہے اور امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ روح محمد صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم بہت قوی نورانی روشن تھی جب آپ دعائے خیر اُن کیلئے کرتے تھے آپ کی قوۃ روحانی سے اُنکی روحوں پر فیضان ہوتا تھا
اور چمک جاتی تھی اس پرتو نورانی سے اُنکی روحیں اور ظلمت مٹ کر نورانیت آجاتی تھی انتہی کلامہ اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ میں دعائی کی

کچھ کام اُنکو نہیں محض رفع شکایت برادری کو آتے ہیں تو غرض اصل حاضری ہے اور تعزیت اور اجتماع الی اہل المیت مراد ہے اور اس میں
تشابہ ہنود کا بھی حاصل ہوتا ہے کہ اُن کے یہاں بھی یہی دستور جمع ہونے برادری کا روز سیوم ہے سو یہ تین وجہ بدعت و کراہت سیوم کی و
تخصیص و تقسیم نخود کی واضح ہیں کہ کوئی عاقل اسکا انکار نہیں کر سکتا **قولہ تیسرا امر الخ اقول** کیا صدق و دیانت مولف کا ہے کہ کہتا ہے کہ قرآن
کو منع کرتے ہیں جیسا اوپر کہا کہ تخصیص کلمہ کو بدعت ضلالہ کہتے ہیں حالانکہ جواب میں مصرح ہے کہ ایصال ثواب مستحسن ہے منع کرنا علماء کا ہیئت
مروجہ کو ہے نہ ایصال ثواب کو مگر بحمد اللہ یہ منع انکا حدیث و فقہ سے ثابت ہو گیا **قولہ سند اول یہ الخ اقول** یہ روایت سفر السعادۃ بعینہا حدیث
جریر کی ہے بس فرق الفاظ کا ہی ہے اور اس حدیث کو تمام فقہا نے قبول فرمایا دیکھو کہ حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہے اجتماع الی اہل میت اور
صنعۃ الطعام جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شنیع جانتے تھے اور ہر ہر امر کو بدعت و معصیت فرماتے تھے نہ کہ مجموع من حیث المجموع کو
مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ شرح منیہ اور فتح القدیر میں اتخاذ ضیافت کو اس حدیث سے قبیح لکھا ہے پس ضیافت
کیواسطے حاضر ہونا اجتماع للضیافت ہے نہ کہ اجتماع للمیت اور اجتماع الی اہل المیت خود تعزیت باجتماع قوم ہوتا ہے جیسا کہ وقت موت
اور دفن کے ہوتا ہے پس اس روایت فتح سے کہ کہتا ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت وہی بدعۃ مستقبحۃ لماروی الامام احمد وابن
ماجہ باسناد صحیح الخ صاف ظاہر ہے کہ مجموعہ مراد نہیں بلکہ ہر ہر واحد مکروہ ہے اور تکرار تعزیت باجتماع یا انفرادا بھی بدعت ہے چنانچہ در مختار وغیرہ
میں مصرح ہے پس اسکو ہی سفر السعادۃ کہتا ہے کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہ تھی تو مولف کا اسکو رد کرنا حدیث کا رد کرنا ہے اور افعال صحابہ پر طعن
کرنا ہے معاذ اللہ اور نہیں سمجھا کہ ایصال ثواب کیواسطے جمع ہونا یہ رسم مروجہ بھی اجتماع الی اہل المیت ہی ہے جو کہ حدیث میں موجود ہے جبکہ
وہ قرن خیر و خوبی کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی جا و بیجا مشغوف اس کام کو برا جانکر ترک کریں تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہو گا تو کیا
ہو ویگا اور مولف کا یہ کہنا کہ آپکی صلوۃ نجات کو کافی تھی پھر ختم قرآن و کلمہ کی حاجت نہ تھی محض خیال خام ہے یہ لاریب آپکی نماز نور و رحمت تھی مگر آپ



واسطے میت کے پس حال حضرت کی دعا کا قرآن اور قول صحابی اور تقریر امام سے اور نیز حدیث سے معلوم کر چکے کہ کیا کچھ اُس میں مقبولیت اور
فیضان الٰہی ہے ہم اپنی موتی پر جسقدر چاہیں ختم قرآن کریں اور کلمہ فاتحہ درود پڑھیں لیکن اُس ایک دعا کی برابری جو بھلائے سراپا رحمت حضرت
محبوب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال مقبولیت اور محبوبیت کے ساتھ نکلتے تھے نہیں ہوتی اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم علاوہ نماز کے
اور طرح پر بھی مشکلکشائی فرماتے تھے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب سعد ابن معاذ دفنائے گئے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
سبحان اللہ پڑھا ہم بھی آپکے ساتھ دیر تک یہی پڑھتے رہے پھر آپنے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی یہی پڑھتے رہے پھر حضرت سے پوچھا
گیا کہ اسکا کیا سبب ہے آپنے فرمایا کہ اسکو قبر نے دبایا تھا اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اُسپر قبر ہر طرف سے فراخ ہو گئی روایت کیا اسکو امام
احمد نے کذا فی المشکوۃ بھلا جہاں اسطرح پر مشکلکشائی اور دستگیری ہوتی ہو اگر ختم قرآن نکیا تو کیا حرج ہے ملکر قرآن نہ پڑھا تو ملکر ذکر اللہ تو

نجات جانکر کفایہ کرنا اور صدقہ و خیرات کا ترک کرنا ہرگز نہیں تھا خود فخر عالم علیہ السلام بعد نماز کے ہر روز دعا و استغفار کرتے رہتے تھے اور
بعد دفن کے بھی دعا کرتے تھے اور صحابہ بھی اپنے اموات کو باوجود نماز فخر عالم کے ثواب رسانی میں یاد رکھتے تھے سو یہ تقریر مولف کی محض
ڈھکوسلا عقل نا تمام کا ہے اور جہل ہے حقیقت تعامل صحابہ سے اور سفر السعادۃ یہ کہتا ہے کہ ختم اذکار و قرآن اور اجتماع تھا نہ یہ کہ ایصال ثواب تھا
مولف کو فہم سے تو کام ہی نہیں وہ گور پر یا غیر گور پر قرآن و کلمہ پڑھنے کو جمع سب قوم کا ہونا بدعت کہتا ہے نہ انکار ایصال ثواب کا مگر فہم ہو تو کیا
علاج پھر مولف خود کہتا ہے کہ حضرت علیہ السلام سوائے صلوۃ کے اور طرح بھی مشکلکشائی کرتے تھے اور وہ کلمہ سبحان اللہ و اللہ اکبر کا پڑھنا
ہے کہ خود مولف نے نقل کیا بندہ کہتا ہے کہ ایسا ہی ہر روز دعا و استغفار سے یاد رکھنا بھی مشکلکشائی ہے پس غور طلب ہے کہ آپ ہی تو مولف
صلوۃ فخر عالم کو کافی لکھ آیا ہے اور اب دوسری مشکلکشائی کا اقرار کر دیا اور نہیں سمجھا کہ جیسا آپنے کلمہ و دعا سے مشکلکشائی فرمائی اب
قرآن و ختم سے مشکلکشائی ہے اور صحابہ کیوقت میں بھی کرتے تھے اور جب خود آپنے نماز اپنی کو کافی نجات کیواسطے نجانا تو پھر بھی مشکلکشائی
فرماتے رہے صحابہ سے لیکر آج تک یہی امر مستحب ہے ثواب اسوقت اور قرن صحابہ اور زمان فخر عالم میں کوئی فرق باقی نہ رہا نماز بھی پڑھتے ہیں
اور ایصال ثواب بھی کرتے ہیں مگر میت کیواسطے الی اہل میت جمع ہونا نہ جب تھا نہ اب ہونا چاہیے اور اس امر کو سفر السعادۃ بدعۃ کہتا ہے مولف
کے فہم پر خلاف ہے اور اسکو ہی حضرت جریرؓ نے نیاحت میں شمار فرمایا علی ہذا **قولہ** ملکر قرآن نہ پڑھا تو ملکر ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے
میت کے قبر پر کیا الخ **اقول** محض کم فہمی ہے کیونکہ سفر السعادۃ قصداً ختم میت کے واسطے جمع ہونیکو کہتا ہے اور وہ اجتماع لدفن میت تھا بسمن میت
اس ذکر کی ہو گئی تو اسکو فرمایا غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادۃ کی ہے اسمیں اور اجتماع میں جو دفن میت کے واسطے تھا کہ فرض کفایہ
ہے اور اس میں ذکر کر دیا فرق زمین آسمان کا ہے اسکو اس سے کوئی مناسبت نہیں پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادۃ کے ہے اور نہ حجت جواز
اجتماع کی ہو سکے کیونکہ سفر السعادۃ اُس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم و قرآن کیواسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے
پاس جمع ہوں کہیں ہو گور پر یا غیر گور پر اور اسکو ہی حدیث جریر میں نیاحت میں داخل کیا ہے اور حالت اجتماع تجہیز تکفین میں اگر کچھ پڑھتے
رہیں اور ثواب پہنچا دیں تو وہ جائز ہے نہ اسکو سفر السعادۃ منع کرتا ہے اور نہ حدیث جریر سے اُسکا منع مفہوم ہے اور خود فعل فخر عالم کا قبر سعد
بن معاذ پر اُسکے جواز کی دلیل ہے مگر فہم کی حاجت ہے پس اس فعل مرسوم کو بدعت حسنہ نہیں کہسکتے ہیں بلکہ ضلالہ کہنا واجب ہے معہذا یہ جاننا ضروری ہے

حضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا پس جواز کیواسطے ایک اشارۃ عند الفقہا کافی ہے اور اگر بالفرض اگر عہد نبوی میں نپائے جانے
ختم قرآن کو بدعت کہیں مثل قول سفر السعادت کے اسکا مضائقہ نہیں لیکن وہ حسنہ ہی ناجائز اور مکروہ تو کہنا اسکا ہرگز صحیح نہیں
کہ بہتیرے نیک کام حضرت کے بعد کئے گئے اور بالاتفاق جائز رکھے گئے اُسکا نام علماء دین نے بدعت حسنہ رکھا ہی چنانچہ ہم اوپر
کر چکے ہیں اور اس مسئلہ میں بھی جزئی خاص پیش کرتے ہیں فتاوی قنیہ میں ہی وضع الید علی القبر بدعۃ والقرأۃ علیہ بدعۃ حسنۃ
حجت الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہی لاباس بقرأۃ القرآن علی القبور اور اس جگہ امام نے ایک قصہ عجیب لکھا ہی علی ابن
موسی کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ تھا ایک جنازہ پر بعد دفن کے ایک اندھا قرآن پڑھنے لگا امام احمد نے فرمایا او
کام بدعت ہے جب ہم مقبرہ سے نکلے محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ تم مبشر بن اسمٰعیل حلبی کو کیسا جانتے ہو فرمایا وہ ثقہ یعنی معتبر
اُس نے پوچھا تم نے اُنسے کچھ علم سیکھا ہی امام نے فرمایا ہاں جب معلوم ہوا اقرار اُنکے سے کہ وہ اُستاد ہیں امام احمد کے تب وہ محمد بن قدامہ
بولا کہ خبر دی مجکو مبشر بن اسمٰعیل نے اُنکو خبر پہنچی عبد الرحمن سے کہ جب اُنکے باپ علاء بن لجاج کا انتقال ہوا وصیت فرمائی کہ جب میں دفن
کیا جاؤں میرے سرہانے قبر کے بیچ آیت اور امن الرسول پڑھو اور یہ کہا کہ میں نے ابن عمر کو سنا ہے وہ وصیت کرتے تھے اسبات
کی اُسوقت امام احمد نے فرمایا کہ مقبرہ میں جاؤ اور اُس اندھے کو کہدو کہ قرآن پڑھتا ہے اور فتاوی عالمگیری میں ہی قرأۃ القرآن عند القبور

کہ فخر عالم نے ذکر بجہر یہاں کیا ہے نہ ایصال ثواب اسکا اور جبکہ یہ دو کلمہ فرمائے تھے ورنہ خفی ذکر تو آپ کا ہر حال طلازم تھا اسکا بھی حال
ہے اور مؤلف کے استدلال کی خوبی معلوم ہوئی کہ ایصال ثواب اس روایت سے ہرگز نہیں نکلتا کاش کہ یہ عوام کالانعام جب دفن
مُردہ کیواسطے جمع ہوتے ہیں ذکر و کلمہ پڑھتے رہا کریں اور اسکا ثواب میت کو پہنچا دویں اور خرافات بکواس جو اسوقت کرتے ہیں نہ کیا
کریں تو آپ معصیت ولغو کلام سے محفوظ رہیں اور مردہ کو لاکھ سے زیادہ کلمہ پہنچ جاوے مگر شیطان کب ہونے دیتا ہے کہ سنت کے
موافق کام ہو تو وہ بدعت پر رغبت دلا کر لاتا ہے **قولہ** اور بالفرض اگر عہد نبوی میں الخ **اقول** اجتماع مخصوص میں ختم کرنا ہی بدعت ضلالت
ہے نہ بدعت حسنہ اور یہ ضلالت بوجہ اجتماع کے ہے نہ بوجہ ختم قرآن کے اور قنیہ کی روایت مؤلف کو مفید ہرگز نہیں کیونکہ وہ قرأت
علی القبر کو بدعت حسنہ کہتا ہی نہ اجتماع مخصوص ممنوع من الحدیث کو جسکو سفر السعادۃ نے نقل کیا علی ہذا قول احیاء العلوم کا اور اگر اس روایت
کے اطلاق سے حجت لاؤ کہ مطلقاً قبر پر قرآن پڑھنا جائز ہے خواہ اسواسطے جمع ہوں یا نہوں تو بھی غلط ہے کیونکہ اطلاق وہاں معتبر ہوتا
ہے کہ نص حکم قید کی موجود نہو چونکہ یہاں قید کا منع ہونا نص سے ثابت ہو گیا تو اب یہ روایت مطلق نرہیگی اور مقید ممنوع رہیگا اور یہ جو
قصہ عجب مؤلف نے لکھا ہی اسکا بھی مطلب یہی ہے کہ قرآن قبر پر پڑھنا درست ہے نہ کہ باجتماع مخصوص پڑھنا اگر عقل و فہم ہو تو کچھ خفا نہیں
علی ہذا روایت عالمگیریہ اور فتح القدیر اور مائۃ مسائل کا جواب ہے مگر مؤلف کو کچھ تمیز نہیں کہ اثبات کس چیز کا کرتا ہوں اور دلائل کیا لکھتا
ہوں سبحان اللہ اور فتح القدیر میں جو اجلاس القارین کا لفظ شبہ ڈالے تو اس کا بھی حال سنو کہ مراد حدیث جریر اور سفر السعادت سے
اجتماع قوم کی کراہت ہی کہ اہل میت ہوا اور یہ چند قرا نے قرآن قبر پر جو پڑھا ہی تو اُس اجتماع سے یہ جدا ہے کیونکہ وہ اجتماع قوم کا اہل میت
کے سبب سے ہے اور یہ اہل میت کے واسطے نہیں تاکہ تکرار تعزیت یا خلاف حدیث اس میں لازم آوے جیسا سیوم مخصوص میں ہی لہذا اسکو اس سے کچھ



عند محمد رحمۃ اللہ لا تکرہ ومشائخنا رحمہم اللہ اخذوا بقولہ وہل ینتفع والمختار انہ ینتفع کذا فی المضمرات اور فتح القدیر میں ہی واختلف فی اجلاس القارین
لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراہۃ۔ اور مولوی اسحق صاحب نے مائۃ مسائل کے جواب سوال ہشتاد و سوم میں لکھا ہی حافظان را برائے
قرأت قرآن نشاندن نزد قبر درین مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمین است کہ جائز است الی آخرہ۔ پس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے
قرآن خوانی کو بدعت لکھا لیکن کلام امام احمد اور امام محمد اور کتب فتاوی اور مولوی اسحق صاحب سے خوب ثابت ہو گیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا
مکروہ نہیں نہ جمع ہو کر نہ الگ الگ اور میت کو اُس سے نفع ہوتا ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ختم قرآن نکرنے سے منع اور کراہت لازم نہیں
آتی اسلئے کہ آپ بہت اذکار جہاد وغیرہ اور اصلاح امت اور تعلیم نو آموز مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اسقدر فرصت کہاں پاتے تھے اور یہ
بھی ہو کہ آپکی ایک دعا اور صرف نماز جنازہ پڑھدینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماعات اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تھا اور بعد آپکے اصحاب نے
اموات پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور اُنکے پیچھے تمام امت میں رائج ہو گیا چنانچہ عنقریب بیان آتا ہی پس یہ روایتیں تو ہمنے قبر پر قرآن پڑھنے کی بیان

مناسبت نہیں اگرچہ بعض علماء اُسکو بھی مکروہ کہتے ہیں مگر صاحب فتح جواز کو راجح کہتا ہی ہمنے تسلیم کیا کہ صاحب سفر السعادۃ کے نزدیک مطلق جمع
لقرأۃ القرآن بدعت ہے تو وہ تو یہ کہتا ہی کہ صحابہ کا تعامل تھا اور اسنے اجتماع کو عموماً بدعت کہا تو غایت الامر یہ ہوا کہ جو صراحۃً منصوص حدیث جریر
سے ہے وہ تو اتفاقاً بدعت و نیاحت ہوا اور جو سفر السعادۃ نے دوسری فرد لکھی وہ مختلف فیہ ہوئی یعنی اُسکے نزدیک وہ بھی بدعت ہے اور
فتح القدیر نے قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ تعالیٰ جائز کہا اور بعض دیگر علما نے جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ کسیوقت غیر معین میں جائز
کہا مگر بہرحال اجتماع مخصوص الی اہل میت تو سب کے نزدیک بدعت رہا تو بہرحال سیوم کا پڑھنا قرآن اور ختم کا تو سب کے نزدیک بدعت ہو گیا جسکی
بحث ہی اور جسکو علماء سنت منع کرتے ہیں اور مؤلف جائز کہتا ہی تو دوسری شق مختلف فیہ ہوئی سفر السعادۃ نے اسکو منع کیا اور بعض علماء نے
درست رکھا مگر بہرحال اجتماع مخصوص سیوم کہ جسکی بحث ہے وہ کسی روایت سے جائز نہیں ہوتا کیونکہ اس میں اجتماع الی اہل میت ہے اگرچہ
قرآن و کلمہ بھی پڑھتے ہوں پس روایات منقولہ مؤلف کی سفر السعادۃ کے اصل مطلب کی کوئی خلاف نہیں گو ایک شق خاص میں فتح القدیر اسکا
کے خلاف ہوا اور وہ خلاف بھی مؤلف کو کچھ مفید نہیں مگر فہم مؤلف کا قاصر ہے افسوس ہے کہ مؤلف کہیں مطلب نہیں سمجھتا اور اپنے کوتاہ فہم پر جا بجا الزام
کرنا سہل جانتا ہی سب اہل علم غور کریں پس واضح ہو گیا کہ قرآن و کلمہ کا ثواب پہنچانا بلا قید درست اور اجتماع مخصوص سیوم کا بدعت اور صاحب
سفر السعادۃ کا قول صحیح اور موافق حدیث جریر کے اور روایات منقولہ مؤلف کے ہے الا فی شق واحد کہ وہ خلاف مؤلف کو ہرگز مفید نہیں در
توجیہات رکیکہ مؤلف کی سب واہی غلط خلاف واقعہ کے ہیں **فقط قولہ** اور آنحضرت کے ختم قرآن کرنے سے الخ **اقول** مؤلف نے اول تو فہم مراد
سفر السعادۃ میں خطا کی ہی وہ کہتا ہی قرآن خوانند و ختمات خوانند ختمات سے مراد اذکار ہیں مؤلف ختم قرآن کا سمجھا تو کہتا ہی آنحضرت علیہ السلام
کے ختم قرآن نہ کرنے سے منع لازم نہیں آتا اور یہ محض غلط ہی بلکہ جن لوگوں کے نزدیک قرآن و ذکر کا ثواب پہنچتا ہی اُنہوں نے قرآن کا وصول
ثواب احادیث سے ثابت کر دیا ہی پس سارا قرآن اور اس سے کم زیادہ خود ثابت ہو گیا ختم ہی کرنا ثابت ہو گیا ضرور ہی اور جو لوگ انکار کرتے ہیں جیسے شافعی
مالکی اُنکے نزدیک اب بھی ثابت نہیں پس عذر جہاد کا بالکل لغو ہی مگر مؤلف کو اس عذر ختم کے لکھنے سے شرم نہ آئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
رات دن تو جہاد میں مصروف نہ تھے اور نہ آلات جہاد اسدرجہ کو تھے کہ ختم قرآن کی جو دو تین گھنٹہ میں پندرہ ہیں آدمی کر سکتے ہیں گاہ گاہ

کیس اب سوائے قبر کے اور جگہ اگر جمع ہوکر پڑھیں اُسکا کیا حکم ہے اُسکو ہم مانعین کی دوسری سند میں بیان کرینگے **سند دوسری** مانعین
اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں ان ختم القرآن جہرا بالجماعۃ ویسمے بالفارسیۃ سیپارہ خواندن مکروہ انتہی جواب
اسکا یہ ہے کہ نماز کے اندر قرأت امام کا سُننا اور اُسوقت چپ ہوجانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو تو
استماع میں اور سامعین کے خاموش ہوجانے میں اختلاف ہے بعضے اُسمیں بھی فرض کہتے ہیں اور بعضے مستحب جو علما مستحب کہتے ہیں
اُنکے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں جو لوگ جمع ہوکر قرآن پڑھیں بلند آواز سے اور جو فرض کہتے ہیں اُنکے نزدیک نہیں جائز فتاوی قنیہ میں ہے کرہ
للقوم ان یقرؤا القرآن جملۃ لتضمنہا ترک الاستماع والانصات المامور بہا کذا فی فتاوی ابی الفضل الکرمانی وقیل لاباس بہ کذا روی عن عین
الائمۃ الکرباسی وعن نجم الائمۃ الحکیمی یہ دونوں روایتیں جواز اور عدم جواز کی حلبی نے شرح منیہ میں اور دیگر فقہا نے بھی روایت کی ہیں ان
روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ جو لوگ علما سلف میں منع کرتے ہیں اُنہوں نے یہ دلیل قائم نہیں فرمائی جو اس زمانہ کے
ملت زمل پر بلا ہتہ سقطی اور غزوہ موتہ کی جب خبر آئی تو علی اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ اور جعفر طیار کی شہادت معلوم ہوئی آپ
مسجد میں حزیں بیٹھے رہے اور جماعات صحابہ حاضر تھی دو ساعت میں ختم قرآن ہوسکتا تھا علی ہذا خبر شہداء بیر معونہ وغیرہ میں پس یہ عذر گستاخ
بھرپور وغلط ہے کہ جسکو کوئی عاقل بھی قبول نہ کریگا الغرض ثواب قرآن شریف کا آپکے زمانہ میں تھا مگر اجماع مخصوص نتھا مؤلف کا فہم قاصر
دور بعیر انصار بھی پڑھتے تھے اور ابتک جاری ہے اور جس کا انکار سفر السعادۃ کو ہے اسنے اجتماع الی اہل میت وہ کا ہے ہرگز ثابت نہیں ہوا اگر
نال درکار ہے **قولہ** سند دوسری الخ **اقول** نصاب الاحتساب میں قرآن جماعت کو جہراً پڑھنا مکروہ لکھا ہے اور یہ امر سیوم کے قرآن میں
مشابہ ہے مؤلف بھی اس کراہت کو قبول کرتا ہے اور کراہت تحریمیہ مراد ہے اور یہی راجح ہے اسواسطے کہ اسکو مدلل بیان کیا ہے اور دلیل مسئلہ کی بیان
کرنا وجہ ترجیح کی ہوتی ہے دوسری یہ کہ اُسکے مقابل کو قیل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ایسے موقع میں کہ ایک مسئلہ کو جزما بیان کریں اور
اُس کے مقابل کو صیغہ مجہول سے بیان کریں تو اُس میں ضعف ہوتا ہے اور یہ قواعد سب اہل علم جانتے ہیں بسبب شہرہ و بداہت
کے نقل سند کی حاجت نہیں اور دوسری روایت ضعیف پر بھی کراہۃ تنزیہہ ثابت ہے کیونکہ لاباس کا اصل اطلاق کراہت تنزیہہ پر ہی
آتا ہے قال فی رد المختار وکلمۃ لاباس غالب استعمالہ فیما ترکہ اولی انتہی بہر حال علی الراجح جہراً پڑھنا مکروہ تحریمیہ ہوا اور علی المرجوح کراہت
تنزیہہ ہوئی کہ وہ بھی کار بدعت ہے مگر موجب قوت منع کی ہر حال ہوجاویگی **قولہ** ایک تو یہ کہ جو لوگ الخ **اقول** سبحان اللہ کیا فہم عالی مؤلف
کا ہے کہ اگر سلف کوئی دلیل بیان نہ کریں اور خلف دلیل بیان کریں تو وہ دلیل معتبر نہ ہو سب اہل علم جانتے ہیں کہ ایک شئے کی تین تین
اور چار چار اور زیادہ دلائل ہوتی ہیں اگر کسینے ایک حجت بیان کی تو دیگر حجج کا مرتفع ہونا کہاں سے لازم آگیا بلکہ اگر اولین کو ایک حجت
جواز یا حرمت کی معلوم ہوا اور متاخرین کو زیادہ دلائل پر اطلاع ہوجاوے تو کون محذور ہے خود مؤلف نے نور چہارم میں ابن جزری کے
طعن کے رفع میں وہ دلائل لکھی ہیں کہ پہلے کسینے نہیں لکھی تھی اپنے گھر کی مؤلف کو خبر نہیں سب تھوڑی عقل والے بھی جانتے ہیں کہ یہ دعوی
عدم جواز اجتماع کا صحیح اور حدیث جریر سے معلوم ثابت ہے پس اگر نصاب الاحتساب میں ذکر نہ ہوتا تو نہ ہو یہ تو دلیل مشاہدہ ابن ماجہ وغیرہ میں
آنکھوں سے نظر آتی ہے اسکا رفع کس طرح ممکن ہے اور حدیث صحیح ہے گو صاحب نصاب الاحتساب کو اور دیگر علما کو یہ معلوم نہ ہوا یا اُنہوں نے



نقل نکیا تو اس مشاہدہ کا انکار تو محض جنون ہوگا کہ منعے موجود دیس کیوں نہونگی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا عمدہ فائدہ مؤلف کو ملا نہیں بلکہ یہ
فائدہ ملا کہ دوسری علت کراہت کی حاصل ہوگئی اور ہمکو ظہور خوبی فہم مؤلف کا فائدہ حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ بھی لغو ہے کیونکہ در صورت تخفیف
پڑھنے کے یہ کراہت رفع ہوجاویگی مگر اجتماع مخصوص کا مباحث ہونا اور تشبہ ہنود کا تسلط کہاں چلا جاویگا سو یہ فائدہ بھی نتیجہ ذہن مؤلف کا ہے
کہ ایک علت کی رفع سے تمام علل کا رفع ہوجایا کرے اور خزانۃ الروایات کا فیصلہ اُس قراۃ جماعت میں ہے کہ وہ اجتماع بدعت نہو جیسا
جمعہ کو جامع مسجد میں لوگ پڑھتے ہیں اُسکو فیصلہ کرتا ہے اور ایسا ہی مولنا اسحق نے اجتماع جائز میں یہ فرمایا سو ہمکو بھی کچھ عذر نہیں کہ اگر شئے
مباح ہے اُسمیں آہستہ پڑھنا چاہیے اور مجمع بدعت میں اگر آہستہ پڑھینگے تو یہ کراہت رفع ہوجاویگی اگرچہ دیگر وجوہ منع کے سبب وہ منع ہی رہیگا
مؤلف کو یہ گمان ہوا ہے کہ صاحب نصاب الاحتساب نے ایک ہی وجہ کراہت سیوم کی لکھی ہے نہیں اُس نے بہت سی وجوہ لکھی ہیں ایک یہ
بھی لکھی ہے مؤلف ذرا ہوش کرکے بات کرے اس تحریر سے بھی اتنا تو واضح ہوگیا کہ حدیث جریر سے دو کراہت سیوم کی مستفاد ہوئی اجتماع
الی اہل میت اور صنعۃ الطعام چنانچہ محقق ہوا تیسرے عوام کے نزدیک تخود کا ضروری ہونا جس میں تغیر حکم شرع کا ہے اباحت سے تاکید کیطرف ہے
چوتھی تشبہ کفار ہنود پانچویں یہ جہر خوانی اور سوائے انکے بھی ہیں صاحب فہم کو تو واضح ہیں مگر سقیم العقل پر مخفی ہیں **قولہ** خلاصہ یہ کہ الخ **اقول**
لا ریب جمع ہوکر قرآن آہستہ پڑھنا درست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہیے سو حدیث مسلم میں مذاکرہ قرآن کے واسطے اجتماع کا کہ مستحب ہے
بلکہ بعض واجب کہ تذکیر و تذکر و وعظ ہی ذکر ہوا ہے اسپر اجتماع مکروہ کو قیاس نہیں کرسکتے یہ کوتاہی فہم کی ہے اور قاضی ثناء اللہ کی روایت
تذکرۃ الموتی کی جو مؤلف کو مفید نہیں سابقاً گذرا کہ یا اجتماع لوجہ اللہ تعالی ہے نہ اجتماع الی اہل میت اور سیوم مروجہ دوسری قسم ممنوع میں
داخل ہے نہ اول میں بار بار اعادہ تفصیل کا ضرور نہیں اور سفیان کی روایت میں انصار کا اختلاف قبور کیطرف مثل اجتماع کو ہرگز نہیں
انصار کا قبر پر قرآن پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور آنا جانا نہ جمع ہوکر جانا اور پڑھنا جو اس میں بھی مؤلف کی کچھ دلیل نہیں نفس قراۃ علی القبر ہے

مانعین قائم کرتے ہیں کہ حضرت کے وقت میں جو جمع ہوکر قرآن نہیں پڑھا گیا اسواسطے منع ہے بلکہ یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب سب پکار کر
پڑھیں گے تو قرآن شریف کا سُننا جو فرض ہے وہ ترک ہوگا دوسرا فائدہ یہ کہ جن عالموں نے منع کیا اُنہوں نے جہر کر پڑھنے کو منع کیا
ہے چنانچہ نصاب الاحتساب کی عبارت میں جسکو مانعین سند لاتے ہیں لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم ختم قرآن کو کیوں منع کرتے
ہیں یہی فرماویں کہ پکار پکار کر نہ پڑھیں تاکہ بالاتفاق جائز ہوا اور اگر اُسے پڑھینگے بعضوں کے نزدیک جائز ہوگا اور بعضوں کے نزدیک
نہیں چنانچہ صاحب خزانۃ الروایات نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے بدین عبارت کہ سپارہ خواندن اختلاف است
اگر خوانندگان خوانند کہ یکدیگر نشنوانند اور مولوی اسحق صاحب سوال ہشتاد و سوم کے جواب میں خاص مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں حافظان
را برائے قراءۃ قرآن نشاندن نزد قبر درین مسئلہ علما را اختلاف است مختار ہمین است کہ جائز است بشرطیکہ باواز بلند جمع شدہ قرأت نکنند
انتہی خلاصہ یہ کہ جمع ہوکر آہستہ اگر قرآن پڑھیں خواہ قبر پر خواہ غیر قبر پر کسیکے نزدیک منع نہیں دیکھو جمع ہوکر پڑھنا قرآن کا حدیث صحیح میں
وارد ہے مسلم نے روایت کیا ہے کہ جس گھر میں آدمی جمع ہوتے ہیں اس لیے کہ تلاوت کریں کلام اللہ کی اور پڑھیں آپس میں
اُترتا ہے اُنکے دلوں میں آرام و قرار و طمانیت اور سب طرف سے لے لیتی ہے اُنکو رحمت اور گرداگرد اُن کے پھرتے ہیں فرشتے دیکھو یہ

کسقدر فضیلت عظمےٰ ہوئی علاوہ بریں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ تذکرۃ الموتے والقبور میں لکھتے ہیں حافظ شمس الدین ابن عبد الواحد
گفتہ از قدیم در شہر مسلمانان جمع میشوند برائے اموات قرآن میخوانند پس اجماع شدہ انتہے۔ اور کتب عربیہ میں اسکی عبارت یوں ہے
یختمون ویقرؤن القرآن لموتاہم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعا۔ عربی عبارتوں میں من غیر نکیر کا لفظ صاف بول رہا ہے کہ پہلے اسمیں کوئی
اختلاف نکرتا تھا اور علے قاری اور سیوطی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی سب لکھتے ہیں عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لہم المیت اختلفوا
الی قبرہ ویقرؤن القرآن۔ اور علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان یقرؤن
القرآن ویہدون ثوابہ الموتیٰ ہم وعلیٰ ہذا اہل الصلاح والدیانۃ من کل مذہب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرہم ولا ینکر ذلک منکر فکان
اجماعا انتہی مجموع ان روایات سے یہ معلوم ہو گیا کہ مذاہب اربعہ اہل سنۃ والجماعۃ کے تمام علماء دیندار محقق اور صلحاء ہر شہر میں قدیم سے جمع
ہو کر قرآن اموات کے واسطے پڑھتے رہے ہیں اور کوئی اُنپر انکار نہیں کرتا تھا اور مراد یہ ہے کہ کوئی بڑا عالم محقق جسکی سند پکڑی جائے
اور اسکا انکار انکار شمار کیا جاوے ایسا شخص کوئی نہیں منع کرتا تھا اور کم درجے کے علماء ہیں اگر کسینے انکار کیا وہ رد کیا گیا اُسکے قول پر عمل
نہیں ہوتا تھا عمل اُمت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا اسی پر رہا ہے بالاتفاق والاجماع کہ پڑھنا قرآن کا مجتمع ہو کر قبر پر اور مکانات پر بھی
جائز ہے چوتھا امر مجتمع ہونا عزیزوں اور دوست آشناؤں کا واسطے پڑھنے کلمہ اور قرآن کے سو وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک لاکھ کلمہ وارث میت
تو پڑھ نہیں سکتا اور اگر کوئی ہمت بھی کریگا تو مدتوں میں تمام ہو گا یہاں میت کا ابھی کام تمام ہوا جاتا ہے اسکے حق میں جلدی چاہئے
پس لابد ہوا کہ دوست آشنا ایسی حالت میں وارث میت کی مدد کریں کہ اُنکے ساتھ ملکر جلد انجام کار فرماویں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تعاونوا
علے البر والتقویٰ یعنی آپس میں مدد کرو نیک کام اور تقوی پر اور یہ بھی ہے کہ جب وارثان میت نے یہ جلسہ ذکر کا منعقد کیا تو جسقدر مومنین
طالب حسنات ہیں سب کو اُس میں شریک ہونا موافق حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے موجب خیر و سعادت ہو گا فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا جب گذرو جنت کے باغ اور سبزہ زار میں تو وہاں چرو۔ چرنے سے مراد یہ کہ خوب
وہاں کا ثواب پیٹ بھر کے حاصل کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ بہشت کے باغات اور سبزہ زار کیا ہیں آپنے فرمایا حلق الذکر یعنی جہاں
جماعتیں ذکر کرنیوالوں کی حلقہ مارے بیٹھی ہیں روایت کیا اسکو ترمذی نے کذا فی المشکوۃ۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس جلسہ میں قرآن اور کلمہ

اور خلاف بیان ہو چکا اور اجتماع غیر سوم میں بھی قرأت کا حال لکھا گیا مگر بہرحال مولف کے اجماع مخصوص کو غیر مفید محض ہی علے ہذا
روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا نہ بحوث عنہ متفق الکراہت کا پس مولف کی ترکی تمام ہوئی اور حسن فہم مولف
کا انکشاف ہو گیا کہ ایک نوع جائز سے دوسری نوع بدعت پر استدلال لاتا ہے اور یہ خبر نہیں کہ ہر نوع دوسری نوع کی مبائن ہوتی ہے کیا خوب
ہر ماجو تہذیب منطق ہی مولف پڑھ لیتا تو ایسی غلطی فی الدین کر کے خلق کو گمراہ نہ کرتا قولہ چوتھا امر جمع ہونا عزیزوں کا الخ اقول اسمیں
اجماع کا حال تو ابھی روشن ہو لیا کہ صحابہ کے وقت سے ممنوع چلا آتا ہے اور مطلق اجتماع جس میں کوئی محظور شرعی تشابہ اور نخود اور تعیین
وغیرہ نہو جائز ہے وہ سیوم مروجہ کے خلاف ہے مگر یہ مولف کا کہنا کہ یہاں میت کا کام ابھی تمام ہوا جاتا ہے بڑی بے شرمی کی بات ہے کیونکہ
در تمامت کا خیال ہے تو قبل دفن اسقدر کلمہ ہو سکتا ہے اُسوقت میت کا خیال نہیں ہوتا اب تیسرے روز جب کلام تمام ہو لیا تو ہوش آئی



پڑھا جاتا ہے یہ ذکر اللہ ہے یا نہیں؟ اگر کہتے ہو نہیں تو کیا گل بکاؤلی اور فسانہ عجائب ذکر اللہ ہو گا؟ اور اگر کہو کہ ہاں یہ مجلس مجلس ذکر ہے
تو ہم کہینگے کہ موافق ارشاد مخبر صادق کے یہ مجلس باغ اور سبزہ زار جنت ہے پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کرتے ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ارتعوا اور تم کہو لا ترتعوا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماوے تعاونوا علے البر۔ تم کہو لا تعاونوا۔ کسقدر مقابلہ اللہ اور رسول کا ہے دیکھو ایک وہ لوگ تھے کہ
کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے اور اس میں کچھ خیر اور بہتری ہوتی تھی تو اس خیر کے باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے عیدگاہ میں بعد نماز عید
نفل پڑھنا ممنوع ہے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو وہی نفل پڑھتے دیکھا اُسکو آپ نے منع نفرمایا لوگوں نے عرض کی یا امیر
المومنین آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے آپنے جواب دیا کہ مجکو خوف آتا ہے مبادا اُن لوگوں میں شریک ہو جاؤں جنکو اللہ تعالی نے جھڑکا ہے
ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلے یعنی تو نے دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے یہ قصہ حضرت علی کا درمختار میں اور دوسری کتب فقہ
میں موجود ہے اب دیکھئے ایک وہ دورہ صحابہ کا تھا کہ حضرت علی رض نے یہ خیال فرمایا کہ گو یہ ہیئت کراہت کی اس نماز کو عارض ہے کہ بعد نماز عید عین
عیدگاہ میں خلاف طریقہ سنت نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی یہ فعل خیر تو ہے اللہ تعالی کی یاد کر رہا ہے اللہ کی حضوری میں ہے منع نفرمایا اور
کرنے میں خوف الٰہی کیا اور کیوں نکرتے وہی لوگ ڈرا کرتے ہیں اللہ سے جنکے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے ایک یہ دورہ آخری ہے کہ تعیین
یوم کو اپنے خیال میں مکروہ جانکر کلمہ اور قرآن سے منع کر کے بھی خدا سے نہیں ڈرتے پانچواں امر معین کرنا روز تیسرا دانسحہ ہو کہ معین کر لینا

دفن کیوقت تو حقہ کشی اور لغو کلام میں مصروف رہے مگر در و غگو را حافظہ نباشد یہ مولف کی عجب بات ہے باقی رہی معاونت مومنین کی اور حلق
الذکر کی سو مطلب سے خارج ہے ذکر اللہ تعالی اسیوقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و معصیت کے پس جو ذکر کہ بدعت و معصیت
ہو گا اسکی شرکت بھی ممنوع ہو وےگی چنانچہ پہلے بھی جواب اس مغلطہ کا ہو چکا ہے منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے قولہ ایک وہ لوگ تھے
کہ کسی مکروہ کو الخ اقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مجمع البحرین میں خلاف اسکے منقول ہے یہ عبارت اسکی ہے ان رجلا یوم العید اراد ان
یصلی قبل صلوۃ العید فنہاہ علی فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ لا یعذب علے الصلوۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ لا یثیب علے
فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام الخ اس سے معلوم ہوا کہ امر خیر جو خلاف مشروع
طرز کی ہو اُس سے منع کرنا چاہئے اور یہ جو درمختار میں منقول ہوا وہ دوسرا امر ہے اس واقعہ میں نماز پڑھنے کو حالت نماز میں اسواسطے منع نکیا
تھا کہ مولف اس آیت کے ہونیکی مشابہت تھی ارأیت الذی ینہی الآیہ نہ بوجہ خیر ہونیکے۔ یہ مولف کی محض کم فہمی ہے اور مجمع البحرین کی روایت
میں ارادہ نماز کا کرتا تھا اسواسطے اسکو منع کر دیا سو ہرگز معارضہ نہیں فہم درکار ہے بُرے کام سے منع کرنا ضرور ہے اگرچہ مختلط بخیر ہو ہاں
بعض صورت میں جو مسئلہ مجتہد فیہا ہو تو اُس میں بھی عوام کو منع نہیں کیا کرتے کہ عوام کا مذہب معین نہیں ہوتا اُسکا شبہ بھی نکچا چاہئے مولف
نے نہیں سنا اور کہانسے سُنتے نہ تو دیر پڑھا نہ علماء کی صحبت محبت نصیب ہوئی بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباس بعد عصر کے نوافل پڑھنے
والونکو مارا کرتے تھے کہ اُسوقت نوافل مکروہ ہیں حضرت علی کا عدم منع بدون حقیقت سمجھے ترجمہ درمختار سے یاد کر لیا ہے بس خوش لوی ہو گئی اگر علماء
عوام کو بدعات سے منع نکریں تو مداہن فی الدین ہو وینگے در بحکم حدیث شیطان اخرس ہو وینگے وردین میں فساد ہو گا سو یہ مولف ہی کو مبارک رہے
اہلسنت کا کام تو نہی عن المنکر کا ہی ہے قولہ پانچواں امر معین کرنا الخ اقول وعظ و درس فرض ہے اُسکے واسطے اہتمام کرنا ضروریات دین سے

کسی بعض کا واسطے کسی مصلحت کے شرع شریف میں وارد ہے شقیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے ہیں اور شاگرد عبداللہ ابن مسعود صحابی کے
روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود وعظ فرماتے تھے ہر جمعرات کے دن جب لوگوں نے کہا روز وعظ فرمایا کیجے جواب دیا کہ مجکو پسند نہیں آتا کہ تم کو
تنگ کروں روز کہہ کہہ کر جس طرح پر میں کہتا ہوں اسیطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہمکو وعظ فرماتے تھے یہ روایت مسلم و بخاری کی مشکوٰۃ میں
موجود ہی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے دن جمعرات کا مقرر کر لیا تھا وعظ کیواسطے اور انکے بیان سے سمجھا جاتا
جاتا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا حالانکہ کلام اللہ سے وعظ کیلئے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ قرآن
شریف میں وارد ہوا ہی۔ وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اس میں قید دن کی نہیں پس ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے جو
دن معین کیا تھا تو کچھ مصلحت اُسوقت کی سمجھکر دن جمعرات کا مقرر کیا تھا ہمارے اسوقت میں اکثر علمائے نے جمعہ کا دن معین کر رکھا ہی کیونکہ اس
زمانہ میں یہی مصلحت ہی کہ جمعہ کی نماز کو ہر طرف سے آدمی اطراف وقریات ومواضع سے خواندہ ناخواندہ جمع ہوتے ہیں ایسے مجمع میں وعظ کہنے سے
فائدہ عام ہوتا ہی جمعرات میں یہ نفع متصور نہیں جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جاننا چاہیے کہ ایصال ثواب میت کیلئے علے الدوام جائز اور شرع سے
ثابت الاصل جس طرح وعظ کرنا علے الدوام جائز۔ لیکن تیسرا دن مخصوص کیا گیا واسطے مصلحت کے جس طرح جمعرات کو واسطے وعظ کے خاص کیا
ابن مسعود صحابی نے رضی اللہ عنہ اور یہاں مصلحت تعین میں یہ ہے کہ تعین مفید ہے وارثان میت کو اور نیز جمیع قرآن وکلمہ پڑھنے
والوں کو۔ وارثوں کیلئے اس طرح مفید ہے کہ تعین اور تقرر کی قید میں خوب خیال چڑھا رہتا ہے دلپر کہ یہ کام کرنا ضروری ہی پس نہیں
فوت ہوتا ان سے یہ کام اور جو لوگ معین نہیں کرتے اُن کا کام کبھی کا کبھی ہوتا ہے بلکہ بہتیرے آدمیوں سے فوت ہو جاتا ہے جو لوگ جمعرات
کی تعین میں روٹی فاتحہ اموات کی نیت سے کھلا دیتے ہیں وہ تو کھلا دیتے ہیں اور جنھوں نے تخصیص کو بدعت کہا انکو مہینے گذر جاتے بلکہ برسوں
گذر جاتے ہیں روٹی گھر سے نہیں نکالتے اور نافع ہونا اس تعیین تاریخ کا دوسرا آدمیوں کا اسوجہ سے ہے کہ اگر دن غیر مقرر رہتا تو کوئی کسی
دن پڑھنے آتا اور کوئی کسی دن کام اسلوب کے ساتھ اور جلد ہوتا دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہیں اور خوش
انجامی سے کام تمام ہو جاتا ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر تمکو جلدی ایصال ثواب وامداد میت کی منظور ہے تو دفن سے اگلے دن کیوں
نہیں ختم کرا لیتے جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر ہم دوسرا دن مقرر کرتے اُسپر بھی تم اعتراض کرتے کہ دوسرا دن کیوں مقرر کیا علاوہ ازیں مصلحت اسمیں

---

ہے اور تیسرا جو تھا دن مقرر کرنا رفع ملال کیواسطے مناسب ہے معہذا اگر اسمیں بھی ایسی تعیین ہو کہ کسی حال تخلف نہو تو وہ بھی بدعت ہو جاویگا
اور یہ فعل خود صحابہ کا بلکہ فخر عالم کا ہے سو جس شے کو وہاں معین کر دیا وہ معین ہوگیا اور سنت ہوگیا اُسکو بھی کوئی واجب جاننے لگے تو وہ بھی
تغیر حکم شرع سے بدعت ہو جاویگا پس اُسپر قیاس کر کے کسی مباح مطلق کو معین کرنا درست نہیں کیونکہ وہاں تو فعل شارع سے مستحب ہوگیا
تھا اب جس شے کو اطلاق پر شارع چھوڑ گئے اُسکے اطلاق کو مقید کرنا خود تغیر ہو ویگا چنانچہ خود مؤلف مقر ہو چکا ہی خصوصا جس امر کو
شارع نے بدعت و داخل نیاحت کیا اگر کوئی سنت امر پر قیاس کر کے جائز رکھیگا تو سخت مبتدع مقابل شارع کا ہو ویگا کہ شارع تو اسکو منع
کر گئے اور یہ اسکو سنت امر پر قیاس کر کے جائز رکھے معاذ اللہ اور مؤلف کسقدر رکیک توجیہ ایک امر ممنوع کے جواز کے واسطے کرتا ہی کم دور
از عقل ہی کہ تقرر یوم ثالث میں تکان رفع ہوگا اور واہیات بقرر یاد رہتا نہیں سوچتا کہ حاضرین جنازہ سے کون سے پہاڑ توڑے مارے تھے



یہ دیکھی گئی کہ بروز دفن برادری کے آدمی اور دوست آشنا دیر تک تجہیز تکفین میں رہتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کسی میت کی قبر کنی اور غسل و تکفین
وغیرہ میں ایک ایک پہر اور بعض جگہ دو دو پہر کم و بیش لگ جاتے ہیں اگر دوسرے دن بھی چھ گھڑی یا پہر بھر کی محنت کے واسطے ختم قرآن اور کلمہ طیبہ کے
دیجاتی تو متواتر پے درپے آنا کسیقدر دشوار ہوتا اسلیے ایک دن بیچ میں اسائش کیواسطے تیسرا دن معین کیا گیا دوسری مصلحت یہ ہی کہ وارثان میت کی
تعزیت کیواسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہی ولا باس لاہل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی
مسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونہم ویعزونہم۔ یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اس میں آدمی
آدینگے انکے پاس اور تعزیت یعنی تسلی اور تشفی دینگے اہل ماتم کو انتہی۔ پس تیسرے دن کے معین کرنے میں یہ بھی مصلحت کبھی گئی کہ ان
ایام میں آمد و رفت اہل تعزیت کی رہتی ہے لوگوں کے بلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہوگی اجتماع مومنین سہولت سے ممکن
ہوگا اور یہ بھی ہی کہ قرب وجوار کے مواضع وقصبات میں جو انکے اقربا دوست آشنا رہنے والے ہیں بعد وصول خبر وفات وہ بھی اکثر شریک
امداد فاتحہ و ختم قرآن وکلمہ طیبہ کے ہو جاوینگے پس تعین تیسرے روز کی مبنی اس مصلحت پر ہی اور جو کچھ اُس میں پڑھا جاتا ہے اور کلمہ و قرآن
اُسکا بیان بہت وضاحت سے اوپر ہو چکا اور یہ تعین کچھ ہماری مقرر کی ہوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علمائے دین اور مفتیان شرع متین
کی قرار دی ہوئی ہی ایک مختصر دلیل اسپر یہ ہے کہ ملا علی قاری اور سیوطی اور علامہ عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جمیع مذاہب
کے علماء صلحاء کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہو کر ختم قرآن کرتے رہے ہیں اسپر اجماع امت ہے پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ کل شہروں
میں اور ملکوں میں ہندوستان تو بڑا ملک ہے اس میں بہت شہر ہیں پس ضرور ہے کہ یہاں کے علماء صلحا نے بھی جمع ہو کر پڑھنے کا
طریقہ اپنے ملک ہندوستان میں بلا شبہ جاری کیا ہوگا ہم جو خوب تلاش کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں تو ہندوستان کے دور دور
شہروں میں بھی طریقہ قدیم الایام سے جاری دیکھتے ہیں اور ہم اپنے آبا و اجداد سے اور ہمارے آبا و اجداد اپنے آبا و اجداد سے اسیطرح سنتے
اور دیکھتے آئے ہیں سیکڑوں برس کی کتابوں میں اُنکا ذکر ہی پس لابد قرارداد علمائے سابقین اور صلحاء قدیم کا ہی البتہ جسوقت عوام اس مجمع سیوم
میں بعض باتیں خلاف شرع کرنے لگے اُسوقت ایک وجہ خاص کے سبب علما اسکو منع کرنے لگے چنانچہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح

---

قبر کنی کی تھی جو تکان ہوگیا وہ تو بیٹھے حقہ بجانے اور زٹل بکنے میں مشغول رہے تھے جیسا اپنی بیٹھکوں میں ہر روز کرتے ہیں اور کار دبار تجہیز تکفین
کے کرنیوالے دو چار آدمی ہوتے ہیں باقی سب آرام سے بیٹھے رہتے ہیں پھر یہ کہ اس پہر دوپہر کی حاضری میں پڑھ دیا کریں کیوں رفع تکان کی
ضرورت ہو اور کیوں حرج ہو الغرض ایسی خرافات کہانیوں سے حکم شرعی کا مقابلہ کرنا جو اس کا کام ہی ایسی تقریر قابل التفات کے نہیں ہندوستان
میں خاص یہ رسم سیوم کی ہی اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں سو یہ ہنود کے تیجے کو دیکھکر وضع ہوا ہی اب اسکی اصلاح میں مزخرفات لکھو
جاؤ نص سے یہ مردود ہو چکا فقط **قولہ** چنانچہ شیخ عبد الحق کا کلام الخ **اقول** مؤلف کی آنکھ حق بین نہیں شیخ عبد الحق صاف لکھتے ہیں کہ
این اجتماع مخصوص سیوم الخ پس جیسا شیخ نے صرف مال یتامی اور تکلفات کو حرام و بدعت کہا ہی ایسا ہی اجتماع روز سیوم کو حرام و بدعت
لکھا ہے مؤلف کو اسقدر غفلت وحق پوشی کہ صاف تین امر کا ذکر کر کے اُنکو شیخ نے حرام و بدعت کہا ہی اور مؤلف دو کا ذکر کرتا ہی تیسرے کو
ہضم کر گیا حالانکہ عطف کا مسئلہ نحو میں پڑھا ہوگا اور شیخ نے سفر السعادۃ کی روایت کو بھی قبول کر لیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کے

سفر السعادۃ میں صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ الغرض اس اجتماع مخصوص روز سیوم و ارتکاب تکلفات و دیگر و صرف اموال لاومیت
از حد بیتابی بدعت ہے بہت و حرام انتہی کلامہ اہل انصاف دیکھیں کہ اس کلام شیخ سے جو صاحب سیف السنہ وغیرہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کا انکار
روز سیوم میں نکالتے ہیں کیسی بے منصفی ہے اسکے تو بیٹیوں کا حق ضائع کرنا اور تکلفات کی ممانعت پائی گئی اور اس عبارت سے پہلے جو سفر السعادۃ
کی عبارت بدعت ہونے ختم قرآن میں تھی اُسکا جواب ہم بیان اتر سیوم میں دے چکے ہیں البتہ تکلفات محدثہ ممنوع ہیں چنانچہ بعض
آدمیوں نے بعض شہروں میں نئے نئے تکلفات ایجاد کئے تھے جنکا ذکر نصاب الاحتساب میں ہے یقطعون اوراق الاشجار و یتخذون منہ
سیئا علی صورۃ الاشجار ویزینون بہا حول القبر ویلبسون القبر ثیاب الحریر اذا کان المیت من اہل الای کان یلبس ذلک ویحضرون المجامر المصورۃ
بتماثیل ذوات الارواح کالبازی ونحوہ وانہ مکروہ ویبسطون الفرش ویقوم الشاعر فی مدح المیت بالم یفعلہ وہذا کذب ویحضرون المصاحف
فی المقابر ویضعونہا فی المجلس لایقرؤن وینتظرون حضور الصدر فان فتح المصحف واخذ الناس فی القراءۃ ثم حضر الصدر یغضب علیہم وہی النفس
الامارۃ بالسوء انتہی کلامہ ملخصاً وفی حاشیۃ خزانۃ الروایات الناس یہیئون الریحان والورد فی الاطباق وماء الورد فی القمام یعنی درختوں کے پتوں کو
اس طرح تراشتے ہیں کہ صورت مثل درختوں کی اُس میں پیدا ہوجاتی ہے اور گرد قبر کے اُن پتوں کے سجاتے ہیں اور قبر پر ریشمین غلاف
ڈالتے ہیں اگر وہ میت پہنتا تھا اپنی زندگی میں ریشم۔ اور لاتے ہیں انگیٹھیاں جنمیں باز وغیرہ جانوروں کی تصویریں ہوویں اور بچھاتے
ہیں فرش بیش تکلفی اور ڈوم بھاٹ کھڑا ہوکر اُس مردہ کی جھوٹی تعریفیں کرتا ہے اور لیجاتے ہیں گور پر قرآن کو اور رکھدیتے ہیں پڑھتے
نہیں جبتک رئیس مجلس نہ آجاوے اور اگر اس سے پہلے قرآن کو پڑھنے لگیں تو وہ خفا ہوتا ہے یہ نفس امارہ کی شامت ہے یہ نصاب
الاحتساب کے چنے ہوئے فقرے ہیں اور خزانۃ الروایات کے حاشیہ میں ہے کہ تیار کرتے ہیں آدمی پھول پھلواری اور گلاب کے پھول طباقوں
میں اور عرق گلاب بھرتے ہیں قمقموں میں انتہی اب خیال کرنیکا مقام ہے کہ ورثاء میت تو مصیبت زدہ ہوتے ہیں انکو سُرور کا سامان
ایام مصیبت میں کرنا اور بعض امور محرمہ اور مکروہہ سے زینت دینا کون عاقل گوارا کریگا چنانچہ مفتیان دین نے اسکو منع کیا اور تمام عالم نے
اسکو مان لیا اب دیکھئے یہ باتیں کوئی نہیں کرتا البتہ ایک یوم معین میں جمع ہوکر کلام پڑھتے ہیں اب جو بعضے علماء تشدد کرتے ہیں محض
تعین یوم کے سبب سے کلمہ اور قرآن کو بھی مکروہ کہدیتے ہیں یہ صحیح نہیں اور دلیل انکی دو ہیں ایک یہ کہ نماز میں معین کرلینا کسی سورۃ
کا مکروہ ہے تو ایصال ثواب کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کرنا مکروہ ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر ہم کسی امر کو قیاس کرتے ہیں۔

وقت سے علماء اس اجتماع سیوم کو حرام و بدعت کہتے رہے ہیں اب مؤلف کی چرب زبانی و کذب بیانی خود ظاہر ہوگئی کہ وہ اپنے اجداد سے سنتا
چلا آیا ہے اور تکلفات کی ممانعت بھی مقرر ہے جسکو مؤلف نصاب الاحتساب سے نقل کرتا ہے اور بے سود ایک صفحہ سیاہ کیا مگر اجتماع روز
سیوم کا نام بھی نہیں لیتا اب ناظرین غور سے دیکھیں کہ مؤلف کی یہ جرأت ہے کہ عبارت نقل کرکے بھی کلمات کو ہضم کرکے ترجمہ میں اسکا نام
تک نہیں لیتا ع چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد اور صاف ظاہر ہے کہ شیخ نے تین امر کو ذکر کرکے ہر ایک کو بدعت لکھا ہے پس
اس سے اجتماع مخصوص روز سیوم کا بدعت ہونا ثابت ہوگیا قولہ ایک یہ کہ نماز میں الخ **اقول** مؤلف ہر روز فہم مطالب میں ناتمام مطلب
سمجھتا ہے یا خلاف مراد تجویز کرلیتا ہے یہ دلیل بھی ناتمام نقل کی ہے اصل یہ ہے کہ بحکم آیات و احادیث مجمع علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی حد کو



تو تم کہا کرتے ہو قیاس کرنا مجتہد کا کام ہے اور خود اپنے مطلب کے لئے قیاس کرتے ہو تو جائز ہے خیر یہ ہٹ دھرمی تمھاری تمکو مبارک ہم اس سے قطع
نظر کرکے کہتے ہیں کہ تعیین یوم فاتحہ وغیرہ کو قیاس نماز پر کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ دلیل بھی تام نہیں اسلئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو تعیین سورہ مکروہ نہیں
پس یہ کراہت اہل سنت میں اجماعی نہوئی اور حنفیہ کے نزدیک جو مکروہ ہے تو امام طحاوی اور اسبیجابی وغیرہ محققین کے کلام سے اُسکی کراہت دو
سبب سے ہے یا تو یہ کہ پڑھنے والا اسکو یہ اعتقاد کرے کہ اسی ایک سورت کا پڑھنا واجب ہے دوسری سورت پڑھونگا تو اسمیں نماز نہ ہوگی یا ہوگی تو مکروہ
ہوگی دوسرا سبب یہ کہ جاہل لوگ ایسی ایک سورت کو جب پڑھتے دیکھینگے مبادا وہ لوگ یہ اعتقاد کریں کہ نماز میں یہی ایک سورت واجب ہے

حدود شرعیہ سے تغیر کرنا نہیں چاہئے اور کسی وصف حکم کو تبدل کمی زیادتی وغیرہ ہاتھ دینا نہیں چاہئے مطلق کو مطلق اور مقید در ضروری کو ضروری اور مباح
کو مباح اپنے حالات مشروعہ پر رکھنا واجب ہے ورنہ تعدی حد اللہ اور احداث بدعت میں گرفتار ہوجاویگا پس بنا بر علیہ یہ قاعدہ کلیہ مقرر ہوگیا کہ
مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہو علماً و عملاً اور مطلق اپنی حالت اطلاق سے متغیر نہو علماً و عملاً اور مقید اپنے انداز سے نہ بدلے علماً و عملاً اور اسپر
آیات و احادیث دال ہیں چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سب کا ہے اسکے دلائل کلیہ لکھنے کی حاجت نہیں مگر قدر حاجت لکھتا ہوں کہ غافل کو تنبیہ کردوں

مسلم نے روایت کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان
یکون فی صوم یصومہ احدکم الحدیث۔ چونکہ شارع علیہ السلام نے فضائل جمعہ اور صلوۃ جمعہ کے بہت فرمائے تھے تو خدشہ تھا کہ کوئی اپنی رائے
سے روزہ نماز کہ عمدہ عبادات ہیں اسمیں نکر بیٹھے خود آپ نے نہی فرمادی کہ جسقدر امور جمعہ اور شب جمعہ میں ہمنے فرمادیے ہیں وہی اسمیں افضل و سنت
ہیں اگر کوئی اُسپر کوئی قیاس و اضافہ کریگا وہ مقبول نہوگا پس اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوۃ کیواسطے خاص
نکرو کیونکہ صوم و صلوۃ نوافل مطلق اوقات میں یکساں ہیں خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہیں پس مطلق کو مقید کرنے سے
منع فرمادیا جیسا کہ جس جس امور کیواسطے جمعہ کو مخصوص کیا ہے مثلاً صلوۃ جمعہ مع لوازمہا اُسکے اطلاق کو بھی منع فرمادیا ہے کہ صلوۃ جمعہ اور
کسی دن میں نہیں ہوسکتی لہذا صاف واضح ہوگیا کہ یوم شب جمعہ کو مقید کرنا جسمیں وہ مطلق ہیں اور مطلق بنانا جسمیں وہ مقید ہیں دونوں
ممنوع ہیں پس اس حدیث میں یہ حکم ہوگیا کہ ہمارے ارشاد کے موافق سب کام کرو اپنی رائے سے تبدل تغیر مت کرو مگر ہاں جسکو خود
شارع مستثنےٰ کردیں کہ وہ دوسری حدیث سے ثابت ہوجاوے تو وہ خود شارع کا ہی حکم ہے وہ تبدل تغیر نہیں اور قول علیہ السلام لا تختصوا
یہ بھی مطلق وارد ہوا ہے تخصیص خواہ اعتقاد و علم میں ہو خواہ عمل میں دونوں ناجائز ہونگی سو یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص
مطلق میں واقع ہوویگی وہ بدعت ہے اور داخل نہی کی ہے علیٰ ہذا مطلق کرنا مقید کا عام ہے کہ علماً ہو یا عملاً ہو دونوں منہی عنہ ہیں چونکہ یہ قاعدہ
الحدیث سے بوضاحت مستنبط تھا تو امام نووی شرح اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ احتج بہ العلماء علی کراہۃ ہذہ الصلوۃ المبتدعۃ التی تسمی الرغائب
قاتل اللہ واضعہا ومخترعہا فانہا بدعۃ منکرۃ من البدع التی ہی الضلالۃ والجہالۃ اب دیکھو کہ نماز جو خیر موضوع اور عمدہ عبادات ہے اور سب طاعات
مشروعہ میں افضل القربات ہے بسبب تخصیص کے بدعۃ منکرہ ہوگئی کیونکہ اطلاق مشروع تھا قید وقت وغیرہ کی لگ کر مخصوص ہوگیا تو اس قید
کیوجہ سے سارا مقید بدعت بنگیا اور امام محمد غزالیؒ نے جو احیاء العلوم میں اسکی فضیلت لکھی ہے حالانکہ یہ کلیہ قاعدہ انکا بھی مسلم ہے تو اس کی
وجہ یہ ہوئی کہ انکو حدیث اس صلوۃ کی فضل میں ملی اُنہوں نے اُسکو صحیح جانکر عمل کیا اور یہ سمجھے کہ خود شارع نے اس کو استثنا

۵ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]

دوسری نہیں یہ مضامین فتح القدیر اور شامی اور برہان وغیرہ میں ہیں اور ہیں کتابوں کو وہی وجہ کراہت کی وہی سبب اول ہے یعنی واجب
جاننا تعیین سورۃ کا چنانچہ حدیث صحیح سے اسکی تصدیق پائی جاتی ہے صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی امام تھا وہ ہر رکعت میں قل ہو اللہ احد ضرور
پڑھا کرتا بخاری کی روایت میں ہے کہ مقتدی لوگ اُس سے الجھے اُسنے جواب دیا کہ میں تو اس سورۃ کو نہیں چھوڑتا تمہارا جی چاہے مت پڑھو میرے
پیچھے نماز انجام کار یہ مرافعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا آپنے اُس سے پوچھا کہ تو کیوں نہیں مانتا اُنکی بات اور کیوں التزام کر رکھا ہے
تونے اس سورۃ کا ہر رکعت میں اُسنے کہا کہ مجھکو پیاری لگتی ہے یہ سورۃ آپنے ارشاد فرمایا حبک ایاہا ؛ دخلک الجنۃ یعنے تو نے جو اس سورۃ کو دوست رکھا ہے

فرمادیا ہے لہٰذا وہ معذور ہیں مگر نقاد حدیث نے اُسکا موضوع ہونا تحقیق کر دیا سو فی الحقیقت امام محمد غزالی نے اس کلیہ کا خلاف نہیں کیا بلکہ
تصحیح حدیث میں غلطی ہوئی اور بشر خطا سے خالی نہیں اور تنقید حدیث ہر ایک کا فن بھی نہیں اسباب میں قول محدثین کا ہی معتبر ہوتا ہے سو یہ خدشہ بھی
رفع ہو گیا پس بنا بر علے ہذہ القاعدہ شارح منیہ نے صلوٰۃ الرغائب کے بدعت ہونیمیں چند دلائل لکھی ہیں کہ یہاں اُنکا نقل کرنا مناسب ہے بقولہ
منہا فعلہا بالجماعۃ وہی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع - جماعت کو شارع نے خاص فرائض کیساتھ کیا ہے سو نوافل میں قید جماعت کی غیر مشروع
ہوئی مگر جس کی اجازت شرع سے ثابت ہو گئی جیسے تراویح استسقا و کسوف اور بلا تداعی نوافل مطلقہ میں تو جماعت جائز ہوگی باقی اپنی
حالت کراہت پر رہی تو دیکھو کہ جماعت یہاں منقول نہیں بلکہ فرائض کیساتھ مخصوص تھی سو نوافل میں جماعت کا کرنا تخصیص شارع کا توڑنا ہوا
لہٰذا لم یرد بہ الشرع کہا اور اُسکا ہی نام بدعت ہے پھر کہا ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرد بہ الشرع شارع علیہ السلام نے فرمایا تھا لا
صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب و سورۃ تو کسی سورۃ کو خاص نہیں کیا تھا مطلق سورۃ کا حکم فرمایا تھا سو کسی صلوٰۃ میں کسی سورۃ کو مخصوص کرنا اطلاق شارع کے خلاف ہے
مگر جہاں تخصیص خود ہو گئی جیسا سورہ جمعہ اور سورہ منافقون صلوٰۃ جمعہ میں مثلاً اسواسطے کہا کہ لم یرد بہ الشرع اور یہی بدعت ہے ومنہا تخصیص
لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عنہ اسکا حاصل بھی ظاہر ہے مکرر میں تطویل ہے - ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا سنۃ اسکی وجہ یہی ہوئی کہ جس امر
مباح و مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد میں فساد ہوا اسکا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اسکو تغیر حکم شرع کا لازم ہو جاوے عند العوام اور رفع فتنہ عوام کا
حتی الامکان واجب ہے ومنہا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم من المجتہدین لم ینقل عنہم یہ خود روشن ہے کہ جسکی اصل قرون ثلٰثہ سے ثابت
نہو وہ خود بدعت و مردود ہو ویگا سو یہ تعینات و تقییدات خلاف اُن قرون کے کرنا خود باطل ہوا اب غور کا ہے کہ اس صلوٰۃ کے
امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا ہے یہ چند قواعد استخراج کئے ہیں کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہیں ماتحت جنس
کلی کے اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے ایک یہ کہ شارع نے جسکا اہتمام و تداعی کے ساتھ حکم فرمادیا وہ تو اس طرح ہووے
اور جس کو مطلق فرمایا اُس میں تداعی کا اضافہ نہ ہونا چاہیئے ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہو جاویگا دوسرے یہ کہ جس شے کو کسی خصوصیت
کے ساتھ فرمایا وہاں تو وہ تخصیص مشروع ہو ویگی ورنہ تخصیص بدعت ہی ہو ویگی تیسرے یہ کہ جہاں کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہاں تو قید زمانہ
کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے چوتھے یہ کہ اگر اُسکی تداعی یا دوام سے عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہو تو اُسکا ترک کرنا لازم ہے اگر وہ امر استحباب
کے درجہ میں ہو نہ سنت موکدہ اور واجب کے پانچویں یہ کہ جس شے کی اصل قرون ثلٰثہ سے نملے وہ بدعت ہے اور ان سب جگہ علما و عقلا
یہ حکم ہے اور شے اگرچہ فی نفسہ جائز ہو مگر ان قیود وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہیں کہ شارح منیہ نے استعادہ

[illegible] اور محمود لاس ... سو سنت سمجھتے ہیں ۱۲ ... اور بعض دلائل سے یہ کہ صحابہ اور تابعین اور جو لوگ اُن کے بعد ہوئے ائمہ مجتہدین ... نہیں کیا



ایک دوست رکھنے نے تجھکو جنت میں داخل کر دیا اس قصہ سے معلوم ہوا کہ تعیین سورۃ کو واجب اعتقاد کرنا ہی موجب کراہت تھا جب
اُس شخص نے اپنا وہ اعتقاد ہونا نہ بیان کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھکو اس سورۃ سے محبت ہے تب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تعیین کو منع نفرمایا بنا بر علیہ
ہم کہتے ہیں کہ تعیین سوم میں بھی وہ علت کراہت مفقود ہے سب جانتے ہیں کہ اموات کیلئے ایصال ثواب ایک امر مسنون و مستحب ہے فرض و واجب
کوئی نہیں جانتا جب اصلی ایصال واجب و فرض نہوا تو تعیین یوم سیوم کو کون نادان فرض و واجب کہیگا ہاں یہ تخصیص تیسرے دن کی جو جاری
ہے وہ مبنی بعض مصلحتوں پر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور سہولت سے انجام کار ہو جاتا ہے اور خود فقہ میں بھی تعیین سورۃ کا باب ہے امام طحاوی نے

فرمائی اور سب فقہاء کے نزدیک مقرر ہیں اور ان ہی قواعد سے فاتحہ مروسہ اور سیوم وغیرہ اور تعیین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد مروجہ
سب کی سب بدعت ہو گئی ہیں اور تمام رسالہ مولف کا درہم ہو گیا بعد اس تمہید کی ناظرین پر واضح ہو کہ علماء رشتہ کی یہ دلیل تھی جسکو مولف نے
دلیل اول لکھا ہے مولف نے اپنی کم فہمی سے اس دلیل و قاعدہ کلیہ کی ایک فرع دلیکر ناتمام طرح پر بیان کیا اسکی تقریر مختصر یہ ہے کہ مقید کرنا کسی
مطلق کا شرعاً بدعت و مکروہ ہے جیسا فقہائے اس قاعدہ کے سبب سے لکھا ہے کہ کسی نماز میں کسی سورۃ کو موقوف نکرے اگر ایسا کریگا تو مکروہ و
بدعت ہوگا پس جب صلوٰۃ میں حسب اس قاعدہ کے تعیین سورۃ مکروہ ہوا ایصال ثواب میں بھی حسب اس قاعدہ کلیہ کے تعیین وقت اور
ہیئت کی بدعت ہو ویگی خلاصہ دلیل مانعین بدعت کا یہ تھا جسکو مولف نے اپنے حوصلہ فہم کے موافق نقل کیا اب جو موصوف نے اس مسئلہ
تعیین سورۃ میں اپنے حوصلہ علم کو ظاہر کیا تو اُسکو سنو کہ ہدایہ میں لکھا ہے ویکرہ ان یوقت بشئ من القرآن لشئ من الصلوٰۃ لما فیہ ہجران
الباقی وایہام التفضیل انتہے سو یہ جزئیہ ایک کلیہ کا ہے کہ ایسی تمام عبادات عادات مطلقہ کا تقید کرنا شارع نے منع فرمایا ہے ایک جزئی
اسکی تعیین سورۃ بھی ہے جیسا اوپر سے واضح ہو لیا تو مولف اس جزئیہ کو مقیس علیہ و سوئم کے مسئلہ کو مقیس بنا لئے سمجھ گیا کیا
فہم ہے یہ نہیں جانتا کہ جب کلی امر کا ارشاد ہوا تو اُسکے جملہ جزئیات معلوم ہو گئے گویا ہر فرد کا نام لے دیا اور جب یا ایہا الناس فرمایا تو زید عمرو
بکر عبد السمیع سب کو نام بنام حکم ہو گیا کسی جزئی کو مقیس نہیں کہہ سکتے اسیطرح جب تقید اطلاق کو منع فرمادیا تو سب جزئیات اسکی خواہ
تعیین سورۃ ہو خواہ تعیین روز سیوم ہو خواہ تعیین نحو دیگر ہو سب ممنوع بالنص الکلی ہو گئے مانعین بدعت کی کلام قیاس نہیں بلکہ جو جزئی
اس کلیہ میں مشہور طور ظاہر متفق علیہ ہے اسکی نظیر دیکر اور مثال سے نمائش کر کے دوسرے جزئیہ مندرجہ اس کلیہ کو ظاہر اور الزام کرنا ہے
کہ جدید مبتدعین نے اسکا اندراج تحت ہذہ الکلیہ نہیں سمجھا تھا پس قیاس کہاں ہے مولف کو عقل نہیں کہ کلیہ کو اور قیاس کو امتیاز کرسکے بسبب
تطویل کے فرق دونوں کا یہاں نہیں لکھا کتب اصول میں جو چاہے دیکھلے پس اصل مسئلہ جزئیہ کو سنو کہ نماز میں کوئی سورۃ مقرر نہیں سب
برابر ہیں مگر جہاں شارع سے کوئی سورۃ بتخصیص ثابت ہوئی وہ مستحب ہے جیسا روز جمعہ کی نماز فجر میں سورہ سجدہ اور سورہ دہر مثلاً پس جو
سورۃ کہ شارع سے ثابت ہوئی اسمیں امام شافعیؒ تو دوام کو مستحب جانتے ہیں اور ابو حنیفہؒ احیاناً کو مستحب اور دوام کو مکروہ فرماتے ہیں اور
جس میں استحباب ثابت نہیں اسمیں بالاتفاق دوام مکروہ ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس دوام میں پہلی شق میں تو مستحب موکد یا واجب جانا
ہے اور دوسری شق میں مباح موکد یا واجب ہوتا ہے تو تغیر حد شرع کی ہوئی تو مکروہ ہو گیا پھر اسکی کراہت میں ہدایہ نے دو دلیل کا اشارہ
کیا ہے کہ جب شرع میں سب سور جائز ہیں تو ایک کے دوام میں باقی سور کا ترک ہو گا ہجران باقی قرآن کا پیدا ہی تقید مطلق ہوئی اور

تصریح کی ہے اما اذا لازمہا السہولتہا علیہ فلا یکرہ بل یکون حسنا کذا فی البرہان۔ پس موافق اس تعلیل کے تعین سوم مکروہ نہ ٹھہرا باقی رہا
دوسرا سبب کہ مبادا دوسرے آدمی جاہل اسکو دیکھکر یہ اعتقاد نہ کرلیں کہ ایصال ثواب تیسرے دن ہی ہوتا ہے نہ پہلے اس سے نہ پیچھے
اُس سے سو یہ علت بھی یہاں مفقود ہے اسلیئے کہ جو لوگ فرض و واجب سنت و مباح کی حقیقت اور کنہ کو نہیں سمجھتے انکا تو کچھ علاج ہی
نہیں وہ تو نماز روزہ میں بھی امور مستحبہ کو فرض فرض کو نفل والے مکروہ کو مفسد اور حرام مباح کو واجب جو چاہتے ہیں کہتے ہیں اُن کو
ہرگز تمیز نہیں سو ایسے اشد اجہل العوام سے قطع نظر کرکے یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ عوام اسدرجہ کے ہیں کہ اُنکو فرضیت اور اباحت میں

تغیر حکم شرع کا لازم آیا کہ مستحب وجب ہوا یا مباح واجب ہو دوسرے یہ کہ ایک سورۃ کے تقرر سے عوام جانینگے کہ یہ سورۃ سب سے افضل ہے
یا ایہام اسبات کا ہو دیگا من القاری والسامع اور یہ بھی تغیر حکم شرع کا ہی تو اس جگہ طحاوی اور اسبیجابی نے یہ کہا تھا کہ کراہت تحریمیہ جب ہے کہ
اس سورۃ میں اعتقاد وجوب کا کرے اور ترک کو مکروہ جانے اور سہولت یا تبرک کے واسطے پڑھے تو مکروہ نہیں بشرطیکہ کبھی اور سورۃ کو بھی
پڑھدیا کرے اس سے بھی یہی واضح ہوا کہ اعتقاد وجوب تو مکروہ تحریمیہ ہی ہے اور دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی مکروہ ہی جہلاء کے واجب
گمان کرنے کیوجہ سے اور جو احیانا ترک کر دیوے جس سے دوام نہ رہا تو پھر کچھ حرج نہیں اس صورت میں قید وجوب اعتقاد کی لغو ہوگئی کیونکہ
جب دوام مطلقاً مکروہ ہے تو پھر قید اعتقاد سے کیا نفع نکلا اسی واسطے فتح القدیر نے اعتراض کیا اور کہا۔ والحق ان المداومۃ مطلقاً
مکروہ سواء اراہ حتما اولا انتہی۔ پس سب علماء کا اتفاق اسپر ہوا کہ دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی موجب کراہت کا ہی اعنی ہدایہ اور فتح القدیر
اور طحاوی اور اسبیجابی وغیرہم کا مگر مولف کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ قوی وجہ کراہت کی سبب اول ہے الخ غور کی جگہ ہے کہ جس علت
کو تمام کمل علماء و فقہاء قبول کریں مولف اسکو ضعیف بتلاوے بھلا اس نخوت کا کیا ٹھکانا ہی اور ایسے محققین پر طعن کرنا اس فخر کی کوئی
نہایت ہے خراب مولف کا استدلال ترجیح سنو کہ ایک صحابی نے جو قل ہو اللہ کا التزام ہر رکعت میں کیا تھا تو صحابہؓ نے ان کو اسواسطے
منع کیا تھا کہ یہ فعل فخر عالم کا نہیں تھا اسکو خلاف شرع کے جانا تھا جب اُنہوں نے نہ مانا آپکی خدمت میں شکایت ہوئی آپنے بھی صحابی
کو نہ روکا کہ کیوں منع کرتے ہو یہ بھی اسیواسطے ہوا کہ آپکے قواعد و فعل کے خلاف تھا اُنکو بلاکر پوچھا تو اُنہوں نے اپنی حُب اس سورہ سے
عرض کی تو آپنے حب صفۃ الرحمن کے سبب سے بشارت تو دیدی مگر یہ کہ اس فعل کو تو کیا کرے یہ ہرگز حدیث میں نہیں آیا فقط حب قل ہو اللہ کے
سبب سے کہ صفت حق تعالی کی ہے بشارت جنت کی فرمائی مولف نے اجازت دوام تکرار قل ہو اللہ کی اپنے ذہن سے تراش لی بھلا
اس سے اس فعل کا جواز کس طرح نکلا ایک صحابی نے اور اک رکعت کیواسطے قبل وصول صف کے نیت کرکے رکوع میں شریک ہوکر دو قدم
چلکر رکوع کی حالت میں صف کی برابر ہوگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد۔ دیکھو کہ یہ فعل مکروہ تھا مگر
اسپر آپنے مدح فرمادی کہ حرص امر خیر کی تھی آگے لا تعد ایک روایت میں بہ فعل نفر نہیں ہے کہ پھر یہ کام مت کرنا دوسری روایت میں لا تعد
باب افعال سے ہی کہ اعادہ صلوۃ مت کر اس دوسری روایت میں باوجودیکہ یہ فعل مذموم تھا کہ طریقہ تلقین اور خشوع کے خلاف تھا مگر
آپنے صراحۃً منع نہیں فرمایا اور مدح بھی کردی پس ایسی ہی نظیر یہ قل ہو اللہ کی حدیث ہی کہ طرز تعلیم اور فعل آپکے خلاف تھا اسکے صراحۃً منع کی
ضرورت نہوئی اشارۃً منع فرمادیا تھا مگر اس حب کی وجہ سے بشارت بھی ہوگئی پس مولف کے حسن فہم کو دیکھو کہ کیا اجتہاد کیا کہ اپنے شکم سے



فرق معلوم ہو سو حضرت سلامت یہ مسئلہ خاص اُسدرجہ کا ہی کہ اسدرجہ کے عوام سب جانتے ہیں کہ یہ مثل حج و زکوۃ کے فرض تو نہیں ہے بلکہ واجب
بھی نہیں ایصال ثواب فی نفسہ مستحب ہے اور تعین ایک مصلحت کیلئے ہے بزرگان دین کا قرار دیا ہوا ایک امر متوارث چلا آتا ہے اور یہ
شبہ تو کسی کم سے کم عقل والیکو بھی نہیں پڑسکتا کہ یوں جانے ثواب آج پہنچیگا پھر نہ پہنچیگا اسلیئے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وارثان
میت سوائے روز سوم کے اور دنوں میں بھی فاتحہ درود کرتے ہیں تو کس طرح اعتقاد کرینگے کہ روز سیوم ہی کو فقط ثواب پہنچا کرتا ہی
پس دونوں سبب کراہت کے مفقود ہوئے تو تعین سیوم کو مکروہ کہنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی دوسری دلیل مانعین کی یہ ہے
کہ سیوم میں مشابہت ہی کفار ہنود کی اور حدیث میں ہے من تشبہ بقوم فہو منہم سو جواب اُسکا یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہی ماخذ اس کا لفظ

ایسا مقدمہ تجویز کرلیا کہ حدیث میں کہیں اسکا نشان بھی نہیں اور خلاف تمام علماء کے مرجع بن گئی چلو تسلیم کیا کہ اجازت دیدی تھی مگر
یہاں ہجران باقی کا نہیں کیونکہ وہ ہر رکعت میں دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے اور فضیلت کا ایہام بھی یہاں نہیں کیونکہ فضل قل
ہو اللہ کا خود فخر عالم علیہ السلام فرما چکے تھے کہ ثلث قرآن ہی تو فضل منصوص میں ایہام سے کیا علاقہ تھا اور پھر وہ ایسا وقت تھا کہ وہاں
کوئی بھی عام نہ تھا سب اخص الخصوص فقہاء تھے اور وجہ اجازت سب کو معلوم ہوگئی تھی اس قرن میں یہ دلیل کراہت کی موجود ہی نہ
تھی جواب ہی اور سب کے بعد یہ واقعہ حال نہ تھا نہ حکم عام اور ایسے امر خلاف قواعد سے کہ کسی خصوصیت سے اجازت ہووے قابل قیاس
کے نہیں ہوتا بلکہ قیاس مسائل عامہ پر کیا جاتا ہے پس مولف اپنے علم و فخر کو غور کرے کہ کس فہم پر خلاف علماء فقہاء کے کلام کرتا ہی
نہیں جانتا کہ علم مجتہدین کا مولف کی طرح ترجمہ مشکوۃ میں حصر نہیں تھا اُنہوں نے تمام روایات کو پیش نظر کرکے اجتہاد کئے ہیں روایت
بھی انکو معلوم تھی دیدہ و دانستہ و فہمیدہ وضع مسائل کیا ہی مولف کیطرح آنکھ بند کرکے مجتہد نہیں ہوگئے تھے اور مولف کی ترجیح کی گنجائش
نہیں چھوڑی تھی مولف اپنے علم و فہم کو اندازہ کرے کہ ابتدائے رسالہ سے آخر تک کوئی فہم کی سیدھی بات نہیں کہی پھر اسپر یہ ناز و نخوت اور
ایسے علم کوتاہ پر یہ اعتماد و غرور لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ الغرض بنا علی ہذہ القاعدہ سیوم وغیرہ رسوم سب بدعت ضلالہ ہوئی اور یہ ایک
دلیل کراہت ان امور کی نہیں بلکہ پانچ دلائل ہیں جنکو شارح منیہ نے بسط کیا ہے اور اوپر مذکور ہولیا پس بعد اسکے سوائے مولف کے
کوئی عاقل انکو جائز نہیں کہہ سکتا اب ناظرین مولف کی خیانت دیکھیں کہ طحاوی نے روایت دوام سورہ بلا اعتقاد میں شرط کی ہی کہ اگر
گاہ گاہ ترک کیا کرے تو مکروہ نہیں مولف نے اُس شرط کو حذف کرکے نقل کیا ہے اور جہلا کے اعتقاد کے فساد کیوجہ سے شرح منیہ اور
طحاوی اور فتح القدیر نے سب نے تصریح کی ہے اب مولف کی توجیہات واہیہ لیکر ہرگز قابل التفات نہیں کہ اپنی رائے ناتمام سے بمقابلہ
فقہاء کے کلام کرتا ہے تصریحات فقہاء سے کراہت دوام مستحب کی بسبب فساد عقیدہ عوام محقق ہوچکی اور جہل مرکب مولف کا روشن
ہولیا وہو الالزام قولہ دوسری دلیل مانعین کی یہ ہے الخ اقول یہ بھی ایک نہایت اصل قوی اور قاعدہ کلیہ بہت احادیث سے ثابت اور
تمام امت کا مسلمہ ہی کوئی اسکا منکر نہیں مگر کسی جزئی خاص میں باین وجہ اگر خلاف ہوجاوے کہ یہ داخل کلیہ میں ہی یا نہیں یا اسکو
دوسری روایت معتبرہ نے استثناء کر دیا ہے یا نہیں یہ دوسری بات ہے مگر اصل کلی میں سب کا اتفاق ہے مثل جسم اول کہ جو بعد
یہ قاعدہ مسلم الثبوت تمام امت کا ہی لہذا اسکے اثبات میں بسط کی ضرورت نہیں مگر مولف نے نہیں غلطی فاحش کرکے سیوم کو اس کلیہ سے خارج

شبہ بالکسر ہے شبہ کے معنے مانند پس تشبہ کے معنے مانند کسیکے ہوجانا جب معنے تشبہ کے معلوم ہوئے اب منصفوں کی زبان زوری بھی چاہیے کہ سیوم کرنیوالے کس بات میں ہنود کے ہوجاتے ہیں ہم قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن نہیں پڑھتے ہیں اور ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں جو کفر شکن ہے وہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ سبحان اللہ کیا عقل سلیم ہے کہ کلمہ قاطع کفر کا پڑھنا مشابہ رسم اہل کفر کے قرار دیتے ہیں ہمارے احباب اور برادری جمع ہوکر کلمہ پڑھتے ہیں انکی برادری جمع ہوکر کچھ نہیں پڑھتی فقط وارث میت سے دکان اسکی کھلوا دیتے ہیں اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ کو ہاتھ لگواکر سوگ دفع کراتے ہیں اور کچھ انکے یہاں اگر پڑھتا ہے تو فقط ایک طرف کوئی برہمن پنڈت پڑھتا ہے وارثان میت اور بھائی برادری اور دوست آشنا کچھ نہیں پڑھتے اور وہ لوگ تیسرے دن میت کی ہڈیاں جلی ہوئی چنکر لاتے ہیں پھر گنگا وغیرہ میں بہاتے ہیں ہمارے یہاں ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے پھر کس بات میں مانند ہنود کے ہوگئے اور کیا تشبہ پیدا ہوگیا؟ اور اگر کوئی مشابہت اسکا نام رکھے کہ انکے یہاں تیسرے دن رسوم کفر ہوتی ہیں تمھارے یہاں رسم اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہے تو انصاف کرنا چاہیے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی یہ تو مخالفت ہوئی یعنی ہم وہ کام کرتے ہیں جو مخالف کفار ہے کافر وہ کام کرتے ہیں جو مخالف اسلام ہے وہ اپنے کام کرتے ہیں ہم اپنے مثلاً مغرب کے وقت اور عشا اور صبح صادق کیوقت ہم لوگوں نے اذان کہی اور نماز پڑھی انہوں نے ان تین وقتوں میں ناقوس یعنی سنکھ بجایا پوجا کیا اب کوئی بیہودہ اسکو مشابہت قرار دینے لگے کہ ان وقتوں میں ہم نے اپنے طور کی عبادت کی انہوں نے اپنے طور کی پس اتحاد اوقات سے تشبہ پیدا ہوگیا تو سب عقلاء اسکی ہرزہ داری اور کم عقلی پر قہقہہ مارینگے اور اسیطرح جب حاجی لوگ بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً سے واپس ہوتے وقت آب زمزم لادیں تو کوئی بیہودہ گو کہنے لگے

کیا ہے لہذا کچھ لکھتا ہوں اول یہ کہ مولف حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم میں تشبہ بجمیع اجزائہ من کل الوجوہ سمجھا ہے کہ سب اجزاء و ہیئت مشابہ ہوجاوے تو اسوقت تشبہ ملحوظ ہے ورنہ درست ہے اسیوجہ سے لکھتا ہے کہ کس بات میں تشبہ ہنود کی ہوگئی اور بدون معنی حدیث کے اور تشبہ کے سیکھے سمجھے صفحہ سیاہ کیا پس سنو کہ حدیث میں لفظ تشبہ کا مطلق آیا ہے کہ کوئی قید کل یا بعض کی قلیل و کثیر کی نہیں اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ مطلق جس فرد میں پایا جاوے حکم مطلق کا اوسپر جاری ہوتا ہے اور کوئی قید اسکے ساتھ لگانی درست نہیں ہر ہر فرد میں حکم ثابت ہوگا المطلق یجری علی اطلاقہ کہا گیا ہے لہذا مطلق تشبہ کی کوئی فرد ہو مصداق حدیث کا ہوجاویگا اگرچہ ایک جزء مرکب میں پایا جاوے سب مرکب مجموعہ مکروہ ہوجاویگا کہ لفظ حدیث کے صاف دلالت اسپر کرتے ہیں۔ نظیر اس کی سنو کہ ہدایہ میں ہے اذا قرء الامام من المصحف فسدت صلوۃ عند ابی حنیفہ و قالا ہی تامۃ الا انہ یکرہ تشبہ باہل الکتاب انتہی قال فی النہایۃ فانھم یعملون ہکذا فکرہ للتشبہ لانا نھینا عن التشبہ بہم فیما لنا بدمنہ انتہی ایضاً ہدایہ میں ہے و یکرہ ان یقوم الامام فی الطاق لانہ یشبہ صنیع اہل الکتاب انتہی پس دونوں روایت کو دیکھو کہ تمام ارکان صلوۃ و جماعت میں ایک جزء قرآن کھولکر پڑھنا اور مکان مرتفع پر کھڑا ہونا مشابہ اہل کتاب سے تھا تو ساری نماز مکروہ ہوگئی اور مثل مولف کے کسی محشی نے نہ کہا کہ اسقدر اجزاء میں ایک جزء کی مشابہت سے کراہت نہیں ہوتی تمام فقہاء علماء کے بھول گئے ایک مولف کو سوجھی معاذ اللہ تو مولف کہتا ہے کس بات میں مانند ہوگیا اگر کہیں کہ دیگر ارکان صلوۃ بھی تو یہود کی صلوۃ میں ہیں تو سنو کہ سب ارکان انکی صلوۃ میں نہیں ازانجملہ ایک رکوع ہی نہیں ہوتا معہذا جو جز ہمکو مامور ہے اس میں تشبہ کا اعتبار ہی نہیں بس سنو کہ مولف اقرار کرتا ہے کہ سیوم پانچ جزء سے مرکب ہے کلمہ۔ قرآن۔ نخود دان تیسرا میں تشبہ نہیں اور اجتماع قوم میت کیواسطے اور تخصیص

جیسا اہل کتاب کی سنت ہے ۔۔۔ مخالفت ہے ۔۔۔ اہل کتاب



کہ یہ تشبہ ہنود کا ہوگیا وہ بھی اپنی عبادتگاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم زمزم شریف کا لائے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ خرافات بیہودہ تشبیہیں نکالنی ان بدحواسوں کی سخت بیعقلی کی دلیل ہے اور تماشا یہ ہے کہ فقط تیسرے دن کی مشارکت میں بھی مشابہت قوم ہنود کی نہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں میں بعض قومیں مثل سراوگی بالکل سیوم یعنی تیجے کے قائل نہیں سو انکے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت نہوئی انکے یہاں تیجا عبادت فقط اس امر سے ہے کہ تیسرے دن کاروبار کرنے لگیں سوگ میت کا دفع کریں سو تعزیت کے واسطے اور دفع سوگ کیلئے شرع میں بھی تین دن معین ہیں اور بعض قومیں ہنود کی مثل لشنی اگروال جو سیوم کو مانتے ہیں اور ایصال ثواب سانی کے کام کرتے ہیں اگر اہل اسلام کو مشابہت لازم آئی تو انکے ساتھ لازم آئی سو غور سے دیکھیے تو انکے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیونکہ ان لوگوں کے قوانین دین متعلق گردش کواکب کے ہیں پس تیسرے دن تیجا وہ لوگ جب کرتے ہیں کہ گویا سامنے نہ ہو اور اگر پنچک کی گرہ جو پانچ نچھتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جسوقت وہ گرہ ٹل نہیں جاتی تیجا نہیں ہوتا پھر کبھی چار دن میں کبھی پانچ دن میں کیا جاتا ہے اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہیں ٹلاتے انکو کواکب سے کچھ بحث نہیں پس حکم تشبہ کا باعث لازم کرنے مشارکت یومی کے بھی ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہوجاتا ہے تو حکم تشبہ باطل ہوجاتا ہے حدیث و فقہ پڑھنے والوں کو یہ بات یاد ہوگی کہ یہود و نصاریٰ صوم عاشورہ رکھتے تھے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی رکھو اور مشابہت یہود و نصاریٰ سے جو لازم آئی تھی اسکی مخالفت میں اسقدر کافی ہوگیا کہ آپنے ایک روزہ اول و آخر

روز سیوم کی ان دو میں تشبہ ہنود کے ساتھ ہے مولف بھی مقر ہے کہ سراوگی تیسرے روز جمع ہوکر سوگ کھلواتے ہیں اور لشنی بھی بیجا ہنود میں روز سیوم جمع ہونا ہے اور یہ شعار انکا ہے تو دو جزء میں تشبہ ہوا پس مجموعہ سیوم کا بدعت ہوگیا اور تشبہ ہنود کا ثابت ہوگیا حدیث کی بھی اور صریح جزئیات فقہ سے بھی رہا خدشہ اتحاد وقت مغرب وغیرہ کا تو سنو کہ وقت شارع کا فرض کیا ہوا ہے اور فرائض و واجبات شارع میں تشبہ کا اعتبار نہیں ہوتا اور حدیث میں اس کا اشارہ ہے کیونکہ تشبہ باب تفعل کی ماضی ہے اور بعد موصول کے واقع ہے اول تو باب تفعل میں اخذ بتکلف ہوتا ہے وضعاً جس سے معلوم ہوا کہ مرتکب نے بتکلف ازخود تشبہ کرلیا ہے شرع یا طبع کیطرف سے الزام نہیں ثانیاً صیغہ فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے یعنی اول شارع کا الزام اوسپر تھا خود مرتکب لہ بعد حدوث ہوا پس تشبہ کے لفظ سے شارع نے فرض و واجب سنت موکدہ کو اور امور طبیعہ کو خارج کردیا ہے گویا حکماً اس میں تشبہ نہ رہا پس اب دیکھو کہ کسکی عقل پر قہقہہ لگا علی ہذا پانی زمزم کا لانا اور گنگا کا مشابہ نہیں کیونکہ پانی لانا عادی طبعی امر ہے اور شعار بھی نہیں ہاں اگر اس ہیئت و شعار سے لاویگا تو مشابہت حاصل ہوجاویگی اور جو حکم ہوگا ملیگا سو جو کہ یہ سیوم ہنود کے تیجے سے بوجہ کامل مشابہ ہے اور فرق بعض وجوہ کا مخل تشبہ کو نہیں زید کو اسد سے تشبیہ دیتے ہیں وجہ شبہ فقط شجاعت۔ ایک امر ہوتا ہے باقی سرتاپا کوئی مشابہت نہیں ہوتی بس کسیطرح یہ نہیں کہا کہ بالکل مشابہت من کل الوجوہ ہو تو تشبیہ ہوویگی ورنہ نہیں تو یہ قول مولف کا شرع اور عقل اور عرف سب کے خلاف ہے اب تماشا دیکھو کہ باعتراف مولف سراوگی کے یہاں تیسرے روز قوم جمع ہوکر دوکان کھلواتے ہیں اور وہ سیوم نہیں عجب کلام ہے تیسرے روز کا نام سیوم ہے حرف ہندی میں تیجا اور مسلمانان میں دونوں کے ایک معنی ہیں علی ہذا لشنی سیوم تو کرتے ہیں مگر گاہ نحوست کے دن کے سبب تاخیر بھی کردیتے ہیں۔

رکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر میں باقی رہا اگلے سال حکم دونگا ایک روزہ اُسکے اول ایک روزہ اُسکے بعد کو رواہ البیہقی اب دیکھیے وہ اصل
روزہ عاشورہ جسکو یہود و نصاریٰ رکھتے ہیں اُس عین فعل میں مسلمان شریک اُنکے ہے لیکن ایک روزہ اول اور ایک روزہ بعد اسمیں ملانے سے
حکم تشبہ باطل ہو گیا بالفرض اگر تیسرے دن کی مشابہت بھی ہنود سے ہوتی تو ہمارے یہاں جو کام اسلامی اس میں مندرج ہیں اُنکے سبب
بالکل مشابہت کا حکم باطل ہو جاتا چہ جائے اس امر کہ بالکل تیسرے دن میں بھی مشارکت نہیں پائی جاتی ہمکو معلوم نہیں اُن صاحبوں کا
کیسا تفقہ اور کیسا فہم و ذکا ہے کہ ہرگز ژرف نگاہی اور موشگافی علل احکام میں نہیں فرماتے مفتی قاطع السنۃ یعنے صاحب سیف السنۃ
اور اُنکے یار اولین اور اخوان معاصرین سب کے سب اس مسئلہ میں بے سمجھے بوجھے حکم تشبہ لگا رہے ہیں اور حدیث نبوی من تشبہ بقوم فہو منہم
کو نہایت درجہ بمحل پڑھ رہے ہیں فما لھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا یہ لوگ نہ تشبہ کے معنے لغوی جانیں نہ اصطلاحی شرعی اسلئے
کہ لغوی معنی تشبہ کے ہیں مانند ہو جانا اب تم دیکھ چکے اور سن چکے کہ ہنود کا تیجا مشتمل کن امور پر ہے اور اہل اسلام کا شامل کن اُمور پر
مانند ہونا دونوں فریق کا رسوم یکدیگر میں کہاں ہے اب معنے شرعی سنیے صاحب بحر الرائق شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کرتے
ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ہر بات میں مکروہ نہیں فانا ناکل ونشرب کما یفعلون یعنی اس لئے کہ ہم بھی اُسی طرح کھاتے پیتے
ہیں جس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں اور در مختار میں قید لگائی ہے کہ اگر ارادہ کرے آدمی اُنکے ساتھ مشابہت کا اور جس چیز میں مشابہت

تو سیوم تو موجود مگر مشابہت نہیں کیا عجب تقریر معنی مولف کی ہے ماشاء اللہ تعالیٰ یہ خبط عقل اثر اُس گستاخ کلام کا ہے کہ علماء سنت کو بدحواسی
کی نسبت مؤلف کرتا ہے اب دوسری خطا رفہم مولف کی سنو کہ حکم کلی لکھتا ہے کہ اگر فعل مسلم و کفار میں کچھ امتیاز ہو جاوے تو تشبہ نہیں رہتا اور
فی الواقع یہ بھی نوع پہلی ہی خطا کی ہے مؤلف صوم عاشورہ کی نظیر دیتا ہے کہ نہم کے صوم سے تشبہ رفع ہو گیا کیا عجب حکم ہے کہ قبل و بعد کی کچھ خبر نہیں
یہ دو نظیر مسئلہ ہدیہ کی جو مسلم سب فقہاء کے ہیں اسمیں تو مابہ الامتیاز سب کچھ موجود ہے فقط ارتفاع و امتیاز مکان ایک مسئلہ میں اور نظم
مصحف دوسرے میں تشابہ کا امر ہے پس کیوں مکروہ ہو گیا سو یہ روایات اور دیگر روایات اس تقریر مولف کو رد کرتی ہیں اور حدیث نے
بھی اس فہم مولف کو باطل کر دیا کہ مطلق تشبہ کو کہ احداث کسی متکلف کا ہے محظور فرمایا پس خلط سنت سے وہ امر محدث جائز نہیں ہو سکتا
بلکہ مجموعہ مکروہ ہو جاویگا اور یہ نظیر صوم کی سو معلوم ہو چکا کہ اس باب سے نہیں مولف کی کم فہمی ہے صوم عاشورا حق تعالیٰ کا فرض کردہ
تھا اور فرض میں تشبہ معتبر نہیں ہوتا کیونکہ کسی متکلف کا احداث نہیں بلکہ من اللہ تعالیٰ اسکا التزام ہوا ہے پس اس حدیث سے
وہ اول ہی خارج ہو چکا ہے اسیواسطے اب تنہا روزہ عاشورا کا کسیکے نزدیک مکروہ نہیں معہذا جو اول آخر روزہ فخر عالم علیہ السلام نے
لگا دیا اسوجہ سے ہے کہ البعد من التشبہ ہو جاوے اسیواسطے لکھا ہے کہ جو عبادت ملتوں میں مشترک ہو اُس میں تشبہ نہیں ہوتا کیونکہ شعار
نہیں رہا معہذا التغیر وصفی اس میں کر دیتے ہیں تاکہ ابعد عن التشبہ ہو جاوے استحبابا پس مولف محض بیخبر قواعد شرعیہ سے ہے فقط دعوے
ہی دعوے ہے علم و فہم سے ہرگز بہرہ نہیں اور علماء نکتہ دان تفقہ کو جاہل بتلاتا ہے اور پھر وہ ہی اپنی تحقیق شروع کی لغت میں معنی
تشبہ کی مانند ہو جانا ہے یعنی من کل الوجوہ مماثل ہو جاوے اسکی تردید اوپر ہو چکی اور پھر معنی تشبہ کے شرعا لکھتا ہے اور تیسری
خطا دی ہے بحر رائق کی عبارت سے جسکو در مختار نے اور شامی اور طحطاوی نے نقل کیا ہے یہ استفادہ ہوا کہ تشبہ ہر چیز میں حرام و مکروہ



کرتا ہے وہ شرع میں مذموم بھی ہو اُسوقت تشبہ مکروہ ہے عبارت اسکی یہ ہے ان قصدہ فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما
یقصد بہ التشبہ اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے اب دیکھیے کہ سیوم میں مسلمانوں کی غرض قصد مشابہت و ارادہ موافقت ہنود ہے اور نہ
تیسرے روز پڑھنا قرآن و کلمہ کا حدیث و قرآن سے ممنوع و مذموم ہے اور مولوی اسمعیل صاحب کی تحریر سے بھی رسالہ الاثبات مفیدین میں
معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے مشابہت کے مکروہ ہونے میں قصد کو معتبر رکھا ہے یعنی جب اُنپر اعتراض کیا گیا کہ ان ملکوں میں مفیدین کو نہیں
تشبہ روافض کیساتھ لازم آتا ہے اُسکے جواب میں لکھتے ہیں لا نتحری تشبہ الفرق الضالۃ بل اتفقت الموافقۃ یعنے ہم رفع یدین میں ارادہ
تشبہ فرقوں گمراہ کا نہیں کرتے بلکہ اتفاقا موافقت لازم آجاتی ہے انتہی اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں انا ممنوعون من التشبہ

نہیں بلکہ فعل مذموم میں نہ محمود میں اور بقصد تشبہ کے ارتکاب کرنے میں نہ بلا قصد تشبہ کے تو اس سے مولف نے ثابت کیا کہ سیوم مروجہ مذموم ہے
اور قصد تشبہ کا کوئی نہیں کرتا اب مولف کی سنو کہ وہ ہی دو روایت ہدیہ کی جو منقول ہوئیں اسمیں تو قرآن دیکھکر پڑھنا ہی جو مکروہ
ہو گیا قرآن دیکھکر پڑھنا مذموم نہیں بلکہ محمود ہے عمدہ عبادت ہے علی ہذا امتیاز امام کے مقام کی محمود ہے نہ مذموم علی ہذا خود صوم عاشورہ میں غور
کرے کہ نفس صوم محمود ہے نہ مذموم ابھی مؤلف لکھکر بھول گیا پھر بزعم مولف کیوں بضم صوم نہم مشابہت کو رفع کیا اور آگ کا سلگنے کو موجب ہونا
موجب تشبہ مجوس کا ہے حالانکہ قصد مسلم کا تشبہ بالمجوس ہرگز نہیں اور اشتمال صماء مکروہ ہے حالانکہ قصد تشبہ یہود کا مسلم کو ہرگز نہیں ہوتا علی ہذا
بہت مسائل ہیں مگر مولف کو تمیز نہیں معہذا مولف کو کہاں گنجائش کلام کی ہے کہ سیوم تو خود امر مذموم ہے اولا اجتماع الی اہل المیت کہ جسکا
حدیث سے نیاحت ہونا ثابت ہو گیا پھر ہنود کا فعل اور تعیین مطلق پھر بھی مذموم نہیں عجب ہے اور قرآن و کلمہ پڑھنا گو فی حد ذاتہ عبادت ہے
مگر نہ اسمیں تشبہ اور نہ اُسپر حکم کراہت کا بلکہ مجموعہ پر حکم کراہت کا ہے پس قیاس مولف کا بالکل لغو بے محل ہے اور قول بحر رائق کا فانا ناکل
ونشرب الخ سو پہلے اُسکی وضاحت ہو چکی کہ امور طبیعہ میں تشبہ معتبر نہیں جیسا تھا یہ شرح ہدایہ میں قید لگائی قولہ فیما لنا منہ بد الخ کیونکہ یہ امور
تقضاء طبع سے ہیں احداث متکلف کا نہیں اور عبادات بھی بالتزام شرع ہیں نہ بتکلف محدث اور قول بحر رائق کا کہ امر مذموم میں تشبہ مراد
ہے سو سابق معلوم ہو چکا کہ قرآن دیکھکر پڑھنا امر مذموم نہیں اور حدیث میں مطلق تشبہ ہے مگر اُسکی وجہ سنو کہ یہ ہی کہ جو امر محدث کسی متکلف
کا بدون اذن شارع کے ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا اگرچہ بظاہر مستحسن معلوم ہوتا ہو کیونکہ سب بدعات ایسی ہی ہیں پس یہ مراد بحر کی ہے پس
قرآن دیکھکر پڑھنا فی حد ذاتہ محمود ہے لیکن صلوۃ میں مذموم ہے مگر مولف اپنی کوتہ فہمی سے مذموم فی اصل وضعہ سمجھ گیا اس فہم پر تو صعیت
میں تشبہ ہونا چاہیے ورنہ کہیں بھی نہیں ہوگا یا اور تمام مسائل منہدم ہو جاویں گے الحاصل امر محمود کہ بالتزام شرع ہے یا تقاضائے طبع سے
بجاز شرع ہے اسکو شرع نے خارج اس حدیث و حکم سے فرما دیا ہے خلاف اجتماع مخصوص سیوم کے کہ اولا خود ممنوع شرعی ہے اب تشابہ اُسپر زائد ہو گیا
پس بحر کی عبارت کو مولف ہرگز نہیں سمجھا اور رد بحر علماء کو کم فہم بتلاتا ہے تماشا ہے اور مولوی اسمعیل صاحب کا فقرہ بل اتفقت الموافقۃ کے معنے
بھی یہی ہیں کہ یہ فعل دراصل مسنون تھا بعد میں روافض نے بھی ایک حرکت ایجاد کی کہ موافق اسکے ہو گئی تو یہ امر التزام شارع کا ہے ترک نہیں
ہو سکتا اور تشبہ معتبر نہیں اور یہی معنے ملا علی قاری کی عبارت کے ہیں انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واہل البدعۃ المنکرۃ فی شعارہم الخ کیونکہ
جو شعار اُنکا ہوگا خواہ فی حد ذاتہ حسن ہی ہو اور وہ اُن کا فعل ہو گیا اور تشبہ ناجائز ہوا جیسا صلوۃ قرآن دیکھکر پڑھنا کہ شعار اُنکا ہے

بالکفرة واہل البدعة المنکرة فی شعارہم لانہیون عن کل بدعة ولو کانت مباحة سواء کانت من افعال اہل السنة او من افعال الکفرة واہل
اہل البدعة یعنی ہمکو مشابہت کافروں اور بدعتیوں کیساتھ اُسی بات میں منع ہی جو اُنکے دین کا خاص تھہ اور پختہ علامت اُن کے دین
کی ہی اور نہیں منع مشابہت ہر مباح بدعتوں میں اگرچہ وہ بدعتیں افعال اہل سنت والجماعت سے ہوں یا کافروں سے یا اہل بدعت سے
لیتے۔ اب خیال کرنیکا مقام ہی کہ تشبہ جو حدیث میں منع ہی اُسکے یہ معنے ہیں شرعًا پھر ہمکو قوم ہنود سے کسی بات میں مشابہت نہیں قرار

اور فی حد ذاتہ حسن ہی مگر صلوة میں دیکھکر پڑھنا ہماری ملت میں مذموم ہی اور جو متفق دونوں ملت کا ہوگا وہ شعار نہوگا ماموراس امر پر بھی
ہوگا مگر مؤلف کو فہم ہی نہو تو کیا کرے ظاہری لفظ دیکھلیتا ہی اور حکم خلاف شرع لکھتا ہی اور جو بدعت مباحہ ہوویگی اور افعال اہل سنت سے ہوگی
وہ خود مامور شرعی اور سنت ہے جیساکہ بحث بدعت میں گذرا غرض عبارت قاری اور بحر اور مولوی اسمٰعیل کی یہ سب بکثرت روایات سے منقول
ہیں مگر فہم مولف کا مخالفت حق سے کررہا ہی اور سیوم جو شعار مذموم ہنود کا ہی نہ اُسمیں کوئی امر محمود ہی اور نہ اسکی اجازت بلکہ ممانعت صریح
اُس میں ثابت ہو چکی اُسکو اباحت سے کیا علاقہ ہے فہم سلیم خدا تعالے دیوے تو سب کچھ ہو ورنہ ضلوا واضلوا کا مضمون ہوتا ہی اب ہی بحث
اسکی کہ بحر میں تشبہ حرام اسکو لکھا ہی کہ بقصد تشابہ ہووے سو اول تو کہا جاتا ہی کہ حدیث میں مطلق تشبہ آیا ہی تخصیص حدیث کی بالرائے
درست نہیں اور سب محققین نے مطلق تشبہ لکھا ہی پس قول بحر کا حدیث کے معارض نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں ہی کہ غیروا الشیب ولا تشبہوا بالیہود
الخ نظفوا افنیتکم ولا تشبہوا بالیہود الخ اور ظاہر ہے کہ شیب میں اور تنظیف افنیہ میں کسی نے قصد تشابہ یہود کا نہیں کیا تھا بلکہ خلقی اور عادی امر تھا
صوم عاشورا میں کسی نے تشبہ یہود کا کیا تھا بزعم مولف بلکہ باذن شارع کے تھا مگر اسکی توجیہ بھی کرتا ہوں کہ مراد بحر کی یہ ہی کہ تشبہ کے لفظ میں اختیار
تکلیف ہے سو قصد اور فعل مکلف کا اس میں ہونا چاہیے پس اسکی یہ صورت ہی اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور پھر اسکو خبر ہوئی تو ازالہ کر دیا
اب بعد علم کے متشبہ ہوگا پہلے متشبہ نہ تھا اور اپنے فعل میں عاصی بھی نہیں تھا اب قصدا جو کرتا ہی تو تشبہ ہوا علی ہذا جو امر ایسا ہی کہ اسکا ازالہ کر سکتا
ہے مگر قصدًا ازالہ نکیا جیسا ریش کا خضاب تو ترک خضاب قصدًا اگر طلب ہے کیونکہ ازالہ پر قادر ہی اور نہیں کرتا بہرحال سب جگہ معصیت کے واسطے
فعل مکلف کا ضروری ہی تو معنے یہ ہے کہ قصدا اُس فعل متشبہ کا کرے نہ یہ کہ اس فعل کو کفار کے تشبہ کی نیت سے کرے پس دونوں میں فرق زمین
آسمان کا ہی اگر عقل ہو اور جو تسلیم کریں کہ یہ دوسرے معنے ہی ہیں تو چونکہ تشبہ کو شارع نے کفر فرمایا بقولہ فہو منہم اور کفر بدون قصد قلب کے نہیں
ہوتا لہذا یہ قید اضافہ کی اور کافر جب ہوگا کہ دل میں نیت تشبہ کفار کی کرے ورنہ کافر نہوگا گو عاصی ہوگا سو یہ بھی حق ہی علی قاری شرح اکبر میں

لکھتے ہیں ولو شبہ نفسہ بالیہود والنصاری صورة او سیرة علی طریق المزاح والہزل ای ولو علی ہذا المنوال کفر وانی الخلاصة من وضع
قلنسوة المجوس علی راسہ قال بعضہم یکفر الخ غرضکہ یہ قصد تشبہ کفار کا کیا اگرچہ ہزلا ہو تو قصد و نیت تشبہ کفار سے لاریب کافر ہوگا اور معصیت
ہونیکو قصد فعل کا چاہیے کہ جسمیں مشابہت ہوئی گو بقصد مشابہ نہو بلکہ خود خبر بھی نہو کہ یہ شعار کفار کا ہی اور پھر خبر ہو اور بعد خبر کے ازالہ نکرے تاہم
عاصی ہوویگا بہرحال احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ بلا قصد بھی تشبہ ممنوع حاصل ہوتا ہی اور بحر کے بھی یہی معنے ہیں گو مؤلف اپنے فہم
قاصر و عاجز ہوکر عبارت بحر کو مخالف حدیث کے بتاتا ہے پس الحمد للہ کہ دلائل واضحات نص و فقہ سے بدعت و کراہت سوم سے دہم کی
ثابت ہوئی اور سوم کے تشبہ کو مولف خود قبول کر چکا گو اپنی کم علمی سے اسکو حد تشابہ سے نکالتا ہے مگر یہ فہم اسکا باطل ہو گیا اب اگر



پڑھنے میں چنوں پر کلمہ پڑھنے میں یہانتک کہ تیسرے دن کی تعیین میں بھی شرکت نہیں کیونکہ انکی تعیین بدلتی رہتی ہی بباعث پیش آنے گرہ
مذکور کے پس تشبہ لغوی و شرعی کسی طرح کا ہمکو اُنکے ساتھ نہیں الحمد للہ علی ذلک لمعہ خامسہ فاتحہ چہلم و بستم و دہم و سبکو قبرستان
در مساجد پہلے دستور تھا کہ مٹی کا گھڑا جسکو فارسی میں سبو اور عربی میں جرہ کہتے ہیں میت کیطرف سے مساجد میں بھیجا کرتے تھے نہ فقط ایک گھڑا
بلکہ چند گھڑے علاوہ اُن گھڑونکے جنسے غسل میت ہوتا ہی بھیجتے تھے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب سعد بن عبادہ کی والدہ مر گئیں اُنہوں نے پوچھا یا
رسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے آپنے فرمایا پانی تب اُنہوں نے ایک کنواں یعنی ایک چاہ تیار کرایا اور کہا ہذہ لام سعد یعنی یہ چاہ سعد کی والدہ کا ہی
اُسکو ثواب پہنچے یہ مشکوة میں حدیث ہی پھر ہر کوئی تو کنواں یعنی چاہ کھدوانے کا اور بنانیکا مقدور نہیں رکھتا اسلیے مسلمانوں میں قاعدہ ٹھہر گیا
تھا کہ کورے گھڑے مسجد میں بھیجا کرتے تھے کہ حضرت نے پانی کو اچھا صدقہ فرمایا ہی اگر کنواں نہ بنایا ہمارا گھڑا بھرا ہوا مسجد میں ہیگا کوئی اس سے

انصاف ہو تو یہی دو اصل بالکل تمام رسالہ مولف کے قلع و قمع کو کافی و وافی ہیں مگر چونکہ ہر ہر بحث پر مؤلف کج فہمی سے بحث کرتا ہی لہذا اُسپر
تنبیہ ناظرین کو کر دینا ضرور ہوا کہ کم علمی اور کوتہ فہمی مولف کی اور جہل مرکب اور دعوی ہمہ دانی اُسکا سب پر روشن ہو جاوے کہ کس حوصلہ پر کتاب
لکھکر ہر ضلال خلق اللہ تعالی باندھی ہی قولہ لمعہ خامسہ الخ اقول گھڑے مسجد میں پہلے دیا کرتے تھے وہ متروک ہو گئے تو مولف کو افسوس ہے
کہ یہ بدعت کیوں مرتفع ہو گئی اصل اس کی یہ تھی کہ ہنود بارھویں روز گھڑا اُسجگہ جہاں مردہ کو جلاتے ہیں رکھکر چلے آتے ہیں مسلمانوں نے بھی اسکو
دیکھکر شروع کیا کہ مسجد میں پانی کا گھڑا بھر کر بھیجدیا کریں چونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسجد میں گھڑا لوٹا بوریہ چراغ وغیرہ سب دینا موجب اجر ہی
مگر بطور رسم دینا کہ جس میں تشبہ لازم آوے اور خاص گھڑا ہی ضروری جانکر دینا اگرچہ ضرورت اسکی مسجد میں نہو یہ بدعت تھا ہو ملاں کو بھی
وقت ہوتی تھی کہ گھڑوں کو فروخت کرتا پھرتا تھا تو یہ رسم کچھ ترک ہو گئی ہی مگر چہلم کا گھڑا اب بھی اکثر عوام میں ہی خیر یہ تو ہوا مگر جولانی طبع مولف کی
قابل دید ہی کہ حدیث میں تو صدقہ پانی کا آیا ہے کہ پانی کو صدقہ جاریہ کرے یہ معنے کہ چاہ کھود کر پانی نکالکر اُس پانی کا صدقہ کرے مولف اس سے
ظرف اور ٹھیکرے کا صدقہ سمجھ گیا پانی سے گھڑا لینا مولف کا ہی فہم عالی ہی پانی اور مٹی دو ضدیں ہیں اسکو اس سے کیا علاقہ مقرر کہ گھڑا دینا
بلکہ مٹی کا ڈھیلہ بھی دینا موجب ثواب کا ہے مگر پانی کے صدقے گھڑا بھی صدقہ کیسے نکالا چاہ کا گڑھا تو مقصود نہ تھا پانی کی ذات سے مقصود
اور پانی ہی کا صدقہ مراد ہی ہاں اگر فرماتے کہ صہریج بنوا دے تو مضائقہ نہ تھا کہ صہریج میں کوئی پانی بھرتا ہی گھڑے میں بھی کوئی بھر دیگا اور
جو بوجہ مناسبت ظرف کے یہ استخراج ہے کہ مارگو اعانت ملیگی تو پھر اسپر کیا حصر ہی کل کو مولف کورا چکنی مٹی کا بھی حکم دیگا کہ صدقہ کرو اور مسجد میں
ڈال آؤ اور کورا اپلوں کا بھی کہ اس سے گھڑے بنکر اعانت پانی کی ہوویگی اور مولف حدیث سعد سے استخراج کرنا دلیل کہاں کریگا یہ
بھاکر پانی کا صدقہ گھڑے کی صورت میں پانی گھڑے میں بھر نیوالے کیطرف سے ہوگا نہ گھڑے والیکی طرف سے غرض ایسی ایسی تعریفات دار
اور استخراجات قبیحہ کام مولف کا ہی اگر ایسا اجار اس بدعة کا مقصود تھا سیدھا کہدیتا کہ مسجد میں گھڑی کام آتے ہیں یہ کہ چاہ کو اصل بناکر اپنی خوبی فہم ظاہر
کرنا اور پھر یہ کہ فقط اصل نکل آنا تو جواز کیلیے کافی نہیں اسکے سب عوارض بھی رفع ہونے ضرور ہیں کہ تشبہ نہو اور تعیین مطلق نہو اور اسکو موکد و واجب
جانتا نہو اور فخر و ریا نہو ورنہ اگر یہی مولف کا علم و فہم ہی تو دھوتی کفار کی اصل تہہ ہی اور من کل الوجوہ مشابہت بھی نہیں حسب فہم مولف کے پس
سنت ہوا اور حضرت عثمانؓ سے منقول ہی کہ ایک طفل کے چہرہ پر سیاہ ٹیکہ نظر بد کیواسطے لگوایا تھا سو تلک کی اصل نکل آئی تو یہ بھی جاری

پیا سا پانی پیے گا کوئی وضو و غسل وغیرہ کے خرچ میں لاویگا یہ اصل ہے گھڑا بھیجنے کی اور چالیس روز تک کھانا بھیجنے کی یہ وجہ ہے
کہ فقہا نے لکھا ہے یستحب ان یتصدق عن المیت الی ثلثۃ ایام یعنی مستحب ہے کہ صدقہ دیا جاوے میت کیطرف سے تین دن اور بعضوں نے
لکھا ہے الی سبعۃ ایام یعنی سات دن تک اور بعضوں نے اربعین یعنی چالیس دن لکھے ہیں یہ روایتیں خزانۃ الروایات اور شرح برزخ
وغیرہ میں ملینگی غرضکہ ان روایات کے سبب سے دی چالیس دن تک برابر روٹی محتاج کو میت کیطرف سے دیتے ہیں باقی رہا چہلم وغیرہ تو وجہ
اسکی یہ ہے کہ جو صاحب اسکو منع کرتے ہیں ان کی چند دلیلیں ہیں اون کا حال معلوم کرنا چاہئے بعد ازاں وجہ جواز سننی چاہئے۔

---

کپڑے اور سوت کا بنا کرتہ ثابت ہے سوئی تار سوت کی اصل بھی نکل آئی پھول سونگھنے درست ہیں پھولوں کے سہرہ اصل نکل علی ہذا
صدہا مسائل کی اصل نکلتی ہے اور مؤلف سبکو جائز کہیگا اگرچہ کفر ہی ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ مؤلف کو اپنی کم فہمی ہانکنی ہے نہ رسم جاہلیت کا
اندیشہ نہ ریا و رفع بدنامی کیوجہ سے کرنیکا خدشہ نہ منع تعین بالرای کا کھٹکا نہ تشبہ کفار کا خطرہ نہ اپنی عاقبت و ایمان اور ضلال خلق کی کچھ
پرواہ اپنے منہ زوری کرنی خواہ کچھ ہو فقط **قولہ** چالیس روز تک الخ **اقول** ابتدا موت کیوقت صدقہ خیرات عمدہ امر ہے ایصال ثواب کا
انکار نہیں بارہا ذکر ہو چکا ہفتہ تک چلہ تک دو ماہ تک کم زیادہ حسب مقدور خالصًا لوجہ اللہ تعالیٰ کرو کہ جس میں کوئی امر خلاف شرع نہ
ہو جاوے مؤلف خواہ مخواہ اہل سنت کو مانع صدقہ کہتا ہے اور وہ ہرگز صدقہ کو منع نہیں کرتے اسکو منع کرتے ہیں جو شرعًا ممنوع ہے یعنی
تشبہ بکفار جسمیں لازم آجاوے اور مؤلف بھی اسکو قبول کرتا ہے یا تعین بالرای کہ تغیر حد شرع ہے اور اسکو بھی مؤلف قبول کرتا ہے پس اگر کسی نے
طعام للفقرا خالصًا لوجہ اللہ تعالیٰ کیا اور ان دو امر میں سے ایک یا دونوں اسمیں پائے گئے تو ثواب پہنچیگا مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا اور مجموعہ اسکا
مکروہ ہوگا اس امر کو ہر ناظر خوب محفوظ رکھے کہ مؤلف کو اس کوتاہ نظری نے خراب کیا ہے کہ بدون سمجھے لڑنے کو آمادہ ہوا ہے یا تخصیص طعام
اور اس کو بھی مؤلف مانتا ہے کہ تغیر حکم شرع کا ہے پس اس قسم کی ہے چالیس روز کی روٹی کہ اگرچہ گھر میں گوشت روٹی کھاویں مگر مردہ کو دو روٹی
گھی سے ملکر شکر ڈالکر مسجد میں ہی خاص کر دیوینگے کسی بیوہ قریب کو نہ کسی حاجتمند کو اور نہ عمدہ کھانا اسمیں غالب رسم محض ہے اور شاید ایصال ثواب بھی ہو
قبول خالص ہوتا ہے نہ مخلوط۔ یا رسم ضروری جاننا کہ خواہ مخواہ کرے اگرچہ مقدور نہو اور یہ بھی مؤلف جائز نہیں لکھتا کیونکہ وہ خالصًا لوجہ اللہ ایصال کیواسطے
نگر وری کرتا ہے نہ رسوم کیواسطے یہ وہ طعام ہے جسکو بزازیہ وغیرہ لکھتے ہیں اور بدعت مستقبحہ کہتے ہیں یا فخر و ریا سے کرنا یا شرم برادری سے کرنا اسکو بھی مؤلف
نصائح میں منع کرتا ہے اور یہ سب جگہ حرام ہے غمی ہو یا شادی اور کھانا اسکا درست نہیں سو فی الواقع مؤلف اصل میں مخالف نہیں مگر اپنی کج فہمی و
کم علمی سے اور نفس سخن پروری سے مخالفت جزئیات میں کر کے اوراق سیاہ کرتا ہے اور ادعای بے سود کر کے اپنی حقیقت علما پر ظاہر کرتا ہے اور فی الواقع
یہ سب نزاع کم فہمی اور نفسانیت سے ہے خوب محقق ہے کہ چہلم رسم کے کرنیمیں ایصال ثواب مقصود نہیں گو کوئی تاویلات کرے ورنہ پھر فرق ہے چالیس روز
تک صدقہ کرنیمیں اور چالیسویں روز چہلم کرنیمیں کما لا یخفی چونکہ مؤلف یہاں مجمل چھوڑ گیا اسطرف سے بھی اسپر کچھ تعرض نہیں کیا جاتا ایصال ثواب کو کوئی
منع نہیں کرتا اور تعینات لاریب بدعت ہیں **قولہ** انکی چند دلیلیں ہیں الخ **اقول** دلیلیں تعین بدعت کی وہی ہیں جو کلیات احادیث و فقہ سے
ثابت ہو چکیں اور دیگر روایات جزئیہ فروع ہیں نہ انکی ضرورت ہے نہ اپر کوئی امر موقوف ہے مگر مؤلف اپنی کم فہمی سے انکو ہی بنا منع جانتا رہا ہے
سو یہ سخت خطا ہے ان روایات کی بحث میں مؤلف اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور ہمکو بھی اسکی ان روایات کے جواب دینے کی ضرورت نہیں مگر چونکہ



**دلیل اول** عبارت شرح منہاج نووی شافعی کی ہے جو سیف لستہ کے صفحہ ۱۴۳ میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود
واطعام الطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ جواب
اسکا یہ ہے کہ شرح منہاج میں دو امر کا ذکر ہے ایک تو جمع ہونا تیسرے دن مردہ کی قبر پر اور وہاں جا کر گلاب کے پھول اور عود یعنی اگر کی بتیاں وغیرہ
حاضرین مجلس پر تقسیم کرنا سو اسکا ذکر تو بیان سوم میں گذر چکا نصاب لا احتساب سے کہ لوگوں نے نہایت تکلفات بیہودہ ایجاد کیے تھے اور وہ
تکلفات بھی کرتے تھے گو میت پر بس ممنوع ہونا اسکا صحیح ہے چنانچہ ہم خود اسکی ممانعت پر تصریح کر چکے اور بعد ممانعت علما کے جن بعض آدمیوں نے رسمیں

---

مؤلف اپنا علم جتلاتا ہے تو ہمکو بھی ظاہر اسکی کم فہمی کا کرنا پڑا۔ **قولہ** دلیل اول الخ **اقول** شارح منہاج میں تین چیز کا ذکر ہے قبر پر تیسرے
دن جمع ہونا اور عود اور ورد کی تقسیم مطلقًا قبر پر ہونا یا غیر قبر پر کسی روز ہو اور کھانا کھلانا ایام مخصوصہ میں اور ہر سہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ
ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے اور اسمیں کوئی تعین یوم کی نہیں اور نہ تعیین قبر کی پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر
پر روز سیوم جمع ہونا بھی خود اس اجتماع کی ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر ہر شخص اپنے فلک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحۃ تو شارح منہاج کی بلاد
میں اجتماع علی القبر یوم ثالث ہوتا تھا اسنے اسکی تصریح کی حالانکہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیونکہ حدیث جریر میں عمومًا سبکو منع لکھا ہے مگر مؤلف اپنی
تیزی فہم سے قید کو احترازی سمجھ گیا ہے اور حدیث جریر کو ذہن مولفہ میں خدا نخواستہ عبوری ہی نہیں جو مطلع ہوتا اور ہمارے ملک میں اجتماع روز سیوم
ہے مگر قبر پر نہیں پس منہاج کی قید سے اسکا جواز نہیں ہو سکتا جیسا مؤلف کو دھوکا ہوا ہے ہاں بعد ختم کے دستور تھا کہ شرفا مکان میت پر جاتے
تھے اب متروک ہو گیا ہے اطراف قوم میں اب بھی جاری ہے بہرحال اجتماع خواہ روز سیوم ہو یا پس و پیش قبر پر ہو یا غیر قبر پر حدیث جریر سے ممنوع
ہے اور ہمارے ملک میں روز سیوم کی قید ہے اور شارح منہاج کے یہاں قبر کی بھی قید تھی سو سب ممنوع ہیں اور یہ قید شرح منہاج کی احترازی
نہیں اور تقسیم ورد و عود بھی ہر روز بوجہ میت کے بدعت ہے اس میں بھی کوئی قید یوم و قبر کی نہیں اسیواسطے شارح منہاج مطلق کہتا ہے یہ مؤلف کی
خوش فہمی ہے کہ دونوں کو جمع کر کے ایک بناتا ہے یہ نہیں بلکہ یہ مستقل رسم ہے ہمارے ملک میں اب بھی اکثر جگہ ہے کہ بعد ختم کے مثلًا گلاب کیوڑہ میں لیکر
سب حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہیں یہاں گلاب کا قطرہ تقسیم ہوتا ہے وہاں عود اور ورد تقسیم ہوتا تھا پس اسمیں قید قبر کی اور سیوم کی کچھ نہیں
مطلقًا بدعت ہے اور اسکی اصل وہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ کو جو خبر اپنے والد ابو سفیان کی موت پہنچی تو انہوں نے خوشبو اپنے عارض کو لگائی اور فرمایا
کہ مجھکو حاجت نہ تھی اسکی مگر میں نے سنا کہ فخر عالم فرماتے تھے کہ نہیں حلال کسی عورت مومنہ کو کہ سوگ کرے تین روز سے زیادہ مگر زوج پر دس روز
چار ماہ سو اصل خوشبو کی یہ تھی رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہنچی اور بدعت ہو گئی کہ سب حاضرین برادری سوگی بن گئے اگر بعض بلاد میں قبر پر جا کر تقسیم
ہوتا ہو تو یہ بھی داخل اسمیں ہی ہوا بہرحال تقسیم ورد مطلقًا بدعت ہے خواہ روز سیوم ہو یا اور کسی دن خواہ قبر پر ہو خواہ غیر قبر پر تو یہ شارح منہاج نے عمومًا
بیان کیا ہے اپنی بلاد کی رسم ہے یا اور اگر قیود زائد اور قبر کی زائد بھی ہوویں تو احترازی نہیں تا کہ بلا قیود کے جواز ہو جاوے اگر یہ مباح ہے تو اہل مصیبت
کیواسطے مباح ہے اگر درجہ اباحت سے نہ بڑھے پس اسکو خواہ مخواہ مقید قبر اور یوم ثالث سے کرنا کم فہمی مؤلف کی ہے بلکہ یہ مستقل بدعت ہے اور بہر
حال مذموم پس بحث عطف کی جو مؤلف نے لکھی بالکل لغو غلط ہے متعلقات معطوف علیہ کے معطوف میں ہونے خواہ مخواہ کوئی قاعدہ نہیں
اگر قرآن بھی مؤلف پڑھا ہوا ہوتا تو ایسی بات نہ لکھتا ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ الخ یؤمنون میں بالغیب کی قید ہے

ایجاد کی تھیں چھوڑ دیں اب یہ رسم کہیں نہیں دوسری بات شارح منہاج سے یہ نکلی کہ کھانا کھلانا تیسرے دن اور پانچویں دن اور نویں دن اور
بیسویں اور چالیسویں دن چھٹے مہینے برسویں دن بدعت منع ہے سو ظاہر ہے کہ کھانا ان ایام میں قبر مردہ پر جاکر کھلاتے تھے تقسیم الورد اور اطعام کا معطوف
ہونا لفظ الاجتماع پر دلیل ظاہر ہے اس بات پر کہ قبر پر جمع ہوتے تھے اور وہاں تقسیم خوشبو کرتے تھے اور وہاں یہ کھانا ایام مخصوصہ میں کھلاتے
تھے اور علاوہ قرینہ عبارت کے خود فتاوی بزازیہ میں تصریح ہے قبر پر کھانا لیجانے کی۔ ویکرہ نقل الطعام الی القبر فی المواسم لفظ مواسم جمع ہے
موسم کی اور موسم لغت میں کہتے ہیں ایک چیز کے وقت کو اور جمع ہونیکی جگہ کو کذا فی المنتخب وغیرہ پس معنے یہ ہوئے کہ مکروہ ہے کھانا
لیجانا قبر مردہ پر ایام مقررہ میں اس سے صاف معلوم ہوا کہ تیسرے نویں دسویں دن اور چھماہی اور برسی اور ایام عید و شبرات وغیرہ میں جو کہ
ایام واسطے فاتحہ اموات کے معین ہیں اہل اسلام میں بعض آدمیوں نے بعض شہروں میں کھانا قبر پر لیجانا اور اسی جگہ جاکر کھلانا رسم کر لیا
تھا اسکو اہل فتوے نے منع کیا اور نصاب الاحتساب سے بھی اسکی تصدیق پہنچتی ہے کہ لکھا ہے ویشربون الشربۃ عند القبور وفی الحدیث الاکل
فی المقابر یقسی القلب یعنی پیتے ہیں شربت قبروں کے پاس حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانا قبرستان میں سخت کر دیتا ہے دل کو پس

اور یقیمون میں اور یوتون میں نہیں ایساہی صدہا اشلہ موجود ہیں مگر ایک مشکل ہوگئی کہ خوشبو کی اصل حدیث ام حبیبہ سے مولف نے سن لی ہے
تو ہر گاہ کہ چاہ سے گھر اثابت ہوگیا تھا یہ تو بعینہ وہی ہے پس اب شرح منہاج پر چاہے ضعف روایت کا حکم دیکر یا یہ کہ انکو حدیث نہیں پہنچی یا یہ کہ
وہ شافعی ہیں اس رسم کو بھی مولف جاری کر دیوے استغفر اللہ اور اطعام مخصوصہ بھی مطلق ہے اسمیں بھی کوئی قید قبر یا غیر قبر کی نہیں بلکہ قید
کی بھی نہیں اور یہ وہ طعام ہے کہ حدیث جریر میں فرمایا وصنعہم الطعام الخ پس یہ طعام ہی مطلقا ممنوع ہے خواہ کبھی ہو خواہ کہیں ہو شارح
منہاج نے ایام کی قید لگائی اپنے ملک کی عادت پر اور بزازیہ نے قید علی القبر لگائی اپنے بلاد کے عرف پر پس بہر حال یہ طعام مکروہ
ہے مطلقا بنص مگر جو فقرار کے واسطے ہو بطور صدقہ تو نفس طعام مباح ہے فقرار کو اگرچہ یہ تعیین یوم کی بدعت ہی جس میں بہت کچھ بحث
ہو چکی ہے پس شارح منہاج اطعام الطعام کو مکروہ کہتا ہے اس طعام کو مکروہ نہیں کہتا تو یہ بعمومہ سب مسائل کو شامل ہوگیا پس مولف کا علی
القبر اضافہ اپنے فہم سے کرنا ثمرہ کم فہمی کا ہے ورنہ مسئلہ صاف ہے اور اسکی شرح کرنا بزازیہ کی روایت سے اسوقت ضرورت تھی جو مطلق کے
معنے میں کچھ تردد ہوتا ہر گاہ کہ حدیث جریر نے مطلقا سب کو منع کر دیا تو مطلق منع ہوگیا اور عجائب یہ ہے کہ بزازیہ میں خود اس طعام ایام مخصوصہ
کو مکروہ لکھا ہے چنانچہ دوسری دلیل میں مولف نقل کرتا ہے اور نقل طعام کو بزازیہ میں دوسرا مسئلہ بنایا ہے۔ قولہ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم
الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم الخ پس اس عبارت میں صاف معلوم ہے کہ نقل طعام دوسرا مسئلہ ہے
مگر مولف کو تمیز نہیں اور صدقہ کا کھانا ہر روز مستحق کو حلال ہے مگر یہ تعیین مکروہ ہے اور فقیر کو بھی بوجہ اعانت امر مکروہ کے اسکی اجابت نہ چاہیے
کہ مکروہ ہے جیسا دعوۃ المتبارین میں نہی قبول ضیافت کی وارد ہوئی ہے پس مولف کی یہ سب توجیہات محض نا واقفیت قواعد دین سے
ہے اور شرح منہاج سے کراہت چہلم دہم وغیرہ کی خود ظاہر ہے الغرض استدلال مانع بدعۃ کا تو اس روایت منہاج سے یہ تھا کہ ایام مخصوصہ کی
ضیافت کو بدعۃ ممنوعہ سمجھا ہے سو اگر یہ طعام بوجہ رسم کے ہے تو ایک وجہ بدعت کی رسم ہوئی اور یہ چہلم ہمارے ملک کا بھی رسم ہی ہوتا ہے ایصال ثواب
مقصود نہیں ہوتا اور دوسری وجہ اس میں تعیین وقت کی ہے کہ اس کو بھی شارع نے منع کیا ہے تو دو وجہ بدعت ہونے کی پائی گئیں



علمار دین نے وجہ ممنوع اور مکروہ ہونے کی مخالفت حدیث شریف کی بیان کی ہے گو احادیث سے قبروں پر کھانا پینا منع ہے یہ نہیں
لکھا کہ یہ کھانا باعث خاص کر لینے دن کے مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ان ملکوں میں جو فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں وغیرہ کی کرتے
ہیں مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہوئی دوسری دلیل فتاوی بزازیہ کی عبارت ہے جو کہ مستملی شرح منیۃ المصلی میں منقول ہے۔
ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء
والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص۔ اس عبارت سے تین مسئلے پیدا ہوئے ایک یہ مکروہ ہے کھانا تیار کرنا میت کا پہلے دن
اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد یعنی آٹھویں دن جواب اسکا یہ ہے کہ اسمیں دسویں بیسویں چالیسویں کا نام بھی نہیں پھر یہ عبارت کس
طرح چہلم وغیرہ کی ممانعت پر دلیل ہو سکتی ہے اور اگر اجتہاد کر کے قیاس قایم کر و کہ جسطرح بزازیہ میں ان ایام کو منع کیا ہے ہم ان ایام کو منع کرتے
ہیں تو اسکو بھی ہم رد کرتے ہیں دو وجہ سے ایک وجہ یہ کہ خود شارح منیۃ المصلی نے عبارت بزازیہ کی نقل کر کے اسکو رد کیا ہے اور اس کھانے کا
مکروہ ہونا مسلم نہیں کہا اور یہ لکھا ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراہۃ یعنی مکروہ کہنا اس کھانے کو خالی بحث سے نہیں اسواسطے کہ کوئی
دلیل کراہت پر نہیں الی آخرہ پس جبکہ خود شارح منیۃ المصلی نے کراہت کو مسلم نہیں کہا ہم بھی مسلم نہیں رکھتے معلوم نہیں جن حضرات نے

اور جو لوجہ اللہ تعالی ایصال ثواب کا طعام ہے تو تعیین وقت کیوجہ سے بدعت ہے گو طعام میں جواز ہو مگر بہر حال تعیین وقت منع اور بدعت ہے
ہر حال پس ہمارے ملک میں بھی اگر کسیکی نیت ایصال ثواب کی ہی ہو ویگی تاہم یہ وجہ تعیین وقت کی بدعت ہونیکی ہر حال موجود ہو ویگی ورنہ
اصل چہلم ہمارے ملک میں بھی دونوں وجہ موجود ہیں اور مولف اسکو ہرگز نہ سمجھا اور فہم مطلب میں یہ خطائیں کیں کہ اجتماع کو کہ مطلق الی اہل
المیت حدیث جریر سے ممنوع تھا مقید بہ یوم الثالث اور علی القبر کیا اور خلاف حدیث کے بنایا اور اس قید کا احترازی ٹھیرایا حالانکہ واقعی
تھی اور تقسیم الورد کو بھی مقید کیا حالانکہ وہ مطلقا بدعت ہے اور اطعام طعام کو جو حدیث جریر سے منع مطلقا ہو گیا تھا قید علی القبر کیا اور خلاف
حدیث و فقہ کے بنایا اور تعیین وقت جو ممنوع تھا اسکے منع سے بعض انکار کیا اور تین مسئلوں کو دو بنا دیئے اور استدلال کو بالکل نہ سمجھا اور جعلت
کی بحث میں بھی کہ پس اب حسن علم و فہم مولف کا سب پر روشن ہو جاویگا کہ کچھ بھی تو مساس فہم کتب سے نہیں اور تکبر و دعوی کی کوئی نہایت
بھی نہیں قولہ یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا باعث الخ اقول مولف کی چشم فہم حق بین بند ہے شارح منہاج نے تو یہ لکھا ہے کہ ایام مخصوصہ
میں اطعام بدعت ہے نہ یہ لکھا کہ قبر پر لیجانے کی وجہ سے بدعت ہے نہ یہ لکھا کہ تعیین یوم کے سبب سے بدعت ہے مولف دوسری عبارت
سے قبر پر لیجانا ثابت کرتا ہے حالانکہ وہ دوسرا مسئلہ ہے چنانچہ بزازیہ سے واضح ہے الیساہی تعیین یوم کی بدعت پہلے محقق ہو چکی اور مولف
بھی تخصیص کی بدعت ہونیکا معترف ہو لیا ہے پس ہوش کرے تو سب کچھ لکھا ہے اور خواب غفلت میں رہے تو اسکے نزدیک کچھ بھی
نہیں لکھا اور مقابر پر لیجانا دوسری بدعت ہے ایک کو دوسرے سے کیا علاقہ ہے تامل ذرا کا ہے اگر ہمارے بلاد میں قبور پر نہیں جاتے تو
تعیین یوم کی ہی بدعت کراہت کو کافی ہے چہ جائیکہ دوسری وجہ بھی موجود ہوں قولہ دوسری دلیل الخ اقول مولف کے فہم پر
آفرین ہے عبارت بزازیہ میں یوم اول و ثالث و بعد اسبوع کے طعام کو مکروہ صاف کہا ہے غرض یہ ہے کہ ایام معینہ کے طعام
پکانا درست نہیں جب ان ایام میں درست نہیں تو دسویں بیسویں چہلم میں بھی درست نہیں وہ ہی تعیین یوم ان ایام میں ہے۔

یہ عبارت بزازیہ کی شرح منیہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح منیہ میں اُسپر اعتراض لکھا تھا کیوں نقل نہ فرمایا۔ دوسری وجہ داستدلال مانعین کیلئے یہ ہے کہ اگر طعام ایام مخصوصہ کی کراہیت موافق کلام بزازیہ کے مسلم بھی رکھیں تو وہ کراہت خاص اُس کھانے کیلئے ہوسکتی ہے جسکو وارثان میت بعض ملکوں میں فخریہ طور پر کرتے ہیں اور جس طرح شادی عروسی وغیرہ میں شان اور فخر کیساتھ کھانا کھلانیکا دستور ہے اسی طرح میت کا کھانا تکلف اور زینت سے اغنیا اور امیروں اور عزیز قریبوں کنبہ والوں کو کھلاتے ہیں جسطرح محدث دہلوی اور فقیہ شامی کے کلام سے عنقریب دلیل تیسری میں نقل کیا جاویگا لیکن اسکی ممانعت بھی ایسی ہے کہ اس عبارت سے سمجھلو جو مجموعہ فتاوی عالمگیری کی جلد خامس

---

انکے عرف میں اول وثالث کو پکتا تھا ہمارے عرف میں سوم جسویں کو مثلاً پس ایسے جزئیات سے استدلال میں خاص نام مطلق کا کھانا ہوتا ہے جو یہاں مؤلف طالب ہے یہ نہایت فہم مؤلف کا ہے ایک جزئیہ سے دوسری جزئیہ پر اشتراک کلیۃ وعلت کیوجہ سے دلیل لائے جاتا ہے یعنی کہ دونوں جزئیہ ایک کلیہ میں درج ہیں مثلاً نبیذ سے بھنگ کی حرمت پر بوجہ سکر کے مؤلف صاحب کا فہم قاصر ہے اب وجہ رد مؤلف کے اس قیاس کو سنو ایک کہ شرح منیہ نے اسکو نہیں مانا سو پہلے ہم لکھ چکے کہ رد مختار نے شرح منیہ کا قول بوجہ معقول رد کردیا ہے تو بزازیہ کا قول درست رہا اور قیاس بھی صحیح رہا اسکی بحث پہلے بھی ہوچکی ہے دوسری وجہ اسکے رد کی یہ کہ مراد اس طعام سے طعام فخر وریا کا ہے سو یہ تاویل مؤلف کی بالکل غلط ہے کیونکہ مطلق کو مقید کرنا بلا قرینہ قویہ بلا وجہ درست نہیں طعام فخر کا مطلقاً حرام ہے یہاں میت کے طعام میں اسکا ذکر کرنا خصوصاً کیا محل تھا حالانکہ جیسا فخر کا کھانا یہاں مکروہ ہے بلا فخر بھی برادری کو کھلانا مکروہ ہے بروایت جریر پس قید کی فخر کی لغو ہے اور مؤلف جو دلیل اسکی بیان کرتا ہے کہ بزازیہ نے خود کہا ہے۔ وان اتخذ طعاما للفقراء الخ یہ دلیل محض سفاہت مؤلف کی ہے کیونکہ یہ روایت اگر پہلے روایت سے متصل ہوتی تو مضائقہ نہیں تھا یہاں بزازیہ میں پہلی روایت تو کتاب الجنائز کی ہے اور یہ دوسری روایت بزازیہ کی کتاب الاستحسان کی ہے اسواسطے کہ شارح منیہ پہلی روایت کو نقل کرکے کہتا ہے کہ بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں یہ دوسری روایت منقول ہے اگر کتاب الجنائز میں ہوتی تو کیوں دوسرے باب سے اسکو نقل کرتا تھوڑی سی عقل درکار ہے پس کس طرح استثنا درست ہوگا عجب فہم مؤلف کا ہے ایک روایت مشرق میں دوسری مغرب میں اور استثنا جائز ہو نہیں بلکہ یہ روایت جدی ہے اور وہ جدی ہے بہرحال اس روایت بزازیہ کا کتاب الاستحسان سے کوئی قرینہ فخر کا درست نہیں ہوسکتا یہ محض کم فہمی مؤلف کی ہے ہاں یہ بات لاریب ہے کہ یہ حرمت طعام برادری کے اطعام کی ہے اور تعیین وقت کا مسئلہ یوم اول وثالث سے اور بعد الاسبوع سے نکالا گیا ہے پس اگر یہ طعام برادری کا ہے تو قطعاً مکروہ ہے دو وجہ سے ایک صنعۃ طعام من اہل المیت جیسا حدیث جریر سے معلوم ہوا دوسرے تعیین یوم کہ تقیید اطلاق سے مستفاد ہوا اور اگر خالص نیت فقراء کیواسطے ان ایام میں ہو تو کراہت تعیین وقت کے سبب سے لازم ہوویگی گو طعام کا ثواب پہنچے بہرحال تعیین وقت مکروہ ہوا جیسا اوپر ذکر ہوچکا مگر یہاں مؤلف کے علم وفہم میں کلام ہے کہ کہاں نکل بھاگا ہے قولہ فتاوی عالمگیریہ جلد خامس الخ اقول اس روایت سے غرض مؤلف کی یہ ہے کہ کچھ ایسی شدید کراہت طعام میت میں بھی نہیں چاہیے کھالیوے مگر یہ سراسر کم فہمی مؤلف کی ہے اول تو حدیث جریر میں نیاحت سے اسکو شمار کیا ہے اور نیاحت حرام شدید ہے تو یہ طعام بھی سخت مکروہ تحریمہ ہوا پھر بزازیہ وفتح القدیر اسکو بدعت مستقبحہ کہہ رہے ہیں اور حدیث۔ لاتقبلوا دعوۃ المتبارین فخر کے کھانے کو حرام فرما رہی ہے کہ مؤلف بھی اسکو قبول کرتا ہے پس فخر کے طعام میت کو لاباس کے درجہ میں



باب الہدایا والضیافات میں لکھا ہے۔ لایباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ الایام المصیبۃ واذا اتخذ لاباس بالاکل منہ بعض علماء اس پر تشدد زیادہ کرتے ہیں بعض کم اور صاحب بزازیہ نے جو منع کیا ہے اُسی طرح کے کھانیکو منع کیا ہے کہ جو شادی کی طرح ہو دلیل اسکی خود کلام صاحب بزازیہ ہے جو شرح منیہ المصلی میں اسی مقام پر مرقوم ہے وان اتخذوا الطعام للفقراء کان حسنا یعنی اگر غریب آدمیوں کیلئے کھانا تیار کریں اچھی بات ہے اگر صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکورہ بباعث تعیین ایام ہوتی تو یوں لکھتا وان اتخذوا الطعام فی غیر ہذہ الایام کان حسنا پس صاف معلوم ہوگیا کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت بباعث تخصیص ایام نہیں بلکہ اسلیئے کہ وہ لوگ غریبوں کو نہیں کھلاتے تھے اپنے دوست آشنا اغنیا کو کھلاتے تھے اسواسطے کہا صاحب بزازیہ نے کہ اگر کھانا تیار کریں واسطے غریبوں کے اچھی بات ہے اب مرد منصف کو چاہیے کہ خدا سے ڈر کر اس دلیل پر نظر کرے اور زبان زوری سخن پروری سے تائب ہو وما علینا الا البلاغ دوسرا مسئلہ منجملہ تین مسئلوں کے عبارت بزازیہ سے یہ معلوم ہوا کہ کھانا میت کی قبر پر لیجانا مکروہ ہے یہ بات ہم پر حجت نہیں اسلیئے کہ اسکو ہم خود مکروہ کہتے ہیں اور یہاں اُن ملکوں میں یہ رسم بھی نہیں تیسرا مسئلہ یہ نکلا کہ قاریوں حافظوں کو ختم قرآن کیواسطے جمع کرنا مکروہ ہے تحقیق اسکی یہ ہے کہ اگر اہل اسلام جمع ہوکر قرآن پڑھیں برائے خدا میت کو بخشیں اسکا حکم آئمہ مجتہدین اور علماء محققین اور اجماع مومنین سے اور مولوی اسحاق صاحب کے کلام سے ہم ثابت کرچکے کہ وہ ہرگز مکروہ نہیں پس بالضرور مراد صاحب بزازیہ کی یہ ہے کہ موافق رسم بعض ملکوں کے اگر حافظوں کو مزدوری دیکر قرآن پڑھوا دیں یہ البتہ مکروہ ہے اسکی تصدیق کتب فقہ میں موجود ہے شامی نے باب الاجارہ میں لکھا ہے

---

رکھنا محض غلط فہمی ہے اور عالمگیریہ کی تمام روایات یہ ہیں کہ حمل الطعام الی اہل المیت والاکل معہم فی الیوم الاول جائز ولبعدہ یکرہ کذا فی

---

التاتارخانیہ ولایباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لاباس بالاکل منہ کذا فی خزانۃ المفتین وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا الخ پس پہلی روایت میں ضیافت اہل میت کی بعد ایکدن کے مکروہ لکھی ہے اور پھر خزانہ کی روایت لاباس جسکی مراد یہ ہے کہ ہر چند تین روز تک انکو کھانا دینا مکروہ ہے مگر جو کوئی دیوے تو اہل میت کو کھانا درست ہے قرینہ اسکا یہ ہے کہ یہاں ثلثۃ ایام کہتا ہے جسکے معنے تین روز تک ہیں نہ تیسرے روز پس پہلے کہا کہ ایک روز کے بعد ضیافت مکروہ ہے پھر یہاں یہ کہا کہ اگرچہ طعام دینا مکروہ ہے مگر اہل میت کھاویں تو حرام نہیں اور جو مراد اُس سے یہ ہو کہ اہل میت کی ضیافت کو کھانا لاباس میں ہے جسکو مؤلف نے جزم کرلیا ہے تو اگر یہ فخر کا کھانا ہے تو کس طرح مباح ہوگا یہ تو حرام ثابت ہوگیا ہے بحدیث لاتقبلوا دعوۃ المتبارین جسکو مؤلف بھی قبول کرتا ہے اور جو اہل میت کا بلا فخر ہے تو جریر کی حدیث سے تحریم ہوچکی بہرحال فخر کا کھانا اور لاباس سے خفت کراہت کا ہونا مؤلف کا ہی فہم عالی ہے اور سب پس صاف معلوم ہوا کہ عالمگیریہ کی روایت سے فخر کا کھانا ہرگز مراد نہیں ہے اور روایت بزازیہ واقعہ کتاب الاستحسان سے استثنا روایت کتاب الجنائز کا ہرگز نہیں ہوسکتا فقط مؤلف کی خوبی علم کی ہے پس اس روایت کتاب الاستحسان میں وقت کا ذکر نہیں مطلق ہے وان اتخذوا للفقراء کان حسنا پس اسمیں کوئی تعیین وقت نہیں کہ جواز تعیین طعام فقراء کا معلوم ہو ہاں پہلی روایت سے تعیین کا بدعت ہونا معلوم ہوگیا اب مؤلف کو چاہیے کہ ہماری تحریر کو سوچکر انصاف کرکے ہٹ دھرمی سے باز آوے اور شرم کرے اور روایات کتب کو غور سے سوچا کرے یا کسی عالم سے تحقیق کرلیا کرے اپنی عقل خام وفہم ناکام پر معتمد نہ ہوا کرے اب سنو کہ روایت بزازیہ میں چار مسئلے ہیں مؤلف کو تین نظر آئے

قال تاج الشریعۃ فی شرح الہدایہ ان قرء القرآن بالاجرۃ لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وعن شیخ الاسلام ان القاری اذ قرء القرآن
باجل المال فلا ثواب فای شئ یہدیہ الی المیت انتہی کلام الشامی ملخصاً یہ جو لشکروں اور چھاؤنیوں اور بعض شہروں میں قرآن اسطرح پڑھواتے
ہیں کہ روپیہ کے تین قرآن یا چار قرآن کے حساب سے یا سپارہ کا روزینہ ٹھہراکر اُسکا ٹھیکہ کردیتے ہیں اس طرح قرآن شریف پڑھنا کیواسطے پڑھوانا منع
ہے اور صفحہ ۱۲ سیف السنہ میں جو عبارتیں طریقہ محمدیہ اور قاضی کی نقل کی ہیں انہیں بھی مراد یہی مزدوری کے طور پر قرآن پڑھنا ہے اسلیئے کہ اُسوقت میں
بعض ملکوں میں یہی دستور تھا اور خود طریقہ محمدیہ کی عبارت سیف السنہ میں ہے۔ والماخوذ منہا حرام للآخذ وہو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا
اور بعض علماء نے جو قبر پر قرآن پڑھوانیکی اُجرت جائز رکھی ہے انہوں نے قبر پر آنے اور جانے کی محنت اور اسقدر پابند ہوکر بیٹھنے کی اُجرت سمجھکر
جائز کیا ہے اُجرت قرآن کی نہیں وہ گویا مرید ہی قاریوں کیطرف سے پس فتاوی برازیہ کی عبارت سے کراہت ان باتوں کی ثابت ہوئی ہے
قرآن مزدوری دیکر ختم کرانا مردہ کی قبر پر کھانا لیجانا پہلے تیسرے آٹھویں دن ضیافت اغنیاء واحباب کے لیئے کھانا پکانا مکروہ ہے اور جسطرح
ہمارے ملکوں میں رائج ہے کہ طعام دسویں اور بیسویں اور چالیسویں کے حق میں جو خالصاً پکاکر مصلیتوں اور طلباؤنکو اپنے گھر بلاکر کھلادیں ہرگز
ہرگز کراہت یا حرمت اسکی عبارت برازیہ سے نہیں ثابت ہوئی بلکہ استحسان اور عمدگی ظاہر ہوگئی ہے کیونکہ اُسنے لکھدیا وان اتخذوا طعاماً
للفقراء کان حسناً اور سیف السنہ اور اُن کے والد بزرگوار نے یہ فقرہ چونکہ حضرت کے مخالف مطلب تھا نقل نہ کیا لاتقربوا الصلوٰۃ پر عمل کر

اول یہ کہ جسپر بحث ہے وہ دوسرا نقل طعام الی المقابر وہ خود بدعت ہے پہلی دلیل میں ذکر ہو لیا اسکو مؤلف بھی قبول کرتا ہے تیسرا مسئلہ اتخاذ
الدعوۃ لقراء القرآن یہ بھی گذر چکا اور سوم کی کراہت اس سے ثابت ہوئی اور چہلم کی شب کو بھی قرآن پڑھواتے ہیں اسکی کراہت بھی
اس سے صاف نکلی چوتھا مسئلہ جمع القراء والصلحاء الخ اسکو مولف نے تیسرا مسئلہ کہا ہے یہاں مولف کو سخت مصیبت پیش آئی کہ
مجمع سوم اور چہلم کا ہاتھ چلا تو اسکو ناچار رائے ناقص سے یہ ٹھہرایا کہ اُجرت پر قرآن پڑھوانا مراد ہے سبحان اللہ جیسا مؤلف اور اسکی
برادری اُجرت پر قرآن و کلمہ پڑھتے ہیں اُسی نحو دیا شیرینی و حلوا پر یا ضیافت پر تو برازیہ کے وقت کے صلحاء کو بھی ایسا ہی گمان کرلیا یہ سوچکر
شرم نہ آئی کہ جو اُجرت پر قرآن پڑھنے آویگا صالح کہاں ہوگا دوسرے برازیہ مطلقاً کہتا ہے مؤلف نے کس قرینہ سے مقید کیا خواہ مخواہ بھلا
یہاں کیا قرینہ ہے پہلی روایت میں تو کتاب الاستحسان سے کھینچکر دوسری روایت لایا تھا مگر یہاں بھی قرینہ ہے کہ آخر برازیہ کی کتاب
الاجارہ میں تو یہ مسئلہ لکھا ہے سبحان اللہ پس یہ صفحہ اُجرت قرآن کے باب سے سیاہ کرنا کوتہ فہمی مؤلف کی ہے معہذا تمام اعراس اور ضیافات
اموات میں حلوا شیرینی ہوتا ہی بنانیوالا حافظوں اور مسافرین کی نیت سے کرتا ہے اور جانے والے حافظ پنج آیتہ خوان وغیرہ اسی نیت سے جاتے
ہیں المعروف کالمشروط پس قرآن کی اُجرت کا طعام کھلانا اور لینا ثابت ہوگیا قلیل کثیر کچھ ہی شیرینی تمکین کا فرق مؤلف نے خود ہی اٹھا دیا ہے
اسکو یاد نہیں ہاشرح سوال میں لکھ چکا ہی ذرا غور کرے اب آخر میں بعض علماء کا فتوی قبر پر آنے جانیکی مزدوری کے حیلہ سے نقل کرتا ہے کہ جیسے سوم کے
کھلانے اور حلوہ فاتحہ و ختم کا کھانیکا حیلہ نکل آوے اور پہلے مولوی عبدالخالق کی نصیحت میں اسکو خود ہی منع لکھ آیا ہے یہاں وہ منسوخ ہوگیا افسوس کہ
مؤلف کو اپنا لکھا بھی یاد نہیں رہتا تو وجہ یہ ہے کہ فہم و علم سے تو کوئی بات لکھتا ہی نہیں انٹ سنٹ جو چاہا دوسرونکا قول لکھ دیا پھر بھولگیا بس باقی
کلام کا جواب ضرور نہیں پہلے لکھا گیا اور فہم مؤلف کا بالکل خلاف کتاب کے ہے اور حقیقت مسئلہ اور طعام کی اول تحریر ہولی مؤلف کی خوش فہمی کا



واتم سکاری پر زبان بند کرلی تیسری دلیل مانعین کی درباب چہلم وغیرہ یہ عبارت ہے کہ سیف السنہ کے صفحہ ۱۵۱ میں مرقوم ہے کہ شاہ ولی اللہ
صاحب نے مقالۃ الوصیت یعنی وصیت نامہ میں فرمایا ہے دیگر از عادت شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ
الیٰ آخرہ میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ عاقل ہوتے شاہ ولی اللہ کے کلام کو کبھی پیش نکرتے اسلیئے کہ اسمیں چہلم وغیرہ کے کھانے ہی کو نہیں منع
کیا اس میں تو اسراف کرنیکو عادت شنیعہ سے لکھا ہے اسراف کہتے ہیں بے اندازہ خرچ کرنے کو اور قرآن شریف میں ہے ولاتسرفوا انہ لا یحب
المسرفین۔ اسراف کو کون دوست رکھتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا منشاء اُسکے بند کرنیں بند کرنا اسراف کا ہے چنانچہ اُس کی بُرائی انہوں
نے بیان کی ہے اور ہم بھی اسکو بُرا کہتے ہیں اور اسراف لوگوں میں طرح طرح کے مختلف مقاموں میں پیدا ہوگئے تھے علامہ شامی نے
ضیافت اموات کی شناعت میں لکھا ہے یحصل عنہ ذلک غالباً من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لاتوجد فی الافراح وکدق
الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراۃ القرآن الی آخرہ دیکھئے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ موتی کی کہانیوں میں قندیل اور شمعیں روشن کیجاتی ہیں اسطرح کہ محافل شادی میں بھی نہوں اور طبلہ بجتے ہیں اور گانا خوش
آوازی سے ہوتا ہے عورتیں اور بے ریشہ لڑکے آتے ہیں جو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اسکی مزدوری لیتے ہیں یہ عبارت شامی نے باب الجنائز
میں لکھی ہے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسے اسرافات بھی جاری ہوگئے تھے اور اسی طرح جو خاص اپنے احباب اور برادران اغنیاء میں حصص
بطور تورہ بندی تقسیم کرتے ہیں غریبوں کو نہیں کھلاتے وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خود نمائی میں داخل ہے چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارۃ جو مولوی
اسحق صاحب نے مسائل اربعین کے سوال سی و ششم میں جامع البرکات سے نقل کی ہے وانکہ بعد از سالے و ششماہی یا چہل روز در این دیار بندو در میان
برادران بخش کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آن است کہ بخورند انتہی۔ واضح ہو کہ شرح منہاج میں جو گذرا کہ ششماہی و
سالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے اسمیں ایک یہی سبب ہے کہ جو مستحق اُس کھانیکے ہیں انکو نہیں کھلاتے اور کھانا اسطرح کا تکلفی پکاتے اور اسمیں

اظہار مقصود ہے تعداد اغلاط مولف نہیں کی اہل فہم خود جان سکتے ہیں قولہ تیسری دلیل مانعین کی درباب چہلم الخ اقول مولف شاہ ولی اللہ
صاحب کی عبارت کو بھی نہیں سمجھا افسوس کہ فارسی عبارت کو بھی خوب نہیں سمجھتا۔ تمام عبارت وصیت نامہ کی یہ ہے۔ از عادات
شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ اینہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آن ست کہ غیر تعزیت وارثان میت
تا سہ روز و اطعام ایشاں یکشبانروز رسمی نباشد الخ۔ اب دیکھو اگر مولف کو فہم ہوتا تو جان لیتا کہ شاہ صاحب خود سوم اور چہلم وغیرہ کو اسراف
میں داخل کرتے ہیں اور وجہ منع کی عرب اول میں نہ ہونا انکا فرماتے ہیں پس جب عرب اول میں نہ تھا تو خود ذات ان رسوم کی ممنوع
ہوئی نہ یہ کہ انکو کرو مگر اسراف ان میں کم ہو وہ صاف فرماتے ہیں کہ بجز تعزیت و اطعام مسنون رسمی نباشد ان سب کو رسوم میں داخل کیا اور
اسراف ٹھہرایا پس بدعت اور ممنوع ہوگیا ادنی شعور والا بھی جان سکتا ہے اور یہ عبارت شامی کی وہ ہے جسمیں اعتراض شارح منیہ کا رد کیا ہے
مولف نے اس اعتراض کو خیانت سے اخفا کیا ہے اور شاہ صاحب کو یہ بھی محقق تھا کہ چہلم وغیرہ سب رسوم بطور رسم ہی کرتے ہیں ایصال ثواب
مقصود نہیں اسی واسطے اسراف اور رسوم میں داخل کیا ہے اگر محض ایصال ہو اور وقت کی قید ہو تو کراہت و بدعت تعیین وقت کی ہو دیگی اور تمام
اسرافات شادی اور غمی کے سب حرام ہیں مگر اسکی حرمت سے جواز دہم وغیرہ رسوم کا ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ چہلم وغیرہ رسوم ہر حال ممنوع ہے

طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں جس طرح شادی عروسی کے کھانے میں دستور ہے اور احباب کی ضیافت خوشی خوشی کرتے ہیں ایسی کھانیکو فقہا
منع کرتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور یعنی الحزن وہی بدعۃ مستقبحۃ الی آخرہ
اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے ولا ضیافۃ فی بیوت الموتٰی وہم فی اللحود یعنے احباب کی ضیافت تکلف اور زینت کے ساتھ اہل میت کے
ہاں دینا اور کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات سرور میں جائز ہے موت میں سرور کہاں یہاں تو شرور یعنی غم ہیں اور مردوں کے گھروں میں ضیافت
کیسی، حال یہ کہ وہ قبروں میں پڑے ہیں واضح ہو کہ جس فقیہ کے کلام میں ممانعت ہے وہ ایسی قسم کے کھانیکی ممانعت ہی دلیل انکی
یہ ہے کہ صریح بزازیہ وغیرہ میں موجود ہے وان اتخذوا طعاما للفقراء کان حسنا۔ اور جو لوگ تعینات کے ساتھ ان فاتحات کو جائز رکھتے ہیں وہ
سب شکر کرتے ہیں کہ اغنیاء کو کھلا دینا ثواب میں معتبر نہیں چنانچہ تحفۃ النصائح میں ہے ؎ سازی طعام مردہ چوں روز سیوم ہشتم چہل
بادہی درویش را ورنہ نباشد معتبر ۔ **چوتھی دلیل** منع چہلم وغیرہ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول جو وصیت نامہ میں
فرماتے ہیں و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ
روز ماتم کردن جائز نداشتہ الی آخرہ ۔ واضح ہو کہ کھانا پکانا کھلانا امور دین سے ہے اور قاضی صاحب نے رسوم دنیوی کو منع فرمایا ہے وہ
یہ کہ عورتیں جمع ہو کر ان ایام میں رویا پیٹا کرتی ہیں اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے خود قاضی صاحب کی دلیل اپنے منہ بول رہی ہے
یعنی منع چہلم وغیرہ کی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں فرمایا پس اس سے
ثابت ہوا کہ چھماہی برسی چہلم وغیرہ میں ماتم نہ کریں مولوی اسمعیل صاحب نے بھی تذکیر الاخوان میں لکھا ہے۔ جو عورت ماتم پرسی کو آتی ہے
وہ بھی انکے پیٹنے چلانے میں شریک ہوتی ہے پھر کسیکے یہاں تین دن کسی کے سات دن کسی کے دس کسی کے چالیس دن کسیکے
چھ مہینے تک کسی کے برس روز تک کسی کے دو برس تک بھی بات جاری رہتی ہے جتنے دنوں جسقدر یہ نوحہ زیادہ ہو اسی قدر
اور چہلم وغیرہ بوجہ ایصال بھی بدعت تعین سے خالی نہیں پس ان روایات کا تکرار و اعادہ ہرگز مفید مولف کے مدعی کو نہیں اور پہلے سبکا جواب
ہو لیا اور معلوم ہو چکا کہ روایت کتاب استحسان نمازیہ کی متعلق ہے اسمیں کسیوقت معین کا ذکر ایصال ثواب کے استحسان میں نہیں اور وقت کا ذکر
دوسری روایت کتاب الجنائز میں تھا اسکا وقت یہاں نہیں آسکتا کہ دونوں میں ہر طرح مباینت ہے اگر ایصال میں تعین ہوگا وہ بھی بدعت ہوگا
اس روایت کے استدلال کو اور خطاء فہم مولف کو سب جان سکتے ہیں **قولہ** چوتھی دلیل الخ **اقول** وائے بر فہم مولف قاضی صاحب تو صاف
لکھتے ہیں کہ رسوم دنیوی مثل دہم و بستم الخ کھول کر رسوم دنیوی میں ان کو داخل کرتے ہیں مولف کچھ اور ہی سمجھ گئے نص سے یہ معلوم ہوا کہ دہم وغیرہ
رسوم دنیا تھی اور قاضی صاحب انکو رسوم دنیا جانتے تھے ایصال لوجہ اللہ نہیں تھا یہی معنی ہے مستدل کا کہ یہ رسوم دنیا ہیں مت کرو باقی
ایصال لوجہ اللہ تعالیٰ سو اسکو بلا قید کرو قید تعین پہلے نصوص سے ثابت ہو گیا کہ بدعت ہے خود قاضی صاحب کی دلیل منہ سے بول رہی ہے کہ
ایصال کو بھی چہلم دہم کیطرح مت کرو کیونکہ لکھتے ہیں واز مال حلال صدقہ بفقراء باخفا مدد فرمایند۔ اگر ایصال کو بطور دہم وغیرہ جائز فرماتے تو
وصیت اخفا کی کیوں کرتے مگر فہم مولف ہو تو سب کچھ ہے آپ مولف اسکو نقل کر رہا ہے اور نہیں بوجھتا اور صدقہ خیرات کو تو کوئی بھی منع نہیں کرتا
یا دہم وغیرہ رسوم کو منع کرتے ہیں یا ایصال کے تعین کو منع کرتے ہیں بہر حال قید دہم وغیرہ بدعت ہے اسکا ثبوت کسی وجہ سے مولف



ایسی ہیں ان لوگوں کی تعریف ہوا اور اگر نہ ہو تو طعن کرتے ہیں کہ فلاں کے ہاں میت کی کچھ قدر نہ ہوئی اور مرد جو جاتے ہیں تو صرف دستور رواج
کے موافق ان لوگوں کے دکھلانے کو کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اُس فاتحہ کے مردہ کے واسطے تو اب منظور نہیں ہوتا یہ عبارت ملخص
تذکیر الاخوان کی ہے پس قاضی صاحب کا اشارہ ان امور کی طرف ہے ورنہ خود اسی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں۔ واز کلمہ و درود
ختم القرآن و استغفار واز مال حلال صدقہ بفقراء باخفا امداد فرمایند انتہی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ختم کلمہ قرآن وغیرہ سب قاضی صاحب کے
نزدیک درست ہے اور صدقہ کو جو پوشیدہ فرمایا وہ اسلئے کہ اپنے ورثاء میں کچھ طریق نمود اور نمایش وغیرہ کا دیکھا ہوگا جیسا کہ ہم اوپر لکھ
چکے ہیں اسواسطے اخفاء کا حکم دیا ورنہ صدقہ ظاہر کرنا شرع میں درست ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ شاہ عبد القادر
صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے اگر کھلی دو خیرات کیا اچھی بات ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا فارسی ترجمہ یہ کیا ہے
اگر آشکارا کنید خیرات را پس نیکو چیز است اور ظاہر کر کے دینے میں ایک نفع اور بھی ہے کہ اور آدمیوں کو ہدایت ہو وہ بھی صدقہ
کریں **پانچویں دلیل** منع چہلم وغیرہ کے لیے یہ ہے کہ مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے طعام المیت یمیت
القلب وطعام المریض مرض القلب۔ و در نوادر شام آمدہ کہ مکروہ است اجابت کردن طعامیکہ بہت روح مردہ مکروہ باشد یعنے
نہیں کر سکتا اور تذکرۃ الاخوان سے بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سب امور رسمی ہیں اور ایصال ثواب مقصود نہیں اور قاضی صاحب اور شاہ
ولی اللہ صاحب کی تحریر سے بھی واضح ہو لیا اور اب تمام عرف عوام کا ظاہر ہے مگر مولف کی چشم حق بیں اور تحقیق داں نہیں **قولہ**
پانچویں دلیل منع چہلم الخ **اقول** مؤلف کی دیانت کو سب عقلاء غور فرماویں کہ خزانۃ اور دستور القضاۃ کی روایات ارواح کے آنیکے باب میں
کا اطلاق نصوص کی مخالفت اور بے سندی مولف نے سوید اپنی بدعت کی دیکھکر سر پر رکھی نہ صحابی راوی کو پوچھا نہ سند کی تحقیق مضامین
خلاف نصوص کی پرواہ ہوئی چنانچہ مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ حدیث اربعین میں جو کہ نوادر الفتاوی سے نقل ہوئی تو بزعم خود خلاف
اپنی مراد کے جانکر سند کا مطالبہ اور صحابی راوی کا نام اور کتاب حدیث کا نشان دریافت ہوتا ہے پس ایمانداری مولف کی اس سے معلوم
ہو گئی اگر فقط کسی فقیہ کا نقل کرنا کافی جانا تھا تو یہاں کیوں تامل ہوا اور جو سند کی ضرورت ہے اور حق بھی یہی ہے تو پہلی روایات
میں کیوں کوتاہی ہوئی اور جو خلاف صحاح کے ہونیکی وجہ ہے تو وہ احادیث صریح صحاح کی مخالف ہیں چنانچہ بیان ہوا اور یہ کسی حدیث صحیح
کے خلاف نہیں کیونکہ مسلم اور بخاری اور موطا میں صحیح ہے کہ زکوۃ اور صدقات اوساخ الناس ہوتے ہیں اسیواسطے بنی ہاشم کو
بسبب انکے خمس کے اور اغنیاء کو بسبب ان کی عدم حاجت کے حرام اور مکروہ ہوئی اور فقراء کو بسبب حاجت و ضرورت کے
درست ہی کہ الضرورات تبیح المحظورات کہا گیا ہے اور صدقات میں جو صدقہ دفع و ازالہ مرض کیواسطے ہو وہ مرض قلب ہے اور جو ایصال
ثواب میت اور ازالہ اسکی تقصیرات کی ہو وہ میت قلب ہے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا سو یہ بھی امر معقول ہے کہ غسالہ مرض میں
مرض کا اثر قلب آکل پر ہوویگا اور غسالہ معاصی میت میں موت کا اثر ہوویگا جب مطلق صدقہ میں غسالہ تھا تو یہاں بھی وہی ہے پس ایسے
طعام کی فقراء غیر بنی ہاشم کو اجازت ہے مگر علماء کو گو مکروہ نہیں مگر لائق بھی نہیں کہ انکا قلب لطیف رہنا مناسب ہے بوجہ شرافت علم کے کہ
فکر علم میں مکدر نہ ہو جیسا نظافت ظاہری علماء کو زیادہ لائق ہے پس اس سے نہ صدقہ کرنا منع ہوا اور نہ صدقہ کے کھانے کی حرمت نکلی

میت کا کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور مریض کا کھانا دل کو بیمار کر دیتا ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے کہ مکروہ ہے قبول کرنا اُس کھانیکا جسکو
روح میت کیواسطے کیا ہووے انتہی کلامہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو صحیح رکھو گے تو دوسری حدیثیں جو ترغیب خیرات میں میت کیطرف
سے آئی ہیں اور یا اجماع امت وہ مقبول ہیں اُنکا کیا جواب دوگے اور اس حدیث کی اسناد بھی معلوم نہیں نہ صحابی کا نام کہ کس صحابی
نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور نہ مابعد صحابی کے اور راویوں کا حال معلوم کہ پھر صحابی سے کن راویوں نے اسکو روایت
کیا اور نہ کتاب حدیث کا نام مرقوم کہ صحاح ستہ میں یا کسی اور کتاب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے اور قطع نظر اُن امور مرحلہ اس ملک کی
ہرگز صحیح نہیں اس لیئے کہ اس حدیث میں تعلق سوم و ہفتم و چہلم کے کہاں ہیں اس میں تو مطلق لفظ ہے کہ طعام المیت یعنی کھانا میت کا بلا قید
تاریخ مار دیتا ہے دلکو ہم کہتے ہیں جب اُس کھانے نے دلکو مردہ کر دیا تو اس کو کون کھاویگا وہ منع ٹھیرا اور جب وہ منع ٹھیرا تو وہ جو حکم
کا میت کیطرف سے تمام حدیثوں اور فقہ کی کتابوں میں ہے اور خود مانعین بھی یہ لکھتے ہیں کہ اگر بلا تعین کریگا تو جائز ہے پس اس صدقہ

مگر مؤلف اپنی کم فہمی سے حیران ہوا اور اس حدیث کو خلاف احادیث ترغیب صدقہ کی سمجھ گیا اور بوجہ اسکے کہ میت و ممرض قلب ہے اس
طعام کو بھی حرام سمجھ لیا ہے پس اسکو رد کرنے لگا حالانکہ یہ حرکت ہرگز حلال نہیں کہ اگر کسی جاہل کے فہم میں کوئی حدیث نہ آوے تو خود
بخود اسکو معارض سمجھکر رد کرنے لگے ۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون پس ظاہر ہو گیا کہ مؤلف کا یہ نقض و اعتراض کہ اس حدیث
سے تو مطلق صدقہ کی ممانعت ثابت ہوئی تو کون آدمی پیدا کیئے جاوینگے کہ ان کا دل مار دیا جاویگا محض کم فہمی ہے کہ مغز کلام کو نہ
سمجھکر ایسی شوخ چشمی حدیث میں کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو لیا کہ یہ حدیث نوادر الفتاوی کی ہے اور مؤلف خود کہہ چکا کہ حدیث ضعیف پر
بھی عمل کرنا جائز ہے مگر یہاں اگر یہ گستاخ کلامی شروع ہوئی اور معنی روایت نوادر ہشام کے یہ ہیں کہ جو طعام مُردہ کیواسطے رسماً کیا جاوے
اسکی اجابت کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ طعام مکروہ ہے کہ روایت جریر میں اسکو نیاحت کہا ہے پس حاصل استدلال یہ تھا کہ اطعمہ دہم و چہلم وغیرہ
سب رسمی ہوتے ہیں صدقہ مراد نہیں ہوتا لہذا اسکی اجابت مکروہ ہے اور مانعین بدعت ان رسوم کو انہی واسطے منع کرتے ہیں
کہ صدقہ مقصود نہیں ہوتا مگر مؤلف نہ مُراد کو سمجھے نہ فہم روایت سے کام اپنی ڈٹل مار دیا ہے اور اربعین کی عبارت میں جو تصرف مؤلف
نے کیا وہ اب لکھا جاویگا ۔ الغرض صدقہ کا غسالہ اوساخ کا ہونا ثابت ہوا اور فقرا کو اُسکا کھانا حلال رہا مگر علماء کو اُس سے احتراز
اولے ہے خصوصاً جو صدقہ مریض اور میت کے واسطے ہو کیونکہ اس میں تکدر ہوتا ہے اور تکدر کوئی وجہ کراہت و حرمت کی نہیں شرعاً جیسا
شکم سیر کھانا زیادہ سونا زیادہ کلام کرنا موجب تکدر قلب کا ہے مگر حرام نہیں ایسا ہی یہ طعام صدقہ ہے پس علماء کو حرام نہیں مگر احتراز اولے
ہے یہ مفہوم حدیث کا ہوا اب سنو کہ طعام میت وہ ہے کہ میت کے واسطے پکایا جاوے اگر بطور رسم کے ہے تو لاریب مکروہ ہے اور اگر صدقہ کی
نیت سے ہے اور تعیین وقت اسمیں کیا گیا تو بوجہ اس کراہت کے اس میں کراہت ہووے گی اور اگر دونوں بات نہ ہوں تو اس صدقہ
میں کراہت تو نہیں مگر صدقہ کے وسخ کا اثر تاہم ہوتا ہے پس اس صدقہ کی نسبت یہ مضمون ہے جو حدیث نوادر میں وارد ہے اسی واسطے
مشائخ صوفیہ اس قسم کے صدقات کو نہیں تناول فرماتے اگرچہ محل زکوٰۃ و صدقہ کے ہوتے ہیں اسکے بعد سنو کہ مؤلف نے عجب کاریگری

کی ہے کہ اصل عبارت اربعین کی یہ تھی ۔ در نوادر الفتاوی آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مُردہ ساختہ باشند مکروہ ہست سوم روزہ



اور طعام کیواسطے کون آدمی پیدا کیئے جاوینگے جنکو وہ کھانا میت کا کھلا کر دل انکا مار دیا جاوے ۔ چھٹی دلیل منع کی یہ کہ مسائل اربعین
میں لکھا ہے ۔ در نوادر الفتاوے آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مُردہ ساختہ باشند مکروہ ہست سوم روزہ و ہفتہ و ماہیانہ و
سالیانہ و آن طعام علماء و فضلاء را مکروہ ست انتہی اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ برسی اور تیجہ اور چہلم وغیرہ کا کھانا مکروہ علماء و فضلاء کے
واسطے ہے اور ونکو مکروہ نہیں اگر سب کو مکروہ ہوتا تو عالموں کا نام لینا کیا ضرور تھا خیر اگر یہ لوگ اسیقدر لکھدیں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ
علماء فضلاء تو خود اس کھانے میں کم جاتے ہیں اکثر اور آدمی کھاتے ہیں اگر اوروں کو جائز ہوا یہ بھی غنیمت ہے اور صحیح یہی ہے اس مسئلہ
مسئلہ میں بڑی شہرت مولوی اسمٰعیل صاحب کی ہے کہ وہ رئیس المانعین ہیں ان تعینات کو مکروہ و حرام کہتے ہیں صورت اسکی یہ ہے
کہ اُنکے نزدیک محض باعث ممانعت کا یہ ہے کہ اُنکو اپنے ہم عصروں میں یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ خالصاً للہ نہیں کرتے بلکہ لوگوں کے دکھانیکو

کرتے ہیں اور جبراً کرتے ہیں چنانچہ صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۶۲ میں لکھتے ہیں ۔ و در تقسیم طعام سیوم و چہلم بسبب خوف مطعون شدن
وسعت و کشادگی می کنند انتہی اور صفحہ ۶۳ میں ہے ۔ و نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل
غرض آن ست کہ مقید برسم نباشد بے تعیین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد ہر گاہ ایصال
نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگذارد اگر میسر باشد بہتر ست والا صرف ثواب فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب ہاست در تعیین

و ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ و آن طعام مر علماء و فضلاء را مکروہ ہست قال علیہ السلام طعام المیت یمیت القلب و طعام المریض یمرض القلب
و در نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مُردہ کردہ باشند انتہی ۔ اب غور کرو کہ یہانتک نوادر الفتاوے
کی روایت تھی مؤلف نے حدیث کو اور نوادر ہشام کی عبارت کو کہ آخر اس روایت نوادر کا تھا جدا کر کے ایک مستقل دلیل پنجم بنایا اور دلیل
اس عبارت کو دلیل ششم ٹھیرایا اور یہ محض خطا فہم کی ہے ورنہ یہ سب نوادر الفتاوی کی ہی عبارت تھی سو خیر جو اُسنے کیا اپنی کم
فہمی سے کیا کسیکو ضرر نہیں پس اس نقض اور کم فہمی مؤلف کا جواب تو ہو لیا اب دلیل ششم میں باقی سنو **قولہ** دلیل ششم منع کی یہ
مسائل اربعین الخ **اقول** اس طعام کی شرح تو پہلی دلیل میں گذر لی اور نوادر الفتاوی کا مطلب اب سنو وہ کہتا ہے کہ جس طعام میت میں
محض رسم اور تعیین ہو اور جس طعام میت میں کہ ایصال ثواب صدقہ اور تعیین ہو ان دونوں طعام کی اجابت کرنا مکروہ ہے چنانچہ فخر کے
طعام کی اور طعام فساق کی اجابت مکروہ لکھی ہے سو اس میں بھی کراہت تعیین کے سبب اجابت مکروہ ہے سبکو ۔ پھر کہا و آن طعام مر علماء
و فضلاء را مکروہ ہست یعنی اگرچہ سب کو مکروہ اسکی اجابت ہے مگر علماء و فضلاء کو خصوصاً مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں جب طعام میت و مریض کو
میت و ممرض قلب فرمایا ہے تو علماء کو خصوصاً ایسے اطعمہ سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ علم و فضل کی شان کے خلاف ہے کہ اوساخ کو استعمال کریں مگر
مؤلف صاحب فہم مُراد سے بعید یہ سمجھ گئے کہ خاص علماء کو مکروہ ہے اوروں کو درست ہے اور یہ خطاء فاحش محض غفلت الفاظ سے ہے دیکھو کہ
عوام کو تو کہا کہ اجابت کردن این طعام مکروہ کہ اعانت فعل مکروہ کی ہے اور شرکت فعل مکروہ کی ہے اور علماء کو کہا کہ یہ طعام مکروہ ہے یعنی اگر
اس قسم کا کھانا ہدیہ بھی کوئی دیوے تو نہ لیں کہ اُس طعام سے تکدر ہوتا ہے صدقہ نافلہ میں تکدر ہے مگر خاص میت اور مریض کے
صدقہ میں زیادہ تدنس ہے اور تعیین کی کراہت ہے تو عوام کو اجابت مکروہ ہوئی معہذا اگر وہ طعام صدقہ ہی ہے تو کھانا درست ہم

تاریخ ہر روز دو قسم دو ضع طعام ضیق پیش می آید انسان را خوانخواہ انچہ کردن دشواری بود سرانجام آن ضرورے افتد الی آخرہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سیوم اور چہلم وغیرہ کا کھانا تعیین ایام کے سبب منع نہیں جیسا کہ بعض علمار فی زماننا خیال کرتے ہیں بلکہ اُنہیں قباحت مولوی اسمٰعیل اور سید احمد صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کے پاس کچھ ہووے یا نہ ہووے پابندی تواریخ ایام سے خواہ مخواہ اسکو کرنا پڑتا ہے اسمیں تنگی اور مصیبت پیش آتی ہے پھر اگر یہی بات کسیکو پیش آوے اُسکے حق میں ہم بھی منع کریں گے اے بھائی تو اپنے مقدور کیموافق کرتے حوصلہ سے زیادہ نام آوری کے طور پر جسکا سنبھالنا تجھکو مشکل ہو اُس طرح مت کر خلاصہ یہ جسقدر تیرے پاس موجود ہے اسیقدر کرے اور جو کچھ بھی نہیں تو خالی فاتحہ پڑھدے سوال تعیین ایام کی حاجت کیا ہے؟ جواب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں خود شوق تھا کسب خیرات وحسنات کا وہ اپنے ولولۂ عشق دلی سے امور صالحہ کرتے تھے اُنکو نہ کسی تاکید کی حاجت تھی نہ تعیین کی

اور علمار کو خود صدقہ بھی اولےٰ نہ تھا اب جو یہ معصیت اُسکے ساتھ ہوئی تو اجابت تو مکروہ ہی ہے اُس طعام کا کھانا بھی نہیں چاہیئے یہ مُراد ہے نوادر الفتاوی کی مگر مولف کے فہم نے دقت کی اور عوام کو اجابت جائز کہنے لگا سبحان اللہ اب پھر کہتا ہوں کہ سب علمار شاہ ولی اللہ لیکر بلکہ بزازیہ کے وقت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ بعد اموات کے جو طعام کرتے ہیں رسم کا کھانا ہے اور مکروہ ہے اور اب بھی دہم چہلم شب طعام رکھے ہیں اور مکروہ ہیں اور اگر صدقہ خالص اور بلا تعیین وقت کے ہو تو ہر گونہ درست مگر صدقہ کی وجہ سے علمار کو لائق نہیں اور جو کراہت تعیین کی اُسکے ساتھ ہو جاویگی تو اگرچہ طعام صدقہ ہے اور ثواب پہنچیگا مگر اس فعل تعیین کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور اجابت بھی مکروہ ہوگی مگر افسوس کہ مولف نہیں سمجھتا اور یہی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں اور یہی وہی امر ہے **قولہ** اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا الخ **اقول** یہ ہر روز صاف ظاہر تھا مگر مولف کے فہم میں نہ آیا مکدر تھا اب بھی ذہن مولف کا صاف نہیں ہوا کہ یہ جانتا ہے کہ مانعین بدعت تعیین یوم کی سبب طعام کو مکروہ کہتے ہیں نہیں بلکہ اس فعل تعیین کو بہر حال مکروہ کہتے ہیں بسبب نصوص کے اور طعام اہل میت کو اگر ضیافت برادری ہے تو مکروہ کہتے ہیں اور جو صدقہ لوجہ اللہ تعالیٰ ہے اسکو جائز بتلاتے ہیں مولف نہیں سمجھتا حالانکہ بار بار کھولکر کہا جاتا ہے اجابت طعام دیگر ہے اور خود طعام تیسرے دن ہی در خانہ اگر کس ہست حرفے ہم بس است پس اب خاتمہ کلام کا مولف نے حق بات کہکر کر دیا مگر ہنوز فہم سے دور ہے کہ تعیین کی خرابی اُسکے ذہن سے نہیں نکلی حق تعالیٰ اسکو ہدایت کرے **قولہ** سوال تعیین ایام کی کیا حاجت ہے جواب الخ **اقول** کلیات نصوص اور جزئیات فقہ سے ثابت ہو لیا کہ یہ تعیین اوقات کا بدعت ہے اور تغیر کرنا حکم شرع کا ہے اور مولف بھی اسکو قبول کر چکا ہے اور بعض ان رسوم مروجہ میں تشبہ کفار کا بھی ہوتا ہے اور یہ بھی مولف کے نزدیک مسلم ہے کہ تشبہ کفار کا ممنوع ہے تو ہرگاہ کہ شرع سے ضلالت اور مکروہ ہونا انکا ثابت ہو لیا اب انکی جواز و اباحت کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور ہرگز کسی عالم کو اجازت نہیں کہ اسکو جائز رکھے اور ہرگز کسی عالم نے ان تعینات کو جاری نہیں کیا بلکہ ہر روز ممانعت کرتے چلے آئے ہیں بزازیہ اور منہاج اور فتح القدیر اور دیگر کتب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعینات کو منع کرتے رہے چنانچہ روایات ان کتب کی اس رسالہ میں ہی مکتوب ہیں مگر مولف کو فہم نہ ہو تو کیا علاج کیا جاوے اور بوجہ بے رغبتی عوام کے خیرات سے ہرگز بدعت کا اجرا اور مکروہات شرعیہ کی درستی نہیں مولف اپنی بدعت کے جواز کیلئے علمار کو بدنام کرتا ہے اور مولف محض نا بلد قواعد شرعیہ سے ہے ایجاد بدعۃ کا ہرگز ہرگز رغبت ولانی امر مستحب کیواسطے حلال نہیں خود فخر عالم علیہ السلام اس سے تحذیر فرما چکے ہیں بقولہ وایاکم ومحدثات الامور اور دیگر بہت احادیث جو بدعت کی



نہ یاد دلانیکی جب وہ دورہ گذر چکا لوگوں کے دلوں میں بے رغبتی امور صالحہ کی پیدا ہو گئی اُس کیلئے علمار دین نے بنظر اصلاح دین فتوی اور احکام پیدا کئے مثلاً قرآن شریف کی تعلیم پر اجرت لینا اصل حدیث سے منع تھا اسوقت میں لوگوں کے دل راغب تھے اللہ کے واسطے تعلیم کرتے تھے جب دورہ قرون صالحہ کا تمام ہو گیا لوگوں کے دل ویسے نہ رہے قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا بند ہونے لگا تب علمار دین نے حکم دیا جواز کا یعنی تعلیم قرآن پر دینا اجرت کا جائز ہے اور لینا بھی جائز چنانچہ فقہا لکھتے ہیں۔ **قولہ** چنانچہ فقہا لکھتے ہیں ہدایہ باب الاجارۃ میں القرآن الخ ہدایہ میں ہے لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتوے۔ اور اذان کے بعد تثویب یعنی الصلوٰۃ

تضییع اور امتناع میں واسطے ہیں اور یہ مسلم تمام اُمت کا ہے کہ ایصال ثواب فقط مستحسن اور مندوب ہی نہ سنت ہو کہ نہ واجب پس ترغیب مستحب کے واسطے احداث بدعت کس عاقل متدین کا کام ہے اور کون عالم ذی فہم اسکو جائز کہہ سکتا ہے ہاں جاہل جو چاہے کہے خود فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کسی سنت کی ادا سے بدعت لازم آوے تو سنت بھی ترک کر دیوے شامی نے بحر رائق سے نقل کیا الا انہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتہی۔ اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان فعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقہاء اقالوا اذا تردد فی شیء بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ لازم واما ترک الواجب فہل ہو اشد من فعل البدعۃ او علی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرحوا فیمن تردد بین کونہ بدعۃ وواجبا انہ یفعلہ وفی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلافہ الخ پس غور کرو کہ فقہا تو اتفاقاً وجزماً بدعت کے اندیشہ سے سنت موکدہ ترک کراتے ہیں اور واجب میں بھی بعض ترک واجب کو صحیح بتلاتے ہیں اور مولف کی یہ جرأت کہ امر مندوب کے واسطے علمار پر تہمت ایجاد بدعت کی لگاتا ہے اور خدا تعالےٰ سے نہیں شرماتا اور پھر دیکھو کہ فقہار تو اجانا وقوع بدعت میں یہ حکم ترک سنت کا دیتے ہیں اور مولف مندوب کے اجار کے واسطے بدعت کو طریقہ بنانا اور اجرار دوام کو کرنا جائز کہہ رہا ہے نہایت جہل کی بات ہے اور غفلت قواعد شرعیہ واحکام وضعیہ سے ہے معاذ اللہ تعالےٰ اب دیکھو کہ جن مسائل سے مولف کو اپنے جہل کے سبب دھوکا ہوا ہے وہ ہرگز بدعات نہیں کہ اُنپر قیاس کر سکے **قولہ** قرآن شریف کی تعلیم الخ **اقول** قرآن اور علم دین کے معلمین کو بیت المال سے کفاف ملتا تھا آخر وقت میں وہ بند ہو گیا اور عوام کو علم کی ایسی رغبت نہ تھی کہ معلم کے ہدیہ کیطرح خدمت گزاری کریں تو اگر معلم بلا تعلیم کرے تو محتاج سے پریشان ہوتا ہے اور جو کسب معیشت میں مشغول ہو تو علم مفقود ہوتا ہے اسواسطے اجرت کی اجازت دی سو یہ بے رغبتی عوام کی وجہ سے ہوئی نہ علمار کی طرف سے جیسا مولف سمجھا اور اس اجرت کی ضرورت ہوئی کہ کفاف فرض ہے سو اُجرت تعلیم پر لینا بوجہ عبادت کے ممنوع تھا اب اُجرت کا لینا بھی بوجہ ادائے معیشت کے ضروری ہو کر ممنوع نہ رہا تو اس میں اُس امر کا کہ مکروہ لغیرہ تھا جائز کر دینا ہے نہ احداث بدعت کا کہ کسی حال درست نہیں مولف کو کچھ بھی فہم ہوتا تو ایسے کلام بے معنی نہ کرتا اور پھر اُجرت علے التعلیم مسئلہ مجتہد فیہ ہے کہ شافعی اسکو جائز فرماتے ہیں کہ اسکی اصل شرع سے اُنکے نزدیک ثابت ہے تو اُس کی کراہت بھی مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے پس کسقدر بے علمی ہے استغفر اللہ تعالیٰ **قولہ** اور اذان کے بعد تثویب الخ **اقول** تثویب کو جو متاخرین نے مستحسن رکھا ہے تو اسکو بدعت حسنہ کہا ہے اور معلوم ہو چکا کہ بدعت حسنہ ملحق بالسنۃ ہے اور فی الواقع وہ بدعت ہی نہیں پس اسکا احداث کے یہ معنے نہیں کہ بعد قرون ثلثہ کے کسینے ایجاد کیا بلکہ وہ موجد اس قرون میں تھے اب اس کو رواج ہو گیا کیونکہ

ملہ یعنی ایک امر میں ایک وجہ سے سنت ہونیکا احتمال ہو اور ایک وجہ سے بدعت ہونیکا احتمال ہو تو اُس سنت کا ترک کرنا غالب ہے بدعت کر لینے سے پھر یہ بات جانو کہ بدعت کر لینے میں زیادہ ضرر ہے بہ نسبت سنت ترک کرنے کے [illegible]

الصلوۃ وغیرہ پکار کر کہہ کہتا تاکہ نمازی اگر جلد جماعت میں شریک ہوں متاخرین علماء نے مستحسن قرار دیا چنانچہ کتب عینی میں ہے والمتاخرون استحسنوہ
فی الصلوۃ کلھا لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ۔ یہ مسئلہ تثویب کا فتاوی عالمگیری میں بھی ہے اس قسم کی بہت نظیریں کتب فقہ میں موجود
ہیں جو ڈھونڈیگا پاویگا اور یہی معنی ہیں اُسکے جو مجمع البحار اور شامی اور فتاوی عالمگیریہ وغیرہ چند کتب معتبرہ معقبولہ میں یہ بات مندرج ہی
کہ کم من احکام یختلف باختلاف الزمان یعنی بہتیرے کام بدلجاتے ہیں زمانہ کے بدل جانے سے ایک وہ وقت تھا کہ قرآن کے اندر زیر و
زبر جائز مطلق وقف لازم وغیرہ لکھنا علما جائز نہیں رکھتے تھے مکروہ کہتے تھے چنانچہ متقدمین کی کتابوں میں مندرج ہے اور ایک وقت
وہ آیا کہ لوگوں کا ڈھنگ بگڑ گیا جہالت طاری ہوگئی تب علماء نے حکم دیا کہ قرآن شریف میں زیر و زبر وغیرہ لکھنا واجب ہے چنانچہ کشف الظنون
وغیرہ میں مصرح ہے بجا کہ مکروہ کجا واجب ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اور اسیطرح مساجد کی زینت اور بلند کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہی

کیونکہ بعد اذان کے قبل اقامت حضرت بلال فخر عالم علیہ السلام کو اطلاع کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی نے روز جمعہ کے دوسری اذان قایم
کی تھی سو تثویب فی الواقع سنت ہوئی مگر یہ اسوقت تک سنت تھی کہ توانی کی رافع تھی اور جب اس سے اور کاہلی بڑھی جیسے اس زمانہ میں
کا اذان کا کچھ اعتبار ہی نہیں یا تثویب پر طلب سمجھتے ہیں اور بعد تثویب کے قصد صلوۃ کا ہوتا ہے تو پھر یہ بدعت ضلالہ ہوگئی بہر حال یہ نظیر
مؤلف کی بھی لغو ہے کیونکہ کلام ایجاد و اجراء اُس بدعت میں ہے کہ منصوص ہو اور بدعت ضلالۃ اور یہاں تثویب میں جو نظیر ہے تو
اس امر کی ہے کہ اصل اسکی ثابت ہے اور سنت ہے سو اس نظیر کو یہاں لانا خود دلیل کم فہمی کی ہے **قولہ** کم من احکام یختلف الخ **اقول**
جس حکم میں کراہت یا استحباب وغیرہ ہوتا ہے اس غیر کے رفع سے حکم بدلجاتا ہے اسکو اصطلاح شرع میں ارتفاع حکم بارتفاع العلت
بولتے ہیں پس وہ امور در اصل مباح ہوتے ہیں و عوارض کسی حکم سے وہ مکروہ یا غیر اسکے ہوجاتے ہیں اور بعد رفع اس عارض کے
وہ حکم بدلجاتا ہے جیسا عورتوں کا مسجد اور عیدگاہ میں حاضر ہونا کہ فخر عالم علیہ السلام کے قرن میں جائز تھا اور پھر اُسی قرن صحابہ میں منکر
ہوگیا بسبب فتنہ کے مگر بدعت کا احداث ہرگز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے یہ بھی لاعلمی مؤلف کی ہے قواعد دینیہ سے **قولہ** ایک وہ
وقت تھا الخ **اقول** قرآن کی حفاظت و ابقاء فرض تھی پس اُسکے حفظ کی یہی سبیل تھی اسواسطے ضرور ہوئی اس میں بھی کسی بدعت
کا ایجاد نہیں بلکہ پہلے کراہت بسبب اسکے تھی کہ مصحف کو سب شئے غیر قرآن سے خالی رکھنا چاہیئے بقول ابن مسعود جردوا القرآن الخ اور
اسکی وجہ یہ تھی کہ قرآن میں کچھ اور شئے مخلوط نہ ہوجاوے پھر جب کہ یہ خدشہ رفع ہوگیا اور حفظ و تسہیل تعلم بدون ان امور کے دشوار ہوا تو حکم کراہت
کا بسبب ارتفاع علت کے رفع ہوگیا اور بسبب ضرورت کے واجب ہوگیا بہر حال ایجاد بدعت یہاں بھی ہرگز نہیں کاش مؤلف
کو کچھ بھی علم ہوتا **قولہ** اور اسیطرح مساجد کی زینت الخ **اقول** اس رائے پر زینت مساجد کی بوجہ اذا الرشین اسلام کے ہے اور رفع
شین اسلام کا فرض ہے اس میں بھی کوئی ایجاد بدعت کا نہیں مگر ایصال ثواب مستحب ہے اس کے رفع سے کوئی اسلام و دین
میں نقصان تھا اور تعین مطلق کی اور تحدید اوقات غیر محدودہ کی تعدی حدود اللہ تعالی ہے اور بدعت ضلالہ ہی اوقات
مندوب کے واسطے یہ ہرگز حلال نہیں کاش مؤلف کو کچھ بھی سمجھ ہوتی تو ایسے نااہل کلام نہ کرتا اور مؤلف مولوی عبد الخالق پر کثرت بدع
جو ایک سنت کی ہیئت سے طعن کرتا تھا اب بوجہ ضرورت وہی امور جائز ہوگئے مگر درست ہے کہ یہ مخالفت بسبب تبدل وقت کی سرزد ہوئی ہی



لیکن علماء بباعث مصلحت کے مستحب فرماتے ہیں چنانچہ صاحب مجمع البحار نے لفظ زخرف کی تحقیق میں لکھا ہے کہ جب لوگ اپنے گھر بہت عمدہ
عمدہ بنانے لگے اب مسجد کو کچی اینٹوں سے اونچے اونچے مکانات کے پاس بنا دینگے اور بہتیرے گھر کافروں کے بھی اسکے پاس بلند ہوتے
ہیں تو البتہ مسجد نظروں میں حقیر ٹھیرے گی انتہی کلامہ مجموع ان امثال و روایات سے معلوم ہوا کہ اگر زمان و مکان میں یا کسی ہیئت
اور وضع میں بباعث کسی مصلحت کے کسی قسم کی تعینات واقع ہوں تو وہ جائز ہیں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رسالہ انتباہ شروع
میں فرماتے ہیں۔ اگرچہ اوائل ہمت را با اواخر ہمت در بعض امور اختلاف بودہ باشد اختلاف صور ضرری نمی کند در ثبات سلسلہ بہمہ این امور
صحیح ہست در اختلاف صور را اثرے نیست انتہی کلامہ ملخصاً۔ ان عبارتوں سے یہ فائدہ نہایت اہتمام سے محفوظ رکھنے قابل پیدا ہوا کہ
اگر علماء متاخرین میں کسی قسم کا تعین مخالف وضع علماء متقدمین کے پیدا ہو تو یہ ضرور نہیں کہ اسکو رد کیا جاوے اسلیئے کہ مصلحت زمانہ
متقدمین میں وہ تھی جو انہوں نے حکم دیا اور متاخرین کے وقت میں بباعث تغیر اوضاع و طبائع امت کی دوسری طرح پر استحسان ظاہر
ہوا در حقیقت یہ اختلاف نہیں کہ دونوں فرقے متقدمہ و متاخرہ اصلاح دین پر متفق ہیں انکے وقت میں اصلاح اسمیں تھی اُن کے وقت میں
اصلاح دوسری طرح چنانچہ یہی وجہ مولوی اسمعیل صاحب کے مرشد برحق سید احمد صاحب کو پیش آئی کہ صراط مستقیم میں انہوں نے ایک باب
جداواسطے تجدید اشغال کے مقرر کیا صفحہ میں لکھتے ہیں بمصلحت وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال
جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعین کردہ شود انتہی۔ اور اسی کتاب کے آخر ورق میں مولوی اسمعیل صاحب اپنے پیر کا حال لکھتے
ہیں بعد ازاں در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوی ہمت کشادند و تجدید اشغالیکہ این کتاب مستطاب بران محتوی گردیدہ فرمودند انتہی
کلامہ یہ عاجز مؤلف اس انوار ساطعہ کا کوئی بات اپنی طبیعت سے نہیں کہتا کہ تا ثانی الحال الزام دیا جاوے بلکہ جو کچھ خلاصہ کلام ہے وہ
عطر چھانٹا ہوا انھیں حضرات تابعین کی مسلم الثبوت کتابوں سے ہے جب یہ مسئلہ محقق ہوگیا تو سمجھنا چاہیئے کہ صحابہ سابقین بالخیرات

وہاں مؤلف کو اعتراض کی ضرورت تھی یہاں جواز کی حاجت ہوگئی یہ سبب تہافتہ اقوال کا ہوا گو مؤلف کو شرم نہ ہو **قولہ** رسالہ انتباہ کے
شروع میں الخ **اقول** شاہ ولی اللہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ طرز اشغال گو متقدمین سے لیکر آج تک بدلتے چلے آئے ہیں اور نسبت
کا رنگ بھی بدلتا رہتا ہے مگر اصل طلق واحد ہے لہذا تسلسل میں فرق نہیں آیا پس وہ سب طرز اشغال اور کیفیت مسنونہ طریقہ
تھا اس میں کوئی تعین و تحدید بدعت نہ تھی سو اُس سے حجت لانا نہایت بعید ہے فہم مطلب شاہ صاحب سے معاذ اللہ وہ تعین کہ بدعت
ہو ہرگز مراد نہیں اور نہ کسی اہل دین سے اُسکی اجازت ممکن ہے مگر مؤلف کے فہم کا قاصر ہے پس یہ قاعدہ خوب محفوظ رہے کہ اگر
کوئی تجدید و تعین وضع سنت میں ہی واقع ہووے جائز ہے اور جو وہ تجدید حادث ہوجاویگی جس کو شرع میں بدعت کہتے ہیں وہ ہرگز
درست نہ ہوویگی اگرچہ کوئی کرے صراط مستقیم کے اشغال کی تجدید بھی اس ہی قسم سنت کی تھی کہ پہلا اشغال بھی مسنونہ تھے اور اب بھی
بر طرز مسنونہ ہی ہیں پس مؤلف انوار ساطعہ کا ہر چند اقوال پہلوں کے نقل کرتا ہے مگر بالکل بے معنے و بے محل بلا فہم لکھتا ہے کہ ہرگز مطلب
نہیں سمجھتا محض ناواقف ہے اور اسکی یہ سب کلام لایعنی لغو ہے اور اپنے جہل مرکب کا عطر نکالکر خلق کو فتن ضلالات میں ڈالتا ہے حق تعالی اسکو
فہم دیوے تاکہ صورت ہدایت کی دیکھی **قولہ** جب یہ مسئلہ محقق ہوگیا الخ **اقول** اب یہاں سے مؤلف نے اپنی عقل خام کی تقریر یا تمام شروع

اُن کے لیے تعین زمان ایصال ثواب وغیرہ کیلئے کچھ حاجت نہ تھی بلکہ وہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھکر خیرات اپنے
اقربا کی طرف سے کیا کرتے تھے چنانچہ قصہ سعد کا گذرا اب اگر کسیکو ثواب کا رستہ بتاتے ہیں تو وہ منہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے غرضکہ
لوگوں میں سستی واقع ہوئی تب فرق پڑنے لگا خیرات میں اور موتی کا حال دیکھا تو وہی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جسطرح کوئی ڈوبتا ہوا
آدمی سہارا تکتا ہے کوئی میرا ہاتھ پکڑلے میرے ہاتھ میں کوئی رسی کوئی لکڑی کوئی چیز آجاوے کہ اسکو پکڑکے بچ جاؤں اسی طرح میت
آسرا کرتا ہے اپنے زندہ اقربا کا اور اقربا کا یہ حال ہو گیا کہ اُن کے حق فراموش کرنے لگے تب کھڑے ہو گئے بزرگان دین تعین ایام
پر اور معین کیا اُسکو متفرق وقتوں پر مثلاً دسواں بیسواں وغیرہ معین کر دیا تاکہ وارثوں کو بھی بتدریج انتظام سہل ہو اور موتی کو یہ فائدہ
ہو کہ مدد کا سلسلہ منقطع نہ ہو کچھ آج فائدہ پہونچا کچھ پھر اُسکے بعد کچھ پھر اوسکے بعد اور یہ بڑا فائدہ ہے کہ تعین کے سبب یاد رہتا ہے [illegible]
کو اور خیال دل پر چڑھا رہتا ہے چنانچہ جو لوگ مصلحت تعین کے پابند ہیں اُنکے گھر سے کچھ نہ کچھ خیرات ہو جاتی ہے اور طرف ثانی جو بعضے وقت
اُن لوگوں کی بہ نسبت کہتے ہیں کہ اس تعین کے ساتھ کام کرنے سے نکرنا اچھا اسمیں انکو نمود منظور ہوتی ہے سو یہ کہنا اُنکا صحیح نہیں اسلیے
کہ ہر کوئی تو نمود داری کے واسطے نہیں کرتا اور اگر کوئی نمود کے واسطے کرتا ہوگا تو اسکو بھی ہم منع نہ کرینگے اگر اسکے حق میں نمود ہی تو کسی غریب
کا ایک وقت پیٹ بھریگا یہ تو کام اچھا ہے ہماری غرض یہ نہیں کہ لوگ ریا اور نمود داری کیواسطے کیا کریں حاشا وکلا عمل وہی بہتر ہوتا ہے
جو اخلاص سے ہوتا ہے لیکن یہ اسلئے کہا کہ اگر کسی ایکنے نمود کی طور پر عمل کیا اُسکے سبب سے منکرین سند پکڑ کے سب کو منع کرنے لگیں
اُنکے جواب میں بطریق دو سلسلہ کہا جاتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہ کچھ خیر سے خالی نہیں حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ میں فرماتے ہیں لا یترک
العمل لاجل الریاء یقال حتی اتتل ان الدنیا خربت منذ مات المراؤن لانہم کانوا یعملون الاعمال لاجل الریاء مثل الرباطات والقناطر والمساجد فکان
للناس فیہا منفعۃ وان کانت للریاء فربما ینفعہ دعاء احد من المسلمین یعنی عمل خیر کو ریا کی سبب نہ چھوڑنا چاہیئے کہتے ہیں کہ جب سے نمود داری کے کام
کرنیوالے مر گئے ہیں دُنیا اُجڑ گئی ہے اسلئے کہ وہ بھلے کام کرتے تھے سرائے پل مسجدیں بنواتے تھے لوگوں کا اسمیں بھلا تھا اگرچہ کام ریا کا اس
کرنیوالیکو نفع نہیں دیتا لیکن کبھی کوئی مسلمان اُس ریا کی چیز سے نفع پاکر دعا دیتا ہے تو اسکو اسی دعا سے نفع ہو جاتا ہے انتہی غرضکہ فعل خیر کا نتیجہ خیر
ہو جاتا ہے اب اصل بیان پر آتے ہیں کہ جب بباعث بے رغبتی اور سستی آدمیوں کے تعین کی حاجت ہوئی تو ایک کھانا اور فاتحہ سالیانہ کا یعنی برسویں دن
ٹھہرایا اور ایک نصف اسکا یعنی ششماہی پھر اسکا نصف یعنے سہ ماہی پھر اسکا نصف یعنی پینتالیس دن لیکن چونکہ اکثر امور میں عدد چلہ کا اعتبار
کیا گیا ہے اسلیے پینتالیس میں سے پانچ کم کرکے چالیسواں دن کر دیا گیا اور عدد چہل کی تمام جو شرع میں وارد ہے اسکے چند مقامات ذکر کئے
جاتے ہیں اول جب خمیر حضرت آدم علیہ السلام کا ہوا چالیس برس تک وہ خمیر اُسی حالت میں پڑا رہا پھر اُس کا ڈھانا شروع ہوا تو چالیس برس

کی ہے اسکے فقرہ فقرہ کے ابطال میں عبث دردسری اور وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ اثبات مدعے شرعی کا دلیل شرعی سے ہوتا ہے نہ ہر کلام
لائی سے سو جو روایات و عبارات مولف نے اپنے اس رسالہ میں معتبرین سے نقل کیں اپنے زعم میں اپنی معین مدعی جانکر تو اسکا رد ہو چکا اور
یہ کلام بے سروپا نتیجہ فکر مولف کا ہی مسائل شرعیہ ایسے کلمات فضول سے ثابت نہیں ہوتے اسکا جواب بالکل فضول ہے یا محقق ہے کہ نص صریح
کے مقابلہ میں ایسی عقلیات رذل قابل التفات نہیں اور بدعت کا ایجاد ایسے موہومات ہزلیات سے درست نہیں فقیہ ابو اللیث کا مدعی اس عبارتسے



تک وہ سڑا کیا جس طرح گارہ لیپنے مکانات کا سڑایا جاتا ہے پھر خشک ہونا شروع ہوا تو چالیس برس میں وہ خشک ہوا جس طرح وہ ٹھیکری
کا باجا نہیں ٹن ٹن بجتا ہے بجنے لگا اسی طرح آدمی کی پیدائش میں بھی چالیس دن وہ نطفہ رہتا ہے اور پھر چالیس دن خون بستہ پھر چالیس
دن گوشت کے ٹکڑے بوٹیاں بنجاتی ہیں غرضکہ اس سے معلوم ہوا کہ چالیس دن میں حال بدلجاتا ہے اسی غرض سے صوفیہ کرام نے عدد چلہ اپنی
ریاضتوں میں مقرر کیا کہ اتنے دنوں کی ریاضت میں حالت نفس کی بدلجاویگی اور حدیث میں آیا کہ جو چالیس دن اخلاص اللہ تعالیٰ کے
ساتھ رکھیگا اسکے دل سے چشمے رحمت کے پھوٹ کر زبان سے جاری ہونگے یہ حدیث تفسیر عزیزی میں ہے اور نقل کیا امام غزالیؒ نے
احیاء العلوم میں کہ جو کوئی چالیس دن تکبیر اولیٰ امام کے ساتھ پاویگا اللہ تعالیٰ اسکو دو باتوں سے بری کریگا ایک نفاق سے دوسرے عذاب نار کے
اور حضرت موسے کو بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ چالیس رات اعتکاف کرو اُسوقت ہم تمکو شریعت یعنی توریت عنایت کریں گے
یعنے اتنے دنوں میں حالات نفس و قلب وغیرہ بدل جاوینگے قال تعالیٰ :- واذ وٰعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ - اور بیہقی نے انس رضی اللہ
عنہ سے بابت ارواح انبیاء علیہم السلام کے یہ روایت کی ہے ان الانبیاء لایترکون فی قبورہم بعد اربعین لیلۃ ولکنہم یصلون بین
یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور. معنے اس حدیث کے زرقانی نے یہ لکھے ہیں کہ چالیس روز تک اُس جسد مدفون فی القبر سے روح بہت
پیوستہ رہتی ہے بعد ازاں وہ روح قرب الٰہی میں عبادت کرتی رہتی ہے اور بشکل جسد ہو کر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے انتہی اور یہ جو قوم
میں مشہور ہے کہ چالیس دن تک ہر کسیکی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے یہ حدیث شاید کہیں آئی ہوگی ارواح انبیا کی بہ نسبت تو وہ حدیث بھی
کی دیکھی عام ارواح کی نسبت نظر سے نہیں گذری لیکن ہم لوگ بہ نسبت علما سابقین کے کم مایہ اور سامان کتب علم کا قلیل ہماری نظر
سے نگذرنا دلیل اس کی نہیں کہ درحقیقت یہ حدیث آئی نہیں البتہ ہمنے دقائق الاخبار میں جو امام غزالی کیطرف منسوب ہے یہ حدیث تو دیکھی ہے
ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اذا مات المؤمن یدور روحہ حول دارہ شہرا یعنی جب جاتا ہے مومن پھرتی
ہے روح اُسکی گھر کے گرد ایک مہینے وینظر الی ما خلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یؤدی دینہ یعنی دیکھتی ہے وہ روح کس طرح تقسیم ہوتا
ہے مال اسکا کس طرح ادا کیا جاتا ہے قرض اسکا فاذا اتم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعو لہ ومن یحزن علیہ جب مہینہ
پورا ہوتا ہے دیکھتی ہے اپنے بدن کو اور پھرتی ہے گرد قبر کے ایک برس تک دیکھتی ہے کون میرے لیے دعا کرتا ہے کسکو میرا غم ہے فاذا اتمت سنۃ
رفعت روحہ الی حیث یجتمع فی الارواح الی یوم ینفخ فی الصور یعنی جب پورا برس ہو جاتا ہے اوٹھائی جاتی ہے روح جس جگہ دوسری روحیں
جمع ہیں وہ وہاں رہتی ہے قیامت تک انتہی لیکن یہ یاد رہے کہ روحیں انبیاء اور مومنین کی کسی جگہ رہیں لیکن قبر کے سبب کہ ایسا علاقہ
رہتا ہے گویا وہ اُسی قبر کے پاس موجود ہیں یہ اتفاق ہے اہل سنت والجماعت کا گفتگو مسلسل کہیں سے کہیں پہونچی کلام اس میں تھا

یہ ہے کہ اگر کوئی عمل صالح کرتا ہو اور اُس میں اس کو اندیشہ ریاء کا ہو تو باہم ترک نہ کرے کہ اگر کچھ ریاء سے بچا و بچا تو وہ بھی خالی نفع سے نہ ہوگا
مولف نہیں سمجھا اور یہ تجویز اپنے دل سے کر لیا کہ مراد یہ ہے کہ عمل ریاء سے بھی کر لیا کرے تو فائدہ سے خالی نہیں۔ معاذ اللہ الریاء شرک
وارد ہے اسکی اجازت مولف ہی کا کام ہے نہ ابو اللیث کا اور فرق ہے اسمیں کہ خالصاً لوجہ اللہ شروع کرے اور ریاء کا اندیشہ منشاء
ڈال کر شیطان ترک کرانا چاہے تو اسکو کہے جاوے چھوڑے اور اس میں کہ ریاء سے ہی شروع کرے موفقیہ نے قسم اول کو کہا ہے کہ خدشہ

کہ عدد چالیس کا اکثر مقامات میں آیا ہے اور اُس عدد میں یہ دلالت کل مقامات میں پائی گئی کہ پچھلا حال بدلجاتا ہے چنانچہ خمیر آدم اور حجر
نطفۂ انسانی اور چلّۂ صوفیہ وغیرہ امثلۂ مذکورہ سے یہ بات ظاہر ہے پس لابُد ہے کہ چالیس روز میں میت کی بھی ترکیب جسمی اور تعلق روحی
میں جو دنیا کے ساتھ ہے کچھ فرق و تغیر ہوا ہوگا جیسا ارواح انبیاء میں صریح وارد ہوا ہے پس اس تغیر کے وقت بھی امداد شائستہ کا دستور
ٹھیر گیا فاتحہ چہلم کو مقرر کیا گیا پھر وہی قاعدہ تنصیف کا جو سالیانہ سے ششماہی اور ششماہی سے سہ ماہی میں جاری کیا تھا چہلم میں کیا گیا
یعنی چہلم کا نصف بیسواں اور بیسویں کا نصف دسواں غرضکہ اس دستور پر قاعدہ فاتحات کا ٹھیر گیا اور حاشیہ خزانۃ الروایات اور
بعض رسائل میں اس عاجز کی نظر سے یہ روایت مجمع الروایات کی گذری ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر
حمزہ کے لئے تیسرے دن اور دسویں چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور برسویں دن صدقہ دیا اگر یہ حدیث کسیقدر قابل اعتماد ہے تو رسمیں
گو یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوگئیں یہ مجموعہ الروایات پُرانی کتاب سیکڑوں برس کی ہے خزانۃ الروایات میں بھی اس مجموع
الروایات سے بعضے مسائل اخذ کئے ہیں پس یہ جو قدیم الایام سے بزرگان دین میں فاتحات متفرق ایام میں ایک امر متوارث چلا آتا ہے بلا شبہ
یا تو اس حدیث یا کسی اور حدیث سے اُنہوں نے استخراج کیا ہوگا یا بنا بر مصلحت یہ طریقہ خود مقرر کیا ہوگا بہر کیف اگر انہوں نے خود بھی مقرر
کیا تو وہ بھی صحیح ہے حدیث شریف میں آگیا ہے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا۔ علامہ شامی شارح درمختار نے اس حدیث کے معنے لکھے
ہیں یعنی جو کوئی دین میں نیا طریقہ نیک نکالیگا اسکو اجر اور ثواب ملیگا واضح ہو کہ امر دین میں جو طریقہ نیک ایجاد ہوا اور مخالف قرآن وحدیث کے
نہو وہ درست ہے نماز کی نیت زبان سے کرنیکو جو ایجاد علما ہے اور درمختار اور اُسکے شارح شامی نے اسکو سنت العلما قرار دی ہے اور جائز رکھی
ہے اسکی بحث سابق گذر چکی اور معلوم رہے کہ یہ بھی ہمکو لازم ہے کہ ہم سلف صالحین کے قواعد اور اعمال پر اعتراض نکریں بلکہ اُس کا اتباع
کریں یہ حکم قیامت تک جاری ہے کہ ہر دورہ والا اپنی پہلے دورہ کی اطاعت کرے چنانچہ قطب ربانی امام شعرانی کتاب المیزان میں لکھتے ہیں

فکما ان الشارع بین لنا السنۃ ما اجمل فی القرآن فکذلک الائمۃ المجتہدون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعۃ ولولا بیانہم لنا ذلک لبقیت
الشریعۃ علی اجمالہا وہکذا القول فی اہل کل دور بالنسبۃ للدور الذی قبلہم الی یوم القیامۃ فان الاجمال لم یزل ساریا فی کلام علماء الامۃ
الی یوم القیامۃ ولولا ذلک ما شرحت الکتب ولا عمل الشروح حواشی انتہی۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی گفتگو بھی قریب قریب اسکے ہے
کہ شروع پارہ سیقول میں فرماتے ہیں پیغمبر بر کمال شاگواہی دہد و شمار بر کمال تابعین ہلم جرًّا الی یومنا ہذا پس صدر اول این امت مرتبہ
متوسط دارند درمیاں نبوت وامت محض کہ من وجہ کار پیغمبری می کنند ومن وجہ کار اُستان وہکذا الی یوم القیمۃ فی کل طبقۃ متقدمۃ بالنسبۃ
الی الطبقۃ المتاخرۃ انتہی۔ اب ہم مولانا عبدالعزیز صاحب کا ایک کلام جامع کہ بظاہر مختصر اور فی الواقع اس میں یہ سب تفصیلات

ریا کے خطرہ سے ترک نکرنا چاہئے اور پھر نظر دیدی کہ آخر مرا اُون کے کام میں بھی خلق کو نفع ہوا مولف کو فہم رسا دے تو کام ہوتا ہی نہیں
اپنے فہم پر پٹا باندھکر خوش ہونے لگتا ہے اور تقریر مسلسل جان کر تنجر کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اہل فہم کے نزدیک مضحکہ بنتا ہے بہرحال ایصال ثواب
تا یکسال اور جب تک چاہے جائز اور یہ تعینات بدعت ہیں چنانچہ سب کچھ لکھا گیا اور اس تقریر مسلسل کا جواب ضرور نہیں کہ خود شق ہے علیحدہ
لمعۂ سادسہ نصائح کا کہ اس میں کوئی بات بیہودہ نہیں لکھی جو کچھ اشارہ جواز دہم چہلم وغیرہ کا کچھ کیا ہے وہ مراجعہ ردی ہو چکا زیادہ کچھ



مروجہ اہل اسلام داخل میں لکھتے ہیں اور یہ بزرگ اس ذوق کے مسلم الثبوت علما میں ہیں تفسیر پارہ عم والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں بطور
خلاصہ اُن کے الفاظ بعینہ نقل کرتا ہوں اول حالتی کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن
دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی ہست و آنوقت گویا برزخ ہست کہ چیزے از انطرف وچیزے ازینطرف مدد زندگان بمردگان درین حالت
زود تر می رسد ومردگان منتظر لحوق مدد ازین طرف می باشند صدقات وادعیہ وفاتحہ درینوقت بسیار بکار او می آید وازین ہست کہ طوائف بنی
آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند انتہی جسکا دل چاہے تفسیر عزیزی فارسی نکالکر
دیکھے یہ مضمون مع بعض مضامین زائد ابھی پاؤگے اب ارباب انصاف جنبہ داری کو برطرف کرکے خیال فرماویں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ایام مروجہ کی امداد طعام وغیرہ کیلئے کیا علت صحیح شرعی پیدا کی کہ مردہ کا دل ان ایام میں کچھ ادہر ہوتا ہے کچھ اُدہر
اور زندوں کی مدد ان ایام میں جلد پہنچتی ہے پھر اس علت صحیح پر مرتب کیا یہ حکم کہ اسی سبب سے یہ بات ہے کہ آدمی اپنی اموات کو ایک برس تک اور
خاصکر ایک چلہ تک مدد کرتے ہیں دیکھئے برس دن تک کی امداد میں یہ رسمیں سب مروجہ اہل اسلام یعنی سیوم دہم بستم چہلم ششماہی سالینہ سب
داخل ہیں پھر شاہ صاحب نے اس رواج اسلامی کو رد نہیں کیا بلکہ اسکی تصدیق فرمائی یعنی اپنے مدعا پر اس امر مروجہ کو دلیل لائے پس
بطور دلیل لانا شاہ صاحب کا اس امر معین پر مقرر رواجی کو اور رد کرنا اسکو کسی وجہ سے دلیل صریح اسپر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر طوائف بنی آدم
میں رائج ہے حق اور صحیح ہے لمعہ سادسہ نصائح درباب اموات نصیحت جب کسیکا کوئی عزیز قریب مرجاوے تو چاہئے کہ صبر کرے اسکی موت
پر تاکہ مستحق اجر وثواب ہو طبرانی اور ابن مندہ نے ایک حدیث طویل روایت کی ہے جسمیں یہ بھی بیان ہے کہ ملک الموت نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں آدمی کی روح قبض کرتا ہوں جب اسکے لواحق رونے لگتے ہیں میں دروازہ پر کھڑا ہوجاتا ہوں اُس روح
کو لئے ہوئے اور کہتا ہوں کہ اے رونیوالو قسم اللہ تعالیٰ کی ہمنے اس آدمی پر ظلم نہیں کیا ہے وقت سے پہلے جلدی نہیں کی اور روح قبض
کرنے میں کچھ ہماری خطا نہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہو ثواب پاؤگے اور برا مانوگے تو گنہگار ہوجاؤگے اور ہمکو تمہاری طرف
پھر آنا ہے ہشیار رہو الی آخرہ نصیحت آدمی کو چاہئے کہ اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے درجہ میں کوئی اور بھی ہوگا فرمایا ہاں جو کوئی موت کو بیس مرتبہ ہر روز یاد کیا کریگا نصیحت آدمی کو چاہئے کہ
موت کیلئے تیار رہے اور اپنا وصیت نامہ لکھکر ساتھ رکھے جس کسی کا قرض ذمہ پر ہو اور جو کچھ نماز روزہ حج زکوۃ اُسکے ذمہ ہو یا قسم وغیرہ کا
کفارہ ذمہ پر ہو وہ سب اُس کاغذ میں لکھدے اسلئے کہ کیا خبر ہے موت کی اسکی کسوقت آجاوے اور مرتے وقت زبان سے وصیت
نکلے یا نہ نکلے اُس کاغذ کو وارثان میت دیکھکے تعمیل کردینگے نصیحت جب کوئی آدمی مرجاوے اور کوئی شخص اسکا عزیز قریب اپنی خاص ملکیت سے

زیادہ کچھ حاجت نہیں مگر ہاں اس تقریر مسلسل میں اتنا غور کرلینا ضرور ہے کہ جو کچھ مولف نے اس عبارت طویل میں لکھا ہے یہ ہے کہ عدد از بعیز
کو تبدل حال میں ایک مناسبت ہے پس اس پر یہ دیکھنا ضرور ہے کہ ایصال ثواب بعد تبدل حال کے یا وقت تبدل حال کے
مناسب ہے یا اُس زمانہ تعلق میت میں پس ہر عاقل کہیگا کہ جسوقت میت کو علاقہ اسطرف ہے اُسوقت امداد صدقہ ہے چاہیئے اور
جب تبدیل ہو نیکا دن ہے تو چند اں مفید نہو دیگا گو فائدہ سے خالی نہیں علی ہذا سال کے تعلق کا جواب ہے اور تنصیفات سال اور

اُس کیلئے فاتحہ کرے اس میں کسی فقیہہ و محدث کو کلام نہیں اور خاص میت کا مال اگر اس کام میں صرف کرنے لگیں تو اسمیں یہ شرط ہے کہ اُسکے وارثوں
میں کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہو اسلیئے کہ ترکہ بعد مرنے مورث کے ملک وارثوں کا ہوجاتا ہے پس اگر وارث بالغ ہیں تو وہ مال خاص اُن کا ہوگیا
اگر کوئی وارث اُن میں غائب نہیں سب موجود ہیں یا کوئی غائب تھا اور اُسنے اجازت دیدی تو اس صورت میں ان کو اختیار ہے جسقدر
چاہیں میت کے لیئے صرف کردیں اور اگر سب نابالغ ہیں تو ترکہ میت سب اُنکی ملک ہوگیا اُسکا صرف کردینا میت کے ایصال ثواب
میں جائز نہیں نہ کپڑا نہ کھانا نہ روپیہ نہ پیسہ فقط تجہیز تکفین میں جو اوٹھے وہی درست ہے اور بس اور اگر بعضے وارث نابالغ ہیں تب
بھی نابالغوں کا حصہ کل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے اُسکا صرف کرنا بھی ایصال ثواب کے لیئے جائز نہیں فتاوی عالمگیریہ کی جلد خامس میں ہے
وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ واذ لک من الترکۃ کذا فی التاتارخانیۃ اور یہ حکم کچھ
طعام فاتحہ کے واسطے ہی خاص نہیں بلکہ اس قسم کے ترکہ کی چیز لباس یا طعام یا نقد نہ مسجد میں دیجاوے نہ کسی مدرسہ میں نہ کسی فقیر کو نہ عالم
کو ہاں البتہ اگر موافق قاعدہ شریعت کے تقسیم واقع ہوجاوے اور صغیر وارث کو اُسکا حصہ دیکر ورثہ بالغین اپنے حصہ سے خرچ کردیں یا عورت
اپنے مہر کے دعوی میں وارث ہوکر اپنے حصہ مملوکہ سے صرف کردے یہ جائز ہے خواہ مدارس و مساجد میں دیں خواہ فاتحہ کریں اور مساکین کو کھلادیں
یہ مسئلہ بہت ضروری اہتمام سے یاد رکھنے کا ہے **نصیحت** جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلاوے تو نمود و بڑائی ظاہر کرنے
کیلئے نہ کرے حدیث شریف میں آیا ہے من سمع سمع اللہ بہ یعنی جو کوئی سُنا وے لوگوں کو اپنی تعریف سخاوت اور داد و دہش کی یعنی اپنی شہرت اور فخر
چاہے اللہ تعالیٰ اُس آدمی کو ذلیل کریگا سب کے سامنے پس اس صورت میں مُردہ کو ثواب پہنچانا تو کیا ممکن وہ شخص خود عتاب الٰہی میں گرفتار ہوگا وہی مثل
ہو جاویگی محنت برباد گناہ لازم اور کھانیوالوں کو بھی چاہیئے اگر یہ معلوم کریں کہ یہ کسیکے مقابلہ کھانا فخریہ کرتا ہے کہ فلاں شخص نے کیا کھانا کیا میں اس سے
بڑھکے کرتا ہوں تو ایسی دعوت نہ قبول کریں خواہ وہ کھانا غمی اور ماتم کا ہووے یا شادی اور خوشی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو آدمی ایسے ہوں کہ ایک کی ضد میں دوسرا بڑائی حاصل کرنیکو زیادہ کرے اگر وہ دعوۃ کریں تو
نہ قبول کی جاوے اُنکی دعوۃ اور نہ کھایا جاوے اُنکا کھانا کذا فی المشکوۃ **نصیحت** یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ قرضدار آدمی کو صدقات کا
کرنا خواہ اپنے لیئے کرے خواہ میت کیلئے شرع میں مستحسن نہیں صاحب مجمع البحار لفظ ظہر کی تحقیق میں لکھتے ہیں خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی
پھر دو سطر کے بعد لکھتے ہیں ولا صدقۃ کاملۃ عن ظہر غنی و ہو رد علیہ ای الشی المتصدق بہ غیر مقبول لان قضاء الدین واجب پس معلوم ہوا
کہ یہ طریقہ اچھا نہیں علی الخصوص جبکہ قرض سود دیکر بہم پہنچاوے یہ نہایت قبیح و شنیع ہے ایسا آدمی محض الحمد اور سورتیں پڑھکر بخشدیا کرے

چہل یوم کی محض بیکار ہیں انکی کوئی دلیل عقلی بھی مؤلف کو نہ ملی اور جو کچھ مجموعہ روایت چہلم حضرت حمزہ میں نقل کی ہے وہ باطل لا اصل لہ ہے
اور سلف کا اتباع اور عدم اعتراض جب ہی واجب ہے کہ حسب قواعد شرعیہ کے ہو اگر کسی سلف سے ایجاد بدعت کا ہوا ہو وہ ہر روز قابل رد کے
ہے چنانچہ صلوۃ رغائب کا رد کرنا اور دیگر امور بدعیہ کا خود کتب میں درج ہے کہ علماء خلف نے زمان سلف کے ایجادات کو رد کیا ہے علماء سلف
تو بری ہیں لیکن ایسی حرکات سے عوام اس زمانہ کے ایجاد کرکے باعث فتنہ ہوئے ہیں سو علماء خلف کو ہر روز اسکو رد کرنا لازم ہوا اور اب بھی لکھی ذا
سنہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے کلام سے بھی سال بھر تک ایصال معلوم ہوتا ہے اُسکا کوئی منکر نہیں تعینات ایام میں کلام ہے سو وہ بدعت ہے



**نصیحت** اگر وارثان میت بشرط مذکورہ کھانا کھلاویں تو مناسب ہے کہ غریب رشتہ داروں اور ہمسایوں اور اہل محلہ کو مقدم رکھیں فقہاء
باب الزکوۃ میں لکھتے ہیں لاتقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتے یبدأ بہم فیسد حاجتہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثل مشہور اول خویش بعدہ
درویش " اسی حدیث کا ترجمہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصبات کے شرفا میں جو رواج ہے کہ برادری کے آدمی بھی کھانا میت کا فاتحہ چہلم و بستم
وغیرہ میں کھلاتے ہیں وہ بھی شاید اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار و ہمسایہ اور اہل محلہ مقدم ہیں دوسرے آدمیوں پر اور ظاہر ہے کہ قصبات کے شرفاء میں
فراغت اور وسعت کم ہے اکثر لوگ غریب ہیں وہ آدمی کہ زکوۃ اُنپر واجب ہو یا یہ کہ اپنے مکان اور نفقہ اہل و عیال سے فارغ ہوکر بھی اُن کے پاس
کچھ مالیت زائدہ فاضل رہے ایسے آدمی کم ہیں بہت ایسے ہیں کہ اُنکے گھر کھانے کا بھی ٹوٹا ہے پس شریعت میں ایسے داخل فقراء ہیں
بنا علیہ بزرگوں نے اُنکو کھلانا بہ نسبت اور سائلوں کو چہ گرد کے مقدم سمجھا کہ حق ہمسائگی اور محلہ داری اور قرابت بھی ادا ہو جاوے اور خرچ
اپنے موقع پر بھی صرف ہو جائے پس اگر یہی نیت اب بھی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اہل محلہ اور رشتہ دار انکو اس نیت سے کھلادیں کہ آج میں
اسکو کھلادوں تو کل یہ مجھکو کھلاویگا اسصورت میں ثواب نہ ادرد ہوگا اسلئے کہ ارادہ معاوضہ لینے کا ہے پھر ثواب کہاں فلیکن ہذا آخر
ارد نا ایرادہ فی ہذا الباب واللہ ہو الہادی للصدق والصواب **نور چہارم** میں آٹھ لمعے ہیں لمعہ اولے اثبات محفل مولد النبی صلی اللہ

اور بس الشکر للہ تعالیٰ کہ باذنہ تعالیٰ انوار برہان ثالث نے کشف تدلیسات نور ثالث کا کرکے اخماد اسکا کردیا اور انظلام مع مندرجہ اسکا
سب پر واضح ہوگیا **قولہ** نور چہارم میں آٹھ لمعے ہیں لمعہ اولے اثبات محفل مولود الخ **اقول** یہ نور اصل مقصود تالیف اس رسالہ کا ہے
اور مراد خاص اور مطلوب اعلے مؤلف کا یہی نور ہے پہلے دو نور اسکی ہی تمہید اور اسکی ہی تحقیق کیواسطے تھے اور نور ثالث میں بھی اسکی
اثبات مد نظر اصلی تھا بس مایہ علم و عمل و سرمایہ تمام عمر و سعی غایت قصوی مؤلف کا یہی ہے چونکہ مؤلف نے اپنے نزدیک کوئی تحقیق نہیں کی مگر
اسمیں بھی اور کوئی اعتراض نہیں جو اسمیں اسکا جواب نہیں لکھا اور فتوی جو ورق جو تھا تو اسکو تو مؤلف نے سب اس رسالہ میں نقل کردیا ہے
مگر دوسرا فتوی جسکو مؤلف نے چوبیس صفحہ نام رکھا ہے اسمیں درج نہیں کیا مگر اسکی عبارات پر جواب و اعتراض ہیں لہذا مناسب جانا کہ اول
ان فتاوی کو بھی نقل کردیا جائے تا ناظر اسکو دیکھکر اعتراض و جواب مؤلف کا خوب سمجھ لیوے اور پھر انکی کیفیت سے مطلع ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم
**سوال** مجلس میلاد شریف بکدام طریق جائز است و بکدام صورت ناجائز بلا ردی و ریا بیان باید کرد **جواب** ذکر ولادت شریف پیغمبر ما
صلی اللہ علیہ وسلم بروایات صحیحہ در اوقات خالیہ از وظائف واجبہ خالی باشد بکیفیاتیکہ خلاف طریقہ صحابہ و اہل قرون ثلثہ نباشد و بعقائدیکہ موہم
شرک و بدعت را در آن گنجایش نباشد و با داب یکہ مخالف سیر صحابہ کہ از مصداق ما انا علیہ و اصحابی بیرون نرود بمجلسیکہ خالی باشد از
منکرات شرعیہ باعث خیر و موجب برکت است بشرطیکہ بصدق نیت و اخلاص باشد و در عقیدہ از جملہ اذکار حسنہ و مندوبہ غیر مقید
بوقت من الاوقات باشد پس کسی را از اہل اسلام نمیدانم کہ این چنین ذکر را غیر مشروع و یا بدعۃ پندارد واللہ تعالیٰ اعلم آری بعض اوقات امر
بعض امر مستحب چنان کردہ میشود کہ عملاً بصورت واجب مے نماید و با اینہمہ اگر اعتقاد فاعلش بوجوب آن نیست در حق وے بدعۃ نخواہد شد لیکن
ہر گاہ این چنین امر رواج اطراد و تکرار بار بار باعث لزوم در اعتقاد عوام می گردد پس اکنون ترک آن مستحب است چہ جائیکہ اکثر عوام و بعض علماء
علوم الدنیا کہ از حقیقت سنت و بدعت غافل و افرنداند آن مستحب را مثل واجب در عمل آرند بلکہ تارکش زد را اعتقاد خود برتر از ان شمارند کہ

تا یک جماعت صلوٰۃ باشد و پس و پیش ملوم و مذموم شرعی دانند درین وقت لازم است کہ این مستحب را ترک کند و بجائے آن بدیگر وظیفہ مستحب و
عملی از اعمال شرعیہ مندوبہ مثل صلوٰۃ و سلام بر نبی علیہ السلام و تسبیح و تقدیس و تہلیل وغیرہ از نوافل صلوٰۃ و صوم و اذکار بخلوت مشغول شوند
چنانچہ در حدیث صحیحین وغیرہ از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ از اجلۂ صحابہ و ملازم صحبت و خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در حضر و سفر و پیشوا
قراء صحابہ کبار اند و در مذہب حنفیہ استدلال بقول و فعل اوشان اکثر نست مرویست ۔ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ
ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ اوردہ فی المشکوۃ فی باب الدعا فی التشہد
قال صاحب المجمع فی صفحہ ۲۴۴ واستنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ قال الطیبی شارح المشکوۃ فی شرح
الحدیث المذکور ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر
انتہی یعنی فعل مستحب را واجب دانستن بدعت سیئہ است و اگر از بجا آوردن مستحب در عقیدہ عوام وجوب متصور گردد ترک آن مستحب است و اینچنین در
صورتیکہ کدام مقید غیر مشروعہ یعنی قیدیکہ از طرف شارع مقید بآن نباشد زائد کردہ نشود و اگر زائد کردہ شود یعنی مطلق را مقید کردہ آید یا مقید را مطلق
کنند یا چیزیکہ بالای حدیکہ در شرع ثابت گشتہ افزون نمایند گو زیادہ فی نفسہ مستحب باشد یا مباح این ہم از بدعت است چنانچہ در مشکوۃ فی
باب العطاس آوردہ عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام
علی رسول اللہ ولیس ہکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال رواہ الترمذی پس کلمۂ والسلام
علی رسول اللہ منجملہ مستحبات مقصودہ و اعمال فاضلہ است لیکن چونکہ با وظیفہ عطس زائد کرد عبد اللہ بن عمر برآن انکار کرد پس انعقاد مجلس
میلاد باین ہیئت کذائیہ متعارفہ امروز حاضر آوردن شیرینی و ارتکاب تکلفات از فرش و بساط و چراغ و قنادیل وغیرہ آلات روشنی زائد علی الحاجت
و اجتماع صغار و کبار بلکہ زنان و امارد و خواندن اشعار بسرود و تغنی و روایتہای بے اصل موضوعہ و مبالغہ در جروقت خواندن صلوۃ و تسلیم
و تداعی ہر کس و ناکس بلباسہا غیر مشروعہ و در نشہای محلوقہ و بار بہمہ منکرات آنرا مجلس رسول نام نہادن بلکہ محل نزول روح پر فتوح حضرت علیہ
السلام پنداشتن مشابہت حرکات نامشایستہ فسقہ کہ تمثال روضہ و قبہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالی عنہما ساختن و آنرا اصطلاح
المدین مرحومین تصور کردن و زیارت تعزیہ را زیارت حضرت حسنین قرار دادن و مثل مرثیہ خوانان جوابی و سلامی مقرر نمودن مستبعد
از طریقہ سنت سنیہ است و مکیدہ شیطانی مغرور بودن اما ذکر خالص احوال برکت اشتمال آنحضرت علیہ السلام بر طریق مشروع درود فرستادن
بروح پاک آنحضرت و دریافتن صفات و کمالات ان سرور کائنات موجب کثرت برکت و فراوانی رحمت و مثمر خیرات دارین و منتج
رفعت درجات تشائین است رزقنا اللہ تعالی وجمیع المومنین ببرکت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم وصحبہ اجمعین آمین وقیام عند
ذکر الولادت ثبوت آن بزمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اصلا نشدہ و در زمان حیوۃ آن سرور علیہ السلام صحابہ
برای آنحضرت قیام نمیکردند بوجہ آنکہ حضرت را خوش نمی آمد چنانچہ در ترمذی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۱۲ وارد است عن انس قال لم یکن شخص
احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراہیتہ لذلک وقال ہذا حدیث حسن غریب بعد وفات
آنحضرت وجود قیام وقت ذکر ولادت شریف در قرون ثلثہ ثابت نیست پس قیام کردن وقت ذکر ولادت شریف امر محدث است لا اصل لہ

رسول اللہ صلعم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا مگر تاہم صحابہ جب آنحضرت صلعم کو آتے ہوئے دیکھتے [illegible] لئے تعظیم کے واسطے کھڑے نہیں ہوتے تھے اسلئے جانتے تھے کہ آپ اس طریقہ



شامی آوردہ جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ علیہ السلام ان یقوموا لہ تعظیما وہذا القیام بدعۃ لا اصل لہ انتہی و نیز باید دانست
کہ قیام می نمایند برای تعظیم سید المرسلین نے کنند بلکہ یکی از لوازمات و شعار مجلس معہودہ محدثہ است چہ اگر برای تعظیم آن حضرت میکردند موقوف
بر ذکر ولادت نبودے بلکہ ہرگاہ کہ ذکر تشریف آوردن حضرت در مسجد یا در کدام مجلس و یا کہ وقت قدم شریف حضرت از سفر غزوہ و حج وغیرہ
مقامات آمدے قیام می کردند چہ زمان نبوت افضل تر از زمان ولادت بود علاوہ ازین قیام وقت ذکر ولادت ہم مطلقا معمول بہ نیست
بلکہ مقید است بانکہ مجلسے باشد کہ آنرا مجلس مولود نامند و لوازمات و ہیئت مجلس در ان مرعی و ملحوظ باشند آن وقت قیام ضروری است
والا لا مثلا واعظے بر منبر نشستہ در مجلس وعظ ذکر ولادت شریف بیان کند کسی را از سامعین خیال قیام ہم بخاطر نخواہد گذشت چہ جائے
قیام پس ہویدا است کہ قیام بنابر اعظام خیر الانام نیست بلکہ از شعار و لوازم مجلس است فقط و اہتمام مجلس نزد شان زیادہ تر از اہتمام نماز جماعت بلکہ نفس
جماعت را و بعض ایشان نفس صلوٰۃ راہم گذارند لکن حضور مجلس مذکور را واجب تر از نماز دانند انہم از خواہشات نفسانیہ نجری شوند
الا ماشاء اللہ تعالی و حضور صبیان و نسوان و فساق تارک صوم و صلوٰۃ و تماشاگاہ از کثرت قنادیل وغیرہ آلات روشنی و فروش نفیسہ و گلدستہ
ہائے عجیبہ ساختن و تلاش خوانندۂ خوش آواز و امرد حسین باشد و غزلہا و اشعار بسرود و نغمہ خواندن این چنین مجالس در زمان صحابہ و تابعین و تبع تابعین
و ائمہ مجتہدین گاہے یافتہ نشدہ حاشا و کلا بلکہ بر چنین مجالس صادق می آید الذین اتخذوا دینہم لعبا ولہوا وغرتہم الحیوۃ الدنیا نعوذ باللہ من شرور
انفسنا ومن سیئات اعمالنا اللہم اجعلنا من التوابین ومن المتطہرین الذین لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون بحرمۃ النبی المجید وآلہ الامجید بیدک الخیر
انک علی کل شیء قدیر اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا آمین ۔ حررہ احمد علی سہارنپوری ۔ یہ استفتاء کہ مولانا مولوی
رشید احمد صاحب گنگوہی سے درباب عدم جواز قیام مجلس میلاد شریف لے گیا اسکی نقل بعینہ معہ سوال کے کی جاتی ہے۔
سوال مجلس مولود میں وقت ذکر پیدائش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیما کھڑے ہونیکا رواج اسوقت جو ہو رہا ہے اس کھڑے
ہونیکو واجب سمجھنا درست ہے یا نہیں اور اگر واجب نہیں ہے تو واجب کا فتوی دینے والا گنہگار ہے یا نہیں اگر ہے تو کسدرجہ کا ہے؟
الجواب ۔ وقت ذکر میلاد کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ میں کہیں ثابت نہیں ہوتا جناب فخر عالم علیہ السلام کی سیر اور حالات ان قرون میں
بطریق وعظ و تدریس و مذاکرہ و تحدیث ہزار ہا بار ہوتا تھا مگر کسی روایت میں ثابت نہیں کہ بوقت ذکر ولادت کے کبھی کوئی کھڑا ہوا ہو یا کبھی
فخر عالم علیہ السلام نے اسکا استحباب یا ادب کچھ کسیطرح ارشاد فرمایا ہو یہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوۃ والسلام کیواسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث
ہے اور اسکا قیاس اوپر محض جہالت ہے کلام اسمیں ہے کہ آپکی ذکر ولادت پر جیسا معمول سفہاء زمانہ کا ہے کہیں ثابت ہووے سو یہ ہرگز ثابت
نہیں ہو سکتا پس اولا تو یہی حجت ہے اسکی بدعت غیر اصل ہونیکو کافی ہے اور جب اوپر اسقدر غلو ہے کہ عوام جہال اسکو واجب جاننے لگیں
اور تارک پر ملامت کریں تو خواہ مخواہ منکر اور بدعت سیئہ ہو جاویگا یہ ایک امر محدث ہے اگر کسی امر ثابت جائز کو بھی واجب سمجھنے لگیں وہ
بھی ناجائز منکر ہو جاتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا
عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ وقال العلی القاری فی شرح المشکوۃ فی شرح ہذا الحدیث
من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی اور فتاوی عالمگیریہ

میں ہے وما یفعل عقیب الصلوۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ انتہی پس اولاً تو یہی ثابت ہوگیا
کہ اس قیام کا ثبوت ہی کہیں احادیث یا آثار صحابہؓ سے قولاً و تقریراً و فعلاً ہرگز نہیں ہو سکتا تو یہ امر محدث ہی ثانیاً اگر فرضاً کچھ ہو بھی جاوے تو وہ واجب
مستحب بھی کسیطرح نہیں ہو سکتا کیونکہ واجب وہ عمل ہی کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ سے ثابت ہو یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت ہووے اور یہاں
قیام کے باب میں کوئی نص ہی نہیں نہ قوی نہ ضعیف اور سنت اُس حکم کو کہتے ہیں کہ مواظبۃ علیہ السلام کی یا خلفاء راشدین کی اُس پر ثابت ہووے اور قیام کی
میں جب کچھ ثبوت ہی نہیں اور فعل اسکا ایک بار بھی نہیں تو سنت تو کیا مندوب و مستحب بھی نہیں ہو سکتا نہایت الامر اگر کوئی عذر ہی کرے تو جواز و اباحت تک
نوبت آویگی مگر مباح کو سنت و واجب جاننے سے پھر بدعت و منکر ہو جاویگا جیسا کہ قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور رد
عالمگیری سے واضح ہو گیا بہر حال اس قیام کو واجب کہنا حرام ہی اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہی کیونکہ جس فعل کو شارع منع فرماوے وہ اسکو واجب کہتا ہی
تو بعض مخالفت شریعۃ غرا کی ہوئی قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت
مصیرا الآیہ الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہ وجہ ہی کہ یہ لوگ کسی روایت موضوعہ کو سند جواز کرتے ہیں یا کسی قول لا اصل کسی بزرگ
سے تمسک ہوئے ہیں سو معلوم ہو چکا کہ موضوعات اور اقوال و افعال بزرگان سے مذہب جواز ثابت نہیں ہوتا جبتک کوئی دلیل شرعی نہووے تو
ایسی صورت میں ہرگز ندب وغیرہ کا ثبوت نہیں اور جو بزعم خود وہ ثابت جان رہے ہیں تو تاہم درصورت واجب و مؤکد جاننے کے بدعت ہو جاویگا
یا یہ وجہ ہی کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لاتی اسکی تعظیم کو قیام ہی تو یہ بھی محض حماقت ہی کیونکہ اس وجہ میں قیام
کرنا وقت وقوع ولادۃ شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ
کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادۃ اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپکی ولادت کا ٹھیرا اور خود
حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہی بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھکر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں انکے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہیں
خرافات فرضی بناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھیرا کر حقیقت کا معاملہ اُسکے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں
حرام ہی لہذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار یا فساق کا ٹھیرا یا یہ وجہ ہی کہ ان مبتدعین کے زعم فاسد میں روح پرفتوح اس مجلس
پراشرار و معاصی اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و محضر بدعات و شرور میں تشریف لاتی ہی معاذ اللہ تو اگر یہ عقیدہ ہی کہ آپ عالم غیب
خود شرک ہی قرآن میں ہی وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الآیہ پس با ایں
عقیدہ قیام کرنا خود شرک ہو گیا اور جو عالم الغیب نہیں کہتے مگر دوسری دلیل وجہ تشریف آوری کی ہی تو خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں نص قطعی
واجب ہی احاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ضعاف و موضوعات سے تو بلیت تشریف آوری میں کونسی روایت قطعی ہی
جس پر عقیدہ کیا جاوے تو بس یہ عقیدہ محض اتباع ہوا و کید شیطان ہی ایسی رسوم قیام باین عقیدہ گناہ کبیرہ ہو دیگا الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں
بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک چوتھی صورت میں اتباع ہوا و کبیرہ ہوتا ہی پس کسی وجہ سے مشروع و جائز
نہیں پھر اسکو واجب کہنا صریح مخالفت شارع کی کر کے کافر و فاسق ہوتا ہی نجانا اللہ تعالیٰ منہ واللہ تعالیٰ اعلم اور ضمن تقریر سے اہل فہم کو یہ بھی واضح
ہو گیا کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہی اور شرعاً کوئی صورت جواز اسکی نہیں ہو سکتی واللہ الہادی الی سبیل الرشاد و صراط الحق حررہ



رشید احمد گنگوہی عفی عنہ اب بعد نقل ہر دو فتوی کے ناظرین غور سے ملاحظہ فرماویں کہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے اصل ذکر مولود کو مستحسن فرمایا ہی کلام
قیود میں ہی کہ ان قیود کی ضم سے مجموعہ مکروہ و بدعت ہو جاتا ہی اور فتوی مولوی شبلی احمد صاحب میں بھی مجلس مولود مروجہ کو بدعت و منکر لکھا ہی لہذا
اسکا خیال ہی کہ جو روایت مولف استحسان مولود کی لکھیگا وہ ہرگز مانعین کا جواب اور مولف کے مقصود کو نافع نہو یگی اور جو ان قیود کے اثبات
میں کچھ نقل کریگا تو وہ البتہ قابل التفات ہو ویگی کیونکہ مؤلف کی عادت طول رسالہ سے یہانتک خوب معلوم و محقق ہو چکی ہی کہ وہ نہ سوال سائل
کو غور کرتا ہی کہ کس چیز کا وہ سائل ہی اور نہ مجیب کے جواب میں خوض کرتا ہی کہ کیا حاصل جواب ہے اور نہ جواب و آیات و عبارات علماء کو فکر کر کے
سمجھتا ہے کہ کیا مراد اسکی ہی اور نہ یہ تامل کرتا ہی کہ مجکو کس شی کا اثبات کا مقصود ہی اس روایت و عبارت سے اسکو مناسبت ہے یا نہیں کیا اثبات
کرنا چاہیے تھا اور کیا اثبات کرتا ہوں اور یہ نہایت کم فہمی کی بات ہے لہذا ناظرین غور فرماویں کہ قیود کے اثبات میں جو کچھ لکھیگا وہ تو قابل
نظر و کلام کے ہو ویگا اسکو رد کیا جاویگا ورنہ اصل ذکر مولود کو کوئی مانع نہیں اسکے جواب کی راقم کو ضرورت نہیں گو اسکی خطا فہمی میں کلام
کی جاویگی غرض یہ امر مدنظر رہے اور قبل شروع رد کلام مؤلف کے بندہ راقم ایک عبارت شرح منیہ کی جسکی نقل پہلے بھی بحث سیوم میں ہو چکی ہی
نقل کرتا ہی کہ اسکو نہایت مناسبت اس محفل مولود سے ہی اور اس سے کراہت اس مجلس کی واضح ہو جاتی ہی لکھے دیتا ہی وہ بھی مولینا ممدوح کا
مستند جہلا کی ہی صلوۃ الرغائب ایک نماز نفل ہی کہ بعد چار سو برس کے حادث ہوئی اور ایسا ہی صلوۃ شب برات اسکی کراہت میں شارح منیہ بعد
بیان کرنے نوافل مستحبہ کے لکھتا ہی وبعد ذلک فالصلوۃ خیر موضوع فالم یلزم منہا ارتکاب کراہۃ اعلان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ
ما تقدم ما عدا التراویح وصلوۃ الکسوف وصلوۃ الاستسقاء فعلم ان کلا من صلوۃ الرغائب لیلۃ اولی جمعۃ من رجب وصلوۃ البراءۃ لیلۃ النصف من
شعبان وصلوۃ لیلۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین من رمضان بدعۃ مکروہۃ وقال ابو الفرج بن الجوزی وابوبکر الطرطوسی صلوۃ الرغائب موضوعۃ
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذب علیہ وقد ذکروا لکراہتہا وجوہا منہا فعلہا بالجماعۃ وہی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص
والقدر ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عن تخصیص یوم الجمعۃ بصیام ولیلۃ بقیام ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا
انہا سنۃ من سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیکون فعلہا سببا لکذبہم علیہ علیہ السلام قلت بل کثیر من العوام ببلاد الروم یعتقدونہا فرضا وکثیر منہم یترکون
الفرائض ولا یترکونہا وہو المصیبۃ العظمی ومنہا ان فعلہا یغری قاصد وضع الاحادیث بالوضع والافتراء علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنہا
ان الاشتغال بعد السور مما یخل بالخشوع والتدبر وہو مخالف السنۃ ومنہا ان فی الصلوۃ الرغائب مخالفۃ السنۃ فی تعجیل الفطر ومنہا ان سجدتیہا مکروہتان
اذ لم یشرع التقرب بسجدۃ منفردۃ بلا رکوع غیر سجدۃ التلاوۃ عند ابی حنیفۃ ومالک وعند غیرہما وغیر سجدۃ الشکر ومنہا ان الصحابۃ والتابعین ومن
بعدہم من الائمۃ المجتہدین لم ینقل عنہم ہاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لما فاتتا عن السلف وانما حدثتا بعد الاربعمائۃ ولیس لاحد ان
یستدل علی شرعیتہما بما روی عنہ علیہ السلام انہ قال الصلوۃ خیر موضوع فان ذلک مختص بصلوۃ لا تخالف الشرع بوجہ من الوجوہ وقد صح النہی عن
الصلوۃ فی الاوقات المکروہۃ انتہی پس غور کرنا چاہیے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوۃ نفل اس سے اعلیٰ و افضل ہی کہ عمدہ عبادات
اور افضل القربات اور خیر موضوع ہی مگر با اینہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ یہ اسمیں مشروع نہیں بدعت سمجھتے ہیں یہاں ذکر مولود بھی گو مندوب ہے مگر تداعی
و اہتمام اسکا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہو دیگا البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہی کیونکہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوات میں

علیہ وآلہ وسلم قال اللہ تعالیٰ ورفعنا لک ذکرک یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحقیق بلند کیا ہم نے ذکر تیرا یعنی ہم نے تمکو نبی
بنایا اور مشہور کیا زمین اور آسمان میں اور پھیلا دیا ذکر تمہارا دنیا کے انتہا کنارو تک اور تمہارا ذکر دونوں جہان میں محبوب مطلوب کر دیا امام رازی نے مطالب لکھکر
بعد اسکے یہ لکھا کان اللہ تعالیٰ یقول املاء العالم من اتباعک کلھم یثنون علیک ویصلون علیک یعنی یہ جو اللہ تعالیٰ نے رفعنا لک ذکرک فرمایا
اسکے معنی میں گویا اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ ہم بھر دینگے عالم کو تمہارے فرمانبرداروں سے وہ سب تمہاری تعریف کیا کرینگے اور درود بھیجا

تداعی ضروری ہے اور تعیین سور کا اس صلوۃ میں بدون ورود نص کے بدعت لکھا ہے سو مولود میں بھی تعیین ہیئات مباحہ کا جو معلوم ہیں بدعت
ہوویگا گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح یا مستحب ہوں مگر تعیین اُسکا ذکر مولود کیساتھ کہ بغیر اُنکے مولود نہو بدعت ہوویگا جیسا کہ تعیین سورۂ اخلاص کی
اور تعیین وقت کی اس صلوۃ میں مکروہ ہے بسبب تعیین وقت کے شارع کیطرف سے پس شہر ربیع الاول کی کوئی تاریخ مقرر کرنا اس میلاد کیلئے بھی مکروہ
ہوویگا اور علی ہذا کوئی امر مکروہ جیسا روشنی زائد از قدر حاجت مثلاً اور سب ممنوع امر کا منضم ہونا اس مجلس میں ممنوع ہوویگا اور جیسا عوام کا اس
صلوۃ کو سنت اعتقاد کر لینا باعث کراہت کا ہوا ہے ایسا ہی اس مولود کی مجلس کو ضروری جاننا عوام کا موجب کراہت کا ہے اور جسطرح وضاع
احادیث کی اغراء اس صلوۃ میں ہے اُسیطرح وضاعین روایات مجلس مولود کے یہانی غرض حاصل موجود ہے اور جیسا کہ رفع خشوع بسبب عدد سورہ کا اس
صلوۃ میں موجود ہے شب بیداری مجلس سے صلوۃ فجر میں بسبب کاہلی نوم کے رفع خشوع چند گونہ زائد موجود ہے اور جسطرح اس صلوۃ میں تعجیل صلوۃ فجر کی
سنت وقت کی فوت ہوتی ہے اس مجلس کے اکثر حاضرین کی خود صلوۃ فجر ہی فوت ہو جاتی ہے اور اس صلوۃ میں جس طرح بسبب سجدہ خارج صلوۃ کے جو
مکروہ ہے کراہت حاصل ہوئی اس مجلس مولود میں بسبب لباس ناجائز شرعی اور لباس ممنوع اور اسراف روشنی کے کراہت موجود ہے اور دیگر امور جو اس مجلس
میں زائد ہیں اور فتوی مولانا احمد علی صاحب سے معلوم ہوتے ہیں زائد ہے اور جیسا کہ شارح منیہ نے سلف صالح میں اس صلوۃ کا نہونا علت
کراہت کی قرار دی ہے حالانکہ نفس صلوۃ نوافل بکثرت ان قرون میں موجود تھا ایسا ہی اس مجلس کی ہیئت کذائیہ کا ان قرون میں نہ پایا جانا
اگرچہ نفس ذکر ولادۃ تھا باعث بدعت و کراہۃ کا ہونا ظاہر ہو گیا پس اہل علم و فہم و دین غور سے ملاحظہ کریں کہ یہ مجلس مولود مروجہ اس صلوۃ کی
ساتھ بالکل مطابق ہے مع شئی زائد فی وجوہ المنع پس کون عاقل متدین اسکو مستحسن کہیگا ہاں نفس ذکر ولادۃ مستحب ہے اور اسمیں کلام نہیں پس
حاصل یہ ہوا کہ نفس ذکر مستحب اور قیود اسکی ممنوع اور مجموعہ مقید بھی ممنوع اب مؤلف کے اقوال کو دیکھنا چاہیے کہ نزاع تو قیود اور مقید میں ہے
اور مؤلف صاحب فہم نفس ذکر کا اثبات کرتا ہے **قولہ** قال اللہ تعالیٰ ورفعنا الخ **اقول** سچ ہے کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا ایسا رتبہ بلند ہے کہ
نہ کسیکا ہوا نہو جسقدر توصیف آپکی کریں تھوڑی ہے مگر اس ذکر مبارک کا پاک مکان اور پاکیزہ ہیئت میں اور الواث بدعات و منکرات سے اسکا
صاف کرنا اور حضور فساق و مبتدعین سے اسکا منزہ رکھنا بھی مقتضائے شان ذکر کو لائق و واجب ہے پس اس آیۃ بیان رفعۃ شان صاحب المعراج سے
یہ بدیہۃً ظاہر ہے کہ اس میں کوئی تکدر غیر مشروع کا نہو کہ جس سے تشبث قیود مروجہ کا کہ خلاف امر حقتعالیٰ اور مخالف امر و رضا صاحب ذکر مقدم کے ہیں
ذکر کیساتھ ہونا ممنوع و محظور ہونا محقق ہو گیا پس یہ آیۃ اول دلیل بالنعین ہیئت مجلس کی ہے کہ جسکو مؤلف نے سمجھا ہی نہیں لہذا جو لوگ کہ
ذکر میں ان امور بدعہ اور منکرہ کو ضم کرتے ہیں جسمیں نزاع ہے تو وہ خلاف حکم اس آیت کے پستی اور ذلت اس ذکر کی کرنیوالے ہوئے اور
ضد حکم حقتعالیٰ کے عامل بنے اب غور طلب ہے کہ مؤلف کو مقصود اثبات قیود ذکر مولد کا ہے اور آیہ انکی حرمت ثابت کرتی ہے کیونکہ



کر دینگے انتہی مافی تفسیر الکبیر خیال کرنا چاہیے کہ یہ معنی بخوبی صادق آتے ہیں محفل میلاد شریف پر بیشک محفل قدس منزل مضمون آیہ ورفعنا لک
ذکرک میں داخل ہے اسلیے کہ اس محفل میں کثرت ہوتی ہے درود شریف کی اسقدر کہ نہیں ہوتی کسی اور مجالس وعظ و تدریس اور بیان ہوتا
ہے حضرت کے نور کا اور ظہور معجزات و کرامات کا جو وقت ولادۃ اور رضاع اور قبل نبوت و بعد نبوت ظاہر ہوئی اور بیان ہوتا ہے حلیہ شریف کا
سب ثنا و صفت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پس مضمون یثنون علیک ویصلون علیک خوب صادق آیا اسپر اور آواز بلند اور پاکیزہ سے
ایک مقام بلند مثل منبر یا چوکی پر بیٹھکر پڑھنے سے ایکا ور ہی شان رفعت ورفعنا لک ذکرک کی ظاہر ہوتی ہے اور جو کچھ روایات معجزات و
فضائل حضرت سید الکائنات بیان کیے جاتے ہیں وہ روائتیں ہیں کہ انکو صحابہ نے مجالس تابعین میں اور تابعین نے مجالس تبع تابعین
میں بیان فرمایا اسی طرح طبقہ بعد طبقہ ذکر ہوتا ہم تک پہنچا اگر یہ قصہ اور ذکر ممنوع ہوتا صحابہ اول طبقہ میں زبان اس سے بند کر لیتے نہ ہم تک وہ
فضائل پہنچتے نہ ہم مجالس و محافل میں ان کو بیان کرتے اور مناقب کو بمضمون آیۂ کریمہ ورفعنا لک ذکرک آفاق میں منتشر اور مشتہر کرتے خلاصہ کہ

وہی نفس ذکر کہ خالی از شوائب منکرات ہو مفہوم ہوتی ہے اور مؤلف کسقدر غافل ہے کہ منکرات کا اثبات اس سے کرتا ہے کاش
مؤلف کو کچھ بھی فہم ہوتا **قولہ** خیال کرنا چاہیے الخ **اقول** مؤلف کو بالکل ہوش نہیں کہ سمجھے اگر کثرت درود شریف اور ذکر خیر اس میں ہے
تو تلوث بدعت و مکروہات اور حضور اعداء اللہ بھی تو یہاں موجود ہے ابھی معلوم ہوا کہ عمدہ عبادت تلوث مکروہات سے مکروہ و بدعت ہو جاتی
گئی اور خود آیت سے پاکیزہ کرنا اس ذکر کا تلوث و نجاسات ظاہریہ و باطنیہ سے محقق ہو لیا اب فقط کثرت درود و ذکر خیر سے کسطرح باوصف ان
تدنسات معلومہ کے یہ مجلس داخل مفہوم آیت کے ہو سکتی ہے بلکہ قطعاً و یقیناً اس آیۃ سے یہ محفل خارج ہے بوجہ ان قیود غیر مشروعہ کے اگرچہ اسمیں
قرات و صلوات بھی ہوں ہاں اگر یہ سب قیود امور غیر مشروعہ رفع ہو جاویں تو بیشک داخل آیۃ کی ہے اور اسکو کوئی منع نہیں کرتا سو مولف کے
حسن فہم پر آفرین ہے کہ ثبوت نفس ذکر کا کرتا ہے اور کلام قیود غیر مشروع میں ہو رہی ہے سبحان اللہ علی ہذا منبر و چوکی پر بیٹھنے سے رفعت نہیں
ہوتی بلکہ مینار پر چڑھ جانے سے بھی کچھ نہیں ہوتا البتہ محفل ذکر کو نظیف خباثات ظاہریہ و باطنیہ سے کرنے سے رفعت ہو جاتی ہے رد المحتار میں مولود
مروجہ کو لکھا ہے ولیحذر من النذر بقراءۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب ایھاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفی صلی اللہ
علیہ وسلم انتہی۔ دیکھو کہ منارہ پر پڑھنا مولود کا مفید رفعت کو نہوا بلکہ قبیح ہو گیا اسواسطے کہ مشتمل لعب وغنا پر تھا پس مولف کا مولود کیونکر
رفعت میں داخل ہے کہ بشمولیت فساق و فجار کی وہاں تو قر ہوتی ہے اور قنادیل و تبذیر سے وہ محفل مظلم ہوتی ہے اور دونوں امر کی مذمت نصوص سے
مفہوم ہے وہ کون عاقل ہے کہ مدح رسول اللہ کی پڑھے اور عصیان اوامر رسول اللہ سے اس مجلس کو مظلم بناوے اور پھر اسکو داخل آیت
مذکورہ کے تصور کرے اگر اسکو استہزاء کہا جاوے تو بجا ہے اور ایسے فعل کے مجوز کو جاہل کہنا سزا ہے **قولہ** روایات معجزات الخ **اقول** روایات
احوال فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ نے جو کچھ بطریق درس و تذاکرہ کے تعلیم فرمائے اور اسیطرح آج تک چلے آتے ہیں نہ انہوں نے مجلس
مولود کی ہے اور نہ اُنسے اس ہیئت کذائیہ کا ثبوت ہوا۔ چنانچہ خود مولف اقرار کریگا کہ یہ مجلس چھ سو کے آخر میں ہوئی پس کلام اس
ہیئت میں ہے نہ ذکر احوال فخر عالم میں اور اس ہیئت کا ممنوع اور بدعت ہونا بھی ہمکو صحابہ سے ہی منقول ہو کر معلوم ہوا ہے اب
مولف کی عقل نا تمام کو دیکھنا ہے کہ جواز درس ذکر فخر عالم کو یہاں ثابت کرتا ہے اور مانعین کی مراد سے بالکل بیخبر ہے کہ وہ ان ہی امور کی ممانعت

یہ ذکر ثابت الاصل ہے عہد صحابہ میں تقاضا کر کے وصف حضرت کا سنتے تھے اور اس میں دل لگاتے تھے ترمذی نے شمائل میں روایت کی
ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا ہند ابن ابی ہالہ سے وکان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یعنی وہ بہت وصف کیا کرتا تھا حلیہ شریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وانا اشتھی ان یصف لی شیئا اتعلق بہ اور میں یہ
چاہتا تھا کہ وہ مجھکو وصف سناوے کچھ صورت مبارک کا اور دل لگاؤں میں اُس سے الی آخرہ۔ اب دیکھئے یہ حضرت امام حسن نواسۂ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت وفات حضرت سات برس کے تھے اتنی عمر والا اپنے اقربا کی صورت بھولا نہیں کرتا حالانکہ یہ صاحبزادے رضی اللہ عنہ تو
کمال ذہین اور متین اور قوی الحفظ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث حفظ کر کے روایت فرماتے تھے چنانچہ صحاح ستہ کے چند
ائمۂ حدیث نے قنوت وتر کی حدیث ان سے روایت فرمائی ہے اور اسماء الرجال میں انکو صحابہ میں شمار کیا ہے پس ظاہر ہے کہ ایسا حافظ اپنے
پیارے نانا جان کی صورت جو ہر دم گود میں رکھتے تھے کندھے پر چڑھا لیتے تھے نہیں بھولے تھے بلکہ مزہ لینے کیلئے کہ تذکرہ حضرت کا
موجب ذوق قلب اور خوب سنکر دل میں اچھی طرح منضبط کریں اسلئے ہند ابن ابی ہالہ سے سوال کیا کہ سناؤ مجھکو وصف شکل مبارک کا پس
بیان کیا ہند ابن ابی ہالہ نے وہ حدیث طویل ہے شمائل میں مذکور ہے اور ہند ابن ابی ہالہ کی نسبت جو یہ لفظ آیا کان وصافا عن حلیۃ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ لفظ وصافا صیغہ مبالغہ کا ہے اور مبالغہ کثرت سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ وہ کثرت سے بیان فرماتے رہتے تھے
حلیہ شریف کا اور اسیطرح دارمی وغیرہ محدثین ابو عبیدہ سے کہ وہ تابعی ہے مقبول ہے من المحدثین روایت کرتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے پوچھا
مسماۃ ربیع صحابیہ سے کہ وصف سناؤ مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ بولی لو رایتہ لقلت الشمس طالعۃ اور اسیطرح بیہقی نے روایت
کی کہ ابو اسحق جو ایک تابعی جلیل القدر ہے اُسنے ایک عورت صحابیہ سے پوچھا کہ بیان کر مجھسے کہ کیسے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالت کان کالبدر
لیلۃ القمر لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ غرض اس قسم کی بہت روایتیں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ تابعین میں بہت تذکرہ
آپکے اوصاف کا رہتا تھا عہد صحابہ میں اور اس زمانہ میں بس اسیقدر فرق ہے کہ اسوقت میں مختصر طور پر روایتیں بیان ہوتی تھیں اب تفصیل اور تطویل کر
ہوتی ہیں جسطرح علم حدیث کا حال ہے حضرت شاہ ولی اللہ انتباہ میں لکھتے ہیں کہ صدر اول میں حدیث لکھنے کا دستور نہ تھا یعنی صحابہ میں حدیث کا
تذکرہ اور یادگاری زبانی ہوتی تھی بعد انکے حدیثیں لکھی جانے لگیں اور ایک صدی کے بعد بہت باہتمام کتابت کا ہوا پھر دوسری صدی کے بعد پورے
طرح پر کامل تصنیفیں ہونے لگیں انتہی غرضکہ یہ جو کتب احادیث میں اب ہے کہ ایک قسم کی حدیثوں کا باب الگ نماز کی جسقدر حدیثیں ہیں وہ محدثوں نے

کرتے ہیں کہ جسکی ممانعت منصوص ہے **قولہ** خلاصہ یہ ہے کہ ذکر ثابت الاصل ہے الی **قولہ** غرض اس قسم کی بہت روایتیں ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ ذکر آپکا صحابہ تابعین میں بہت رہتا تھا فقط **اقول** اصل ذکر اور کثرت اس ذکر کا کسیکو انکار نہیں من احب شیئا اکثر ذکرہ ثابت ہے مگر
مولف کی مراد کا اس میں کہیں نام ونشان نہیں کیونکہ نفس ذکر کا کوئی مانع نہیں قیود میں کلام ہے نہ ذکر میں یہ مولف کی فقط کم فہمی ہے ہاں ان
روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبقہ عاشق فخر عالم کا تھا بار بار ذکر آپ کا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ عاشق خلاف امر ورضا محبوب کے ہرگز نہیں
کرتا تو جو کچھ انکا ذکر تھا وہ عین محبت تھی اور جسکو انہوں نے اس ذکر میں خلط نکیا بلکہ اسکی ذم فرمائی وہ ممنوع تھا پس اُس طبقہ کی متروکات مذموم
جملہ شنیع ہوئی سو قیود مروجہ مجلس ہمارے وقت کی مذموم ہوئی مگر مولف کو فہم نہیں **قولہ** عہد صحابہ میں اور اس زمانہ میں الخ **اقول** یہ شرح ویسطرہ روات کی در تالیف ہوتا



ایکجگہ جمع کر دیں اور زکوۃ کی ایک جگہ یہ بات پہلے بھی تھی پس اسی طرح وہ جو روایتیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقائع میلاد و
رضاع وغیرہ کی بابت صحابہ میں منتشر متفرق تھیں ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا انکو ایک جگہ جمع کر دیجئے تب محدثین نے انکو جمع کیا وہ
رسالے بنگئے سیکڑوں رسائل میلادیہ تصنیف ہو گئے از انجملہ مولد شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے مورد الصادی فی مولد الہادی
اور لکھا محمد بن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم اور لکھا امام القراء والمحدثین ابن جزری نے عرف التعریف فی مولد
الشریف اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریۃ سبکا نام طول کو پہنچاتا ہے غرضکہ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ
محدثین ہر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظما ونثرا اپنی مایہ سعادت
سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں پھر فارسی زبانوں نے فارسی زبان میں اور بلاد روم میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں
ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے اور یہ ذکر پاک بسکہ موجب فرحت وسرور تھا اس میں بعض سامان سرور مثل زینت مجلس و استعمال
بخور وعطریات اور اطعام طعام وشیرینی واجتماع اخوان وخلان بھی داخل اور شامل ہو گئے ان امور کے شامل ہونیکو علماء دین نے جائز رکھا اور
وہ جو چند فتوی مجمع قریب چوبیس صفحے کے مطبع ہاشمی میں اب مطبوع ہوئے ہیں اُسکے صفحہ تیسرے میں ایک عالم محدث نے ان امور زائدہ کی شرع پر دلیل

سنن ومندوبات کا اور جمع ہونا جوامع ورسائل کا سب حق ہے مگر مولف کی غرض کیسے حاصل نہیں ہوتی **قولہ** اور یہ ذکر پاک بسکہ موجب فرحت
وسرور تھا الخ **اقول** یہ تو مولف بھی اقرار کرتا ہے کہ یہ سامان سرور قرون ثلثہ میں نہیں ہوئے بلکہ چھ سو کے آخر میں ہوئے ہیں اگر اسپر وہ قول
شرح منیہ کا جو صلوۃ رغائب میں ہے پیش کیا جاوے کہ ائمہ مجتہدین تک کبھی اسکا وجود نہوا اور یہ علامت بدعت ہونے اُسکے کی ہے تو حجت کافی
ہے مگر ہم اُس سے درگذر کر کے کہتے ہیں کہ اُن سامان سرور کا ادخال اس ذکر مبارک میں اگر کسی نص سے ثابت تھا تو مولف کو پیش
کرنا اسکا واجب تھا کہ محل اثبات ہے اور اگر محض قیاس ہے تو قیاس خلاف نصوص کے مردود ہوتا ہے پس ہر گاہ کہ بموجب تقریر بالا محقق ہو لیا
کہ قیود وتعیین خلاف ما ورد بہ الشرع کے بدعت ہوتی ہے تو تجویز علماء دین کی تجویز بزعم مولف خلاف نص کے ہرگز معتبر نہیں ہو سکتی لہذا بالضرور
بحسن ظن سے ہم کہتے ہیں کہ اُسوقت میں یہ امور مباحہ اتفاقا سرزد ہوتے تھے اور اباحت کے درجہ سے نہ بڑھتے تھے اور عوام کے عقائد
کے فساد تک نوبت نہ پہنچی تھی لہذا اُسوقت میں علماء نے انکار نہیں کیا تھا مگر اسوقت میں وہ امر نہیں رہا معاملہ قلب ہو گیا یہ سب بدعت
ہو گئے چنانچہ شرح منیہ کی روایت ہم نقل کر چکے ہیں اور شرح منیہ کے قول کے جملہ علماء معترف ہیں اور جو امور منکر اسوقت میں پیدا ہو گئے
مثلا اسراف روشنی اور لباس ممنوع وغیرہ وہ اُسوقت میں مطلقا نہ تھا پس مولف کو کوئی حجت باقی نہیں محض سفسطہ زبانی ہے اور پس
**قولہ** وہ جو چند فتوی مجمع قریب چوبیس صفحہ الخ **اقول** اول مولف نے قرآن کی لکھی اور پھر روایات بیان حلیہ کی لکھی اور پھر بیان
ان رسائل حالات وسیر فخر عالم کا لکھا اور پھر تراجم اسکے زبانہائے مختلفہ میں ہونا لکھا تو چونکہ یہ سب امور متفق علیہا تھے اور اس سے
کوئی مدعا مولف کا ثابت نہوتا تھا تو ناچار فعل ملک اربل کا اپنے مدعا کے واسطے نقل کیا کہ امور سرور اس ذکر میں داخل ہوئی اور معلوم
ہے کہ ایسے افعال سے کوئی حکم کسطرح ثابت ہو جاوے چنانچہ اوپر کے قول میں اس احقر نے لکھ دیا ہے تو اول تو یہ قول خود مولف کے نزدیک بھی قابل
تسلیم نہ تھا مگر کیا کرے جب کوئی دلیل نہ ہو تو ایسے ہی اقوال ساقط بے نفس پروری ہوویگی پھر بعد اُسکے یہ مولف نے سوچا کہ مولسنا

قائم کی ہے۔ عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ

ولیس ہکذا علمنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علے کل حال رواہ الترمذی یہ حدیث مشکوۃ کے باب العطاس میں ہے
اور غرض اس محدث کی اس حدیث سے یہ ہے کہ السلام علے رسول اللہ ایک امر مستحب ہے لیکن چونکہ وظیفہ عطاس پر بر خلاف منقول اس شخص
نے یہ کلمہ زائد کر دیا اسلئے عبد اللہ ابن عمر نے اُسپر انکار کیا بنا بر علیہ مولد شریف میں بھی جو چیزیں زائد ہیں وہ بعینہ قابل انکار ہیں جواب
اُسکا یہ ہے کہ مشکوۃ المصابیح میں یہ حدیث مذکور نقل کرکے لکھا ہے ہذا حدیث غریب شیخ محدث دہلوی نے مقدمہ میں لکھا ہے

احمد علی صاحب اس ادخال سرور کو اپنے جواب میں باطل فرما چکے ہیں مباحات کا ضم تو یکطرف وہ تو خود ضم مستحب کو بھی بغیر اذن شرع کے بدعت
بنا چکے تو مولف کو اسکے جواب کی فکر ہوئی کیونکہ جبتک وہ قول رد نہ ہولیوے تو مجلس مولود مولف کی ہرگز درست نہیں ہو سکتی لہذا مولف
نے اُسکا جواب لکھنا شروع کیا ہے اور حاشیہ پر مولوی صاحب کی نسبت شرکت مجلس وجد اور قیام کی تہمت اور تکذیب اسکی کہ یہ اُن کا
ہے اور شہادت حافظ عبد الکریم خاں کی لکھتا ہے اسکا جواب بجز اسکے نہیں دیتا ہوں کہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین مولانا مرحوم ہر روز اس مجلس
کو بدعت فرماتے رہے اور مولانا کا مُہری دستخطی یہ فتوی موجود ہے پس بندہ اسکے کذب واتہام مندرجہ حاشیہ سے اعراض کرکے اول یہ کہتا
ہے ناظرین بغور سنیں کہ سابقا کلیہ شرعیہ ممہد ہو چکا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا بدعت ہے اور شارح منیہ نے بھی صلوۃ رغائب میں اس کلیہ کو ذکر
کرکے اس کلیہ سے کراہت و بدعت ہونا صلوۃ رغائب کا ثابت کیا ہے اب بندہ یہاں کچھ اور بھی مطلب لکھتا ہے بخاری میں ہے کہ حضرت
ابن عمر نے مسجد میں لوگوں کو صلوۃ ضحے پڑھتے دیکھکر فرمایا کہ یہ بدعت ہے حالانکہ صلوۃ ضحے سنت مستحب ہے اور مسجد میں جانا بھی مستحب ہے مگر
بایں اجتماع اس صلوۃ کا مسجد میں پڑھنا نہ تھا تو اسکو بدعت فرمایا اور اُسپر انکار کیا اور حضرت عبد اللہ ابن مغفل صحابی نے جہر بسم اللہ کو
کے ساتھ نماز میں بدعت منکر فرمایا حالانکہ بسم اللہ ذکر ہے اور جہر بذکر ممنوع نہیں مگر چونکہ یہاں جہر منقول نہ تھا اسکو بدعت فرمایا یہ حدیث ترمذی
وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہے امام صاحب کے نزدیک عید الفطر میں تکبیر بجہر راہ مصلے میں بدعت ہے اسواسطے کہ یہاں اُنکے نزدیک جہر
ثابت ہوئی ہے سو جہر غیر مورد شرع میں بدعت ہوا حالانکہ جہر بالتکبیر والذکر مستحب ہے اور بحر الرائق میں کہتا ہے لان ذکر اللہ اذا قصد به التخصیص
بوقت دون وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعا ما لم یرد به الشرع۔ عالمگیریہ کہتا ہے یکرہ للانسان ان یخص لنفسه مکانا فی المسجد یصلی فیه
ان سب سے ہی ثابت ہے کہ کسی اطلاق شارع کو قید زمان ومکان وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے بدون اذن شارع کے پس اس کلیہ
مسلمہ تمام اُمت کا ہے اور ان احادیث اور روایات فقہاء مجتہدین سے خوب محقق ہوا کہ کسی حکم کا کسیوجہ سے تبدیل تغیر نہیں چاہیے نہ کمی نہ زیادتی
نہ تبدیل وصف کے پس مولوی صاحب نے بھی حدیث صحیح ترمذی کی اس اثبات میں تحریر فرمائی تھی تو مولف نے اول تو بحث تنقید حدیث
میں لکھی اور پھر معنی حدیث میں کلام کی ماشاء اللہ تعالی یہ سلیقہ اور یہ بحث اگرچہ بندہ کی عادت شعر اشعار یا امثال کے لکھنے کی بوجہ اختصار
نہیں مگر یہاں بے ساختہ طبع نے یہ شعر لکھا ہے ۔ خطور حشر نہ ہو کیوں کہ کل چڑی کینچی ؎ حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی ؎ سبحان اللہ مولانا احمد علی
صاحب مرحوم محدث کی حدیث نقل کردہ اور اسکی تنقید میں عبد السمیع کلام کرے قیامۃ آئی۔ صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا وسد الامر الی غیر اهله
فانتظر الساعۃ رواہ البخاری خراب سب لوگ مولف کے علم کو بغور ملاحظہ فرماویں مولف کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر شرم نہیں کرتا کہ خود



کہ ہو من اقسام الطعن فی الحدیث وہذا ہو المراد من قول صاحب المصابیح ہذا حدیث غریب۔ اور بعضی حدیث غریب صحیح بھی ہوتی ہے اور بعضی
حسن بھی ہوتی ہے سو عادت ترمذی کی ہے کہ اُسکو کھول کر کہدیتا ہے کہ ہذا حدیث صحیح غریب یا حسن غریب اور جب بیان کرے لفظ حسن
کا اور صحیح کا تو مراد اُس سے وہی مطعون ہونا اُس حدیث کا رہ گیا اور اس حدیث کو ترمذی نے بھی لکھا کہ ہذا حدیث غریب پس حدیث
مطعون فیہ حجت نہ ٹھیری اور بالفرض والتقدیر اگر مطعون فیہ کو بھی مسلم رکھیں تو جائز ہے یہ بات کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اس شخص پر انکار
السلام علے رسول اللہ کہنے سے اسلئے کیا ہو گا کہ اس باب میں صیغہ نہی رسول اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے در مختار کی کتاب الذبائح میں ہے۔ قال
علیہ السلام موطنان لا ذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح اور نہی رسول اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں جو چیز ایجاد کی اسکو ہم بھی منع کرتے ہیں
کیونکہ وہ خلاف شرع ایجاد ہوئی اور جس مقام پر نہی شرعی وارد نہیں ہوتی وہاں زیادہ کرنا ایسی چیز کا جو مستحسن اور مباح ہوتی ہے فقہا منع نہیں

موضوعات سے حجت اپنی بدعت چہلم وفاتحہ وغیرہ پر لاتا ہے اور مولانا احمد علی صاحب کی منقولہ حدیث صحیح کو محض اپنے جہل سے ضعیف بتاتا ہے اور
حقتعالے سے نہیں شرماتا مولف وجہ ضعف کی لکھتا ہے کہ ترمذی نے اسکو غریب کہا ہے اور جہاں غریب مطلق بلا قید صحیح یا حسن کے وہ
ضعیف ہوتی ہے مگر یہ قول مولف کا محض غلط اور مطلق جہل فن حدیث سے ہے اسواسطے کہ غریب اصطلاح ترمذی وغیرہ جملہ محدثین میں وہ
ہے کہ اسکی سند میں کسی جگہ راوی منفرد ہو جاوے چنانچہ خود مقدمہ شیخ میں جو مولف کی نظر میں ہے یہ لکھا ہے۔ الحدیث الصحیح ان کان راویہ واحدا
یسمی غریبا الخ اگرچہ چند سطر پڑھکر مولف دیکھ لیتا تو شاید سمجھ جاتا اور جو کچھ سلیقہ رکھتا تو خود علل ترمذی کو کسی عالم سے پڑھکر سمجھ لیتا مگر اسکو علم
تو مساس وبحث ہی نہیں پس یہ حدیث ترمذی کی موافق اصطلاح ترمذی کے غریب اور صحیح ہے کیونکہ مشکوۃ میں ترمذی کے لفظ نقل
کرتا ہے ترمذی نے اپنی کتاب میں اسکو غریب کہا ہے اور خود وجہ غربت کی بیان کر دی ہے کہ زیاد بن الربیع منفرد ہے اور حالانکہ زیاد بن الربیع
بخاری کی رُواۃ میں ہے پس بہر حال لفظ غریب کا دیکھکر آنکھ بند کرکے مولف کا حکم ضعف کا کرنا کسقدر جراۃ سفاہت ہے دوسرے
کہ تمام راوی اس حدیث کے ثقہ اور مقبول ہیں کوئی بھی ضعیف نہیں پس اسکو ضعیف اپنی رائے سے کہدینا جرح ثقات علما پر کرنا اور طعن
ضعف کا مقبولوں پر کرنا کسقدر بد دیانتی ہے تیسرے یہ کہ شیخ نے اپنے مقدمہ میں یہ لکھا ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ شذوذا وہو من
اقسام الطعن وہذا ہو المراد من قول صاحب المصابیح الخ تو مولف اسکو نہ سمجھا اور رجما بالغیب ضعف کا حکم دینے لگا اول تو خود شیخ بلفظ
یقع لکھتا ہے کہ جو ندرت اطلاق پر دال ہے مولف نے اُسکو قاعدہ کلیہ سمجھ لیا دوسرے یہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ دیگر محدثین اور ترمذی کی پس
مشکوۃ اگرچہ مستخرج مصابیح سے ہے مگر صاحب مشکوۃ نے یہ لفظ غریب کا تو مصابیح سے نقل نہیں کیا ہے نہیں کہا قال محی السنۃ ہذا حدیث
غریب جو مولف اس اصطلاح پر حدیث کو ضعیف کہدے بلکہ صاحب مشکوۃ تو صاف کہتا ہے رواہ الترمذی قال ہذا حدیث غریب جسکو ادنا
آدمی بھی جان جاوے کہ قال ترمذی ہے نہ صاحب مصابیح اور یہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ ترمذی کی اور یہ قاعدہ کہ اطلاق غریب کا ضعیف پر ہووے ترمذی کا
قاعدہ نہیں غرض مولف کو خود مقدمہ شیخ کی بھی فہم نہوئی اور خواہ مخواہ حدیث کو ضعیف لکھدیا اور کچھ غیرت نہ آئی نہ رواۃ کو دیکھا نہ اصطلاح
کو سمجھا نہ مقدمہ شیخ کو خوب دیکھ لیا نہ خود ترمذی کو دیکھا الحاصل یہ حدیث ہرگز ضعیف نہیں اور حجت اس سے نہایت قوی ہے ؎ گر نہ بیند
بروز شپرہ چشم ؎ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ؎ سب ناظرین کو مولف کی تنقید کا حال تو واضح ہو لیا اور علم کا مایہ جو جہل مرکب ہے بھی محقق ہو گیا

منع نہیں فرماتے اسکی دو نظیریں لکھتا ہوں تا کہ جس شخص کی نظر فتاوی پر ہوگی وہ اور بھی نظیریں نکال لیگا ایک یہ کہ سب جانتے ہیں کہ صحاح ستہ میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا درود تعلیم فرمایا ہوا واسطے جلسۂ التحیات کے یہ ہے اللھم صل علی محمد الی آخرہ لیکن اگر کوئی آدمی اسمیں لفظ سیدنا زائد کرے واسطے آداب و تعظیم کے یعنی یوں کہے اللھم صلی علی سیدنا محمد اسکو صاحب درمختار نے افضل اور مندوب لکھا ہی وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ۔ دوسری نظیر یہ کہ فقہا نے زیارت مدینہ منورہ زاد اللہ شرفا و تعظیما یوں لکھتے ہیں۔ وکل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔ اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ رعایت آداب کی کرنی کہ جو سلف سے منقول ہی وہی ہووے

کہ علم مولف کا طاق میں رکھا ہی نہ سینہ میں اب بحث معنوی سنو مولف کہتا ہی کہ بالفرض اگر اس حدیث مطعون فیہ کو مسلم بھی رکھیں تو جائز ہی کہ حضرت ابن عمرؓ نے بسبب نہی کے طعن کیا ہی کیا خوب فہم مولف پر ہزار آفریں اول تو ترمذی میں دوسری حدیث اسکی ہی باب متصل ہی کہ

عن سالم بن عبید انہ کان مع القوم فی سفر فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال علیک وعلی امک فکان الرجل وجد فی نفسہ فقال اما انی

لم اقل الا ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عطس رجل عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی امک اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العالمین الحدیث۔ تو اب مولف بتلاوے کہ وہاں تو احتمال نہی صریح کا تھا السلام علیکم کے لفظ میں کونسی نہی وارد تھی جو خود فخر عالم نے اعتراض کیا اور خود وظیفہ اس محل کا تلقین فرمایا یہ صاف اس حدیث کی تائید ہوگئی کہ جس مقام میں جو ذکر وارد ہی وہی ہو اسجگہ تبدل تغیر نہ چاہئے جیسا تبدیل میں تغیر ہی تقیید میں بھی تغیر ہے دونوں ناجائز ہوئے خواہ زیادہ سے ہو خواہ تبدیل سے ہو دوسرے یہ احتمال نکالنا مولف کا کہ جائز ہے کہ بسبب نہی کے یہ اعتراض حضرت ابن عمر کا ہوا ہو اسوقت درست ہو سکتا ہی کہ تقیید مطلق کا قاعدہ شرع میں کچھ مخفی ہو ہر گاہ کہ یہ امر خود فخر عالم سے لیکر تمام مجتہدین تک مسلم رہا تو پھر ایسا ضعیف احتمال نکالنا کس عقل کا کام ہے حالانکہ ابن عمرؓ خود حدیث میں اس احتمال کو رفع فرماتے ہیں پس ہکذا علمنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ کہ یوں تعلیم یہاں نہیں فرمایا بلکہ یہ تعلیم فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ نہانا ان نصلی فی ہذا الموطن جس سے ہر اہل علم دریافت کر لیتا ہے کہ وجہ اعتراض کی زیادہ بالرائی تھی مگر مولف کو چشم حق بین کہاں ہے جو سمجھتا اور دیکھتا اسکو تو احتمال خلاف عقل فرض کر لینا اور مونہہ سے نکالدینا اور اپنا علم مشکوک ظاہر کر دینا ہی آتا ہے تیسرے یہ کہ مولویصاحب نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ حد مقرر شارع پر بدون اذن کے زیادہ بدعت ہی اور خوب واضح ہی کہ بدعت منہی عنہ ہی بقولہ علیہ السلام ایاکم ومحدثات الامور جب آپنے ایاکم کا لفظ فرمایا تو یہ غایت درجہ کی نہی موکد ہی تو بہر حال بدعۃ بھی منہی ہوئی پس مع لو یصاحب بھی یہاں نہی کا اقرار فرماتے ہیں مولف نے کیا خاک جوابدیا اور کیا مقصد حاصل کیا مولف خود کہتا ہی کہ نہی کے مقابل جو چیز ہوگی ہم بھی اسکو منع کرتے ہیں تو بدعت بھی منہی ہی اگر کوئی بدعت کا ایجاد کریگا نہی کا مقابلہ یہاں بھی موجود ہی نہایت الامر یہ ہی کہ جسکی صراحۃً نہی نہیں بلکہ احادیث کی نہی کے ضمن میں ہی وہ بدعت ہی اور جسکی صراحۃً نہی ہے وہ منہی ہی پھر اس فرق سے کیا نفع مولف کو حاصل ہوتا ہی کل بدعۃ حرام و منہی ہی رہی اور زیادہ علے طیفہ الشرع منہی عنہ اور بدعت ہوا مولف بھی اسکو منع ہی کریگا تو اس جواب کا حاصل ہی کیا نکلا سوائے الفاظ کے کوئی معنی بھی ہیں بلکہ اور تاکید ہوگئی کہ مولویصاحب نے نہی دلالۃً فرمائی تھی مولف نے صراحۃً نہی کا اس میں اقرار کر لیا اگے یہ کہ دلالۃً نہی کا اعتبار نہیں اور بدعت فاسد درز ستیہ ہے مولف تو کیا کوئی مسلمان بھی نہیں کہیگا پس تو حاصل تقریر مولف کا یہ ہوا کہ اگرچہ بدعات زیادہ وغیرہ کی حرام ہیں مگر یہاں

لما ہوح ابو عبید ... روایت کیے وہ فرماتے ہیں کہ میں قوم کیساتھ سفر میں تھا ایک آدمی کو چھینک آئی اس نے کہا السلام علیکم۔ سالم بن عبید نے فرمایا تجھپر سلام اور تیری ماں پر ... [illegible]



اور ایک بات بھی زیادہ نہ ہو یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اپنی طرف سے جو کچھ حرکات و سکنات مودبانہ کریگا بہتر ہیں اُن تعظیمات میں از انجملہ ایک خلاصہ یہ کہ حدیث عطاس میں اس شخص کا زائد کرنا لفظ السلام علے رسول اللہ مقابل نہی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے تھا اس لیئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو

نہی صریح ہے بدعت مت کہو پس یہ اصلاح مولف کی محض بے سود تطویل ہوئی اور پھر وہ بھی احتمال کیساتھ اور تردد سے کہتا ہی کیونکہ لکھتا ہی کہ جائز ہے کہ اسلیئے انکار کیا ہوگا تو دوسرا احتمال بھی مولف کے نزدیک مسلم ہی اور دوسری حدیث خود اور خود اسی حدیث کے لفظ اس احتمال مولف کو رد کرتے ہیں بہر حال زائد کرنا بھی مقید کرنا ہی ہے پس وہ ہی تقیید مطلق کا حال ہوا اور اعتقاد اور عمل بلا اعتقاد اس تقیید کا دونو منکر ہوئی ہوا سطے کہ شارع نے یہاں ایک صیغہ مقرر فرما دیا تھا اب اُسکی جگہ دوسرا صیغہ بولنا بھی بدعت اور منہی عنہ ہی خواہ اعتقاد ہو خواہ بلا اعتقاد اور اسپر زیادہ بھی بدعت اور منہی ہی خواہ اعتقاد ہو یا نہو ہاں بزعم مولف کے فقط صیغہ السلام علے رسول اللہ کے زیادہ الحمد للہ پر بدعت نہیں بلکہ منہی عنہ ہی مگر بدیدہ غور دیکھے کہ ما احدث علے خلاف الحق المتلقی من الشارع میں جیسا بدعت داخل ہی منہیات صریحہ بھی داخل ہیں احداث کیواسطے قرن فخر عالم کا انقضا ضرور نہیں سوا یسی جہل کی بات سے مولف کی غرض یہ تھی کہ اگر نہی صریح نہو تو زیادہ درست ہے اور یہ بالکل غلط محض ہی کیونکہ جسکی نہی صراحۃً دلالۃً کسیطرح سے نہو وہ زیادہ درست ہے اور اگر نہی دلالۃً ہوویگی وہ زیادہ ہرگز ہرگز جائز نہوویگی غرض کلیات سے تو مولف کو کچھ علاقہ فہم کا ہوتا ہی نہیں مگر چند جزئیات پر اسکا ہی یہاں دو جزئیہ نے اُسکا راہ مارا ہی اول زیادہ لفظ سیدنا کی صیغہ درود شریف میں مگر یہ نہ سمجھا کہ جہاں کہیں اجازت زیادہ یا تبدیل کی صراحۃً یا دلالۃً موجود ہے وہاں نہی کہاں ہو سکتی ہی وہ تو خود ما ورد بالشرع میں داخل ہی سو اجازت زیادۃ لفظ سیادت کی خود یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ الآیۃ میں موجود ہے کیونکہ معنی صلوٰۃ کے تعظیم کے ہیں اور صلوا کے معنے عظموا لکھتے ہیں اور دعا کے اگر معنے ہوں اسکو بھی تعظیم لازم ہی کہ جسکے واسطے دعا کیجاویگی اسکی توقیر و تعظیم لازم ہوویگی تھوڑی سی عقل کیچاہئے سو ہرگاہ کہ تعظیم فخر عالم کی اپنی بندگان سے حقتعالیٰ طلب فرماتے ہیں تو جو لفظ و صیغہ کہ تعظیم کے معنے دیویگا وہ خود مطلوب ہو ویگا جبتک کہ اسکے نہی وارد نہو سو یہ نظیر مولف کی کسقدر بے علمی پر شاہد ہی دوسرا جزئیہ قول الفقہا کل ما کان ادخل فی التعظیم الخ اور وہ بھی مناسب اس آیۃ کے اور آیۃ و توقروہ کے ہی کہ حقتعالیٰ توقیر اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرض کرتے ہیں پس توقیر مشروع جسقدر ہو مطلوب ہے اگرچہ درجہ فرضیت کا کسی حد سے حاصل ہو جاوے مگر زیادہ توقیر مشروع استحباب کا حاصل کرنا مجوز و مطلوب شرع کا ہی ہاں جو حد رجہ کی توقیر و تعظیم ہو کہ شرع سے ممنوع ہو جاوے مثلاً رکوع و سجدہ یا جیسا کفار ہند کا امر تعظیم نکالا ہوا ہے بس لینا ہی البتہ یہ ممنوع ہوویگا بہر حال ہر دو نظیر مولف کی وہ ہیں کہ نص قطعی سے مطلوب ہیں نہی اُن میں کوئی نہیں اور مولوی صاحب نے نہی بدعت کی نظیر لکھی تھی اور مولف زیادہ اپنی طرف سے کرنیکو لکھتا ہی مگر معنی در بطن شاعر سمجھتا نہیں زیادہ اپنی طرف سے بدون اذن شارع کے خلاف دلالت نصوص کے مراد ہے اور جو زیادہ موافق نصوص اور حسب اجازت نص کے ہو وہ اپنی طرف سے نہیں ہوئی سو زیادہ سیدنا کی اور افعال و اقوال ادخل فی التعظیم کی اپنی طرف سے نہیں بلکہ باذن شارع ہے اور زیادۃ السلام علے رسول اللہ کی عطس کے جواب میں اپنی طرف سے ہی علے ہذا تمام مسائل ہیں اور جزئیات میں یہی ہی مگر مولف فہم کسکا مانگ لے وے جو سمجھے واہ سبحان اللہ کیا عمدہ جوابدیا کہ جسکا سر ہے نہ پاؤں مطلب مولویصاحب کا مولف اقرار کرتا ہی اور اپنے زعم میں رد کر رہا ہی اب آگے تفریع مقصود مولف کو سنو قولہ خلاصہ یہ کہ حدیث عطاس الخ اقول پہلے تو مولف اسکو احتمال و تردد سے کہتا تھا یہاں اسکو یقین ہو گیا کہ نہی صریح کے مقابلہ کی وجہ سے رد حضرت ابن عمرؓ کا تھا مگر اور بھی واضح ہو لیا کہ یہاں بدعت

منع کیا اور مولد شریف میں جو بعض امور ملحقہ ہیں انکی نہی شرع میں وارد نہیں پس قیاس کرنا امور غیر منہیہ کو منہیہ پر صحیح نہیں الحاصل محققان بالغ نظر نے
اُن امور ملحقہ کو محفل مولد شریف میں جائز رکھا اور وہ جو اعتراض شمول ان امور میں کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے مطلق کو مقید کر دیا اسکا جواب لمعۂ سابعہ
اعتراضات متفرقہ میں بیان کرینگے خلاصہ یہ کہ ان امور مستحسنہ کا جواز کلام علماء ربانی میں موجود ہے از انجملہ عبارت ملا علی قاری کی جو انکی کتاب مورد الروی
فی مولد النبی میں ہے لکھی جاتی ہے۔ واما ما یتبعہ من السماع واللہو وغیرہا فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحا بحیث یعین السرور بذلک الیوم

ہونیکی وجہ سے رد تھا اور نہی صریح بھی اگر ہو تو یہی حاصل ہوگی زیادہ بدون اذن شارع کے درست نہیں اور نہی خواہ صریح ہو خواہ دلالۃً ہو مانع زیادۃ
ہے اس تغیر سے مؤلف کو کوئی نفع نہیں بلا محض لغو تحریر کی ہے اور یہ سب لغو حرکت ادخال زیب و زینت کیواسطے کرتا ہے اسپر کوئی دلیل نہیں لایا
اس حدیث کی جو توجیہ کی وہ بھی خلاف مراد مولف کے کچھ نافع نہوئی اور جو تضعیف حدیث کی کرتا تھا اُس سے بھی محروم بے نیل رہا اب اسکی
زیب و زینت بدعت محضہ رہگئی سنو کہ زیب و زینت و شیرینی کی بحث شرح سوال میں ہو چکی ہے اس سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب منہی عنہ نصوص سے
اور بدعت منکرہ ہیں اور جو محققان نابالغ نظر مولف کے مجوز منہیات شرعیہ کے ہیں اگرچہ نہی دلالۃً ہی ہو وہ اور اُن کا قول بمقابلہ نصوص اور
روایات مجتہدین کے ہرگز معتبر نہیں اور تفصیل منہیات کی جو مولود کی مجلس انکو مشتمل ہے کچھ شرح سوال میں گذر چکی اور کچھ مولف کے لمعات
باطلات میں ذکر اسکا ہو جاویگا پس مولف کا یہ قول امور ملحقہ کی نہی شرع میں وارد نہیں کسقدر جہل شرع سے ہے خلاصہ یہ ہے کہ مانعین علماء
تو کلیات نصوص و جزئیات مجتہدین سے منع کو ثابت کرتے ہیں اور مؤلف سے بجز اسکے کہ علماء دین نے جائز نہ رکھا محققان بالغ نظر نے
درست جانا فلاں شریک ہوا فلاں کرتے رہے اور کچھ حجت نہیں اور یہ قول بعد ثبوت ہرگز حجت شرعیہ نہیں ہو سکتا اپنا دل خوش کر لو مگر
اہل علم کے نزدیک کوئی دلیل نہیں اور طرفہ تماشا ہے کہ مولوی احمد علی صاحب نے نفس ذکر کو مندوب فرما کر کسی امر مباح سے اسکا مقید کرنا اور
اُسکے اطلاق کو تخصیص لگانا حسب دلائل شرعیہ بدعت فرمایا ہے اور خود مؤلف بھی صفحہ ۸۰ میں بحث فاتحہ میں تقیید اطلاق شارع کو بدعۃ
اور قابل زجر و توبیخ کہہ آیا ہے اور پھر یہاں بھول گیا اور راہ مخالفت کی چلا حالانکہ عقیدہ عوام کا یہاں بھی تقییدات کی ضروری ہونیکا ہے
الحاصل قیود محفل میلاد کے اثبات میں مولف حجت شرعیہ سے تو عاجز ہے ہاتھ پاؤں مار کر ناچار اقوال علماء پر قناعت کرتا ہے اور بے نیل
مراد لوٹ آتا ہے کما لا یخفی **قولہ** خلاصہ یہ کہ ان امور مستحسنہ کا جواز الی قولہ از انجملہ اصل عبارت ملا علی الخ **اقول** مؤلف عاجز ہو کر حسب نصوص
سے بدعت ہونا امور ملحقہ کا معلوم ہوا تو قول مورد الروی کا لایا کہ جس سے عوام کو دھوکا جواز امور ملحقہ کا ہو جاوے پس اولاً تو جواب اُسکا
یہ ہے کہ جب نصوص و اقوال مجتہدین سے بوجہ تقیید و تعیین کے بدعت سیئہ ہونا اُن امور کا ثابت ہو گیا تو بمقابلہ اُسکے علی قاری کا قول
یا کسی کا قابل تعویل نہیں سب فضول ہے مگر چونکہ مولف اس قول کے ذریعہ سے اضلال خلق اپنی کج فہمی سے کرنا چاہتا ہے تو اصل مطلب اسکا
لکھنا مناسب ہوا پس سنو کہ امور ملحقہ ذکر مولود کے ساتھ دو قسم کے ہیں یا وہ کہ اول سے ہی حرام و مکروہ شرعی ہیں وہ تو خود ہر حال ممنوع ہیں
جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ اسراف اور حرام ہے قال اللہ تعالی ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الایہ۔ اور حضور امارد کا خصوصاً صبیح الوجہ
مجمع شباب و فسقہ میں اور لباس حسن کے ساتھ حرام ہے الامرد ان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء وہو عورۃ من قرنہ الی قدمہ لا یحل النظر الیہ عن شہوۃ انتہی
ہیں عالمگیریہ و در مختار اور حضور فساق بلباس خلاف اور ترک نہی عن المنکر کہ یہ سب حرام ہیں اور دیگر امور پس ایسے امور کا ہونا ہر حال اُس



فلا باس بالحاقہ وما کان حراما او مکروہا فیمنع۔ اور اس عمل کو تخصیص دیگی ساتھ مہینہ مبارک ربیع الاول کے ہرچند وہ تذکرہ ولادت اساساً قدیم
سے یعنی وقت صحابہ سے چلا آتا تھا لیکن یہ سامان فرحت سرور کرنا اور اُسکو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اُسمیں بھی خاص دن بی
بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اور اول یہ عمل ربیع الاول میں کرنا تخصیص اور تعیین کے ساتھ

محفل کو منکر بناتا ہے اور حاضر ہونا اُس میں ممنوع ہے اور بعض امور وہ ہیں کہ اصل انکی مباح ہے مگر بسبب کسی عارض کے کراہت اُنپر عارض ہوگئی
جیسا شیرینی مباح تھی مگر بسبب تاکد کے یا عوام کے ضروری جاننے کے بدعۃ ہوئی اور بساط و قنادیل وغیرہ جائز تھے مگر بوجہ اسی تاکید و
اہتمام کے بدعت ہو گئی پس علی قاری یہ فرماتے ہیں کہ جو شئے من کل الوجوہ اولاً و آخراً مباح ہے وہ تو مباح ہے اور جو شئے دراصل مکروہ ہو یا
مباح تھی اور مکروہ ہو گئی وہ ممنوع ہے پس ہر گاہ کہ اس زمانہ کے سب قیود اب بدعت و مکروہ ہو گئی تو اس عبارت قاری سے کس طرح انکا
جواز ثابت ہوتا ہے وہ تو مطلقاً مکروہ کو خواہ اصلی ہو خواہ عارضی ممنوع فرماتے ہیں سوا اشیاء اُنکے وقت میں داخل ہوئی تھیں اس سے صاف
معلوم ہوا کہ اسوقت میں اباحت کے درجہ سے نہیں بڑھی تھیں اور دوام بھی انکا نہ تھا خلاف اس زمانہ کے کہ اب جملہ مباحات اصلیہ بھی
اس مجلس میں عوام کے نزدیک موکد اور بدعت ہو چکی ہیں پس مؤلف کا استدلال اس عبارت سے محض سفسطہ ہے ہاں البتہ جواز کا سبب
کراہت اصلیہ ہو یا عارضیہ اور مجمع صلحاء کا ہو جیسا مولوی احمد علی صاحب نے تحریر فرمایا وہ جائز و مندوب ہوگا جیسا علی قاری لکھتا ہے مگر مولف
اپنی بدعۃ کیطرف اس عبارت کو کم فہمی سے لیجاتا ہے خود علی قاری حدیث ابن مسعود میں فرماتے ہیں من اصر علی امر مندوب جعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ
فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ و منکر انتہی۔ بھلا جب قاری صاحب مندوب کے اصرار کو بدعت کہیں مباحات کے
اصرار کو کسطرح بدعۃ نہ کہینگے پس قاری کی عبارت دلیل واضح ہے کہ قولہ ما کان حراما و مکروہا سے عام ہے کہ کراہۃ اصلیہ ہو یا عارضیہ دونوں مکروہ ہیں
اور لحوق مباح کا اُسوقت تک درست ہے کہ اباحت کے درجہ میں ہے اور جہاں اصرار و تاکد کا درجہ ہوا مکروہ و بدعت و حظ شیطان بنا پس
اب اس زمانہ کی شیرینی اور روشنی سب علی نے مکروہ فرمادی اور یہ سب سامان سرور مولف کے بدعت ہو گئے اور یہ عبارت قاری کی شاہد
مانعین کی ہوگئی سبحان اللہ کیا فہم مولف کا ہے اور کیا عمدہ دلائل پیش کرتا ہے کہ باید و شاید **قولہ** اور اس عمل کو تخصیص الخ **اقول** اب مؤلف
نے دلیل ادخال سرور کی شروع کی ہے بعد نقل قول علی قاری کے اور ابتدا ادخال ادخال سرور کا بیان کرتا ہے پس سنو کہ زمانہ صحابہ و تابعین
و تبع تابعین اور چھ سو سال تک ذکر فخر عالم کی ولادت کا اور وقائع قبل ولادت کا اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر و نبوت
اور بیان احکام و قصص وغیرہا کا تعلیم و تعلم کیطرح ہوتا تھا جیسا درس تدریس علوم کا ہوتا ہے نہ اُسمیں عقد مجلس تھا نہ اطعام طعام نہ کوئی امر جیسا
کہ خود فخر عالم کے وقت میں تعلیم ہوتی تھی بعد چھ سو کے سن چار میں ملک مظفر نے جو محفل مولد میں ایجاد کیا یہ تھا کہ روز ولادت آپکے مجمع علماء صلحاء
کا ہوتا اور ذکر ولادت وغیرہ و معجزات کا کر کے کھانا کھلا کر رخصت کرتا چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد میں
لکھتے ہیں۔ عندی ان اصل المولد الذی ہو اجتماع الناس و قراءۃ ما تیسر من القرآن و روایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدء امر النبی علیہ السلام
وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمد لہم سماطا یاکلونہ و ینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک من البدع الحسنۃ الخ پس اس ایجاد میں تعیین تاریخ اور اجتماع
اور اطعام طعام کی قید اس ذکر کے ساتھ اضافہ ہوئی اور بظاہر مطلق ذکر کو مقید کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ سیوطی تک یہی تھا بلکہ بعد بھی

شہر موصل میں ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں وہاں ایک متقی و دیندار شیخ عمر جو صلحار روزگار سے تھے انہوں نے یہ عمل ایجاد کیا یہ جو لوگوں میں مشہور
ہے کہ سات سو برس سے مولد شریف نکلا ہے اُسکے یہ معنے کہ بعض خصوصیات کے ساتھ اتنے دنوں سے ہے ورنہ اصل تذکرہ مولد شریف
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا ہے اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابوسعید مظفر نے مولد شریف تخصیص و تعین کے
ساتھ ربیع الاول میں کیا غرضکہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی

ہوتا رہا اور اس سلطان مظفر اور ابن دحیہ کے حال میں مختلف اقوال ہیں کسی نے انکو عادل ثقہ کہا کسی نے فاسق کذاب لکھا مگر بندہ کو
اس تحقیق سے کچھ کام نہیں اصل مطلب سے غرض ہے پس اسوقت ایجاد میں علامہ فاکہانی اور اُنکے ہم عصروں نے اسپر اعتراض کیا اور اسکو
بدعت قرار دیا اور ثابت کر دیا کہ اسکی اصل کہیں شرع میں نہیں کہ یوم حدوث نعمت کو ہر روز یوم سرور ٹھہرایا جاوے اور مطلق امر کو مقید کیا جاوے اس مادہ
ہیئت کے ساتھ کہ اسکی اصل کہیں کتاب و سنت سے نہیں بلکہ منع اسکا موجود ہے پس یہ بدعت ضلالہ ہوا اور دیگر جماعت نے اسکو بدعت
حسنہ قرار دیا ہر چند کہ یہ عاجز نحیف اس قول ان علماء کے بدعت حسنہ ہونیکی توجیہ بسبب حسن ظن کے کر سکتا ہے اور آخر لمعہ میں بھی جاویگی
مگر ظاہر حال وہی ہے جو علامہ فاکہانی نے فرمایا ہے لہذا اسکی ہی تحقیق کرتا ہے الغرض اُسوقت ایجاد میں ہی علماء نے اسپر رد کیا اور ہر
طبقہ و ہر زمانہ میں مانعین برابر رد کرتے رہے اور اسکو بدعت کہتے رہے آج تک سات سو سال گذرے کسی نے کوئی آیہ یا حدیث صحیح جواز ہیئت
میں پیش نکی مطلق ذکر ولادت کے فضائل بیان کرتے رہے مولف کو بہت سے رسائل جمع کرکے مجتہد العصر ہونیکا دعویٰ ہے اُسنے بھی مطلق ذکر میں
ایک آیت اور تین حدیث لکھکر بس آئیں شائیں بتلانے لگا اور خلاصہ دلیل مولف کا یہ ہے کہ تمام علماء کرتے رہے ہیں فلاں نے یہ لکھا ہے اول
جھول دعویٰ کیا کہ علماء بالغ نظر نے ان قیود کو جائز فرمایا ہے پھر مورد الردی کی ایک عبارت نقل کی کہ جسکا حال معلوم ہوا کہ مولف کے مفید مطلب
نہیں اب سلطان مظفر کا قصہ اپنے استدلال میں لایا ہے اور محض تطویل بے سود ہے اپنا ورق سیاہ کیا ہے کوئی مطلب کی بات نہیں خلاصہ دلیل
اور حاصل غرض اس سے یہ ہے کہ صدہا علماء نے جب اس ہیئت موجودہ اس سلطان کو جائز و بدعت حسنہ کہا تو اجماع جواز پر ہو گیا گویا
ایک حجت قطعیہ اجماع کی ہو گئی اور بہت خوش ہوے کہ بڑی قطعی حجت ملگئی پس اب ناظرین پر اسکی حجت کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے بغور سنو
کہ شریعت میں چار چیزیں ہیں جس سے جواز اور حلت ثابت ہوتی ہے اول کتاب اللہ تعالیٰ۔ دوسرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے
اجماع امت چوتھے قیاس صحیح مجتہدین کا سوائے اسکے کوئی دلیل شرعی ہرگز نہیں پس آیہ اور حدیث سے اُن دونوں میں اس ہیئت اور تعین اور
اعادہ سرور کی کوئی دلیل نہیں ہاں نفس ذکر کی کوئی دلیل استحباب کی ہے مگر ان قیود کی دلیل کوئی نہیں بلکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ قرآن و حدیث میں ممانعت
تعین و قیود اور مشابہ کفار اور اختلاط فساق اور سب امور منکرہ کی موجود ہے پس یہ دو حجت شرعیہ تو ہرگز مثبت قیود مروجہ کے جواز کی نہیں بلکہ
نافی اور ناہی ہیں تیسرا اجماع امت وہ بھی ہرگز یہاں موجود نہیں جلال الدین سیوطی حسن المقصد میں لکھتے ہیں لیس فیہ نص و لکن فیہ قیاس علی
الاصلین پس ہرگاہ کہ خود سیوطی باین وسعت نظر انکار نص کا کرتا ہے تو کسکا حوصلہ ہے کہ نص جواز کی دیوے اور اس قول سیوطی سے جیسا قرآن
حدیث سے نص جواز کا ہونا نہ ثابت ہوا اجماع کا بھی انکار لازم ہے کیونکہ وہ بھی حجت قطعیہ ہے اور خبر واحد حدیث سے اقوی اور اقدم ہے جب اُس سے بھی
انکار ہوا جب ہی تو قیاس پر جو ظنی ہے سہارا لیا اور نہ اجماع کے ہوتے کیا ضرورت قیاس کی تھی اور محل اجماع میں قیاس کب درست ہے



نقل کیا کرتا تھا اُسکے زمانہ میں ایک عالم ابو الخطاب بن دحیہ جو حضرت دحیہ کلبی صحابی کی نسل اور اولاد میں تھا جسکی بابت شرح علامہ زرقانی اور
دوسری تواریخ عربی میں لکھتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں بڑا بصیر پختہ کار تھا علم نحو اور لغت اور تاریخ عرب میں کامل تھا بہت ملکوں میں پھر کے اسنے علم
حاصل کیا تھا اکثر شہروں ملک اندلس میں اور مراکش اور افریقہ اور دیار مصر اور ملک شام و دیار شرقیہ و غربیہ و عراق و خراسان و مازندران وغیرہ
میں خود علم حدیث حاصل کرتا اور دوسروں کو فائدہ دیتا پھر انجام کار سنہ چھ سو چار ہجری میں وہ شہر اربل میں آیا یہاں سلطان ابوسعید

پس صاف سیوطی نے انکار وجود ہر سہ حجت کا جواز ان قیود میں کر دیا اور حال اصلین کا بعد اتمام اس تقریر کے واضح ہو جاویگا اب اور سنو کہ سیوطی
نے جو انکار وجود اجماع کا جواز ان قیود اور اس ہیئت میں کیا ہے اسواسطے کیا ہے کہ اجماع کی تعریف شرع میں یہ ہے کہ اتفاق مجتہدین صالحین من
امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی انتہی من نور الانوار والشرط اجتماع الکل و خلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر انتہی۔
منار پس ہرگاہ کہ خود اسوقت حدوث میں فاکہانی اور اُن کے توابع علماء نے انکار اسپر کیا اور بدعت ہونا اسکا ثابت کر دیا تو اجماع کا وجود کہاں
ہو سکتا ہے شرعاً تو اجماع کے وجود کو ایک فرد کا بھی خلاف مانع ہے اور پھر ہر قرن میں علماء خلاف کرتے رہے اور اسکے بدعت ہونیکے مقر
رہے لہذا وجود اجماع کا ہرگز نہیں ہو سکتا اہل علم تو جانتے ہیں گو جہلا ظاہری کثرت کو دیکھکر اجماع سمجھ جاویں جیسا مولف سمجھ رہا ہے پس شرعاً
یہ مسئلہ قیاسی رہا اور ظنی ٹھہر گیا اجماع شرعی ہرگز ممکن نہیں اور پھر سند اجماع کی بھی ضرور ہے علے المختار قال التوضیح و سند الاجماع خبر الواحد
والقیاس عندنا و الجمہور علے انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطاء انتہی
من تلویح پس یہاں سند کیواسطے آیت و حدیث تو پہلے ہی سے مرتفع ہے اجماع کس شئے پر ہو ہاں اگر ان دو اصل پر جو ابن حجر و سیوطی نے
استخراج کی ہیں ہو جاتا تو ممکن تھا مگر نہیں ہوا جیسے پہلے معلوم ہو لیا کہ کسی قرن میں اتفاق سب کا نہوا اور پھر یہ دونوں اصل فاسد بھی ہیں
لہذا انکو علماء نے قبول نکیا بہر حال اجماع کا ہونا جواز اس ہیئت پر ثابت ہو گیا چوتھے حجت ظنی قیاس صحیح ہے اور وہی بزعم مجوزین اس ہیئت میں
پائی جاتی ہے چنانچہ سیوطی خود اقرار کرتے ہیں اگرچہ بے علم لوگ کچھ کہیں مگر حق یہ ہے کہ یہاں قیاس بھی صحیح نہیں اسواسطے کہ منجملہ شرائط صحت
قیاس کے یہ بھی شرط ہے کہ فرع میں کوئی نص مخالف حکم قیاس کے موجود نہو اگر ایسی نص موجود ہوویگی تو قیاس باطل ہو جاویگا اور یہ بھی شرط
ہے کہ قیاس فرع میں حکم نص کو متغیر کرے اعنے مطلق کو مقید مثلاً۔ قال فی التوضیح ولا یصح القیاس ان کان فی الفرع نص لانہ ان
کان موافقا للنص فلا حاجۃ الیہ وان کان مخالفا یبطل وان لا یغیر القیاس حکم النص فلا یصح شرطیۃ التملیک فی طعام الکفارۃ قیاسا
علے الکسوۃ لانہا تغیر حکم قولہ تعالی فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین وکذا شرط الایمان فی کفارۃ الیمین قیاسا علے کفارۃ القتل یخالف اطلاق
النص انتہی پس اب سنو کہ سابقا محقق ہو چکا کہ احادیث سے ثابت ہو لیا کہ مطلق کو مقید کرنا ممنوع ہے کہ تغیر حکم شرع کا ہے اور اسپر اجماع
تمام امت کا ہے شرح نفسہ سے بھی اسکو خوب واضح اسیواسطے لکھا تھا اور ذکر فخر عالم کا اور شکر آپ کے وجود کا نصوص میں مطلق وارد ہوا ہے مثلاً
قولہ تعالی اما بنعمۃ ربک فحدث الآیہ واشکروا نعمۃ اللہ الآیہ پس مطلق نصوص میں ذکر فخر عالم کو قیاس مغیر کسی ہیئت میں کرنا کس
طرح درست ہوگا کہ یہ قیاس خلاف حکم نص کے ہے اور متغیر حکم نص کو ہے پس یہ قیاس ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا اور حسب قاعدہ اصول شرع
کے یہ قیاس باطل ہے کہ متغیر اور مخالف حکم نص کے ہے پس معلوم ہو لیا کہ یہاں کوئی قیاس بھی صحیح نہیں جیسا تین حجت سابق نہیں تھی

مظفر کے لئے مولد شریف تصنیف کیا اُسکا نام رکھا کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر اور خاص آپ اسکے سامنے پڑھا ایکہزار اشرفی انعام میں
سلطان سے پائی۔ منکرین لوگ اس عالم محدث کو بباعث مولد شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور اُنکی بُرائی بھی کرتے
ہیں حالانکہ کتب معتبرہ میں انکی تعریف مندرج ہے اور اسیطرح سلطان مظفر کو بھی بُرا کہتے ہیں اسکی پلٹنوں میں باجا بجتا تھا اسبات سے
منکرین نے اُسپر مزامیر سُننے کا عیب لگایا حالانکہ وہ پلٹن کا باجا تھا مثل طبل غازی آلات تہیہ جہاد میں داخل تھا اس قسم کے طبل وغیرہ

پس ہر چہار حجت شرعیہ اس امر میں موجود نہیں پس ایجاد اس ہیئت وتعین کا ہرگز جائز نہیں بلکہ بدعت ضلالہ ہے بغور ملاحظہ فرماویں اب
اُن دو اصل کو دیکھو سیوطی فرماتے ہیں اصل سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپ نے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا تو سیوطی کہتے ہیں کہ آپ کا
عقیقہ تو عبد المطلب نے کیا تھا اور عقیقہ مکرر نہیں ہوتا تو یہ ذبح شکریہ اپنے وجود پُر جود کا کیا تھا اور اس ذبح کو اُسپر حمل کیا جاویگا اور تشریع امۃ
کیواسطے یہ شکریہ کیا تھا پس ہر پر قیاس ہمکو بھی آپ کے وجود کا شکریہ باجتماع واطعام کرنا مستحب ہوا پس اول تو سنو کہ سیوطی نے اس اصل
سے نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے کیونکہ اس میں ذبح کا ذکر ہے تاریخ کوئی مذکور ہی نہیں اور اجتماع واطعام کا اس میں کچھ ذکر ہی نہیں
پس سوائے شکر کے باقی قیود سب کی سب اُنکے نزدیک بھی اصل بدعت وکراہت پر اور حرمت وانکار پر باقی ہیں اس امر کو خوب غور کر لیویں
مثلاً تعین وتقید مطلق کا اور تشبہ کفار کا اور مداہنت مبتدعہ اور فسقہ کے ساتھ اور اسراف روشنی کا اور دیگر مکروہات کہ اس اصل سے
ان کو کوئی بوئے جواز بھی نہیں ملی اور نصوص قطعیہ سے ممانعت انکی ثابت ہے اور اس سے یہی معلوم ہوا کہ اُنکے وقت میں اس استحباب
کو درجہ تاکد کا بھی نہ تھا اور مباح کو اپنی جہالت سے تغیر بھی نہیں تھا بہر حال اس اصل سے اعادہ سرور واستحباب قربات مالی وبدنی کا معلوم
ہوا اور بس پس مولد مروج اس زمانہ کو کوئی فائدہ اس سے نہیں ہوا دوسرے یہ کہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ سفر السعادت میں اور اسکی
شرح میں شیخ عبد الحق نے فرمایا اما دراسنا وآن ضعفی ہست وخالی از بعدے ہم نیست انتہے اور بعض نے اسکو موضوع بھی کہا ہے
بہر حال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی پس قیاس اس سے کرنا بھی لائق اعتماد کے نہ ہوگا تیسرے عقیقہ کے معنے لغوی وشرعی
دونوں کو سیوطی نے ترک کرکے ایک معنی مجازی لیئے کہ دم شکریہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت حکم مذہب کا اس سے نہیں
ہوسکتا چوتھے یہ کہ حق تعالےٰ نے ایجاد وبعثہ فخر عالم علیہ السلام کو منت اور احسان عباد پر فرمایا ہے بقولہ تعالےٰ لقد من اللہ علی المؤمنین
اذ بعث فیہم الآیہ اور اس منت کا شکر عباد پر واجب کیا ہے۔ بقولہ تعالیٰ واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم الایہ اور دیگر آیات سے بھی یہ ثابت ہے
پس طلب شکر کو حقتعالی نے مطلق رکھا ہے کسیوقت وہیئت میں مقید نہیں کیا پس اب قید کسیوقت وہیئۃ کی مغیر اس نص کی ہووے گی تو بھی قیاس
باطل ہوا اور جو محل نص میں قیاس ہوا تو بھی لغو ٹھیرا اور خلاف حکم نص کے تقید ہوئی تو بھی باطل ہوگیا ہاں مطلق شکر مطلق اوقات میں فرض منصوص ہے
سو اسمیں کلام ہی نہیں جو کچھ بحث ہے تو قیود وتعینات میں ہے اور پھر یاد دلاتا ہوں کہ سوائے افعال شکریہ کے دیگر قیود اپنے حال پر ہیں کہ اس صحیح
سے بھی اُنکو کچھ علاقہ نہیں پانچویں اس حدیث ضعیف عقیقہ میں کوئی قید زمانہ کی نہیں کہ کس تاریخ وماہ میں کیا تھا پھر اس سے ماہ ربیع الاول اور
تاریخ ولادت ثابت ہی نہیں ہوتی کہ ایک امر شکر اس ہیئت کا ہی نفس ذبح ثابت ہوتا ہے کہ اراقہ دم ہے نہ صدقہ نہ کچھ پھر اس سے کوئی قید بھی ثابت نہوئی نہ طعام
نہ شیرینی بالجملہ عقیقہ سے تمسک اراقہ دم ثابت ہے اور بس اور کلام اعادہ سرور میں نہ شکر میں اور تاریخ معین پر اجتماع وہیئت معینہ میں مطلق شکر میں پس اس سے



چیز دیگر ہیں اور مزامیر لہو ولعب چیز دیگر اور محفل میں مدائح مصطفویہ سُنکر شدت سرور سے اسکو وجد ہوتا تھا اُس کا نام ان بھلے مانسوں نے رکھا کہ وہ
محفل میں ناچتا تھا اور لکھا کہ اسکی محفل میں خیال گائے جاتے تھے یہ خیال کا اُڑایا اسکا کہ یہ اشعار نعت پڑھے جاتے تھے اور اشعار کی تعریف خود کتابوں
میں تصریحاً لکھی ہے کہ اشعار مقدمات خیالی کو کہتے ہیں پس کہاں تو یہ خیال اور کہاں وہ بیہودہ خیال سے چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید
ہنرش در نظرش خلاصہ یہ کہ یہ صاحبان صافی طینت بباعث مولد شریف کرنیکے لاکھ بُرائی کریں مگر چاند پر خاک نہیں پڑتی دیکھو تواریخ عربی میں طرح طرح کے

بھی کچھ ثابت نہیں ہوتا پس قیاس بھی اُس سے درست نہ ہوگا اور اس ہیئت شکریہ پر کسی صحابی اور تابعی سے عملدرآمد تھا اگر یہ فعل تشریع کیواسطے
تھا تو کیوں اُن قرون میں بالکل متروک ہوا اب بعد چھ سو کے اُسپر عمل ہوا یہ اول دلیل اسکی ہے کہ یہ کچھ اصل نہیں رکھتا پس یہ اعتراض فاکہانی کا اس اطلاق
حکم شکر کو زمان وہیئۃ سے مقید کرنا بدعت ہے کسطرح رفع ہوا اور کیا امر اس قیاس سے ثابت ہوا اس اثبات سیوطی سے تعجب ہوتا ہے نہیں نہیں بلکہ فاکہانی
کا اعتراض قایم ہے اور یہ قیاس خود باطل ہے اس سے کوئی قید ثابت نہیں ہوتی کما لا یخفی پس صاف ظاہر ہوگیا کہ ہر سہ نصوص کا تو خود سیوطی اقرار کرتے
تھے کہ یہاں موجود نہیں اصل رابع جو سیوطی نے پیدا کئے تھے وہ بھی لاشئے محض ہے خصوصاً ہمارے زمانہ کے مولود کو تو کسیوجہ سے بھی مفید
نہیں چنانچہ ہر ذی عقل پر روشن ہے دوسری اصل شیخ ابن حجر کی سنو کہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو یوم عاشوراء کا
روزہ رکھتے دیکھکر پوچھا کہ تم کیوں اسدن روزہ رکھتے ہو یہود نے کہا کہ اس روز میں فرعون غرق ہوا اور حضرت موسٰے کو نجات ہوئی تو حضرت
موسٰے نے شکراً روزہ رکھا تھا تو ہم بھی رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہم احق ہیں ساتھ حضرت موسٰے کے تسے پس آپ نے روزہ رکھا اس سے معلوم
ہوا کہ روز منت واحسان کے اعادہ سرور کا شکر کرنا درست ہے اب سنو کہ یہ قیاس بھی درست نہیں اول تو وہی تقریر سابق یہاں بھی ہے کہ شکر
وجود پُرجود آپ کا نص مطلق سے مطلق ثابت ہوا ہے پس قیاس لغو ہے اور بسبب تغیر حکم نص کے اطلاق سے تقید کیطرف یہ قیاس باطل ہے اور اس
اصل سے فقط جواز اعادہ شکر کا یوم ورود نعمت میں ابن حجر نے ثابت کیا ہے کہ اسکی حقیقت بھی اب معلوم ہوجاتی ہے اور سوائے اسکے
کوئی قید قیود مولود مروجہ کی اس سے ثابت نہیں ہوئی پس مؤلف کو کیا نافع ہوا اور خود ہیئۃ اجتماع جو فاکہانی کا اعتراض ہے قائم ہے اب
حقیقت اس واقعہ کی سنو کہ بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ میں رکھتے تھے۔ عن عائشہ قالت
کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاہلیۃ وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ (علی عادتہ قسطلانی) وامر الناس
بصیامہ فلما فرض رمضان فی السنۃ الثانیۃ (قسطلانی) ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ انتہی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم
عاشوراء اول میں جب آپنے حسب عادت رکھا تھا کہ قسطلانی خود علے عادتہ لکھ رہا ہے اور خود ابن حجر عسقلانی بھی شرح بخاری میں بھی اقرار
کرتے ہیں اور لوگوں کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تعالیٰ تھا کیونکہ افتراض صوم کا بدون امر حق تعالیٰ کے نہیں ہوسکتا پس یہ روزہ علی عادۃ رکھا تھا
مگر فرضیت کا حکم اب زائد ہوگیا پھر دوسرے سال فرضیت منسوخ ہوگئی تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسٰے کیوجہ سے یہ روزہ نہ ہوا تھا بلکہ بعادتنا
وافتراض اللہ تعالیٰ تھا دوسری حدیث ابن حجر کی اصل یہ ہے کہ عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاما
یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما ہذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ہذا یوم عظیم انجی اللہ موسے وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ
موسے شکراً فنحن نصومہ فقال رسول علیہ السلام فنحن احق بموسی منکم فصامہ وامر الناس بصیامہ الحدیث پس اس حدیث میں اول تو کلام یہ ہے

طومار اسکی تعریف میں بھرے ہوئے ہیں یہ موقع طول کا نہیں اسلئے ایک مختصر عبارت علامہ زرقانی شارح مواہب کی لکھتا ہوں کہ اُنہوں نے علامہ
ابن کثیر کی تاریخ سے نقل فرمائی ہے کان شہما شجاعا بطلا عاقلا عادلا محمود السریرۃ الحاصل اُس بادشاہ کیوقت میں جب یوم سی محفل مولد شریف
ہونے لگی ایک مولوی نے اسمیں یہ عذر کیا کہ یہ تخصیص کسی خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ ہی کو محفل ہوا کرے فرض واجب یا سنت موکدہ
تو کسی کے نزدیک نہیں باقی رہی یہ کہ مستحب یا مباح ہووے سو یہ بھی نہیں اسلئے کہ بدعت دین میں درست نہیں پس لابد اس کو یا مکروہ
کہئے یا حرام اور سوا اُس ایک عالم کے جسقدر علما تھے سبنے اسکے قول کو رد کیا اور فتوی دیا کہ یہ مستحسن اور مستحب ہے اور بدعت وہ منع ہے جو سیئہ
ہو یہ تو حسنہ ہے پس اسی فتوی پر عمل ہوگیا اور تمام اُسوقت کے بڑے بڑے علما اور مشائخ صوفیہ مولد شریف میں حاضر ہوتے چنانچہ سبط ابن الجوزی
نے لکھا ہی وکان یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ اور رائج ہوگیا یہ عمل مقبول تمام شہروں اور ملکوں میں چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ

کہ یہود کا کہنا کہ فنحن نصومہ ای اتباعا لموسیٰ خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھا نہ بوجہ شکر کے کیونکہ شکر روز نجات کے
تھا اور پھر جو شکر نعمت کا مثل سب نعماء کے ہر دم رہتا ہی اس سے بحث نہیں پس فخر عالم کا روزہ بھی شکر کا نہوا بلکہ اتباع حضرت موسیٰ کی سنت
کا ہوا اور اگر تسلیم کریں اسکو کہ یہود کے کہنے پر روزہ رکھا تھا سو یہود دو کام کرتے تھے ایک صوم کہ وہ سنت حضرت موسے کی تھی با اُمید فرض
ہوگیا تھا تو مفروض من اللہ تھا دوسرے سرور و عید لیوم النجاۃ سو اُسکو خود فخر عالم نے رد کر دیا تھا چنانچہ حدیث مسلم میں مصرح ہی تو اس صورت
میں اس سے استدلال صحیح ہی نہیں کیونکہ اسمیں اعادہ شکر ہرگز نہیں اور جسمیں فعل میں اعادہ شکر و سرور کا ہے وہ شارع نے بوجہ مخالفت
یہود کے چھوڑ ہی دیا تھا دوسرے یہ کہ قصہ میں کوئی نص نہیں کہ یہود کے کہنے سے آپنے روزہ رکھا تھا اور بوجہ نجات حضرت موسیٰ کے
رکھا تھا بلکہ اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ بعد سوال و جواب یہود کے آپنے روزہ رکھا سو پہلے حدیث خود صاف کہہ رہی ہے کہ بغرض اللہ تعالی
و علی عادتہ تھا پس یہ احتمال رفع ہوگیا اور احق بو سے منکم ای اتباعا لا سرورا و شکرا کیونکہ سرور کا امر تو آپنے ترک ہی کر دیا۔ وعن ابی موسیٰ
قال کان یوم عاشوراء یوما یعظمہ الیہود وتتخذہ عیدا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم دوسری روایت میں ہی خالفوا الیہود
پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرماچکے کہ صوم عید کے خلاف ہوتا ہی اور یہ قول احق بموسیٰ منکم بطریق الزام کے تھا کہ تم کس امر میں
تبع موسیٰ کے ہو تم تو ہر امر میں اپنے ہوی کے تابع اور مخالف شرع و حکم موسیٰ کے ہو پھر دعوی اتباع تمہارا بے محل ہے ہاں ہم تبع موسیٰ کے
ہیں پس یہ الزام تھا نہ وجہ صوم کی پس بہر حال یہ صوم اعادہ شکر و سرور کا نہ ہوا اور نہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا پھر قیاس کس چیز پر
کیا جاتا ہی عجب ہے کہ ابن حجر جیسا ایسی بات فرما دے اور پھر اسمیں سے اگر کوئی تسلیم بھی کرتا تو اعادہ نفس شکر یوم معین کا نکلتا فا کہانی کو دو
اعتراض تھے سو ہیئت اجتماعی کا بدعت ہونا تو اب بھی رفع نہ تھا بہر حال اول اس حدیث کی اصل ہونے میں ہی کلام ہی کہ ہرگز اس سے اعادہ شکر و
سرور کا یوم معین میں نہیں نکلتا اگر معلوم بھی ہووی تاہم قیاس کے بطلان کیوجہ معلوم ہو چکی اور مولود مروجہ کو تو کسیوجہ سے بھی مفید نہیں پس محقق ہو گیا
کہ جواز قیود میں حجت قیاس سے بھی کچھ ثبوت نہیں لہذا حجج اربعہ سے بدعت ہونا اس مروجہ کا محقق ہو گیا فللہ الحمد اب مولف کے اقوال ہمیں کو دیکھنا
چاہیے **قولہ الحاصل** اُس بادشاہ کے وقت میں جب الخ **اقول** تسلیم کیا کہ ایک علامہ عالم نے ہی انکار کیا مگر اُس کے انکار کا آج تک کسی
سے جواب نہیں دیا گیا اور فقط اُسکے انکار نے اجماع کو جو مزعوم مولف کا ہے باطل کر دیا اور قیاس کی کیفیت معلوم ہو چکی کہ یہاں

ؔ یہ موسیٰ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا قوم یہود یوم عاشوراء کی تعظیم کرتے تھے اور اسدن خوشی کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا تم اے مسلمانوں
اس دن روزہ رکھو دوسری روایت میں [illegible]



حلبی قسطلانی وغیرہ نقل کرتے ہیں کلام حافظ ابو الخیر سخاوی سے ثم لا زال اہل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شہر مولدہ
یعتنون بقراۃ مولدہ الکریم ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عمیم۔ اور ملا علی قاری نے کل ملکوں میں مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہی جسکا جی چاہے انکے رسالہ میں
دیکھے کہ وہ لکھتے ہیں یہ بات کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما اور ملک مصر اور ملک اندلس اور ممالک مغربی اور ملک عجم اور ملک عجم اور ملک
ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام اور احتشام سے ہوتی ہیں محفل مولد شریف کی اور یہ بھی لکھا ہی دس تعظیم مشائخہم و علمائہم ہذا المولد المعظم والمجلس المکرم
انہ لا یاباہ احد فی حضورہ رجاء ادراک نورہ۔ ضمیر غائب لفظ ہم کا راجع ہے جمیع مذکورین دیار و امصار مذکورہ بالا کیطرف پس معنے یہ ہوے کہ اس محفل اور جلسہ
کی تعظیم اُن سب ملکوں کے مشائخ طریقت اور علماء شریعت اسقدر کرتے ہیں کہ کوئی اس میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا انتہی کلامہ پس مقبولیت اور
شہرت اور کثرت اس عمل پاک کی کلام ملا علی قاری اور سخاوی سے ظاہر ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علما اور مشائخ میں کوئی انکار نہیں کرتا
تھا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی ایک دو آدمی ادہر اُدہر انکار کرتا رہا وہ مخالف ہزاروں بلکہ لاکھوں کے اور خلاف سواد اعظم سمجھکر ہر دورہ اور
ہر عہد میں وہ منکر اپنے علما معاصرین میں غیر مقبول اور متروک العمل رہا چنانچہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما میں زمانہ قدیم سے ابتک اور ملک روم و شام
و اندلس اور ممالک مغربی وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے اسوقت تک اسی استحباب اور استحسان محفل مولد شریف پر عمل ہی سوائے اس خطہ
پاک حضرت ہندوستان کے کہ اسمیں طرح طرح کے انکار پیدا ہو گئے اور زمانہ قدیم میں ہندوستان میں بھی علماء ہند کے مقبولین متقدمین
مثل شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا محمد طاہر صاحب مجمع البحار استحباب عمل مولد کے قائل تھے اور نیز بعض قصص و حکایات ہمایوں

کسی کام کا نہیں قرآن حدیث سے کچھ ثبوت ہی نہیں پس سب آپ کے علماء کا فتوی لا یعبأ بہا ہو گیا اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا اور حاضر
ہونے سے مشائخ اور علماء کے کچھ حجت جواز کی نہوئی اگر کروڑوں علماء بھی فتوی دیویں بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں اگر کچھ بھی علم
و عقل ہو تو ظاہر ہے پس قول سبط ابن الجوزی کا کہ یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ بمقابلہ نصوص کے ہرگز ملتفت نہیں اور تمام
بلاد میں اشتہار اسکا کوئی دلیل شرعی نہیں صلوۃ لیلۃ البراۃ اور رغائب تمام دنیا میں شائع ہوئی اور بدعت ہی رہی پس اشتہار امر غیر مشروع
کا موجب جواز کا نہیں ہوتا پس سخاوی کے اس قول میں کوئی حجت شرعیہ نہیں علی ہذا ملا علی قاری کا لکھنا کہ تمام میں یہ رائج ہے۔ **قولہ** اس سے
ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی الخ **اقول** جو ایک دو عالم موافق نصوص شرعیہ کے فرماوے اور اسکی تمام دنیا مخالف ہو کر کوئی بات خلاف نصوص
اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر و منصور اور عند اللہ مقبول ہوویں گے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من
امتی علی الحق منصورین لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ طائفہ۔ خود قطعہ شئے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہی پس خود
ارشاد فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب و سنت کے ہے وہ طائفہ قلیلہ اگرچہ رجل واحد بھی ہو وہ علی الحق ہے اور اسکے مخالف تمام و بلکل
ہو تو مردود ہی اور یہاں خود برہن ہو لیا کہ یہ مجلس مروج ادلہ اربعہ شرعیہ کے خلاف ہے اور ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اسکا ثابت ہی فماذا بعد
الحق الا الضلال اب مولف ممالک کی شمار کر کے اپنی کرم کہانی لکھی جاوے بندہ احقر پہلے عرض کر چکا کہ مولف کے پاس کوئی دلیل سوائے
اسکے نہیں کہ تمام علما کرتے رہے اور یہ بشرط ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہیں حجت وہ ہی ادلہ اربعہ ہیں پیدا ہووے اب مولف کا مایہ علم
اور دلیل اثبات اُسکے مدعا کی یہانتک نوبت پہنچی کہ ہمایوں وغیرہ بادشاہان کی حکایات سے استناد کرنے لگا اور کفار فرنگ کی تعطیل کو

ؔ ہمیشہ رہیگا ایک گروہ میری اُمت کا حق پر غالب قیامت تک کسی کی مخالفت اُنکو نقصان ندیگی۔

ہلاؤں وغیرہ بادشاہان ہلی سے اور نیز کلام حافظ ابوالخیر سخاوی سے کہ ملک ہندوستان میں رائج ہونا اس عمل پاک کا یقینی طور پر معلوم ہے
انتہا یہ کہ اسوقت میں جو حکام فرمانروا انگریز ہیں کہ انکو کچھ علاقہ تعظیم و آداب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہیں با اینہمہ اُنہوں نے بھی اپنی کچہری
اور محکموں میں جابجا اہل اسلام کیلئے مثل عید اور بقرعید اور شبرات کے ایکدن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے افسوس صد افسوس کہ حکام انگریز بھی کار و بار ضروری میں حرج منظور کریں
اور اپنے حقوق خدمت اور کارگزاری کو اُس روز کیواسطے بجا آوری مراسم وسرور و تعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو موقوف کریں تو لوگ اسکے
مقابل میں زبان مبارک سے فرماویں معاذ اللہ منہا کہ یہ فعل بدعت اور ضلالت ہے اس بیندری اور خوش عقیدتی پر افسوس کیا خوب قصہ پر چھائی حشر
شفیع محشر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ ومحبیہ اجمعین خیر انکار کرنیوالے انکار کریں اگر انکو بھی توفیق ہو کنارہ کریں محفل پاک ذکر رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مگر ہم اسوقت تک کا ثبوت کامل دیکھے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ میں اہل اسلام اس عمل پاک کو محمود اور مستحسن
جانتے ہیں پس کافی ہے ہمکو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی کہ فرماتے ہیں ماراہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو مسلمان لوگ
اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور ہندوستان کے کسی نواح یا ضلع میں اگر دس پانچ مولوی اس آخری دورہ میں کہ فتنہ و فساد کا وقت ہے

بھی حجت جواز بنا لیا کل کو رام لیلا کی تعطیل کو حجت جواز رام لیلا کی نہ لکھ دیوے استغفر اللہ استغفر اللہ مولف کے حواس میں بیشک فتور اور
اسکو ضعف دماغ سے مالیخولیا ہو گیا ہے افسوس قولہ پس کافی ہے ہمکو حدیث ابن مسعود الخ اقول مولف نے الفاظ ہی یاد کر لئے ہیں معنی تو
کسیسے پڑھے ہی نہیں یہ سمجھ لیا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالانکہ مبتدعین فسقہ متبعین سنت سے زائد ہیں
اس زمانہ میں ہزار گونہ کی نسبت ہو گئی اور حدیث لا یزال طائفہ من امتی کو جو ابھی لکھے گئے اور حدیث بدء الاسلام غریبا وسیعود کما بدء فطوبی للغربا
الحدیث اور مثل اسکے پس پشت ڈالدیا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غربا کی مدح ہو رہی ہے اب اپنے حسب بدعت میں انکو رد کر دی تو
اس سے عجب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو مراد یہ ہے کہ جسوقت میں کہ تمام دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہوی ہو جاویگا اُسوقت میں وہ
ہی دو چار متبع سنت مقبول ہو وینگی انکو طوبی ہو اور حدیث ماراہ المسلمون اسکے یہ معنے ہیں کہ اگر کسی امر میں نص صریح قرآن و حدیث و اجماع
امت سابقہ سے نہ ہو اور رائے پر بادشاہ و دلالت نص تمام علما جمع ہو جاویں کیونکہ لام استغراق کا المسلمون میں موجود ہے اور اسلام مطلق سے
فرد کامل اہل اسلام کے مراد ہے تو کل مسلمین علما مجتہدین ہی ہوتے ہیں پس تمام علما کملا اسکو دلالۃ النص سے بوجہ اسلام کامل کے حسن اعتقاد
کریں اور جانیں کیونکہ مشتق میں ماخذ اشتقاق منہ علت حکم کی ہوتا ہے پس ایسا امر عند اللہ بھی حسن ہی ہوگا اور اسکے معنے بعینہ وہی ہیں کہ فرمایا لا تجتمع
امتی علی الضلالۃ اور یہ اور وہ دونوں حدیث اجماع قطعی کو ارشاد فرماتے ہیں پس مولف آنکھ کھول کر دیکھے کہ اجماع کسکا معتبر ہوتا ہے اور اجماع
کسوقت اور کس شرائط سے قابل اعتماد ہوتا ہے اور یہاں قیود مروجہ مولود میں وہ شرائط ہرگز نہیں ابھی بحث ادلہ اربعہ میں کہا گیا ہے اگر مولف کو کچھ علم ہے
تو دیکھ لیوے تو شاید سمجھ جاوے کہ یہی جو گرد دس پانچ کا طائفہ من امتی اور طوبی للغربا کا مورد ہے اور یہ مجلس مولود مروج خارج از ادلہ اربعہ ہے زیادہ
تطویل کرنا اور بار بار اعادہ مضامین کا کچھ ضرور نہیں مگر اسقدر ہر عاقل سمجھ لیوے کہ ماراہ المسلمون اُسوقت ہے کہ ادلہ ثلثہ شرعیہ میں سے اُسکا کچھ
صریح ثبوت نہو ورنہ جب ان ادلہ سے تم کسی شے کا ثابت ہے تو وہ شے عند اللہ قبیح ہو چکی اب تمام دنیا کے حسن جاننے سے بھی وہ حسن نہیں



اپنا ایک جرگہ باندھکر کچھ اس عمل کو بُرا کہنے لگیں تو کب عند اللہ مقبول ہو سکتا ہے اسکا تصفیہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے آپ نے
ارشاد فرمایا ہے اتبعوا السواد الاعظم اس حدیث کے معنوں میں لاکھ یہ لوگ سر پٹکا کریں اور کسی کسیکے اقوال شاذہ نقل کیا کریں لیکن جو معنی
اس حدیث کے جمہور محدثین کے نزدیک ہیں وہ یہی ہیں جسکو مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے اپنے مطبع کے مشکوۃ میں ملا علی قاری
سے نقل کرکے قائم کئے ہیں سواد اعظم کو لکھا ہے یعبر بہ عن الجماعۃ الکثیرۃ والمراد ما علیہ اکثر المسلمین اور اسیطرح مولوی محمد اسحاق صاحب کے خلیفہ
شاگرد و رشید نواب قطب الدینخان صاحب نے مشکوۃ کے ترجمہ میں اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علما کی ہوں اُنکی پیروی کرو
چونکہ یہ دونوں عالم اس فرقہ کے نزدیک کامل مستند ہیں اسلئے اُنکے قول پر بس کرتا ہوں نقل اقوال اور علماء محدثین کی کچھ حاجت نہیں اور لمعہ ثانیہ

ہو سکتی مگر ہاں جب ادلہ ثلثہ میں صریح نہیں تو ضرور خفی طور پر کچھ ہو گا اُسوقت جب سب علما اُسپر متفق ہو جاویں اور کسی خفی امر سے استنباط کرکے
مجمع ہو جاویں کہ ایک بھی اُس سے منفرد نہو تو وہ عند اللہ حسن ہو گیا کہ اجماع انکا مظہر اُسکا حکم کا ہو گیا ہے تامل درکار ہے یہاں تو ادلہ اربعہ سے
قبح ان قیود کا ثابت ہو لیا اب جو کہ مولف کے مسلمون کے حسن جاننے سے قبح اسکا رفع نہیں ہو سکتا مولف ذرا ہوش کرے کلمہ پڑھکر سوچے علیھا قولہ
علیہ السلام علیکم بالسواد الاعظم کو مولف یہ سمجھا کہ اختلاف مسائل میں جسطرف بہت آدمی ہوں اسکو لیوے اور بظاہر یہی وجہ ہوئی کہ مولف نے طریقہ
سنت کا چھوڑ کر اگرچہ ظاہر و باہر موافق حدیث و فقہ کے تھا طریقہ بدعت کو اختیار کیا اور تاویلات رکیکہ بعیدہ کو گھڑ کر اس طریقہ کا اثبات چاہا
کیونکہ اہل سُنت اس دورہ میں کم ہیں جیسا خود فخر عالم نے فرمایا سیعود غریبا اسکا ظہور ہے اور اہل طغیان کی کثرت ہے سو مولف نے اسکو سواد اعظم
جانکر یہ عمل کیا ہے حالانکہ حدیث کے یہ معنے نہیں ہرگز ہرگز قال التوضیح السواد الاعظم عامۃ المسلمین ممن ہو ائمۃ مطلقۃ والمراد بالائمۃ المطلقۃ اہل
السنۃ والجماعۃ وہم الذین طریقہم طریق الرسول علیہ السلام والصحابۃ دون اہل البدع انتہی اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم اہل السنۃ ہیں بمقابلہ اہل
البدع والاہواء کے نہ مطلق کثرۃ الرجال جیسا مولف نے سمجھ لیا اور اسکی شرح دوسری حدیث کرتی ہے قال علیہ السلام فانہ من یعش منکم فسیری
اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ وکل
ضلالۃ فی النار پس آپ نے ایسے وقت اختلاف میں بطریق اہل سنت کے التزام کو تاکید فرمایا تھا کہ وہ سواد اعظم ہے اور بدعات کے اجتناب کی تاکید
کی تھی نہ یہ کہ جسقدر عین کو کثیر دیکھکر اُنکے ساتھ ہو جانا سو تصفیہ فخر عالم کا تو یہ سنت کا راہ بتانا تھا ورنہ حدیث غربا کے کیا معنے ہوویں گے پس اب
سوچو کہ مولف اور سب اسکے مقتدی اس طریقہ مروجہ مولود کو چھ سو کا ایجاد کہتے ہیں پھر اسمیں اختلاف ہوا تو مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ
صحابہ کی ہدایت کرتے ہیں اور اس بدعت مروجہ کو خلاف انکے طریقہ کے ثابت کرکے منع کرتے ہیں اور مجوزین اسکی بدعۃ ہونیکا اقرار کرکے
حسن کو بدلائل واہیہ رکیکہ اثبات کرتے ہیں پس سواد اعظم مانعین ہوئے ہر عاقل جان سکتا ہے اگر کوئی جاہل قواعد شرعیہ سے آشنا ہی سمجھے کہ
کہ اس فعل کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے میں خلاف ہو تو ترک ہی مناسب اور احوط ہے کیونکہ یہ فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہیں تو یہی کافی ہے مندوب نہ
کو تو مگر جسکے دل میں بدعت مشرب ہو اسکا کیا علاج چہ جائیکہ یہاں ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہو چکی ہو بہر حال اس ہیئت کذائیہ
اس طریقہ صحابہ کا حسب ارشادات احادیث کے میزان ہے جسکا طریقہ اور قول وضع صحابہ سے موافق ہے وہی حق ہے الحاصل مثل آفتاب
نصف النہار کے واضح ہو گیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہیں اور ان کا طریقہ موجب نجات ورضا ہے

لہ یعنی توضیح میں کہا کہ بڑی گروہ سے مراد امت مطلقہ کی اہل اسلام ہیں اور امت مطلقہ سے مراد اہل سنت وجماعت ہیں اور وہ وہ ہیں کہ انکا طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا ہے

میں بھی اسکی بحث آویگی پس بموجب فرمودہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے مستحسن ہونا عمل مولد شریف کا ثابت ہوگیا والحمد للہ علی ذلک
ابھی خیال آتا ہے کہ حصول مدعا کے دو طریق ہیں ایک تو اُسکا ثبوت دینا دوسرے یہ کہ جو اعتراضات مخالفین کے ہیں اُنکا رد کر دینا پس ثبوت تو کامل طور پر

اور اس کے ہی التزام کا حکم ہے بس جو اُسکے موافق ہو اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم و حق ہے اور جو اُسکے خلاف کرے اگرچہ تمام عالم ہو
باطل ہے اور اس مسئلہ میں ادلہ اربعہ سے عدم جواز ان قیود کا ثابت ہوگیا پس اصل ذکر ولادت وغیرہ فخر عالم کا مستحسن اور جملہ امور عارضہ بدعت
ضلالہ ہیں اور کثرت قلت جماعت کا اعتبار نہیں موافقت سنت و طریقہ صحابہ کی واجب التمسک ہے واللہ الہادی **قولہ** پس ثبوت تو کامل طور پر الخ
**اقول** مؤلف کو غیرت و شرم کا تو نام و نشان نہیں سنو کہ ثبوت کامل اسکے معنے ہیں کہ ادلہ اربعہ سے اثبات مدعا ہو سو خدا تعالیٰ کے حکم سے کوئی
ایک دلیل بھی امر متنازعہ فیہ میں مؤلف نے نہیں لکھی ایک آیت اور تین حدیث نفس ذکر میں لکھی تھیں سو وہ سب کے نزدیک مندوب ہے اور قیود
مروجہ کے باب میں جسکا بدعت ہونا ما نعین ثابت کر رہے ہیں مؤلف نے اسمیں سوائے قصہ کہانی کے کچھ بھی تو نہیں لکھا اور پھر کہتا ہے
کہ ثبوت کامل ہوگیا تو کچھ تو شرم کرکے آدمی ہووے ہر شخص اسکے اس رسالہ کو دیکھے نہ معلوم کہ وہ کامل ثبوت شکم مؤلف میں ہے یا صندوق میں
اس رسالہ میں تو یہاں مولد الروی کا قول مذکور ہے جسکے معنے بیان ہو چکے ہیں کہ سب اُمور مکروہ و محرم تو اس میں منع ہیں اور جو مباح و مندوب
دینی حد سے نکلکر مکروہ اور بدعت ہوگیا وہ بھی ممنوع ہے سو یہ ہمن مراد مانعین کی ہے اسمیں کوئی ثبوت قیود مروجہ کا نہیں اور سبط ابن جوزی کا
قول کہ مولد میں اعیان علما حاضر ہوتے تھے اور سخاوی کا قول کہ ہر روز اہل اسلام شہروں میں محفل مولد کرتے ہیں اور ملا علی قاری کا قول کہ اسمیں
حاضر ہونے سے کوئی انکار نہیں کرتا اور چند ممالک کا نام لکھدیا کہ یہاں ہوتا ہے اور حرمین میں ہوتا ہے اور بہانوں وغیرہ سلاطین کی حکایت کا شائع
اور فرنگیوں کی تعطیل کا حوالہ بس مؤلف نے یہ دلائل لکھی ہیں جس کو اثبات کامل کہتا ہے تو سب کا جواب پہلے اجمالاً لکھا گیا یہ قطعاً
محقق ہے کہ وہ اجماع شرعی کہ حجت قطعیہ دین کی ہے اُس ہیئت مجلس مولود پر کہ سلطان مظفر کے وقت میں ہوئی اور سیوطی کو اپنے رسالہ میں
لکھتے ہیں نہیں پایا گیا کیونکہ باقرار مؤلف ہر زمان میں ایک دو عالم اُس کا منکر رہا ہے پس اجماع محال ہے کہ ایک کا انفراد بھی قاطع اجماع
کا ہے پس جو کچھ امر جواز کا تھا وہ قول اکثر علماء کا بقول مؤلف تھا سو ظنی بحکم قیاس کے ہے جیسا اُصول میں مصرح ہے سو بمقابلہ نص کے کہ تعیین
مطلق کا بدعت ہونا ہے کب معتبر ہے ہرگز ہرگز نہیں چنانچہ سب کتب اصول میں مشرح ہے ذرا علم چاہیے پس یہ سب اقوال بمخالفت و مقابلہ
نص کے رد ہوگئے اور حجت حکایات سلاطین و تعطیل نصاریٰ کی مردود ہوگئی تو مؤلف نے کونسا ثبوت کامل دیا ہے جس پر یہ کچھ نخرہ ہو رہا ہے
سو یہ تو اُس ہیئت کا ذکر ہے کہ جلال الدین نے لکھی اور یہ ہیئت اس زمانہ کی سو یہ تو قطعاً بدعت اور ضلالہ ہے اس میں تو نام و نشان بھی
جواز کا نہیں اور اگر ہم تسلیم کریں اور ان نقول کو معتبر بھی رکھیں تاہم اس میں نفس محفل مولود کا ذکر ہے اسمیں کہیں بھی ذکر ہیئت مروجہ کا نہیں
کہ اثبات دعوی مؤلف کو مفید ہو مطلق ہے مقید کا اثبات جواز کس عقیل کے نزدیک ہو سکتا ہے بہر حال مؤلف کی اس ابلہ فریبی سے
کہ دو ورق کہانی کے سیاہ کرکے دعوی ثبوت کامل کا کرتا ہے جہلا عوام تو شاید دھوکا کھا جاویں مگر جسکو کچھ بھی علم ہوگا وہ کس طرح اسکو تصدیق
کریگا ایک بھی دلیل شرعی نہیں لکھی اور ثبوت کامل ہوگیا معاذ اللہ عن ہذا التدلیس والتلبیس اور حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ فاکہانی نے جو
کچھ اس ہیئت محدثہ کو رد کیا کہ جسکو سیوطی نے حسن المقصود میں لکھا ہے تو ظاہر حال اسکا دیکھکر اور مآل و انجام کو لحاظ فرماکر دیکھا ہے مگر ظن یہ ہے



ہو چکا اب جواب اُنکے ہذیانات کا رہا یہ کام علماء اہل سنت بخوبی کر چکے نصر المسلمین اور حق الیقین اور سیف الاسلام اور غایت المرام اور اشباع
الکلام اور اماطۃ الاذی وغیرہ میں جسکو دیکھنا ہو دیکھ لے لیکن کسی قدر مشتے نمونہ خروارے بیان کرتا ہوں۔ لمعہ ثانیہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ
لوگ ہر سال محفل کرتے ہیں یہ مشابہت کرتے ہیں کنھیا کے جنم کی اور نیز اسمیں تشبہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کا نعوذ باللہ من غی القول
الاعتقاد جواب اُسکا یہ ہے۔ کہ اگر فقط ہندوستان میں یہ فعل ہوتا تو یہ بات کہہ سکتے تھے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے یہ بات سیکھ لی
انکی مشابہت کرنے لگے۔ تم اصل حال سن چکے کہ اول یہ عمل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا۔ وہ لوگ تو خود کنھیا کو نہیں جانتے۔ کہ کس
جنم کا نام ہے۔ اور اُسکے جنم کی مشابہت تو در کنار۔ بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان جنم کنھیا کی مشابہت کرتے ہیں تو بیان کرو کہ روم شام

کہ ہیئت در اصل مباح تھی۔ کیونکہ اس میں سوائے اجتماع صلحاء و اطعام طعام و قرأت قرآن کے کوئی امر مکروہ نہیں ہے۔ اور اطعام خود
مباح اور قرآن و ذکر مستحب اور تعیین تاریخ کا لازم تھا تو یہ اسقدر فی حد ذات مباح ہے تو اُسوقت میں وہ لوگ اُسکو نہ عقیدہ میں مؤکد جانتے
تھے نہ عمل میں مثل مؤکد کے التزام تھا۔ اور عوام کی طرف سے بھی طمانیت تھی۔ تو اسوقت میں فتنہ حال و مآل کو مرفوع جانتے تھے تو اگرچہ بحکم
ظاہر کے فتویٰ فاکہانی کا بجا و سزا تھا۔ مگر فی الواقع یہ امر مباح تھا اور یہی امر حرف بحرف بندہ مورد الروی سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی
تحقیق سیوطی کی حسن المقصد سے واضح ہے۔ سو حق الامر واضح ہو کہ اصل مسئلہ میں کچھ نزاع نہ تھی جو وجہ منع فاکہانی نے لکھی وہ دوسرے فریق
کو بھی مقبول تھی۔ مگر اصل اباحت اور رفع مانع کے سبب سے بدعت حسنہ کہتے تھے اگر عارض فاکہانی کا اُنکو بھی معلوم ہوتا تو وہ بھی یہی فرماتے جو
فاکہانی نے لکھا۔ مگر وہ اسکو مرتفع جانتے تھے سو نزاع لفظی تھی اور واقع میں نزاع حقیقی اصل مسئلہ میں نہیں پس یہ نقول اور یہ اقوال اس
زمانہ کے مولود کو ہرگز مجوز و مفید نہیں کہ وہ مانع اب موجود ہوگیا ہے قطعاً۔ اور بہت اشیاء ہیں کہ اختلاف زمانہ سے بدلجاتی ہیں جیسا مؤلف
خود قائل ہے۔ دیکھو اہل میت کو طعام دینا اول روز مستحب تھا۔ اب بسبب رسم کے ممنوع ہوگیا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے قال ابو عبد اللہ
ما زالت سنۃ حتی کان حدیثا فترک انتہی۔ پس گویہ ہیئت مباحہ مذکورہ سیوطی کی اُسوقت میں مباح۔ مگر اب مکروہ و بدعت ہوگئی ہے۔
قطعاً پس حکم بھی بدل گیا۔ لہٰذا یہ اقوال سخاوی وغیرہ کے کسی وجہ مفید مدعا مؤلف کے نہیں۔ اور ہر حال یہ سوال یہ زمانہ بدعت ہیں
سو اب ہر اہل علم غور و تامل سے دیکھے کہ مؤلف کی کیا فہم عنوی ہے۔ کہ ایک بھی دلیل مدعا پر نہیں لایا اور دعوی ثبوت کامل کا لکھتا ہے
ہاں تعطیل انگریزان کی حجت باقی ہے۔ کہ وہ کسی نقل سے رد صریح نہیں ہوئی اسپر ہی اعتماد کرکے یہ لکھا ہوگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ
بہر حال ہمکو قدر مارہ علماء پر حسن ظن ہے۔ اور فاکہانی کا کلام بھی نہایت مستحکم ہے اور قابل تحسین اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل
باطلا وارزقنا اجتنابہ و احترازہ آمین۔ **قولہ** لمعہ ثانیہ اعتراض کرتے ہیں الخ **اقول** تشبہ اس بات میں ہے کہ یوم ولادت کو عید بنا دیں
اور مثل عید کے معاملہ سرور و شادی کا کریں جیسا کہ قوم کفار کرتے ہیں سو یہ امر تو مشاہدہ و محقق ہے۔ مگر مؤلف مشابہت ممنوعہ ہونے سے انکار
کرتا ہے تین وجہ سے ایک یہ کہ کنھیا کو اہل عراق و عرب جانتے بھی نہیں تھے تو انہوں نے کسطرح تشبہ کنھیا کا کیا سو یہ تقریر مؤلف کی اسکی کم فہمی
مؤلف کی ہے اسواسطے کہ پہلے محقق ہو چکا کہ تشبہ حرام فقط یہی نہیں کہ کسی قوم خاص کو دیکھکر اُس عمل کو اختیار کرے بلکہ عام ہے اسلئے اگر کسی امر کو کرتا
ہے اور تشبہ عارض ہو جاوے یا معلوم ہو جاوے تو اب بعد علم کے اور عروض کے بھی ترک اُسکا لازم ہوگا۔ اگر طبعی و شرعی امر نہ ہو اور وہ

کے مسلمان ورحرمین شریفین کے علمار جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کیسے جنم کی مشابہت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہا پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع
ہیں ۔ دستور العمل سلاطین روم اور فرمان روایان ملک شام اور ملوک ممالک مغربیہ اور اندلس اور مفتیان عرب کے سلمہم اللہ الی یوم الدین۔ اب
سمجھنا چاہیئے کہ جسطرح جنم کنھیا کی اسمیں مشابہت نہیں اسیطرح نصاریٰ کی بھی نہیں اسکی کئی وجہیں۔ ایک تو یہ اگر خدا نخواستہ مسلمان
لوگ نصاریٰ کے بڑے دن کو انکی طرح کے افعال کرنے لگتے تو جو شعار اُس قوم کا ہے اُسمیں شرکت اللازم آتی اور مانند اُنکے ہو جاتے
اسوقت البتہ صادق آتا من تشبہ بقوم فھو منھم کیونکہ تشبہ کے معنی ہیں مانند ہونا۔ اور یہاں یہ بات تو ہرگز نہیں پھر اعتراض کیا۔ دوسری
وجہ یہ کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتماع اہل اسلام اور استعمال عطریات وحلویات وغیرہ ہرگز شرع میں مذموم یعنی بری بات نہیں ہے

شعار بھی کفار کا ہونا چاہیئے حدیث میں ہے کہ فخر عالم جبتک مردہ کو لحد میں نہ رکھتے تھے بیٹھتے نہ تھے ایک حبر یہود نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے
ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہود کی مخالفت کرو اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا
حالانکہ نہ قیام یہود سے دیکھکر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھکر سیکھی تھی پس یہ یعنی تشبہ کے مؤلف نے اپنی طبع سلیم سے تراشے ہیں دین
اسلام میں تو یہ نہیں پس یہ وجہ مؤلف کی مردود ہے۔ اسکے تحقیق پہلے اصل تشبہ میں ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ مانعین نے فرحت ولادت کو برا کہیں
اور منع کریں اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں بلکہ ایسے امر مستحسن میں تشبہ کو جو نص سے ممنوع ہے منع کرتے ہیں مؤلف مطلب تو سمجھا نہیں نعوذ باللہ صاحب
یہ سمجھا کہ آپ کی ولادت کا سرور مثل جنم اور بڑے دن کے ہے نعوذ باللہ من ھذا الفہم الردی ہدایہ میں لکھا ہے کہ قرآن کو دیکھکر نماز میں پڑھے کہ تشبہ
باہل کتاب ہے اب نعوذ باللہ کہے کہ قرآن کو یہود کے فعل سے تشبیہ کر دیا بلکہ خود جب فخر عالم نے بیٹھکر نماز پڑھی اور صحابہ مقتدی کھڑے تھے
تو آپ نے اشارہ کرکے بٹھلا دیا اور پھر بعد نماز کے فرمایا کہ ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکھم وھم قعود الحدیث رواہ مسلم
تم فعل فارس وروم جیسا کرتے تھے تو اب مؤلف وہاں بھی کچھ نعوذ کہے کہ نماز کو کفار عجم کے فعل سے مشابہ کر دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور دوسری
مولوی عبد الخالق صاحب کو نصیحت ثانیہ میں لکھتا ہے قولہ اور کثرت سے برج شل مندر قوم ہنود کی بنوا دیئے کہ خانہ خدا تعالیٰ کو بت خانہ سے
تشبیہ دیتا ہے آفرین ہے اس فہم پر الحاصل مؤلف نے اگرچہ دستور العمل سلاطین روم وغیرہ کا لیا ہو مگر مشابہت ممنوعہ حسب قاعدہ شرع کے لازم ہے
اگرچہ مؤلف نہیں جانتا قولہ سمجھنا چاہیئے الخ **اقول** مؤلف محض نادان ہے عید کرنا اس یوم ولادت میں شعار ہی ہے اور من کل الوجود
سب امور میں طابق النعل بالنعل مشابہ ہونا ضرور نہیں ایک شے میں مشابہت کافی ہے چنانچہ اس کی تحقیق ہو چکی ہے خود صلوۃ قرآن دیکھکر
پڑھنے کو دیکھ لو خود قیام کو دیکھ لو کہ فارس وروم کی مشابہت فقط قیام میں تھی باقی کوئی فعل صلوۃ کا اُن کے دربار سے مشابہ نہ تھا مؤلف نے تمام
عمر ڈھیلے ہی ڈھوئے ہیں فہم علم کو نہیں جانتا کہ کیا ہے سو خیر اس رسالہ براہین قاطعہ میں اسکو بہت سے امور بتلا دیئے گئے یہ مسئلہ بھی بتلا دیا جاوے
مراد یہ ہے کہ جس شے سے شعار دین تشبیہ ہے اُس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے جیسا مثلاً تمام وردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنے تو یہ کلاہ
من کل الوجوہ مشابہ نصاریٰ کی ہوا اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہو ویگی تو حرام ہو ویگی یہ معنی ہیں ورنہ تمام احادیث وجزئیات
فقہ کے مؤلف کے فہم کے موافق تو برہم ہو جاتے ہیں بہرحال یہ قول مؤلف کا بالکل غلط ہے مؤلف نے مانند ہونا ہی یاد کر رکھا ہے اور باقی خبر نہیں
قولہ دوسری وجہ الخ **اقول** یہ دوسری وجہ مشابہت ممنوعہ نہ ہونیکی ہے جو مؤلف لکھتا ہے سو یہ بھی سابقاً مذکور ہو چکا ہے کہ تشبہ ہر حال مذموم ہے



اور تشبہ بری بات میں مکروہ ہوتا ہے جو شرعاً قبیح ہووے چنانچہ در مختار اور بحر الرائق وغیرہ سے عبارتیں ذکر فاتحہ سوم میں ہم نقل کر چکے ہیں اور
یہی جواب ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف سے ہو سکتا ہے جو تشبہ بالنصاریٰ کا اعتراض ادنیٰ کیا ہے اور اُن کی طرف سے دوسرا جواب یہ
بھی ہے کہ پہلے اہل اسلام میں تیر اندازی تھی جب اہل اسلام کو کفار سے مقابلے واقع ہوئے اور اُنکے پاس توپ اور بندوقیں تھیں اہل اسلام کے
لشکر مجاہدین وغزوات میں بھی یہی آلات تجویز کئے گئے چنانچہ تیر اندازی کو فقہا لکھتے ہیں دفی زماننا استغنی عنہ بالمدافع یعنی اب ہمارے زمانے
میں اُسکی حاجت نہ رہی بباعث توپوں کے اور جسطرح قواعد حرب پلٹن اور رسالہ وغیرہ کے اُنکے یہاں تھے اسطرف بھی اُسیطرح کرکے مقابلہ کیا
گیا اُسکو تشبہ نہیں کہتے یہ آیت فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم کی تعمیل ہے اسیطرح ممالک مغربی وغیرہ میں کہ حدود
اقوام نصاریٰ سے ملحق ہیں جب وہ لوگ اپنی پیغمبر مسیح کی یوم ولادت میں احتشام وشوکت ظاہر کرتے فخر دکھلاتے تھے اور ضعفار اہل اسلام
وہ ظاہری شوکت دیکھکر افسردہ خاطر اور خستہ دل ہوتے تھے تب ملوک مصر واندلس ومغربی نے جو اہل اسلام تھے قوم نصاریٰ سے بہت زیادہ
رونق وجلال کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق اور اظہار شان اسلامی کے لئے اپنے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے روز میلاد ماہ ربیع الاول میں تزک
اور احتشام ظاہر کیا تاکہ شوکت اسلامی اُنکے مقابل میں بخوبی ظاہر ہو اور طرح طرح کے معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ طور پر حضرت
کے جاہ وجلال اور جمال وکمال کل عالم پر ہر طرف مشہور ومنتشر ہو یہ تشبہ نہیں در حقیقت یہ پست کرنا ہے مخالفین کا اور فروغ دینا ہے
شعار دین کا چنانچہ کلام حافظ ابو الخیر سخاوی میں تصریح ہے اس امر کی حیث قال واما ملوک الاندلس والمغرب فلھم فیہ یعنی فی ربیع الاول

مؤلف قرآن کو دیکھکر پڑھنے کی مثال اور صوم عاشورا کی نظیر یاد کر لیوے کہ نہ قرآن دیکھکر پڑھنا مذموم ہے نہ صوم اور بحر الرائق اور در مختار
کے معنے بھی پہلے لکھے گئے ہیں وہاں دیکھ لیوے **قولہ** اور انکی طرف سے دوسرا جواب الخ **اقول** مؤلف کو فہم سے علاقہ نہیں کیا کہتا ہے
کہ جیسا توپ وغیرہ کے آرکاب میں کہ آلات حرب نصاریٰ کے ہیں تشابہ نہیں ایسے ہی عید ولادت میں نصاریٰ کا تشبہ نہیں سبحان اللہ
کیسا کم فہم ہے سو کہ اعداد آلات جہاد فرض ہے بقولہ تعالیٰ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ الآیہ پس جس آلہ سے دفع کرنا اُنکا
ممکن ہو اُس کا اختیار کرنا فرض ہو گا اب تیر سے دفع نہیں ہو سکتا تو بندوق توپ وغیرہ کا بنانا فرض ہوا اور محقق ہو چکا کہ فرض میں
تشبہ معتبر نہیں ہوتا اور اس موقع پر مؤلف کا آیہ فمن اعتدی علیکم کا تلاوت کرنا بھی اُن کے علم وفہم کی خبر دیتا ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے
ساتھ فعل معصیت کریں تو مسلمان بھی اُنکے ساتھ بفعل معصیت پیش آدیں معاذ اللہ شرم کی بات ہے لکھنی مناسب نہیں پس اسپر قیاس مؤلف
کا یہ ہوا کہ گویا تشبہ عید یوم ولادت کا ممنوع ہے ہو جب بھی اسوجہ مذکورہ سے درست ہے تو نہ معلوم کہ کفار کے صغائر کے واسطے مؤلف
کیا کیا کرا کر ہٹیگا توبہ توبہ ہمیشہ سے احتشام کفار کو رہا ہے بسبب تمول کے اور ہر روز ضعفار مسلمین بھی تھے مگر کبھی ایسا کوئی امر جائز نہ ہوا کہ
کراہت وبدعت وتشابہ سے اُس انکسار مسلمین کو دفع کر دیوے اور نہ یہ جواب آج تک کسی کو سوجھا انقلاب کئی سو سال کے بعد مؤلف پیدا ہوا تو
اُس کو سوجھا تو وجہ یہ ہے کہ ایسا علم جہل مرکب کسیکو نصیب نہوا تھا جیسا مؤلف کو ملا ہے کہ جس کی بدولت سب نصوص کو برہم کر دیگا قصہ
ہوا یہود ونصاریٰ کی شوکت اور احیاء عاشورا وولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدیم تھی آج تو حادث نہیں بلکہ فی حدیث میں تمسک عید
دفع تشابہ کیواسطے حکم ہوا مؤلف اقامت عید کا حکم کرتا ہے باخذ تشبہ اور صحابہ نے فخر عالم سے عرض کیا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات

لیلۃ تسیر بہا الرکبان ویجتمع فیہا ائمۃ العلماء عالکان من کل مکان ویعلوا امین اہل الکفر کلمۃ الایمان۔ اور اسی طرح نورالدین ابو سعید بورانی نے
لکھا ہے علماء از اطراب عالم جمع آیند ودر تعظیم آن شب یعنی شب میلاد شریف ارغام اہل کفر وضلال فرمایند اور خود کلام ابن جرزی میں
اس کی تصریح ہے لم یکن فی ذلک الا ارغام الشیطان وسرور اہل الایمان یعنی کہا ابن جرزی نے کہ نہیں ہے مولد شریف میں مگر ذلیل کرنا
شیطان کا اور سرور اہل ایمان کا۔ تماشا یہ ہے کسی دورہ میں کفار اس محفل سے جلتے تھے اس دورہ آخری میں بعضے نام کے مسلمان
جلتے ہیں اور تیسرا جواب بھی ابن جرزی کی طرف سے ہو سکتا ہے کہ یہ دستور ہے کہ جو کسی نیک کام کیطرف لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں تو ادنی کا
ذکر کرکے اعلی کا شوق دلاتے ہیں مثلاً کاذکشی وغیرہ مقدمات دینیہ میں جب اہل اسلام کو بے رغبت دیکھیں تو انکو یہہ کہا جاوے کہ
ذات انواط مقرر فرما دیویں جیسا کفار کے یہاں ذات انواط ہے ذات انواط درخت تھا کہ کفار ایک زمین میں اوپر ہتھیار لٹکا کر اس کے گرد
بیٹھتے تھے اور عید کرتے تھے نہ یہ کوئی معبد تھا نہ بت پرستی تھی پس صحابہ نے کہا کہ ہم بھی ایک روز دل بہلا لیا کریں تو آپ نے غصہ ہو کر
فرمایا کہ یہ تو تمہارا قول ایسا ہی ہوا کہ جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسی سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ۔ اور اس قول کو رد کردیا
اور سختی منع فرمایا تو شارع علیہ السلام تو یہاں تک بھی اعیاد اور رسوم سے تبعید فرماتے تھے اور ایک مولف دوسرا شارع بنا کر ضد سنت اللہ
کی قایم کرنے کو رفع انکسار مسلمین کے واسطے جائز کہتا ہے معاذ اللہ بھلا خیر اگر ان ممالک نصارٰی کے جوار میں یہ چربوز عذر ہے
تو ہندوستان میں کونسے مسلمین کو خستہ دلی ہے کہ ہنود کے جشن اور نصارٰی کے بڑے دن سے ہوتے ہیں اور پھر یہ رفع خستگی اگر سلاطین
[illegible] ہیں ہو تو کوئی صورت بھی ہے مولف کے اور ہندیوں کے مولود میں کہ دو آنہ کی ریوڑی پر جمع ہوتے ہیں کونسا احتشام ہے اگر
کوئی اختیار کرے شوکت اسلام اور رفع صغار کے واسطے تو جو کچھ یہ توجیہ بلیدیہ ہے اس کی کوئی صورت بھی ہو گو خلاف قواعد اسلام
کے ہو مگر عرب میں اور ہند میں جو مولد ہوتے ہیں اس میں کیا احتشام ہوتا ہے اور کونسا طمطراق ہے کہ جس کا خوف نصارٰی یا ہنود پر ہووے
کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا ہوا مولف کی عقل بالکل سلیم نہیں ہے سلیم بدعت ہو گئی ہے آدمی کچھ سوچ کر تو بات مونہہ سے نکالے کیا عجب عذر
ارتکاب تشابہ ممنوع شرعی کا ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ جمعہ اور عیدین کا احتشام اور وعظ میں فخر عالم کے احوال کا اظہار کیا کافی نہیں
تھا جو اپنی طرف سے کوئی بدعت قائم کیجاوے پھر سخاوی اور نورالدین کے قول پر وہی کلام ہے کہ اگر مراد انکی وہ ہے جو مولف سمجھا
تو خلاف نصوص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں دیگر اسکی وجہ اوپر بیان ہو چکی اور مولف کے مولود کو اس سے کچھ نفع نہیں ملا پس تماشا ہے کہ بدعات
ومعاصی سے رنجیدہ ہونا اور اس کو مبغوض ومنکر سمجھنا تو فرض شرعی تھا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان
لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ولیس من وراء ذلک حبۃ خردل من الایمان۔ امر منکر سے فرض ایمان کا تھا
اب مولف امر منکر کو عین ایمان بتاتا ہے معاذ اللہ فخر عالم کے ذکر ولادت کو کوئی برا نہیں جانتا ہے مناکیر کو برا جانتے ہیں جب مولف
اپنے دعوی منکر کے جواز کی دلیل نہیں بنتی تو دھوکا دہی عوام کیواسطے مطلق ذکر مندوب کو اوس کے قائم مقام کر کے اہل سنت کو تبرے
کرنے لگتا ہے مولف نے یہ روافض جہلا سے قاعدہ یاد کرلیا ہے مگر وہ تبرائی اوپر ہی منقلب اور چسپاں ہوتی ہے کما لا یخفی قولہ تیسرا جواب الخ
اقول مولف کیا خوش فہم خوش تقریر ہے سبحان اللہ کہتا ہے کہ ادنی کا ذکر کرکے اعلی کی رغبت دلاتے ہیں سو یہاں اور ادنی تو عید ولادت

شرح امر کو دیکھے تو چاہیے کہ اسکو ہاتھ سے ... اگر یہ نہ ہو سکے تو زبان سے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے اور یہ کم درجہ ایمان کا ہے [illegible]



تو ہنود یا یہود چونکہ مذہب ان کا باطل ہے وہ تو باطل پر جانفشانی کریں تم حق پر ہو کے کچھ نہ کرو تم کو ان سے زیادہ عرق ریزی اور زاری چاہیے اس کو
کوئی ہمارا شبہ کفار کہیگا اسی قاعدہ پر نازل قرآن میں ان تکونوا تألمون فانہم یألمون کما تألمون وترجون من اللہ ما لا یرجون اس کی تفسیر
دیکھنی چاہیے اور اسی درجہ میں ہے قول محمد بن مسعود گازرونی کا کہ وہ لکھتے ہیں جب بادشاہ یا امیر ذی اقتدار اپنے گھر میں لڑکا پیدا ہونے
کی خوشی میں طرح طرح کے تکلفات وضیافت وغیرہ کریں حالانکہ وہ ابنا دنیا سے ہے پھر میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کیوں نکیا
جاوے کہ سبب نجات ہے پس اسی قبیل سے قول ابن جرزی کا ترغیب محفل میلاد میں واقع ہوا ہے کہ جب نصارٰی اپنے پیغمبر کے میلاد کی ایسی
خوشی کریں ہم تو ان سے زیادہ مستحق ہیں کہ اپنے نبی کی خوشی کریں اور اسی درجہ میں تو قول ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی واقع
ہوا ہے کہ یہود نے جب کہا کہ ہم روزہ عاشورا شکریہ نجات موسیٰ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا۔ انا احق بموسی منکم۔ یعنی جب تم یہود اسکا شکریہ ادا
کرو تو میں زیادہ مستحق ہوں اسکا کیونکہ مجکو زیادہ مناسبت ہے موسیٰ سے علی نبینا وعلیہ السلام اور ایک خوبی یہاں اور ہے اگر ابن جرزی یہ مقولہ
حضرت عیسی کو ٹھیرایا ہے اور واسطے عید ولادت فخر عالم کو غرض دونوں ایک ہی جنس ہیں اور پھر کوئی عاقل ہم مشرب مولف کا اسکو تشبیہ نہیں
کہیگا اسواسطے کہ مولف کے نزدیک مشبہ مشبہ بہ وجہ شبہ من کل الوجوہ مساوی ہوتے ہیں چنانچہ پہلے بھی لکھ چکا ہے سو اول تو یہی مولف کا
علم معلوم ہوا دوسرے عید ولادت میں کیا ادنی کی ولادت اور کیا اعلی کی عید نفس عید ہونے میں سب یکساں ہیں پس مولف عالم کے قاعدہ
پر تشبیہ تو ہو گیا اور تشبہ نفس عید میں ہے ممنوع پس عید ولادت حضرت عیسی کی تشبہ سے یہ عید ممنوع ہو گئی نہیں معلوم کہ مولف کیا کہہ رہا ہے جو
دلیل جواز بن جاوے ہاں البتہ اگر مولف یہ کہتا کہ عید ولادت حضرت عیسی کی ادنی یعنی ناجائز ہے تو اسقدر خرچ کریں اور اہتمام کریں اور
عید ولادت فخر عالم کی اعلی یعنی جائز اور عبادت اس میں کچھ بھی اہتمام نہو تو البتہ کلام فی حد ذاتہ درست ہو جاتی گو وہ محض حماقت ہے کیونکہ دونوں
عید یکساں ہیں دونوں نبی ہیں اور دونوں کی ولادت کی خوشی ہے گو کم زیادہ ہے پس وہی مشابہت ممنوعہ موجود ہے نہیں معلوم کہ مولف کے دماغ میں کس
شیمہ نے یہ علوم بھر دیئے ہیں کہ ابن جرزی کو ہرگز یہ جواب نہ سوجھے نہ کسی کو انکے بعد آج تک اب مولف نے خوب طرفداری کی ماشاء اللہ اور آیہ ان
تکونوا تألمون میں بھی تو یہی معنی تھے کہ اے مسلمانو تم کو تکلیف جہاد میں ہوتی ہے تو دیکھو کفار بھی اپنے کفر پر کسقدر جان ومال خرچ کرتے ہیں حالانکہ
ان کو محض خسران ہے تم ثواب ورضوان پر کیوں نہیں کرتے تو مثل اسکے مولف نے ولادتین کو بنایا ہے غرض حدیث تشبہ کی مخالفت مد نظر ہے
معاذ اللہ کیون مولف نے اپنی خواری علما کے سامنے دکھائی چپ رہتا ابن جرزی کی مددگاری کیا ضرور تھی سچ ہے تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب وہنرش نہفتہ باشد۔ قول گازرونی کو بھی سنو کہ جو مولود مثبت منکرہ کیواسطے نقل ہی تو وہی جواب مخالفت نص اسکا جواب ہے ورنہ یہ
ہے کہ فرحت ولادت فخر عالم میں جسقدر کیا جاوے بوجہ شرع وہ تھوڑا ہے پس مجلس میلاد مروجہ سے اسکو کچھ علاقہ نہیں ابن جرزی کا بھی
یہی جواب ہے اور فخر عالم کی حدیث عاشورا کی تحقیق گذر چکی یہ مولف کا ترجمہ اور زمرہ بالکل غلط ہے اور واضح ہو لیا تکرار کی حاجت نہیں قولہ
اور ایک خوبی یہاں اور ہے الخ اقول یہ مولف ہی کی خوبی علم وفہم کی ہے مذکور ہو لیا کہ تشبیہ میں کفار کے فعل کو دیکھ کر اخذ کرنا
ضرور نہیں یہ نافہم مولف کی از سرتاپا غلط ہے تشبہ سابق ولاحق سب طرح ممنوع ہوتا ہے اگرچہ ذکر جواب تنزیہ ابن جرزی
اتفاق سے آئی مگر مولف کی بدفہمی کا بیان بھی اتفاق ہی رہا کوئی فہم کی بات کہکر اپنے قاعدہ قدیمہ کے خلاف نہیں کیا۔

فرماکر محفل میلاد شریف کی بنا ڈالتے تو یہ بھی گمان ہوتا کہ اسی دلیل پر یہ عمل مبنی ہوا ہے اُنہوں نے یہ عمل نصاریٰ سے سیکھا ہے حالانکہ یہ عمل اس کلام سے دو سو برس پہلے بہ تخصیص و تعین روز میلاد شریف ایجاد ہو چکا تھا اور علماء دین اُسکی اصل و نظیر شریعت سے نکالکر فتوے دے چکے تھے پس بے سمجھ بوجھے اس شیخ معظم مرحوم پر تشبہ نصاریٰ کا الزام لگانا سخت بیعقلی ہے خیر یہ ذکر بدوا عتراض اس شیخ کا اتفاقی آگیا تھا اب ہم رجوع کریں اصل کلام کیطرف اور بیان کریں واسطے ابطال وجہ تشبہ کے وجہ **تیسری** وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کا بڑا دن اور ہندوؤں کا جنم کنھیا معین ہے وہ لوگ اسی ایک دن میں جو کچھ کرنا ہے کرتے ہیں اور اہل اسلام کے یہاں یہ بات نہیں کہ خاص بارھویں تاریخ ربیع الاول کے سوا کسی اور دن محفل سرور میلاد شریف منعقد نکریں ربیع الاول کی کل تاریخوں میں مولد شریف ہوتا ہے کسی نے کسیدن کیا کسی نے کسی دن بلکہ علاوہ ربیع الاول کے اور مہینوں میں بھی اہل اسلام مولد شریف کرتے ہیں اور یہود اور نصاریٰ میں نہیں ہوتا مگر اسی ایکدن میں اور یہ مثال ہم اول دے چکے ہیں کہ صوم عاشوراء میں ہم اور اہل کتاب شریک ہیں لیکن ایک روزہ اول میں جو ہم رکھ لیتے ہیں اتنے میں من تشبہ اہل کتاب کا جاتا رہتا ہے اور ہمارا فعل اُنسے جدا گنا جاتا ہے فقہ اور حدیث کی کتابوں سے معلوم کر دیکھ جب مقدار مخالفت کرنے سے تشبہ باطل ہوگیا حالانکہ ہم اُن کے اصل فعل میں یعنی صوم عاشوراء میں شریک ہیں پھر کیا خیال کرتے ہو نصاریٰ کے بڑے دن اور کنھیا کے جنم میں کہ ہم انکے اون دونوں دنوں میں انکے افعال کے شریک نہیں اور ہم جو محفل میلاد شریف کرتے ہیں اسکے آئین اور ترتیب جدا اور انکی رسوم و قواعد جداگانہ دن میں شرکت نہ کاروبار میں مشابہت استغفر اللہ نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس یہ چوتھا جواب سمجھو ابن جرزی کی طرف سے خلاصہ یہ کہ امام القراء والمحدثین علامہ ابن جرزی اور جمیع اہل سنت والجماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبہات کفریہ سے بالکل پاک ہے ہاں یہ حضرات ایسی تشبیہات جنم کنھیا وغیرہ کی محفل پاک کی نسبت پیدا کر کے کچھ اپنی عاقبت بخیر ہونیکا سامان کر رہے ہیں اگرچہ مجھکو اکثر متدعین کی تکفیر میں سکوت ہے کیونکہ اگر وہ کافر ہوگئے تو اللہ بس ہے اُنکی تعذیب کو میں کیوں موتھ اپنا آلودہ کروں ہاں البتہ بعض اہل علم تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے تشبیہ دینے سے اور محفل ذکر پاک سید الابرار کو اس قسم کی اہانت اور استحقار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے پس اہل اسلام کو بہت ضرور ہے

---

**قولہ** وجہ تیسری وہ یہ ہے کہ نصاریٰ الخ **اقول** یہ تیسری وجہ عدم ممانعت تشبہ کی مولف کی طبعزاد ہے اور معلوم ہو چکا کہ من کل الوجوہ مماثلت مشابہت ممنوعہ میں ضرور نہیں جیسا قیام مقتدی امام قاعدہ میں موجود ہے پس تجدید تاریخ کی ضرورت نہیں نفس تعدید تشابہ کو کافی ہے اور صوم عاشوراء کی شرکت بامر اللہ تعالیٰ اور منفرد صوم عاشوراء بھی مکروہ نہیں ایک صوم اول آخر محض تبعید کیواسطے مستحب ہے نہ رفع تشبہ کیواسطے کیونکہ تشبہ پہلے بھی نہیں تھا جیسا ستہ شوال کا کہ بعد عید فطر کے تتابع سے متصل رکھنا حنفیہ کے نزدیک علی المختار بلا کراہت جائز ہے اگرچہ تفریق مندوب ہے کیونکہ روز عید فطر مفرق آگیا ہے یہاں تشبہ نہیں اگرچہ تبعیداً عن التشبہ تفریق اولیٰ ہے پس حدیث دانی اور فقہ خوانی مولف کی معلوم ہوئی خلاف اس مسئلہ عید ولادت کے کہ نفس عید میں ہرحال تشبہ موجود ہے ہاں اطعام طعام تعبداً نہیں جائز ہے بلا تعین روز ولادت بھی اور غیر روز ولادت بھی اور تعین کا مسئلہ یہاں بھی خیال ہے استغفر اللہ من تسویل النفس الامارہ تلبیس الابلیس مولف نے کیسا حق کو باطل سے مختلط کرکے سلیمی کو گمراہ کیا پس کیا کہا جاوے خود ناظرین غور کریں کہ کسکا مشرب پاک تشبیہات کفار سے ہے زیادہ زبان درازی کا جواب دینا ہمارا کام نہیں کوئی علم کی بات



کہ ایسے الفاظ خطرناک سے پرہیز کریں وما علینا الا البلاغ **لمعہ ثالثہ** اعتراض کرتے ہیں اگر تشبہ کفار اسمیں نہیں پھر بھی یہ محفل بدعت سیئہ ضرور ہے کیونکہ قرون ثلثہ میں پائی نہیں گئی جواب مولوی اسمعیل صاحب اپنی تصنیفات تذکیر الاخوان وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جو عمل ایسا ہو کہ زمانہ نبوت میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تین زمانہ مابعد یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں وہ عمل بعینہ نہ پایا جاوے اور نہ اون چاروں زمانوں میں اُسکی نظیر اور مثل پائی جاوے وہ عمل بدعت ہے اور جو کچھ مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہے انتہیٰ پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ عمل مولد شریف بدعت نہیں اسکی اصل بھی پائی گئی اور اسکی نظیر اور مثل بھی اصل تو یہ ہے کہ مواہب اور اسکی شرح میں قسطلانی اور زرقانی و طبرانی وغیرہ محدثوں سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ میں واپس آچکے مسجد میں آپ اور بہت آدمی تھے حضرت کے چچا عباس نے اجازت لیکر یہ اشعار پڑھے۔ من قبلہا طبت فی الظلال وفی ٭ مستودع حیث یخصف الورق ٭ ثم ہبطت البلاد لا بشر ٭ انت ولا مضغۃ ولا علق ٭ بل نطفۃ ترکب السفین وقد ٭ الجم نسرا واہلہ الغرق ٭ تنقل من صالب الی رحم ٭ اذا مضی عالم بدا طبق ٭ وردت نار الخلیل مکتتما ٭ فی صلبہ انت کیف یحترق ٭ احتوی بیتک المہیمن من ٭ خندف علیاء تحتہا النطق ٭

---

نہیں کفر و اسلام سنت و بدعت کا فرق سبکو واضح ہوگیا **قولہ** لمعہ ثالثہ الخ **اقول** تقریر اعتراض کی یہ ہے کہ اگر مولود مروج میں تشبہ بھی ہو تاہم بسبب قیود مروجہ کے بدعت ہے اسواسطے کہ یا یہ قیود منکرہ امور ہیں یا مباح کہ بسبب تاکد کے مکروہ ہوگئے ہیں اور تقیید مطلق مامور کی بدعت ہے کیونکہ یہ قیود قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوتی اور ان کی اصل وہاں سے نہیں معلوم ہوتی تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ ممانعت بسبب قیود کے ہے نہ بسبب اصل ذکر ولادت کے کہ بارہا اس کا بیان ہو چکا ہے پس مولف کو اسکے جواب میں اثبات اُن قیود کا واجب تھا سو معترض بدعت کہتا ہے نہ اصل ذکر کا مگر مولف خوش فہم جواب میں اصل ذکر کو ثابت کرتا ہے ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ مولف کس ڈھب پر قائم ہو رہا ہے **قولہ** جواب مولوی اسمعیل صاحب **اقول** سب ناظرین بچشم انصاف دیکھیں کہ یہاں مولف نے عبارت تذکیر الاخوان کی جو نقل کی یہ ہے کہ جو عمل زمانہ فخر عالم علیہ السلام اور تین زمانہ بعد میں بعینہ یا نظیر اُسکی نہو وہ بدعت ہے اور یہ حد بدعت کی بعینہ وہی قول خامس ہے جو مولف نے مختار رکھا ہے لفظاً و معنیً چونکہ یہاں اپنے مدعا پر اس سے استدلال لاتا ہے تو اسکو کامل و تمام بیان کیا اور لمعہ ثانیہ فورد ویم میں ناتمام نقل کیا کہ طعن کرنا منظور تھا اور وہاں اُسکے قبول میں بزعم خود خلاف مدعا ہوتا دیکھا تھا گو یہ خام فہمی تھی پس یہ خیانت دین اللہ تعالیٰ اور شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی بدعت کی احیا کیواسطے کس کا کام ہے اور دیکھا آخر دروغگو را حافظہ نباشد خود ہی بول پڑا مگر یہ خیانت مولف کی کچھ اُس کو مفید نہوئی اور اہل سنت کو مضر نہوئی چنانچہ واضح ہوگیا مگر ہاں مثل مشہور ہے بلی کی ذات دریافت ہوگئی ناظرین دونوں عبارت کو ملا کر دیکھیں **قولہ** پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں الخ **اقول** مولف کے فہم پر غشاوہ ہے ذکر فخر عالم کا اول سے آج تک کسی کے نزدیک ناجائز نہیں اور اُسکے اثبات کیواسطے زرقانی اور مواہب وغیرہما کی روایت کی حاجت نہیں اور جو کچھ مولف نے بڑی جانکنی سے لکھا ہے اُس کو خود اہل سنت قبول کرتے ہیں مگر اس میں امر متنازع فیہ کا نام و نشان نہیں اور بالاستقلال بھی اس ذکر کو کسی نے منع نہیں کیا مولف اپنے دماغ کا علاج کرے تداعی اور اہتمام اس ذکر کیواسطے بالخصوصیت مکروہ کہتے ہیں مثل تداعی نوافل کے اور یہاں مسجد میں مجمع اس قصیدہ کے واسطے جمع

دانت لما ولدت اشرقت الارض ☆ وضاءت بنورک الافق ☆ فنحن فی ذلک الضیاء وفی ہذا النور وسبل الرشاد نخترق ☆ اب دیکھئے اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت کا اور پھر منتقل ہونا ایک صلب سے دوسری صلب میں اور حضرت ابراہیم اور نوح علیہ السلام کا نجات پانا آپکی برکت سے کہ آپکا نور انکے ساتھ تھا پھر یہ تقلبات صُلبی و رحمی انجام کار پیدا ہونا اور اس وقت نور کا نکلنا پھر اس نور سے تمام عالم کا روشن ہو جانا جو کچھ مولود شریف میں تفصیل ہوتا ہے اس حلیہ میں بالاجمال وہ سب مذکور ہوا ہے پس مردود ہوا قول ان لوگوں کا جو کہتے ہیں باستقلال یہ ذکر نکرے اگر وعظ کے اندر ذکر میں ذکر یہ بھی کردے درست ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تنہا پڑھے تو جائز ہے مجمع میں نہ پڑھے اب لوگوں کو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہئے کہ اس مجلس میں کل قصیدہ حضرت عباس کا یا لااستقلال اسی ذکر میں ہے اور نہیں اسکے اول و آخر میں پند و موعظت اور علی عین مجمع میں پڑھا ہے پس یہ تذکرہ بالاستقلال کرنا اور بیچ مجمع میں کرنا سنت بالاصالۃ ثابت ہوا نہ بدعت باقی جو اس کے امور لواحق ہیں وہ یہ ہیں فرش بچھانا منبر یا چوکی واسطے قاری کے لگانا خوشبو کا استعمال اور کچھ کھلانا یا شیرینی دیدینا سو فرش و منبر تو بدعت ہو نہیں کچھ دخل نہیں رکھتے ورنہ مجلس وعظ کے لئے بھی اگر کوئی اپنے گھر میں فرش اور منبر لگا دے تو چاہئے وہ وعظ بدعت ہو جاوے یہ بات تو کسی کے نزدیک نہیں پس فرش اور منبر سے تو یہ ذکر بدعت نہیں ہو سکتا باقی رہا استعمال خوشبو و عطریات اور کھانا یا شیرینی دینا یہ خاطرداری اور ضیافت مہمانوں کی ہے صحیحین کی حدیث ہے من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ رسول خدا

ہنوا تھا بلکہ خدمت فخر عالم میں تھے اور شیرینی اور فرش و بساط وغیرہ کوئی بات نہیں تھی سو یہ سب کے نزدیک جائز ہے یہ تو اول سلف آیہ ورفعنا لک ذکرک سے ثابت کر چکا ہے مگر کلام قیود میں ہے اُسکی کوئی سند دینی واجب تھی پس مجمع میں نہ پڑھنا اور فقط استقلالاً اسکا ذکر کرنا مولف کا خیال ہے سو مردود ہو گیا بیشک اور قول اہل سنت کا موافق کتاب و سنت کے ہے لاریب **قولہ** باقی جو اس کے امور لواحق ہیں الخ **اقول** مولف نے یہاں بھی خیانت کی قیود زائدہ و امور لواحق میں سے وہ امور چھانٹ کر لکھے کہ وہ اصل مباح ہیں تا عوام کو فریب دیوے سو ان امور کی بحث تو اب ہو جاویگی مگر جو امور اصل سوال جو ورقہ میں اور جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم میں مصرح ہیں اُنکو ہضم کیا تو وہ بعض امور یہ بندہ لکھتا ہے تداعی و اہتمام زیادہ وعظ و جماعت پنجگانہ سے اور فساق و مبتدعین کی طلب اور مدارات اور لباس و زینت منکر شرع کا ہونا اور ترک اور ترک المنکر واجب کا اور روایات موضوعہ اور امارد و خوش الحان کا ہونا اور اس مجمع کی حاضر باشی سے صلوٰۃ فرض میں کوتاہی کا ہونا اور اسراف روشنی میں اور قیام وقت ذکر ولادت کے خصوصاً بعقیدۂ فاسدہ بامور عشرہ یا کیسے سب یا بعض انکے بالضرور مجلس مروجہ میں ہوتے ہیں ہرگز نہیں ہوتا کہ سب مرتفع ہو دیں اور ان میں سب کے سب مکروہ تحریمی اور حرام ہیں کہ ہر ہر واحد کی کراہت اور محظور ہونا ایسا بدیہی شرعی ہے کہ کسی ادنیٰ مسلم کو بھی اس سے انکار نہیں لہٰذا ہر ہر واحد کے اثبات کی حاجت نہیں اُس عبارت شرح منیہ پر جواب صلوٰۃ الرغائب سے شرح نور جہارم میں درج اس رسالہ کی ہو گئی ہے قناعت کرتا ہوں اور بعض کی بحث شرح سوال میں ہو چکی ہے اور ان بعض قیود دارجہ مذکورہ مولف پر بھی شرح سوال میں بحث ہو چکی ہے اب چونکہ مولف نے سب طرح سنبھل کر خوب جزم کے ساتھ قیود لکھے ہیں تو انکا حال سننا لازم ہے **قولہ** سو فرش و منبر تو بدعت الخ **اقول** یہ دعویٰ مولف کا کہ فرش و منبر کو بدعت ہونے میں کچھ دخل نہیں کیسی چشم پوشی حق سے اور انکار مواخذہ زوری کا ہے کیونکہ فرش و منبر دونوں امر مباح ہیں جبکہ التزام



صلی اللہ علیہ وسلم کمال تاکید سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جسکو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان ہے اُسکو چاہئے کہ خاطرداری اور تواضع کرے اپنے گھر آئے ہوئے کی روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے اب مجلس کرنیوالوں سے پوچھ لیجئے کہ انکی نیت بیشک یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ہمنے تیار کیا ہے شیرینی یا کھجوریا ریزینی وغیرہ وہ سب صاحبوں کو جو ہمارے گھر آئینگے انکو کھلائیں گے اور شریعت سے یہ بات معلوم کیجئے کہ ضیافت شرع میں کس چیز کا نام ہے جو چیز کھلائیگی خواہ تھوڑی یا بہت جب اُسکے لئے آدمیوں کو بلا دیگا شرع میں ضیافت کہلاویگی صحابہ روٹی کا ٹکڑا یا کھجور دیتا تھا پیش کرتے اور حدیث میں ہے لو دعیت الی کراع لاجبت یعنی ایک پارچہ بکری کیلئے بھی کوئی دعوت کرے تو میں قبول کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اخلاق عالی تھا اُس اہل ضیافت کا خوش کر دینا منظور ہوتا تھا یہ سبب بار منظور رہتا تھا چنانچہ فقہا بھی یہی حکم دیتے ہیں دعوت قبول کرنیوالوں کو

کی وجہ سے عوام اُسکو ضروری اور لازم اس محفل کا جانیں گے تو کیونکہ ان کے حق میں بدعت اور مرتکب کے حق میں مکروہ نہیں ہوگا عوام ضروری سمجھنے سے مکروہ ہو جانا مسلم فقہا کا ہے شرح منیہ میں ہے منہا ان العوام یعتقد کونہا سنۃ انتہی پس اس صورت میں فعلوں مکروہ ہو گئے اور بدعت ہوئے مولف مطلق العنان لکھتا ہے کہ انکو بدعت میں کچھ دخل ہی نہیں اور اب خوب ظاہر ہے کہ عوام کا لا انعام اسکو ضروری جان رہے ہیں اور خواص کا لعوام اس کا تعامل مثل سنن ضروریہ کے کرتے ہیں اور اسمیں تعدی حد اللہ تعالیٰ اور تغیر حکم شرع کا لازم ہے مگر مولف خوب غفلت میں ہے عالمگیریہ میں اور شرح منیہ میں ہے وکل مباح یؤدی الی ذلک فمکروہ انتہی اور کراہت مطلقہ تحریمیہ ہوتی ہے اور دلیل بھی تحریم کو چاہتی ہے کہ تعدی حد اللہ تعالیٰ ہے قال فی رد المحتار اعلم ان المکروہ اذا اطلق فی کلامہم فالمراد منہ التحریم الا ان ینص علی التنزیہ انتہی پس یہ دونوں امر جب مکروہ ہو گئے تو مجلس مروجہ کو بیشک مکروہ بنا دیویں گے کما لا یخفی ہاں نفس منبر مباح تھا پس وعظ کا ذکر کرنا یہاں بے سود ہے کیونکہ اول تو وعظ کا کون اہتمام کرتا ہے مولود کے البتہ اہتمام ہوتے ہیں اور پھر اگر منبر و فرش وعظ میں بھی ایسا ہی ضروری جانا جاویگا لاریب وہ بھی بدعت ہو جاویگا مگر چونکہ وعظ کا اہتمام ایسے دلمیں نہیں وہاں ضروری کوئی نہیں جانتا صد ہا وعظ بدون اسکے ہوتے ہیں ہاں مولود کا اہتمام وہ ہے کہ جماعت فرض کا بھی نہیں ایسی ایک جدید بدعت وکراہت مجلس مولود کی ہو گئی ہے بہرحال ایسی حالت موجودہ میں فرش و منبر یا چوکی دونوں بدعت ہیں گو مولف اپنی بے شرمی سے انکار کرے علی ہذا الحال عطریات و شیرینی کا بلا کم و کاست ہے کہ در اصل مباح تھی اگر قطع عوام میں سنت ضروریہ ہو گئی پس بدعت مکروہہ ہو گئی شرح سوال میں بھی ذکر اسکا ہو چکا ہے بلکہ اسکے کہ یہ ہر چار مباح موافق قاعدہ شرع کے کر وہ ہو چکے اب خاطرداری حضار فساق کی لائق سننے کے ہے کہ وہ مستقل ایک امر معصیت کا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰبآءہم او ابنآءہم او اخوانہم او عشیرتہم الآیۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ الحدیث پس مولف اور اُسکے سب اقران جیسا مولود کرتے ہیں تو فسقہ جہلا مبتدعہ کو طلب کرتے ہیں اور اُنکے ساتھ مدارات اور مداہنت فی الدین ہوتی ہے اُسکا نام اکرام ضیف رکھا گیا ہے بھلا اگر اکرام ضیف کا ان ہے تو ود و محبت منافقین فاسقین کی کیا ہے ذرا مولف آنکھ کھولے ہوشیار ہووے من اہان اللہ فالہ من مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یاکل طعامک الا تقی الحدیث جس میں صاحب احیاء العلوم فرماتے ہیں کہ متقی کی ضیافت کرے اور فاسقوں کو کھانا کھلانے کہ اہانت اُنکے فسق کی ہوتی ہے پس فساق مبتدعین کی ضیافت ہی کب درست ہے کہ اکرام کرنے کی حدیث ٹھیک ہو جاتی ہے یہ حدیث میں اکرام ضیف متقی کا ہے نہ فاسق کا علی ہذا اجابت کا حال ہے کہ جس ضیافت میں کوئی امر خلاف شرع ہو اُس ضیافت کی اجابت ہرگز جائز

فتاوی برہنہ میں ہے از جہت بعد وفقرا امتناع نیارد وقصد نکند حاجت شکم را بلکہ نیت کند اقتدای سنت و ادخال سرور در دل مسلم۔
مثلاً اگر کوئی متمول بالقصد و شکم سیر کھانا کھلادے مثل محفل مولد شریف میں تاکم مقدر ہمدوالا محض شیرینی در کھجور یا حضر کے لئے اہل اسلام کو تکلیف دے
اسکو ضیافت شرع میں کہتے اور وہ لوگ اسکے پاس آئیں اُسے عربی زبان میں ضیف اور فارسی میں مہمان کہلائینگے اور عطر اُنکی تنظیم اور اکرام ہے مقام غور ہے
کہ تذکرہ خود سنت تھا اور مراسم اکرام ضیف بھی سنت ہیں پھر سنتوں کا نام جو کوئی بدعت ضلالت رکھے اسکو خدا سمجھے ع جو اسپر بھی نہ سمجھے تو اس
بت کو خدا سمجھے۔ مدعائے اصلی برآوریا محفل مولد شریف میں چیز کہ اصل عبادت اور بنیاد محفل کی اُسپر ہے وہ ذکر خیر ہے رسول اللہ علیہ وسلم کا باقاب و تنظیم دلیل
اسکی یہ کہ اگر کوئی فرش اور خیمہ اور شامیانہ میز چوکی وغیرہ آراستہ کرے اور اُس میں کچھ ذکر نہ ہو اسکو مولد شریف نہ کہینگے اور اگر کسی مجمع میں کوئی
شخص کھڑا ہو کر درود یا مدح پڑھنے لگے اُسکو بھی مولد شریف نہیں کہیں گے اسیطرح اگر کوئی آدمیوں کو کھانا کھلاوے یا شیرینی بانٹ دے اسکو بھی مولد شریف
نہیں کہیں گے اسیطرح اگر کسی جلسہ میں بخور سلگایا جاوے یا عطر لوگوں کو ملا جاوے اسکو بھی مولد شریف نہیں کہینگے پس معلوم ہوا کہ محفل کا نام محفل
مولد شریف اسی سبب سے ہوتا ہے کہ اُس میں ذکر ولادت شریف مع بعض صفات و معجزات و خرق عادات وغیرہ کیا جاتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اصل اس
محفل کی ذکر پاک ہے اور یہ ہم ثابت کر چکے حضرت کے چچا عباس نے فیہ کر پڑھا اور آپنے اور جمیع صحابہ نے سنا پس ثابت ہوگئی اصلیت مولد شریف کی باقی یہ
ملحقات جو عارض ہیں یہ نہیں نکالتے اصل سنت ہونے سے مثال اسکی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تعلیم دین ہوتی تھی اور اب بھی

---

نہیں چنانچہ شرح سوال میں ذکر ہو چکا پس یہ بحث اور تکلف ضیافت کی بحث محض کم فہمی مولف کی ہے پس اب غور کرنا چاہیے کہ شرع سے نہ یہ
ضیافت مباح ہے اور نہ اضیاف کا اکرام روا ہے پھر اسکو سنت کہنا مولف کے فہم نارسا نے روا کیا ہے کوئی اہل علم ہرگز جائز کہہ سکتا ہے بعض غذر کرہ روان آما
بھی مکروہ ہو گیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سنن کا مجموعہ بھی وہ ہی محمود ہوتا ہے کہ خالی کراہت و بدعت سے ہو اور جمع موافق حکم شرع کے ہو ورنہ جمع سنن سے
کراہت بھی حاصل ہوتی ہے دیکھو کہ قرآن دیکھکر پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی مجموعہ مکروہ مشابہ باہل کتاب ہو گیا اور رکوع میں شروع اور قرآن شروع
جمع دونوں کا مکروہ ہوا اور علی ہذا مگر مولف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے کہ جسکی مفردات اجزا مباح ہو وینگے مرکب بھی مباح ہی رہیگا اور یہ خود ناتمام ہے
اور تحقیق اسکی پہلے گذر چکی ہے مولف نے یہ گن لیا کہ اکرام ضیف سنت ہے اور قلیل شئے بھی دعوت ہوتی ہے پس عالم بنگئے اور بدعات کو سنت بتانے
لگے اب دیکھو کہ بدعت کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے **قولہ** محفل مولد شریف میں وہ چیز الخ **اقول** یہ مولف کی بے سود تقریر ہے مولد ذکر خیر کا
ہی نام ہے مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہو جاویگا تو مجموعہ لا ریب مکروہ ہو جاوے گا کہ مجموعہ حلال و حرام کا حرام ہی ہوتا ہے
صد ہا مثالیں موجود ہیں اور قاعدہ کلیہ فقہیہ کا ہے اذا اجتمع الحرام والحلال غلب الحرام پس ان امور لاحقہ سے بیشک حرمت و کراہت آویگی
یہ بدیہی کا انکار نہایت بلاہت ہے صلوۃ قرآن کو دیکھکر پڑھنے سے اور اشتمال صماء سے اور سدل سے اور ارض مغصوبہ میں اور آگ اور تصویر کے
رو برو مکروہ ہو گئی ذرا آنکھ تو کھولکر دیکھئے حاصل یہ ہے کہ جو قید تغیر حکم شرع کا کر دیویگی بدعت و کراہت حاصل ہو جاویگی ورنہ نہیں اور سنت ہونا قید کا
مانع بدعت ہونیکا نہیں ہوتا **قولہ** مثال اُس کی الخ **اقول** اول تو مولف نے مثال امر لاحق کی جو دی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ
مولود میں جو امور لاحق ہیں یا خود مکروہ ہیں یا لحوق و تغیر کے سبب مکروہ ہو گئے ہیں مگر بہر حال ایک امر زائد علی اصل ذکر ہے اور اس مثال
میں کوئی امر زائد تعلیم پر نہیں فقط تعلیم ہے ہاں تعلیم کے دو طریق تھے تبدل طرز ہی الی زعم مولف نہ لحوق امر زائد سو مولف کے فہم میں



مدارس اسلامیہ میں ہوتی ہے لیکن اسقدر فرق ہے کہ اُسوقت میں اُستاد پڑھتے تھے شاگرد سنتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم و ابوداؤد وغیرہ یہ سب
محدث لکھتے ہیں کہ ہمارے اُستادوں نے یہ حدیثیں ہمارے سامنے پڑھیں اور ہم کو تعلیم کیں جا بجا لفظ حدثنا اور اخبرنا وغیرہ لکھتے ہیں چنانچہ
مکہ میں اب تک تیرہ سو برس ہو چکے وہی دستور جاری ہے کہ اُستاد پڑھتا ہے اور شاگرد سنتے ہیں جو شبہ ہوتا ہے اُستاد سے دریافت کر لیتے ہیں اور
ہندوستان کے مدارس کا یہ طریق ہے کہ شاگرد پڑھتا ہے اُستاد سنتا ہے یہ امر خلاف اُن کے تغیر اور تعمیر مدرسہ کی نہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے ثابت نہ ابوبکر نہ عمر نہ عثمان نہ علی سے رضوان اللہ علیہم اجمعین اب وہ تعمیریں مدارس کی پختہ کی جاتی ہیں کہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ قیامت
کے نفخہ صور سے بھی اُن کی بنا محکمہ متزلزل نہ ہو اور پہلے صحابہ اور تابعین حتی کہ امام اعظم اور امام محمد و ابو یوسف تک بھی تعلیم علم دین کی اجرت
نہ لیتے تھے اب جو مدرس حدیث کا یا فقہ کا ہو گا کسی کے چالیس روپیہ ہونگے کسی کے پندرہ کیلئے بس اب صرف نحو وغیرہ کی حدود مقرر ہیں کہ فلاں فلاں

---

از سر خطا ہے دوسرے یہ کہ زمانہ فخر عالم میں یہ دونوں طریق موجود تھے آپ بھی فرماتے تھے اور یہ کہ صحابہ نے عرض کیا آپنے تقریر فرما دی یہ بھی تھا
چنانچہ بخاری نے اسکے لئے باب ہی جدا ضبط کیا ہے پس دونوں طریق سنت ہوئے ہر گز تبدیل نہیں ہوئے اور پھر آج تک وہی دونوں طریق چلے
آتے ہیں اگرچہ ایک کم ہو تیسرے یہ کہ مولف نے حدثنا و اخبرنا وغیرہ کو سب کو ایک معنی تحدیث کی جان کر نقل کیا اور یہ محض ناواقفیت مولف کی
فن حدیث اور اصول فقہ اور اصول حدیث سے ہے کیونکہ حدثنا وہاں بولتے ہیں کہ اُستاد اپنی زبان سے پڑھے اور اخبرنا وہاں کہتے ہیں
کہ شاگرد اپنی زبان سے پڑھے اُستاد سُنے پس بخاری مسلم وغیرہ سب کتب سے ہر دو طریق مستفاد ہیں اور مولف ہر دو لفظ کو ایک تحدیث پر دلیل لا کر فارغ
ہوئے دلیل تو کچھ اور مدعا کچھ سبحان اللہ حدیث مولود کو خوب آتی ہے بس اور تو کیا کہوں پس مولف کی مثال محض اُن کے جہل سے خبر دیتی ہے
نہ شاعر مثل ہیں مطابقت دعوی و دلیل مطابق اور نہ اصل مطلب سے خبر کہ کہاں زیادت بدعت و مکروہ ہے اور کہاں جائز ہے سب کو ایک راہ
چلا دیا ماشاء اللہ اور پھر دعوی علم کی نہایت ہی نہیں بہر حال مدارس ہندوستان کا طرز تعلیم حدیث کا خلاف زمان فخر عالم و قرون سابقہ
کے ہونا بالکل غلط ہے دوسری مثال تعمیر مدرسہ کی یہ بھی محض کم فہمی ہے صفہ کہ جس پر اصحاب صفہ طالب علم دین و فقراء مہاجرین رہتے تھے
مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہذا اصل سنت وہی ہے ہاں تبدل ہیئت مکان کی ہو گئی سو مکان کی ہیئت مطلق ہے جس ہیئت پر
مناسب وقت ہو بنانا جائز ہے۔ المطلق یجری علی اطلاقہ ہاں تشابہ کفار وغیرہ امور ممنوعہ عارض ہو ویں پس بنا محکم خود امر جائز اور ضروری
ہے کہ بار بار اُس کا بنانا مشکل ہے پس کسی وجہ سے یہ مثال صحیح نہیں کیونکہ یہ عین سنت ہے اور تغیر صورت کا جو ہے سو وہ باطلاق نص ثابت ہے
خلاف امور لاحقہ ذکر مولود کے کہ وہ بالکل شے دیگر ہیں تباین باقی استحکام مدرسہ میں ایسا کلمہ شاعری کا وہ ایمان مولف کا ہے کہ انکی ہی
زبان کو لائق ہے اور زمان فخر عالم میں عمال کو عمالہ ملتا تھا قرآن میں فرمایا والعاملین علیہا سو وہی امر دینی پر لینا اب بھی ہے کوئی امر زائد
نہیں ہاں تغیر وصف ہوا ہے کہ اُسوقت بطور رزق و کفایہ کے تھا اور رزق قضاۃ و ولاۃ و غزاۃ وغیرہ سب اسی قسم ہے اب بطور اجرت
ٹھہر گیا اسیواسطے امام شافعی اجرت تعلیم کو جائز فرماتے ہیں پس یہاں بھی کوئی امر زائد لاحق نہیں ہوا تغیر وصف ہی ہے اور بضرورت ضرور یہ اختیار ہوا ہے پس
مثل مولف کی باطل ہے اور صرف و نحو و ادب و معانی یہ سب باشارۃ النص سنت ہیں فرمایا علیہ السلام نے علیکم بدیوان العرب جب آپ نے
زبان عرب کے اصل محاورات کو جاننا لازم کہا تو یہ فنون اُسکو لازم ہیں یہ بھی کوئی اپنا ایجاد اور اپنی طرف سے زیادت نہیں بلکہ حکم فخر عالم کا ہی ہے

کتاب تک پہلے یہ نہتھا اور علاوہ اس کے منطق اور ہیئت وہندسہ وغیرہ جنکا سلسلہ یونانیوں تک پہونچتا ہے اور صحابہ کی جوتیوں تک کو ان علوم کی
گرد نہ لگی تھی اب تحصیل میں داخل ہیں اور پہلے جو کوئی روپیہ دیتا تھا مخفی طور پر دینے کو خالی ریا سے جانتا تھا اب چندہ دینے والوں کی نمائش
ہوتی ہے اُن کے نام سال بسال کتابوں میں چھپتے ہیں خلاصہ یہ کہ اس زمانہ کے اطوار تعلیم مدارس کو کہانتک بیان کروں کم سے کم
آدمی بھی تامل کریگا تو معلوم کریگا کہ بیشک مدرسہ تعلیم علم دین کا اس ہیئت کذائی اور ہیئت مجموعی کے ساتھ ہرگز قرون ثلٰثہ میں پایا نہیں گیا لیکن
باینہمہ جائز رکھتے ہیں اسکو فقط اسبات پر نظر کرکے کہ گویا یہ عوارض اور لوازم بالائے سلف سے نہیں لیکن اصل تعلیم دین تو ثابت ہے ان عوارض سے

مگر ذکر مولود میں کہیں حکم فرش مکلف اور شیرینی کے انتظام کا نہیں فرمایا البتہ التزام کو مکروہ فرمایا ہے اطلاقات نصوص میں اور علوم فلسفہ
بوجہ مناظرہ کے اور رفع تشکیکات عقائد فلاسفہ کے داخل ہوئے تھے کہ روافض و معتزلہ حکماء کے اصول سے متمسک ہوئے اور خلل دین میں
آیا اس کا رفع الزامی جواب بدلے سکے ممکن نہتھا سو یہ بھی بارشاد فخر عالم کے تھا بقولہ جاہدوہم بایدیکم والسنتکم الحدیث البتہ بلا حاجت اب اُس کا
پڑھنا پڑھانا حرام ہے اور ہیئت وہندسہ حاجت دینیہ میں معین ہے حساب پر علم فرائض مبنی ہے اور ہیئت سے اوقات صلوٰۃ وغیرہ محقق
ہوجاتے گو ضروری نہیں غرض یہ سب اعتراضات مولف کے اور ان اشیاء کو امور عارض زائد غیر مامور بالحاق اُس کا کہنا محض
جہل دینیات سے ہے اور چندہ رسول اللہ صلعم نے خود لیا ہے غزوۂ تبوک میں مثلاً ترغیب بار بار فرمائی اور جب حضرت عثمان نے
تجہیز سوا دنٹ دیئے تو مجمع عام میں مدح حضرت عثمان کرتے تھے بقولہ ما علی عثمان ما عمل بعد ہذا رواہ الترمذی ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین
رواہ احمد سو جہاد اور تعلیم دونوں اعلاء کلمۃ اللہ کے واسطے موضوع ہیں اُس میں عند الحاجت چندہ لینا اور رغبت دلانی اور اظہار اسکا
کرکے تحریض کرنا سب عین سنت ثابت بالحدیث ہے اور صدقہ باخفاء کو اب بھی کوئی منع نہیں کرتا اور یہ حکم معطی کو ہے کہ باخفاء دیدے مگر آخذ کو
اُس کے اخفاء کا حکم نہ معلوم مولف نے کس آیت اور حدیث میں پڑھا ہے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ ہے من کتم کفر۔ پس
مولف کو در پردہ یہ سب مطاعن احادیث پر کرنے ہیں اور پھر فہم مولف کو دیکھو کہ صدقہ نفل کے اخفاء کا حکم افضلیت کا ہے نہ وجوب کا۔ ان
تبدوا الصدقات فنعما ہی وان تخفوہا وتوتوہا الفقراء فہو خیر لکم الآیہ پس اُسکے اظہار کو موجب ملامت جاننا یا امر زائد جاننا ایک سخت جہل
ہے کیونکہ وہ تو مامور بہ ہے دوسری اخفاء فضل معطی کو ہے نہ آخذ کو چنانچہ معلوم ہوا تیسرے یہ حکم صدقہ کا ہے اب بھی اگر کوئی طالب علم کو صدقہ
کرجاتا ہے کسی کیفیت میں طمع نہیں ہوتا اگر جو مجمع میں طلبہ کو دیتے ہیں وہ حسب رغبت معطی کے طمع ہوتا ہے کتب چندہ میں اور چندہ صدقہ
تو نہیں ہوتا وہ تو مہتمم کو کہ متولی قوم ہے امانت دیتے ہیں کہ بموقع معلوم خرچ کرے یہ وکیل معطی کا ہے پس کیفیت میں اُس کا حساب لکھا
جاتا ہے فخر عالم علیہ السلام عمال سے محاسبہ کرتے تھے یہ وہ امر ہے کہ خود شارع علیہ السلام نے کیا اور نیز باعث رفع تہمت کا ہے کہ سب کو حساب
معلوم ہوجاوے مہتمم پر تہمت نہ رکھیں۔ اور رغبت دلانا ہے کہ تمہاری امداد سے یہ نفع ہوا اور یہ سب احادیث صحاح میں صراحۃً مذکور ہیں افسوس
کہ مولف کو اسقدر بھی علم نہیں اگر مشکوٰۃ ہی تمام دیکھکر سمجھ لیتا تو کفایت تھا مگر ہاں اُس کے سینہ تابوت کینہ میں جو بغض مدارس دینیہ کا ہے یہ
کلمات بمعنی وہ کہلا رہا ہے اور فرط جہل مزید برآں اور درست ہے کہ مدارس سے شیطان کو سخت غیظ ہے افسوس کہ مولف نے اپنے سلسلہ
سلوک میں کے بیان نہ کئے اُسکے سینہ میں خراش رہ گئی اور ہم کو بھی اس کلام فضول پر یہ تحریر اجمالی اسواسطے لکھنی پڑی کہ مولف کا غیظ وبال اُس پر ہوجاوے



اسکی اصلیت باطل نہیں ہوتی اور انہیں کہتے کہ تعلیم جو اس ہیئت کذائی سے ہے یہ بدعت اور ضلالت ہے علی ہذا القیاس عارض ہوتے اس ہیئت کذائی
ہے محض مولود شریف بھی سنت ہونے سے خارج نہیں ہوسکتی اور بدعت ضلالت کہنا اس کا لغو اور ضلالت ٹھیرا یہانتک تو بیان تھا اسبات کا کہ
عمل مولد شریف کی اصل ثابت ہے اب بیان کریں ہم دوسری بات یعنی اسکی نظیر در شکل بھی ثابت ہے بیان اس کا یہ ہے کہ عمل مولد شریف ایک
شکریہ ہے نعمت خداوندی کا چنانچہ امام نووی کے استاد ابو شامہ نے مولد شریف کے حق میں لکھا ہے کہ شعر بمحبۃ صلی اللہ علیہ وسلم وتعظیمہ فی قلب
فاعل ذلک وشکر اللہ علی ما من بہ من ایجاد رسول اللہ علیہ وسلم یعنی مولد شریف کرنا خبر دیتا ہے کہ اسکے بانی کو محبت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اور تعظیم انکی اسکے دل میں ہے اور جو کہ خدا تعالی نے پیدا کردینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مسلمانوں پر احسان ظاہر کیا ہے لقد من اللہ
علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا الآیہ محفل مولد شریف شکر ہے اس منت خداوندی کا حدیث شریف میں وارد ہے التحدث بنعمۃ اللہ شکر جب یہ بات ثابت
ہوچکی کہ اس جلسہ میں اظہار ہے نعمت پروردگار کا کہ اُس نے ایسا حبیب ہادی کل ختم رسل ہماری ہدایت کیلئے بھیجا پس اسکی نظیر جلسہ شکریہ صحابہ میں بھی
ہوتا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حلقہ صحابی میں آئے پوچھا تم کیوں بیٹھے ہو کہا ہم بیٹھے ہیں اللہ کی یاد
کرتے ہیں اور شکر اُس کا ادا کرتے ہیں علی ما ہدانا اللہ بالاسلام ومن بہ علینا یعنی اسبات کا شکر کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی طرف اسلام کے اور احسان
رکھا ہم پر اسبات کا کہ راہ راست پر لگادیا ہم کو تب فرمایا حضرت نے تم کو قسم اللہ کی تم محض شکریہ کیلئے بیٹھے ہو اُنہوں نے عرض کی قسم اللہ کی اسیلئے بیٹھے ہیں آپ نے
فرمایا میں نے تم کو اسواسطے قسم نہیں دی کہ تم پر یہ گمان ہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ میرے پاس جبرئیل آیا اور اُسنے یہ خبر دی کہ ان اللہ عزوجل یباہی بکم
الملئکۃ یعنی اللہ تعالی فرشتوں میں تمہارا فخر ظاہر کرتا ہے کہ دیکھو میری نعمت کا شکر کرتے ہیں اب دیکھئے صحابہ میں بھی ثابت ہوا جلسہ اظہار شکر نعمت

کہ یہ امور سنت نکل آئے مدارس اور اُسکے مخالفین کا حال اس آیت سے خوب نکلتا ہے کزرع اخرج شطأہ الآیہ پس کیا ظاہر تغیر کروں بیشک تھوڑے علم
والا بھی جانتا ہے کہ مدارس کے سب امور سنت ہیں قرون ثلثہ میں موجود تھے اور اشد دلالۃ اور علم فرض عین دین کا ہے اور تعلیم بھی فرض ہے اور اسکی تحصیل
میں شائع کی وہ کچھ تاکیدات ہیں کہ کسی ادنیٰ پر بھی مخفی نہیں اور جس ذریعہ مشروعہ سے تحصیل ممکن ہو اُس کا کرنا فرض ہے اگر اس میں کچھ زیادتی بھی حسب
زمانہ کیجاوے سنت اور مطلوب فی الدین و مامور من اللہ تعالی کا ہوگا اور یہ قیود ملحقہ مجلس مولود کی ہرگز اس باب سے نہیں یہ محفل ہی کوئی ضروری نہیں
اگر ضروری ہوتی یا شعار دین کا ہوتا چھ سال کیونکر اس سے خالی رہتا اور اب بھی کوئی ترقی دین کی اس سے نہیں ہاں تنزل ہے کہ طرح طرح کی
بدعات کا ایجاد اور عبادات فرائض کی سستی اور بے رغبتی کا باعث ہے مولودیونکے عقیدہ میں نجات کو یہی عمل کافی ہے مولف اعمی اگر حق سے اعمی ہوجاوے
کیا علاج یہ سب امور مشاہدہ ہیں اور علم پر اس ذکر کو قیاس کرنا محض جہل مرکب ہے تمام جہد پر قیاس کرنا تھا کہ بہت ظاہر ہے نستغفر اللہ اللہم انی اعوذ بک
من علم لا ینفع پس اگر علم دنیا سے اُٹھ جاوے اسکا فساد سب پر روشن ہے اور جو مولود اُٹھ جاوے کچھ بھی دین میں تغیر نہیں ہوسکتا قیاس سپر کرکے بزعم فاسد خود
بدعات کو جائز کہنا اور سنن اور مامورات شارع کو تحصیل دین میں مقیس علیہ امور مبتدعہ مولود کا بنانا کسقدر جہل عن قواعد الدین ہے معاذ اللہ غرض فساد فہم
مولف کا اور بطلان اُسکے قیاس مزعوم کا ہر شخص پر ظاہر ہوگیا خلاصہ یہ کہ عبادات مسنونہ بلحوق امر مکروہ سے مکروہ اور بلحوق امر محرمہ سے حرام ہوتی
ہے بلا اختلاف مگر مولف کو ہرگز علم نہیں اُسکا یہ قول کہ امر سنت لحوق مکروہات سے سنت ہی رہتا ہے محض سفسطہ ہی یوں نہیں بلکہ مجموعہ مرکب سنت و حرام کا حرام ہی
ٹھیرتا ہے گو وہ نفس جزو سنت کا سنت ہے قولہ یہانتک تو بیان تھا الخ اقول مع لعنکسقہ یہ غافل ہے پھر وہی نفس ذکر کی افضلیت قول الٰہی اور آیات سے ثابت

خداوندی کا اُن میں پایا گیا اور جلسۂ میلاد شریف بھی شکریہ ہے فرق نعمت میں ہے وہاں نعمت اسلام پر شکر ہے یہاں خود اُس نعمت پر شکر ہے کہ اصل بنیاد اسلام و ایمان کی ہے یعنی حضرت کی اطاعت اور جمیع احکام مان لینے کو اسلام کہتے ہیں بناءً علیہ لابد اس جلسۂ شکریہ میں بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ملائکہ میں فخر بانیان محفل کا ظاہر کرے کیونکہ علت شکر اُس جلسۂ منصوصہ اور اس محفل میں مشترک ہے لاجرم یہ نہ ٹھیری اور اگر مثل اور نظیر اس طرح پر طلب کرتے ہو کہ ایسا جلسۂ مسنونہ بتاؤ جس میں جمیع سنتیں مثل جلسۂ مولد شریف کے مجتمع ہوں تو اسکی بھی نظیر شرع میں موجود ہے مثلاً شادی عروسی کہ اُس میں اجتماع ہے مومنین کا اور ذکر اللہ بھی اُس میں ہے اسلئے کہ خطبۂ نکاح کا جو سنت ہے جلسۂ نکاح میں پڑھا جاتا ہے بعد ازاں خرما وغیرہ تقسیم کر دیا جاتا ہے یا حاضرین کے ہاتھوں لٹایا جاتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا باس بنثر السکر والدراہم فی الضیافۃ و عقد النکاح اور مولوی اسحاق صاحب نے مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب و قبول کیا چھوارے لٹائے اور نیز جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ سے نجاشی بادشاہ حبشہ نے اپنے ملک میں کیا تو حضرت جعفر اور جمیع مہاجرین کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور ایجاب قبول کیا بعد ازاں سبکو کہا کہ ابھی بیٹھے رہو یہ سنت پیغمبروں کی ہے کہ بعد نکاح کے کچھ کھانا کھاویں تب کھانا منگا کر سب کو کھلایا یہ بھی مسائل اربعین میں ہے اب دیکھیے اگر نکاح میں عقد نکاح کا شکر ہے یہاں مجلس

کرنے لگا اس میں کسکو کلام ہے مگر مولف کو ذہن خبط ہے اور یہ حدیث حلقۂ صحابہ کی بھی وہی بیان مطلق ذکر و شکر میں ہے اس سے مولف کو سوائے تطویل کے کوئی نفع نہیں اور مانعین کے کچھ خلاف نہیں لہٰذا اُس کا جواب کیا لکھا جاوے کہ یہ مسلم اہل سنت کا ہے قولہ اگر مثل اور نظیر اصطلاح پر الخ اقول فی الواقع مولف کو اثبات مدعا میں بڑی طولی ہے کیا عمدہ طرح اثبات قیود مولود کرتا ہے سننے کے قابل ہے غرض تو اسکی اثبات جواز کی ہے اور نظیر کراہت کی لکھی سنو کہ مانعین کا تو قول حسب ارشاد شارع کے یہ ہے کہ کسی جائز مطلق کے ساتھ اگر ایسے امور ضم ہو جاویں کہ وہ ممنوع ہوں تو مجموعہ ممنوع ہو جاتا ہے اور جو ایسے امور منضم ہوں کہ مباح ہیں یا مستحب ہیں تو اگر اپنے درجہ اباحت و استحباب پر رہیں تو درست ہیں اور جو اپنے درجہ سے بڑھا دیں تو بدعت ہو جاتے ہیں اور یہ امر تمام کتب میں مصرح ہے پس شادی نکاح میں جو امور سنت سے ثابت ہیں وہ مستحب ہیں یا مباح پس اگر شادی میں کوئی امر غیر مشروع ملیگا جب بھی وہ مجمع غیر مشروع ہو گیا اور جو ان امور کو واجب جاننے لگے یا واجب جیسا معاملہ ہونے لگے جب بھی ممنوع اور بدعت ہو کر مجمع بدعت کا ہو جاوے گا اور شرکت وہاں کی منع ہو جاویگی پس بعینہٖ یہی حال اس مجلس مولود کا ہے بلا تفاوت ہم کو زیادہ شرح کی کیا حاجت ہے مولف خود ہی کہتا ہے مگر ہاں شادی کی بدعات میں معصیت اور مواخذہ نہیں جو مولود کی بدعات میں ہے کیونکہ وہ امر دنیا کا تھا اور یہ ذکر پاک دین کا اور سرور عالم علیہ السلام کا ذکر اسکی سنا ہی پر سخت باز پرس ہوتی ہے الحمد للہ کہ مولف کے مونھ سے حق بات نکلی مگر بھول کر نکل آئی پس اگر مولف اجتماع امور مباحہ کو مثل مجمع شادی کے جانتا ہے تو اب تاکید کی صورت میں کیوں ان کے بدعت ہونے سے تامل کر گیا ہے کلمہ پڑھکر اقرار کر لیوے پس مومنین متبعین سنت میں داخل ہو جاویگا اب ناظرین مولف کے علم کو قیاس کریں کہ ہر دفعہ اثبات قیود کے واسطے زعم کرتا ہے تو مطلق فضائل ذکر مولود کے بیان کر کے کوئی قیاس کی بات یا مجمل بات قیود میں ذکر کرتا ہے یہاں بھی اسی فکر میں یہ قیاس پیش کیا ہے جو بالکل اُس کے مدعا کے خلاف ہے یہ کمال فہم اُس کا ہے اور صوم عاشوراء کا جواب گذر چکا کہ وہ روز بسبب علاوہ شکر کے نہیں تھا بلکہ بایجاب اللہ تعالیٰ تھا اور علاوہ اسکے روز عید کی طرح عادت یہود کی تھی کہ فخر عالم نے اسکو ترک کر دیا تھا پس یہ نظیر ہرگز نہیں ہو سکتی تھوڑے سے



شریف میں اُس سے کہیں زیادہ بڑی نعمت یعنی وجود باعث ایجاد عالم کا سرور ہے وہاں خطبہ میں توحید اور اقرار رسالت ہے یہاں مضمون تفصیل و شرح موجود وہاں تقسیم خرما و اطعام طعام ہے یہاں بھی علی ہذا القیاس یہ باتیں موجود ہیں اور اگر سال بسال دائمی کی شلیت مطلوب ہو تو محدثین صوم عاشوراء کی نظیر دے چکے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات کا شکر یہ سال بسال کب سے چلا آتا ... میلاد شریف کی اصل جبی شرع میں موجود ہے اور نظیر اور مثل بھی بناءً علیہ موافق قول مولوی اسمٰعیل صاحب کے یہ محفل بدعت نہیں ... دوسرے تقریر سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ مخصوص سنت ہے مولوی اسمٰعیل صاحب تذکیر الاخوان میں مجتہدوں کی نکالی چیز کو سنت میں داخل ... ہیں اور مجلس میلاد اگرچہ بدیں ہیئت مجموعی کسی مجتہد مطلق نے خود ایجاد نہیں فرمائی لیکن مجتہدان مطلق نے ایسے عمدہ قاعدے کلیہ ایجاد ... کہ یہ مجلس اُن قاعدوں میں داخل ہو گئی مثلاً حضرت امام مالک حدیث کی تعظیم اس طرح کرتے تھے کہ اول غسل کرتے تھے پھر فرش ... کی مسند بچھتی عود لوبان وغیرہ بخور خوشبو سلگتی پھر منبر پر بیٹھکر کمال تعظیم سے بیان فرماتے لوگوں نے پوچھا یہ اہتمام کیوں کرتے ہو فرمایا ... تعظیم کرتا ہوں حدیث رسول اللہ کی تب کسی نے اعتراض نہ کیا اور چپ ہو گئے امام مالک خیر القرون تبع تابعین میں تھے اور مجتہد تھے ... کے فعل سے یہ آداب ثابت ہوئے پھر جس نے انپر اعتراض کیا ڈانٹ دی دلیل معقول سنکر چپ ہوا کہ واقعی حدیث رسول اللہ کی تعظیم ہے ... دوسروں کا سکوت کرنا بعد اعتراض کے یہ بھی قول امام مالک کو موید ہو گیا علاوہ جابرین اُسوقت سے آجتک جمیع کتب حنفیہ مالکیہ شافعیہ ... میں یہ دستور العمل مکتوب ہو گیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکان عالی پر بیٹھنا خوشبو لگانا تعظیم مد نظر رکھنا مستحب ہے ... مدارج النبوۃ اور مواہب اور شرح مواہب وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہے اور معلوم ہے سبکو یہ بات کہ محفل مولد شریف میں احادیث و معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے انہیں اس قسم کے آداب کئے جاتے ہیں پس یہانتک تو محفل مولد شریف فعل خیر القرون میں داخل اور سنت میں شامل ہے

... کی حاجت ہے بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الآیہ ... نازل ہوتی ہے تو ہم اُس روز کو عید کو بنا لیتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خود اس روز کو پہلے سے حق تعالیٰ نے عید بنا رکھا ہے اُس ... روز عید بھی جو یہ آیت نازل ہوئی عرفہ اور جمعہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یوم حصول نعمت کو یہود عید بناتے تھے اور ہمارے شرع میں نظیر ... کے دن کو ولادت سے لیکر آخر تک شرح صدر اور نبوت اور معراج وغیرہ انعام اس امت پر ہوئی مگر شارع نے کہیں کوئی عید ... بنائی نہ حکم دیا نہ کہیں قرون ثلثہ تک کچھ ہوا ایسی حالت میں اگر سرور بطور عید کرنیکو یوم ولادت فخر عالم میں تشابہ یہود کا بھی کوئی ... ہو یوے تو بجا ہے باقی رہا سرور ولادت سو وہ ہر مرلازم ایمان ہے اگر اُس کا اظہار بطور مشروع کسی وقت ہو اُس کو کوئی منع نہیں کرتا ... بدعت کی طرح پر لاریب ممنوع ہے پس مولف کے سب قیاس برہم ہوئے محض دعویٰ بے نظیر باقی ہے اور بس قولہ اب دوسری تقریر سے ثابت کرتے ... الخ اقول خلاصہ تقریر یہ ہے کہ امام مالک درس حدیث غسل و تطیب کے ساتھ کرتے تھے امام مالک کا حال شرح نخبہ وغیرہ میں منقول ہے ... عن مالک انہ کان اذا اراد ان یحدث توضأ و جلس علی صدر فراشہ و سرح لحیتہ و تمکن فی جلوسہ بوقار و ہیبۃ و حدث و روی انہ کان یغتسل و یتبخر ... و تطیب انتہیٰ پس طہارت نظافت و تعطر جو یہاں منقول ہے سب اذکار قرآن و نوافل و حدیث میں باتفاق مندوب ہے اور نصوص سے ثابت ... ہے نہ معلوم کہ مولف کو باوجود نص کے فعل مالک کی کیا ضرورت ہوئی مگر ظاہر ہے کہ جہل ہے اسیواسطے تمام تکلف کرنا پڑا اسواول تو جو کی ہمہ کا

باقی رہا درود وسلام مع کھڑے ہوکر پڑھنا تعظیماً اسکی اصل بھی مجتہدوں سے ثابت ہے یعنی احمد بن حنبل کے استاد یحییٰ بن سعید منبر
سے پشت لگا کر بیان کرنا شروع کرتے تھے اور بڑے بڑے عالم مجتہد محدث مثلاً علی ابن مدینی اور ابن خالد اور امام احمد وغیرہ کھڑے
رہتے تھے اور تحقیق کرتے حدیثیں اور کوئی اُن کی ہیبت اور جلال سے بیٹھ نہ سکتا تھا یہ حال فتاوی برہنہ میں موجود ہے ان محدثوں
مجتہدوں کے فعل سے ثابت ہوگیا اگر کوئی شخص ذکر الرسول کھڑا ہوکر کرے صحیح ہے اور حضرت حسان رضہ منبر پر کھڑے ہوکر فخر بیان کرتے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بس اب باقی رہگیا کھانا یا شیرینی دیدینا اسکا حال یہ ہے کہ جسوقت ابو سعید مظفر کے وقت میں محفل ہوئی اور
کھانا نہایت پر تکلف شاہانہ عام لوگوں کو کھلایا گیا اُسوقت اگرچہ کوئی مجتہد مطلق یعنی مجتہد فی الشرع موجود نہ تھا مگر مجتہدوں کے چند طبقے
میں سے ایک مجتہدین فی المسائل ہوتے ہیں کہ قوت نظریہ اُنکی قوی ہوتی ہے اور اپنے امام کی اصل پر نظر کرکے مسائل غیر منصوصہ میں نظر
حکم دیتے ہیں اس قسم کے مجتہد موجود تھے تواریخ سے ثابت ہے کہ اُسوقت جمیع علماء وقت سوائے شیخ تاج الدین کے محفل مولد شریف کو
طعام وتعیین یوم میلاد وغیرہ جائز رکھا بس ان خصوصیات کی اسناد بھی مجتہدین تک پہونچگئی اور مولوی اسمٰعیل صاحب تو مجتہد مطلق

حوالہ غلط ہے شاید یہی وجہ اس فعل کی نقل کی ہوئی ہو کہ یہاں تصرف کم ظاہر ہوگا نصوص تو خوب منصوص ہیں اس کے تصرف
معلوم کرلیوینگا پس حجت منبر کی اس سے درست نہیں مگر مولف کیوں تکلف کرتا ہے اس کا تو کسی نے انکار نہیں کیا مذہب تعطر کا خود
ثابت ہے مالک کے فعل سے بھی ثابت ہے اُس کا وجوب ہو جانا بدعت ہے دوسرے یہ کہ مولف قرآن اور درود سب کچھ پڑھتا ہے
تعطر و تبخر نہیں ہوتا خاص اسی ذکر میں مذہب پر عمل ایسا کہ ہرگز ترک نہ ہو کوئی بوے تو لڑنے کو طیار اور امام مالک کا فعل لکھنے کو در
تخصیص کی وجہ کیا ہے یہ وجہ لکھنی تھی تا بدعت کے طعن سے نجات ملتی اب تو مولف وہی تیلی کا بیل ہو رہا ہے پھر ایھر ایا اُسی مرکز پر آرہا
مذہب منبر کا بھی اور تطیب کا بھی ثابت ہوا مگر اس تخصیص و تاکید کی وجہ کیا ہے جو ہم اُن کا اعتراض رفع ہو وے وہ لے جولانی علم اور تحقیق
میں چوکی پر یا مکان مرتفع پر بیٹھنا کہیں سنت نہیں ہاں وعظ میں یا جہاں مجمع عام میں کوئی امر سنانا ہو آواز پہونچانے کو یا اور غرض
واسطے مندوب ہے مگر وہ کوئی تخصیص کی وجہ تاکید کی دلیل اس سے نکلی اور نقش مذہب مقید مولف کو ہیں اور درود وسلام کا بھی یہی حال ہے
بیٹھے جس طرح چاہو پڑھو مگر خصوصیت قیام کے وقت ذکر ولادت کے پوچھی جاتی ہے کوئی مولف کو کہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کہیں تو سمجھ
کس نے منع کیا ہے بالخصوص ذکر ولادت قیام کرنیکو پوچھتے ہیں سمجھ کر جواب دے حاصل کلام خصوصیات میں تھی اور یہاں ذکر قیود مباح
مؤکد میں مگر مولف کچھ سے کچھ لکھ رہا ہے جو لس درست نہیں ہاں حسان کا منبر پر چڑھکر مفاخرت و منافحت غیظ کے واسطے اور اعلان
تھا غرض صحیح میں قیام قعود سب درست ہے مگر مولف کو کیا نفع ہے مطلب سے کچھ خبر اور غرض نہیں تطویل بے سود کرتا ہے کلام خصوص
ہائیکہ مباح میں ہے نہ کہ ان امور کی اباحت میں سو وہ بھی مولف نے ثابت نکیا ہمہ شب دلان صبح آنجا کہ ہست قولہ اب باقی رہ گیا
الخ اقول کھانے شیرینی کی بحث تو چند دفعہ ہو چکی کہ اصل اسکی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج سے کراہت و بدعت پیدا ہوئی
اصل میں نہیں بلکہ اس تاکد میں ہے اور ملک مظفر کے وقت کے ایجاد میں تو بحث ہی ہو رہی ہے اور پھر مولف اُسکو ہی دلیل بنا رہا
مردود نہ معلوم کہ کہاں سے سیکھا ہے اور بہت طویل کلام اس سے پہلے لکھے گئے اور علامہ فاکہانی کی تحقیق اور اسکا حق ہونا بظاہر حال معلوم



شرع کی قید تو لگائی نہیں کیونکہ انکی غرض یہ ہے کہ کوئی فعل ایسا ہو کہ عوام یا علماء کم مایہ اسکو پسند کرلیں بلکہ وہ ایسے مجتہد ہوں کہ انکو قوت نظریہ الٰہی
…پہچانے کی ہووے۔ اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے تذکیر الاخوان کے باب تقلید میں یہی بیان کیا ہے۔ کہ اکثر عالم دیندار متقی اس مسئلہ کو قبول کرلیں
تو وہ بھی معتبر ہے۔ انتہی دیکھئے یہاں اجتہاد کی قید ندارد ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اس محفل کو اکثر علماء دیندار متقیوں نے معتبر رکھا ہے اور استحباب کا
…دیا ہے۔ اور ابو سعید مظفر کے عہد میں وہ علماء بڑے عالی درجہ صحیح النظر جامع فروع و اصول تھے یہاں تک کہ بعض انہیں سے اپنے وقت تقلید ائمہ کے
…جانتے تھے۔ خود قوت اخذ مسائل کی اپنی عقل میں سمجھتے تھے۔ علاوہ بریں امام شافعی رح کے قاعدہ میں یہ محفل مع جمیع خصوصیات وتعینات مروجہ
…اسلام داخل ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ امام شافعی رح سے بیہقی نے یہ روایت کیا ہے کہ نئی بات اگر ایسی ایجاد ہو کہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے
…کو نہ منافی ہو اور نہ رد کرتی ہو وہ بدعت حسنہ اور محمود ہے۔ اُسکو برا نہ کہنا چاہئے پس محفل میلاد اس مجتہد کے قول میں داخل ہوگئی کیونکہ کسی حکم
…حدیث و اجماع کو رد نہیں کرتی اور اگر رد کرتی ہے بیان کرو من ادعی فعلیہ البیان الحاصل ہر نہج سے اسکی اسناد مجتہدین تک پہنچتی ہے خواہ
…خواہ استنباطاً پس محفل سنت میں داخل ہے اور بدعت نہیں موافق قاعدۂ مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے **سوال** تم ساکنان
…ہندوستان حنفی المذہب ہو امام مالک اور شافعی رح سے کیوں استدلال کرتے ہو؟ **جواب** جو مسئلہ ہمارے امام سے تصریحاً بیان نہو اور دوسر
…ون نے اسکو تصریح کیا ہو اور وہ ہمارے قواعد کے مخالف نہو بیشک تسلیم کیا جاتا ہے وہ ہمارے مذہب حنفیہ میں اسکی نظیریں ناظر کتب فقہ کو مل
…گی نا بفعل ایک مثال لکھتا ہوں در مختار میں ہے واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیہ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ یعنی کہا صاحب در مختار نے کہ روٹی کو
…نا یعنی بوسہ دینا جائز رکھا ہے شافعیوں نے کہ بدعت مباح یا مستحب ہے۔ یہ مذہب شافعیوں کا لکھکر صاحب در مختار جو مذہب کا حنفی ہے لکھتا ہے کہ
…عدنا لا تاباہ یعنی ہم حنفیوں کے قاعدے کچھ اس سے مخالفت نہیں رکھتے پس ثابت ہوا کہ غیر اماموں کے مذہب میں جو بات ایسی ہو کہ ہمارے مذہب میں
…کا ذکر نہو اور ہمارے مخالف بھی نہو اُسکا لے لینا درست ہے چنانچہ تقسیم بدعت حسنہ اور سیئہ کی ہماری کتب فقہ شامی وغیرہ میں برابر مثل
…مذہب امام شافعی رح کے مندرج ہے اور اسی طرح قرأۃ حدیث میں لوبان وغیرہ سلگانا خوشبو لگانا اونچی جگہ پر بیٹھنا باقتدا امام مالک رح کتب حنفیہ میں

…و تاویل فعل یا… علماء کی بھی مذکور ہوتے اور یہ مسئلہ مولود مؤلف کا جائز ہونا بھی ذکر ہو لیا مؤلف کی تکرار اور اعادہ نے ہمکو بھی اس تقریر مہمل میں
…الغرض یہ حجت فی الدین ہے اور نہ مؤلف کو کچھ فائدہ اس سے ہے سیلان حاصل امر عبث کلام ہے پہلے سب کچھ لکھا گیا ہے۔ حاجت
…اعادہ کی نہیں اور یہ تقریر محض لغو ہے جو مؤلف کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ امام شافعی رح صاحب کے قول کے معنی بیان ہو چکے۔ اور مؤلف
…کمال دلاوری سے کہتا ہے من ادعی فعلیہ البیان۔ اس علم و فہم پر یہ کلمہ اول رسالہ سے یہانتک قلعی کھلتی چلی آرہی ہے۔ مگر ابھی مؤلف
…کے دماغ کا کیڑا نہیں گرا۔ اب یہ براہین قاطعہ سب وہ دعاوی ناک کے بل نکالے دیتی ہے اور مدعی کا بیان ملاحظہ ہوا جاتا ہے۔ ذرا حواس
…و دماغ کا تنقیہ کرد کھو۔ الحاصل اس ہیئت مروجہ مولود کا بدعت ہونا ثابت ہو لیا۔ اور مؤلف ہاتھ پاؤں رکر پھیر پھیر اگر قیود کے اثبات میں
…سوائے اسکے کوئی حجت نہیں لکھتا کہ بہت علماء نے اسکو کیا ہے اور جائز رکھا ہے۔ مگر یہ بھی اسکے مولود کو نافع نہیں اگر عقل ہو تو سمجھے اب
…اس کے بعد مؤلف نے جو سوال جواب بے محل بے سود لکھا ہے نہ اس کا کچھ محل تھا نہ یہ کسی کی مخالف ہے بھی اپنا علم جتلانا تھا سو اس
…سے بھی کم مناسبت ہونا مؤلف کا فہم علم سے معلوم ہو گیا۔

موجود ہے۔ لمعہ رابعہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ محفل کبھی کبھی کرنی جائز بھی ہو تو خیر لیکن یہ بات کہ خاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو اسکا اعادہ بھی ہرسال بالالتزام کریں۔ اسکی تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ جواب دلیل اسکی یہ ہے کہ شرع شریف میں یہ مضمون پایا گیا ہے کہ جس کسی نعمت عظمیٰ کا ظہور ہو۔ اُسکو عید کریں ہرسال اُسی روز خوشی کیا کریں۔ قرآن شریف میں اس تعیین یوم کی مثال یہ ہے کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آسمان سے ہمارے لئے خوان کھانے کا اُترے تب عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے یہ فرمایا۔ اللّٰھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا و آخرنا۔ کہا امام رازی نے تفسیر کبیر میں کہ اسکے یہ معنی ہیں یا اللہ اُتار ہم پر خوان کھانے کا ہے کہ ہو جاوے وہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کیلئے عید یعنی جس دن میں وہ مائدہ اُترے اسکو ہم عید بنالیں اور ہمارے بعد جو پیدا ہوویں وہ بھی اُسکو عید بنا دیں۔ اُس دن کی تعظیم جاری رہے پس اُترا مائدہ اتوار یعنی یکشنبہ کو پس بنالیا نصاریٰ نے اسکو خوشی کا دن کہ اس دن خوشی کرتے ہیں۔ انتہیٰ یعنی وہ لوگ اپنی عبادتگاہوں میں جمع ہوتے ہیں یکشنبہ کو مثل جمعہ اہل اسلام کے اور اس روز اپنے کاموں میں تعطیل کرتے ہیں استراحت پاتے ہیں۔ دیکھئے قرآن شریف سے اصل ثابت ہوئی کہ روز حصول نعمت کو ابداً عید بنالیا جاوے اور حدیث سے یہ سند ہے کہ ابن حجر محدث نے مسلم اور بخاری کی حدیث سے نکالی ہے یعنی جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے یہود کو دیکھا کہ عاشورہ محرم کو روزہ رکھتے ہیں آپ نے پوچھا کیوں رکھتے ہو بولے یہ وہ دن ہے کہ اسمیں ڈبو دیا اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بچایا موسیٰ علیہ السلام کو پس روزہ رکھا موسیٰ نے شکراً فنحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ یعنی ہم اسدن کو روزہ واسطے شکرگذاری اللہ تعالیٰ کے رکھتے ہیں حضرت نے یہ سنکر ارشاد فرمایا تمہاری نسبت

**قولہ** لمعہ رابعہ الخ **اقول** خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ ایسا التزام کرنا اور تعیین تاریخ کرنا کہ بمجب تاکد کا ہو جاوے۔ بدعت نہیں یا مؤلف جواب دیتا ہے کہ شرع میں روز ظہور نعمت عظمیٰ کو عید بنانا درست ہے کیونکہ اس کی اصل پائی گئی ہے اور دلیل اسکی آیہ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء الایہ لکھتا ہے پس سنو کہ اسکی تفسیر میں چند اقوال ہیں یہ ایک بھی ہے جو مؤلف نے لکھا ہے مگر دوسرے اقوال چونکہ مفید مدعی نہ تھے ترک کر دیئے اسکو موافق مطلب کے دیکھکر نقل کر دیا ہے مگر اس سے بھی مدعائے مؤلف کو مساس نہیں کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ یوم یکشنبہ کو نزول مائدہ کے اُس دن کو بحکم حق تعالیٰ عید بنایا ہے تو اول تو یہ دیکھو کہ یہ عید کا قرار دینا بدعا عیسیٰ علیہ السلام کے ہوا ہے اور بحکم حق تعالیٰ اس کا قرار ہوا ہے تو اس تعیین میں تو کلام ہی نہیں کہ شارع کی طرف سے فرض ہو جاوے تم پر جمعہ فرض ہوا تھا پر یوم احد فرض ہوا فنحن الیہود و النصاریٰ الحدیث کلام اس میں ہے کہ اپنی رائے سے کوئی عید مقرر نہیں کر سکتا اگر مؤلف کا یہی اجتہاد ہے تو پھر نصاریٰ کے شرع میں کیوں گیا اور پنجگانہ اوقات سے ہے دلیل لائی تھی اس میں بھی نماز خفیہ بندہ دل پر بیتہ دل ہی دوسرے یہ کہ یہ شرع عیسیٰ علیہ السلام کی ہے اب وہ احکام منسوخ ہو گئے اُس پر قیاس درست نہیں اسلئے کہ جب خود منسوخ پر عمل جائز نہیں اُس پر قیاس بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگا شریعت آدم میں بہن بھائی سے نکاح درست تھا تو اسپر قیاس کرکے کسی محرم سے نکاح کرنا شاید مؤلف جائز کہدیوے اگر کہے کہ نکاح محرم ہمارے شرع میں حرام ہے تو تقیید بالرائے بھی ہماری شرع میں ناجائز ہے۔ تیسرے یہ کہ شکر وجود فخر عالم کا ہم پر فرض موقت بوقت نہیں بلکہ دائمی ہے پس غیر موقت مطلق کو کسی قیاس سے موقت کرنا باطل ہے اول تو محل نص میں قیاس ہی لغو ہے پھر وہ قیاس کہ مطلق کو مقید کرے اور شریعت احمدیہ علی صاحبہا السلام کو شرع سابق منسوخ نہیں کر سکتی بلکہ وہ خود منسوخ ہے چہ جائیکہ اسپر قیاس کرکے نسخ کریں اور تقیید بھی نسخ ہی ہوتا ہے علماً ہو یا عملاً یہی وجہ ہے کہ تقید



زیادہ مناسبت ہے موسیٰ سے تب آپ نے روزہ عاشوراء رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا یہ حدیث صحیح ہے مسلم اور بخاری میں موجود ہے اب دیکھئے جب فرعون ڈوبا اور کلیم موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی اور جب سے اب تک وہ شکریہ اُس نعمت کا جاری ہے کہ جب وہ روز عاشوراء محرم کا آتا ہے یہاں اہل اسلام اسکا شکریہ ادا کرتے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا تو ایسی بڑی نعمت ہے کہ نزول مائدہ عیسیٰ اور نجات موسیٰ علیہ السلام سے کہیں فائق اور افضل اور اکمل ہے پس یہ دن ہر سال آوے کیوں اُس میں فرحت و سرور ظاہر کیا جاوے اور شکر الٰہی کیوں ادا کیا جاوے جب روز معین کا ہر سال حسب عادۃ سرور ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا تو روز میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہایت درجہ کو قابل اس کے ہے کہ اس کو یوم سرور کیا جاوے علاوہ ان دلائل کے اور بھی حدیث صحیح ہے در باب تعیین و قرار پائی یوم سرور باعث ظہور نعمت علماء محققین نے مثل مفتی سعد اللہ صاحب وغیرہ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بات تو اس قسم کی ہے کہ ابو عبداللہ بن الحاج جنکو یہ صاحب فہرست مانعین میں لکھتے ہیں اور انکا طرفدار شمار کرتے ہیں یعنی اُن کو مانع عمل مولد شریف جانتے ہیں اُنہوں نے اس تخصیص و فضلیت ربیع الاول کو مسلم رکھا ہے عبارت اُنکی مدخل میں یہ ہے ہذا الشہر العظیم الذی فضل اللہ تعالیٰ الی و فضلنا فیہ بہذا النبی الکریم الذی من اللہ تعالیٰ علینا فیہ بسید الاولین و الآخرین کان یجب ان یزاد فیہ من العبادۃ و الخیر شکر المولیٰ علی ما اولانا من ہذہ النعم العظیمۃ و قد اشار علیہ الصلوٰۃ و السلام الی فضیلۃ ہذا الشہر العظیم بقولہ علیہ السلام للسائل الذی سالہ عن صوم یوم الاثنین فقال علیہ السلام ذلک یوم ولدت فیہ فتشریف ہذا الیوم متضمن

**قولہ** ... مطلق کی بجز واحد منع ہے پس مطلق شکر کو موقت بتاریخ ورود نعمت کرنا بالکل ممنوع ہو گیا چہ جائیکہ خود معلوم ہو گیا باقرار مؤلف کہ یوم نزول مائدہ کو نصرانیوں نے عید بنایا اب یوم ولادت کو عید بنانے میں تشابہ نصاریٰ سے ہوئیگی یہ دوسری وجہ پیدا ہوتی ہے اور ہماری شریعت میں جائز نہیں کہ یوم ورود نعمت کو عید بنایا کریں چنانچہ بالا بیان اس کا ہو لیا پس یہ قول و دعویٰ مؤلف کا بالکل باطل ہے ہرگز ہماری شرع میں اصل اسکی نہیں لہٰذا یہ تعیید درست نہیں سو قرآن سے تو استدلال لانا مؤلف کا باطل ہے اب صوم عاشوراء کی دلیل کو دیکھو کہ پہلے اسکی خوب تحقیق ہو چکی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے یہ روزہ عادۃً اور بافتراض اللہ تعالیٰ رکھا ہے نہ شکراً لنجاۃ موسیٰ پس یہ استدلال مؤلف کا بھی لا شئے ہے اور ایک تصرف مؤلف نے اس حدیث میں کیا ہے فنحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ یہ کسی حدیث میں نہیں یہ مؤلف نے زیادہ کی حدیث فنحن نصومہ ہے فقط پس زیادہ لفظ شکراً کی افترا علی الحدیث ہے مگر پھر بھی کام نہیں چلیگا جیسا پہلے مذکور ہو لیا پس عید ٹھیرانا یوم سرور کو سنت ہوئی یہود کی اور سنت ہوئی نصاریٰ کی اور متروک ہے یہ اس شریعت میں پس تعیید یوم ولادت میں اپنی رائے سے تشبہ یہود و نصاریٰ کا ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نفرت کہ عاشوراء کی عید میں فرمایا خالفوا الیہود و صوموا ... وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم یوم السبت و یوم الاحد اکثر ما یصوم من الایام و یقول انہما یوما عید للمشرکین فانا احب ان اخالفہم کہ مخالفت نصاریٰ اور یہود کے واسطے ان دونوں یوم کا روزہ رکھتے تھے اور مؤلف صاحب اُس فعل یہود و نصاریٰ کو حجت لا کر مقیس علیہ بناتے ہیں لیکن مخالفت امر شارع کی ہے یا نہیں ذرا مؤلف آنکھ کھولے ہوشیار ہو پس ایسی ہی غلط اقادیل اور خلاف شرع توجیہات سے اپنا ابتداع کو رواج دیتا ہے اور نہیں سمجھتا اور دیگر احادیث جواز تعیید کی مؤلف نے نقل نہیں کی ورنہ اُسکا بھی حال اُسکو معلوم ہو جاتا پھر اس ثبوت پر مؤلف بیخبر کیسا خوش ہوتا ہے

**قولہ** ابو عبداللہ بن الحاج الخ **اقول** مؤلف کو نقل عبارت مدخل سے کچھ نفع نہیں کیونکہ اُنکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شکر و

ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ اگر ایسی بدعت نکالے تو اُسکو پوری طرح نباہ کرے کیونکہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو اسبات پر ملامت نفرمائی کہ کیوں اُنھوں نے
یہ بدعتیں ایجاد کیں بلکہ اسبات پر ملامت فرمائی کہ اُنھوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا جب یہ مضمون قرآن سے ثابت ہو گیا تو معلوم کرنا چاہیے کہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح تین رات پڑھکر چھوڑ دی تھی نہ اُس میں یہ بیان ہوا تھا کہ اول شب میں اُنکو پڑھنا چاہیئے یا آخر شب میں
اور تمام رمضان کی راتوں میں پڑھنا چاہیئے یا کسی رات میں پڑھ لینا کافی ہے اُنکو اور نہ مقدار قراءت کا بیان ہوا تھا کہ ختم قرآن ہو یا نہو اور نہ یہ
بیان کہ اپنے گھر میں پڑھیں یا مسجد میں اور نہ کچھ اُس کے لئے تمام اہتمام و انتظام جماعت کا ارشاد ہوا تھا اور اسی طرح حضرت ابوبکر کے دور میں
بھی رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اُس میں اہتمام زیادہ کیا اور حکم دیا تمیم داری کو کہ عورتوں کو تراویح پڑھا دیں اور ابی کعب کو حکم دیا کہ
مردوں کو نماز تراویح پڑھا دیں اور مردوں کو مسجد میں جماعت تراویح کا حکم دیا اور پہلے صحابہ اپنے اپنے گھر میں بلا جماعت پڑھتے تھے اور حضرت علی
نے مسجد میں قندیل روشن کئے اور حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ یہ بھی حکم دیا کہ بعد عشا کے شروع رات میں پڑھا کرو یعنی بطور تہجد پچھلی رات کو مت پڑھو
غرض کہ جب حضرت عمر نے اُس نماز کو کہ حضرت نے کچھ پڑھکر چھوڑ دی تھی جاری فرمائی اور بعض خصوصیات و تعینات اُس میں زائد فرمائیں
تب بباعث عارض ہونے ہیئت کذائی جدید کے آپ نے بزبان خود اُس کو بدعت فرمایا لیکن تعریف کے ساتھ یعنی یہ فرمایا نعمت البدعۃ یعنی
یہ اچھی بدعت ہے اُس وقت صحابہ میں یہ ٹھیرا کہ دیکھو اس نماز کو تم نے اہتمام اور جماعت اور قیود کے ساتھ خود ایجاد کیا ہے اب اسکو ترک مت کیجو
اور خوب مداومت کے ساتھ پڑھو ایسا مت کیجو جیسا بنی اسرائیل نے کچھ باتیں ایجاد کر کے پھر اُس پر پورے عامل نہوئے اُن کو اللہ تعالے نے عتاب کیا
ما رعوہا حق رعایتہا کہ اُنھوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا یہ قصہ کشف الغمہ میں اور تفسیر روح البیان کے سورہ حدید میں مذکور ہے وکان ابو امامۃ الباہلی
رضی اللہ تعالے عنہ یقول احدثتم قیام رمضان ولم یکتب علیکم فدوموا علی ما فعلتم ولا تترکوہ فان اللہ عاتب بنی اسرائیل فی قولہ ورہبانیۃ ابتدعوہا
ما کتبناہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوہا حق رعایتہا انتہی جب معنی آیت کریمہ کے اور استدلال صحابہ کا اس آیت سے دربارہ جواز احداث
بدعت حسنہ اور تاکید مداومت اُس کی سن چکے تو اب مسئلہ میلاد شریف کا حال سنو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر
نہیں فرمایا تھا ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا اسیر کرنے سے امت پر
فرض ہو جاوے لیکن اشارہ اسکی فضیلت کا کر دیا کہ میں پیر کے دن اسلئے روزہ رکھتا ہوں کہ اس میں پیدا ہوا ہوں یعنی اس میں امت کو
اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا باعث وقوع ولادت کے تو اس دن کے بارہ مہینوں میں ایک

ثابت کر رہا ہے اس واسطے جو دوام موجب معصیت ہو وہ خود ممنوع ہے سو وہاں ترک کرنا احیانا واجب ہو گا اور یہی حق رعایت بحکم شرع ہے
علی ہذا اصرار کرنے میں تغیر حد اللہ ہو کر معصیت ہو جاوے گی پس ترک معصیت بھی حق رعایت بحکم شرع ہوئی تو اس مغالطہ کے جواب کو غور کرنا لازم
ہے اور جو مراد مولف کی ترک مستحب احیانا سے کہ ثواب ہے تو پھر یہ وہی دوسری دلیل ہوئی تیسری کسطرح ہو جاوے گی اور وہ فرق دوام و اصرار
یہاں بھی یاد کرنا ضرور ہے الحاصل مولف صاحب عقل و فہم کے دشمن ہیں اور تراویح کی تحقیق سنو کہ فخر عالم فرما چکے ہیں کہ سنت لکم قیامہ الحدیث من
ایمانا و احتسابا غفر لہ الحدیث اور اسکا فعل بتداعی کر دکھایا تو بفعل اور بقول سے جسقدر امور صلوۃ تراویح کے ہیں سب ثابت ہو گئے اور مطلق
علی الاطلاق تو مولف کے وجوہ نعمت البدعت کے اگرچہ کسی کے تبلا سے لکھے سب لغو ہو گئے کیونکہ یہ سب امور بصریح النص ثابت ہیں مقیدات



وہ مہینہ بھی بلا شک محل عبادت شکریہ ہوگا جس میں میلاد شریف ہوا اس بنا اور اصل پر اہل اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادات
بدنی و مالی پر ہے ایجاد کی اور اکابر علماء محدثین اور فقہا جنکا نام ہم خاتمہ میں شمار کریں گے اُس کے بانی اور مجوز اور ثناخوان ہوئے اور اولیاء اللہ
جو اہل کشف تھے اُنھوں نے مکاشفات اور مناجات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے راضی پایا غرضکہ علماء طریقت اور شریعت کے اتفاق سے
یہ عمل مستحسن ٹھیرا پس صادق آیا اسپر یہی مضمون آیۃ کریمہ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ اور مطابق ہوا اس کو قصہ صحابہ کا دربارہ تراویح پس اگر ہم
اس عمل پاک پر مداومت نکریں اور ہر سال بطور لزوم اور رواد معینہ کے التزام نکریں تو ہم کو اندیشہ ہو گا مبادا ہم پر بھی جناب باری کا وہ عتاب ہو جو بنی اسرائیل پر
ہوا تھا اور جس عتاب سے صحابہ ترک تعینات تراویح میں ڈرے تھے کہ ما رعوہا حق رعایتہا لمعہ خامسہ اعتراض کرتے ہیں کہ قیام بدعت سیۂ اور
ضلالت بلکہ شرک ہے بچند دلائل ایک یہ کہ ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا محفل میں شرک ہے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور خاص صورت نماز کی
ہے اور کرنا عبادت کا غیر اللہ کے واسطے شرک فی العبادت ہے دوسری قباحت یہ کہ لکھا نجم الدین قنوجی نے کہ قیام کرنے والے یوں سمجھتے
ہیں گویا اُسیوقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم شکم مادر سے تولد ہو کر باہر لاتے ہیں اور یہاں حاضر ہیں یہ کفر اور شرک ہے تیسری قباحت
یہ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ روح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے یہ اعتقاد شرک ہے **جواب** ان امور کا
یہ ہے کہ ذکر اللہ اور ذکر رسول اگر کوئی کرے گا تین حالت سے خالی نہیں یا کھڑا ہو کر کرے گا یا بیٹھکر یا لیٹے ہوئے اللہ تعالے کیطرف
سے ان تینوں حالتوں کی بہ نسبت یہ ارشاد ہوا ہے فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم ولیکن لیٹ کر تو وہ اذکار ہیں جو خاص وقت سونیکے
احادیث میں وارد ہوئی ہیں یا کوئی تھکا ہوا سستی سے پڑا ہوا یا مریض ہو اسلئے کہ جب آدمی تندرست اور چالاک ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذکر
رسول لیٹ کر کرنا ادب میں سے نہیں چنانچہ مریض کے قیام و قعود کی تجویز ہے الثانیہ اسکے واسطے مریض کے پس عبادت کے لئے حالت ادب
دو مقرر ہیں قیام اور قعود اب اسکی تین شکلیں ہیں یا کل ذکر قیام میں کرے یا کل قعود میں یا کچھ قیام میں کرے اور کچھ قعود میں یہ تینوں شکلیں

مطلق کے سب ظاہر کہلاتے ہیں بلکہ بدعت ہونے کی وجہ معنی لغوی وہی ظہور و شیوع اور اخذ دوام مثل سنن موکدات کے ہے اور سنت
موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت کا تو باتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے اور قاعدہ شرع سے محقق ہو گیا کہ ترک سنت موکدہ میں عتاب
ہوتا ہے پس معنی قول ابو امامہ کے یہ تھے کہ تم نے اس سنت موکدہ کو اختیار کیا ہے تو حدوث سے اختیار فعل ہے نہ حدوث ایجاد جیسا
مولف سمجھا کیونکہ ایجاد تو صراحۃً اس کا فخر عالم کر چکے تھے اور یہ امور سنت موکدہ ہے اس کو دائم رکھنا ورنہ خدشہ عتاب ہے پس اب دیکھو کہ
مولف کو سلیقہ نہ فہم قرآن کا اور نہ اقوال سلف کا خوامخواہ خلاف قواعد شرعیہ سلف کے اقوال کو معنی بناتا ہے اور ضلوا و اضلوا کا مصداق
ہوتا ہے پس اس سے کبھی بدعت حسنہ مستحبہ کا التزام و دوام نہ نکلا البتہ سنت موکدہ کا نکلا اب دلیل تیسری مولف کی ایک لغو کلام ہے کہ تعدد ہو گیا
فقط تعریف مولود مروجہ کی اس کے ساتھ خود بے معنی بن گئی اگرچہ اُس میں بھی چند امر جہل مولف کے ظاہر اور خطائیں باہر ہیں مگر تطویل بے سود سے
کیا حاصل ہے جو بیان ہوا وہ کافی ہے واضح ہو گیا اور دعوی ہمہ دانی کا لائح ہو لیا **قولہ** لمعہ خامسہ اعتراض کرتے ہیں الخ **اقول** معترض نہ ذکر اللہ
سے بحث کرتا ہے نہ مطلق قیام سے کہ مطلق اُس کے نزدیک مندوب ہے بلکہ ایک فرد خاص قیام کی تعظیم غیر اللہ میں کہ جس میں شرک و بدعت
لازم آ جاوے اُس کو منع کرتا ہے علی ہذا ذکر فخر عالم پر بحث اور نہ اُس کے قیام و قعود سے استفسار مگر ایک فرد خاص میں کلام ہے جسکا سبب

مضمون کلام اللہ میں داخل ہیں اُن میں ایک شکل بالکل منطبق ہے حلیہ مولد شریف پر کیونکہ اس میں کچھ روایات و معجزات بیٹھ کر پڑھے جاتے ہیں اور کچھ درود و سلام یا مدح کھڑے ہو کر یہ ایک مضمون ہوا منجملہ تین مضامین مندرجہ آیۃ کریمہ کے اور ایک فرد ہوا افراد ثلثہ ثابتہ بالکتاب سے پس لفظ بدعت کا اطلاق اُس پر درست نہیں بدعت وہ ہے جس کی کچھ سند نہ ہو کتاب سے نہ سنت سے نہ لفظاً نہ اشارۃً کہ مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل میں لکھا ہے ہاں ایک وجہ خاص کے سبب کہ وہ قیام اُسی وقت کیا جاتا ہے کہ جب میلاد شریف کا ذکر آتا ہے نہ قبل اس کے اور نہ بعد اور نیز باعث مداومت کے کہ دائمی قیام کیا جاتا ہے اس موقع میں اگر لفظ بدعت کا اطلاق اس پر کریں صحیح ہے لیکن بدعت موافق مذہب صحیح مفتیٰ بہ جمہور اسلام کی دو طرح ہے سیئہ اور حسنہ سیئہ وہ جو مخالف قرآن یا حدیث یا اجماع کے ہو سو بات تو اس قیام میں نہیں اس لئے کہ اگر کوئی آیت قرآن کی یا کوئی حدیث اس باب میں آئی ہوتی کہ ایسے موقع میں کھڑا ہو کر مدح اور سلام پڑھنا منع ہے یا اس بات پر علماء امت کا اجماع ہو گیا ہوتا تب تو اُس کے مخالف یہ حکم استحباب قیام کا بدعت سیئہ ہوتا اور نہی تو ہرگز وارد نہیں اور اس موقع خاص کی نہی تو کیا علی العموم قیام تعظیمی کے لئے شرع میں نہی وارد نہیں ہوئی سوائے قیام مروجہ عجمیوں کے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے

تقریر مولف کی فضول ہے جواب سے کسیکو تعلق نہیں لہذا اس کو ترک کرتا ہوں مگر مطلق میں کسی فرد کو خاص کرنا بدعت ہے خواہ ذکر اللہ تعالیٰ میں واقع ہو خواہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اگر اپنے اطلاق پر رہے تو جائز پس خاص ذکر ولادت پر ہی قیام کرنا لزوماً اور مجلس مولود میں ہی خصوصاً معترض تو اس کو کہتا ہے اور پہلے ثابت ہو چکا اور مولف بھی مقر ہے کہ کسی فرد مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہے اب مولف کے قول کو دیکھو کہ کہتا ہے ایک شکل اس قیام کی مولد پر منطبق ہے یہ کلام کسقدر بیمعنی ہے کیونکہ کلام خود حیثیت معلومہ میں ہے کہ افراد مطلق کے علی الاطلاق سب افراد جائز مگر لزوماً ایک فرد کو ایک حالت اور ایک وضع میں اختیار کرنے کا اعتراض ہے اور اُس کا جواب درکار ہے مگر فہم خداداد مولف میں نہیں کہ سمجھ کر کچھ جواب دیوے اور آخر کلام میں خود فرد خاص کی مداومت کو قبول بھی کرتا ہے کہ بدعت ہے مگر سیئہ ہونا نہیں مانتا **قولہ** لیکن بدعت موافق مذہب صحیح الخ **اقول** یہ ادل جہل مولف کا ہے کہ اس تقسیم کو مذہب مفتیٰ بہ صحیح کہتا ہے تو تقابل اُس کا غیر صحیح ہوا اور معلوم ہو چکا کہ فقط فرق لفظی واصطلاحی ہے معنی میں کوئی فرق نہیں پس یہ کسقدر کم فہمی ہے دوسرے کہتا ہے کہ تخصیص دائمی قیام کی بیں ممانعت اور ذریعہ سے نہیں اور یہ محض غلط ہے کیونکہ اطلاق کا مقید کرنا کسی فرد میں جب عموماً منع ثابت ہو گیا تو جملہ افراد کلیات میں یہ حکم ظاہر ہو گیا مثلاً جب یہ حکم ہوا کہ قیام ذکر خیر الخلائق میں مندوب ہے تو ہر ہر فرد میں مندوب قیام کا ثابت ہو گیا اگر کوئی احمق پوچھے کہ کس نص میں آیا ہے کہ وقت ولادت کے قیام مندوب ہے تو محض جہالت ہووے گی علی ہذا جب یہ حکم ہو کہ کسی ہمارے حکم مطلق کو مقید مت کرو تو یہ بھی حکم ہو گیا کہ حکم مندوب قیام کو مقید مت کرو تو یہ ثابت ہو گیا کہ مندوب قیام مقید بذکر ولادت مت کرو پس ایسے موقع پر مولف کا مطالبہ نص کا کرنا سب اہل علم جان لیویں کہ علم ہے یا جہل فرد فرد کے حکم کی تصریح آجتک کسی جاہل نے بھی نہ کی ہوگی اور تخصیص فرد کو بدعت خود بھی کہتا ہے اور بتقدی حد اللہ ٹھیراتا ہے اور پھر یہ عذر کہ اس فرد خاص کی نہی بتعین مولف کو نظر نہیں آئی تو ممنوع نہ ہوا کیا عجب تقریر ہے کہ مضحکہ صبیان سے بھی اعلیٰ ہے پھر کہتا ہے کہ نہی تو ہرگز وارد نہیں سبحان اللہ جب تقید کی نہی بزعم مولف نہی وارد ہو چکی تو ہر ہر فرد کی نہی کہیں نصوصاً ہوتی ہے معاذ اللہ یہ ایک قاعدہ جہل مرکب مولف کا تمام احکام کلیہ کے ہدم اور رفع کو



حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے پس جبکہ نہی ثابت نہ ہوئی تو موافق اصول قواعد مقررہ مسلمہ علماء فقہ کے جنکو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہم نے لکھا ہے کہ جمہور حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ قیام مباح امر ٹھیرا اور جبکہ اس مباح امر میں نیت کی گئی تعظیم شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بباعث قرین ہونے اس نیت حسنہ کے یہ قیام مستحسن ہو گیا چنانچہ مولد کبیر ابن حجر اور سیرت حلبی اور تفسیر روح البیان و عقد الجواہر وغیرہ میں اس کے استحسان پر تصریح ہے اور عمل ہے اسی پر حرمین شریفین اور جمیع بلاد اسلامیہ میں جن ملکوں کا ذکر اس رسالہ میں ملا علی قاری وغیرہ کے کلام سے نقل کیا گیا ہے پہلا جو عمل باتفاق سواد اعظم مستحب اور مستحسن ہو اُسکو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت کہنا کسقدر آئین انصاف و تدین کے خلاف ہے اور شرک اور کفر کہنا اس کا تو محض جنون اور مالیخولیا ہے اس لئے کہ شرح عقائد نسفی میں معنی شرک کے یہ لکھے ہیں کہ شرک اُسکو کہتے ہیں کہ کسیکو خدائی میں شریک کریں یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ایسا ہی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود سمجھے یا جسطرح خدا کو مستحق عبادت جانتے ہیں دوسرے کو مستحق عبادت جانے انتہیٰ اور وقت ذکر ولادت شریف کھڑا ہو کر مدح و سلام کے پڑھنے میں یہ دونوں باتیں نہیں پھر شرک کیسا اور اگر متقدمین یعنی عقائد نسفی کا کلام نہیں سنتے اپنے متاخرین ہی کا کلام سنو مولوی اسمٰعیل صاحب تقویۃ الایمان کی

کافی ہے تامل درکار ہے اور پھر قول مولف کا اور اس موقع خاص کی نہی تو کیا علی العموم قیام تعظیم کی نہی نہیں کیا کلام خبط ہے کیونکہ قیام تعظیمی کی مذب کو تو عموماً معترض تسلیم کرتا ہے خصوص کو ہی بوجہ تخصیص بدعت کہتا ہے مگر مولف ہنوز فہم مطلب سے عاری ہے اس کی زیادہ شرح بسط فضول معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام مخبوط کا حال اہل علم پر روشن ہی ہو چکا ہے کہ معترض کچھ کہتا ہے اور مولف اور ہی کچھ بک رہا ہے استغفر اللہ استغفر اللہ پس اب تفریع مولف کی کہ جب کہ نہی ثابت ہوئی الخ بیہودہ کلام ہو گئی کیونکہ نہی تو کلیہ میں ہو چکی اور ہم مطلع کر چکے اب اباحت اصلیہ اس میں ہرگز مفید نہ موجود و لا حول و لا قوۃ الا باللہ ایسا کلام خبط بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا **قولہ** اور جب کہ اس امر مباح میں الخ **اقول** قیام مباح تو مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کی تقیید و تخصیص اور عوام کی سنت و وجوب کے بدعت و مکروہ ہو گیا اور مولف کہیں تو سمجھ کیا تجھیر ہی بلادت ختم ہو گئی پس اصل اباحت و مذب معارض اس بدعت عارضیہ کی نہیں اور مولد کبیر وغیرہ میں جو تحسن کہا ہے تو اصل مطلق کی فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب وہاں عروض اس قید تاکد کا نہ ہوا تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ جہلا کا حال مشاہد ہے پس اب ہرگز وہ امر مندوب نہیں بلکہ اب مکروہ و بدعت ہے اور اگر قید و تاکد کو یہ علماء مذکورہ بدعت نہیں کہتے تو ہرگز تو ہرگز اُن کا قول معتبر نہیں بلکہ بمقابلہ نصوص کے مردود ہو گا جیسے اس کا ذکر ہو چکا مگر مولف کا فہم غلط ہے علی قاری کا قول شرح حدیث ابن مسعود میں صاف دلالت کرتا ہے کہ انکی مراد وہی ہے جو بندہ عاجز لکھ رہا ہے اور سواد اعظم کی بحث بھی ہو چکی اب کہاں مولف بدفہم کیونکہ اسلئے بار بار لکھا جاوے مالیخولیا کا علاج نہیں **قولہ** اور شرک اور کفر کہنا الخ **اقول** کوئی صفت خاصہ حق تعالیٰ کی کسی میں ثابت کرنا بھی شرک ہے اور کوئی کام عبادت غیر اللہ کے ساتھ کرنا بھی شرک ہوتا ہے اور شرک ہر دو بھی محقق ہے قال فی المسامرۃ الالوہیۃ الاتصاف بالصفات التی لاجلہا الحق ان یکون معبوداً ای صفاتہ التی توحد بہا سبحانہ لاشریک لہ فی شیء منہا انتہیٰ شرح مقاصد میں ہے والتوحید اعتقاد عدم الشریک فی الالوہیۃ وخواصہا انتہیٰ و فی الحدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک الحدیث الریاء شرک الحدیث پس قیام دست بستہ بخشوع چونکہ ایک رکن نماز ہے کہ حق تعالیٰ کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو اگر اسیطرح فخر عالم کو حاضر بعلم استقلالی محفل مولود میں جان کر دست بستہ کھڑا ہوگا

فصل شرک فی العبادت میں کہتے ہیں اللہ کی سی تعظیم کسی اور کی نہ کی چاہیئے اور جو کام اُس کی تعظیم کے ہیں وہ اور وں کے واسطے نکیجئے انتہی
کلامہ اب قیام کو دیکھنا چاہیئے کہ خاص اللہ تعالے کے واسطے ہے اور کسی کے واسطے بھی ہے اور قیام دست بستہ عبادت بھی ہے یا نہیں مولوی اسمٰعیل
صاحب کے دادا پیر شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی پارہ الم میں لکھتے ہیں در حقیقت چیزیکہ نماز از غیر نماز تمیز پیدا کنند ہمیں دو فعل اند. رکوع و سجود و قیام
اختصاص بہ نماز بلکہ بعبادت ہم ندارد انتہی اور علامہ حلبی نے لکھا ہے شرح کبیر منیہ میں والقیام لم یشرع عبادۃ وحدہ وذلک لان السجود غایۃ الخضوع حتی
لو سجد بغیر اللہ یکفر بخلاف القیام شاہ صاحب اور حلبی کی عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ قیام خود فی نفسہ عبادت نہیں اور نہ کچھ نماز اور عبادت کیسا تھ
اسکو خصوصیت پس اللہ کی خاص تعظیموں میں قیام کو شمار کرنا خود اپنے بزرگوں کے کلام کو رد کرنا ہے خلاصہ یہ کہ نماز میں جو قیام عبادت گنا جاتا
ہے وہ بباعث اشتمال چند قیود کے عبادت گنا گیا ہے طہارت کاملہ اور استقبال قبلہ کا شرط ہونا اور قراءت کا واقع ہونا اور وسیلہ تکرار اور رکوع
جیسا جہلا کا عقیدہ ہے تو لاریب شرک ہوئے گا پس معترض کا یہ کلام جہلا کے عقیدہ پر ہے اگرچہ فہمیدہ کی نسبت شرک حقیقی نہیں مگر بدعت
سے خالی بھی نہیں کیونکہ بدون اس عقیدہ کے بھی تخصیص مطلق تو حاصل ہی ہے پس وقت ذکر ولادت کے قیام دست بستہ بدین
عقیدہ شرک ہوا کہ صفت علم خاصہ حق تعالےٰ کی فخر عالم میں ثابت کی اور استحقاق عبادت کا بسبب حصول صفت خاصہ کے ہی ہوتا ہے
پس مولف نے شرح عقائد تو پڑھی مگر سمجھا نہیں اگر سمجھ لیتا تو ایسے کلام نکرتا بہر حال قیام اس عقیدہ کی وجہ سے شرک ہوا ہے اور تقویت الایمان
کی عبارت سے یہ امر خود واضح ہی ہے **قولہ** اب قیام کو دیکھنا چاہیئے الخ **اقول** قیام بھی صلوٰۃ کا رکن فرض ہے اور طاعت عبادت ہے
بقولہٖ تعالےٰ وقوموا للہ قانتین پس نفس قیام اگرچہ عام ہے عبادت وغیر عبادت سے مگر قیام دست بستہ بخشوع و قنوت عبادت ہے اور
تفسیر عزیزی میں یہ فرماتے ہیں کہ قیام اختصاص بعبادت نہیں رکھتا یعنی قیام بغیر عبادت کے بھی ہوتا ہے مگر قیام دست بستہ بخشوع کو نہیں فرماتے
کیونکہ وہ عبادت ہے کہ تذلل پر دال ہے اور اعلیٰ تذلل عبادت ہوتی ہے پس قیام عام ہے اور قیام دست بستہ بخشوع خاص مولف اسکو نہیں
کھولتا کہ عزیزی مطلق قیام کو نہیں لکھتا بلکہ قیام دست بستہ بخشوع کو کہ عقیدہ حضور بعلم مستقل ہو اور شرح منیہ میں قیام کو عبادت مقصود سے نکالا ہے
بقولہ لم یشرع عبادۃ وحدہ نہ عبادت ہونے سے اسی واسطے نفس قیام غیر کے واسطے جائز ہے بخلاف قیام موصوف کے پس قیام موصوف کی عبادت
غیر مقصود ہونے سے یہ لازم نہیں کہ غیر کے واسطے جائز ہو پس قیام موصوف غیر کے واسطے اگرچہ شرک حقیقی نہو مگر تشابہ تو ہے بقولہ علیہ السلام
ان کدتم آنفا لتفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم قعود فلا تفعلوا انتہی قال النووی فیہ النہی عن قیام الغلمان والاتباع علی راس
متبوعہم الجالس بغیر حاجۃ انتہی علی قاری شرح عین العلم میں کہتے ہیں فکما لایجوز ان یسجد احد لایجوز ان یرکع وکذا القیام علی ہیئت الوقوف فی
الصلوٰۃ لحدیث من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ فی النار انتہی پس جب وعید بالنار اس میں ہے تو کبیرہ ہونے سے تو کسی حال خالی نہیں
ہو سکتا بہر حال شرک دون سے خالی کسی طرح نہوا الحاصل قرآن سے قیام قنوت کا عبادت ہونا محقق ہو گیا اور حلبی نے عبادت مقصود ہونیکا
انکار کیا نہ عبادت ہونے کا اور تفسیر عزیزیہ سے نفس قیام کا مختص بعبادت نہونا دریافت ہوا نہ قیام مخصوص کا تو اب مولف ذرا فکر کرے
کہ حلبی اور عزیزی خلاف قرآن شریف کے نہیں کہتے مولف خود نہیں سمجھا بدون سوچے استدلال لاکر شرک کو ایمان بتاتا ہے اور قرآن کو
معاذاللہ رد کرتا ہے الحاصل قیام دست بستہ بخشوع غیر کے واسطے شرک ہوا اگرچہ وہ شرک غیر حقیقی ہی ہے عند البعض اور عوام کے حق میں کہ عقیدہ علم

نہ یعنی جیسے سجدہ کرنا کسی کیلئے جائز نہیں ایسے ہی رکوع بھی جائز نہیں ویسی ہی حال قیام کا جیسا نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اس پر جسب حدیث کے آپ نے فرمایا ہے کہ جسکو بھلا معلوم ہو
کہ آدمی اسکے لئے کھڑے ہو جایا کریں تو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے ۱۲ منہ



والسجود ہونا اگر نماز میں ان باتوں کا خیال نہ ہوتا تو نماز میں قیام شروع نہوتا بخلاف سجدہ و رکوع کے کہ یہ خود عبادت اصل منصود ہے۔ اور خاص خدا
تعالیٰ کا حق ہے اسلئے قرآن و حدیث ناطق ہیں اسپر کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں اب سجدہ کا حال کتب معتبرہ سے سُنیئے مولوی اسحٰق صاحب
مسائل کے مسئلہ سی و سوم میں لکھتے ہیں سجدہ کردن غیر خدا را اگر بقصد تحیت باشد حرام و کبیرہ است و اگر بجہت عبادت غیر خدا را سجدہ کنند موجب کفر و
شرک است۔ انتہی اور یہی مضمون تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے اب دیکھیے انکے بزرگوار تو عین سجدہ میں ایسی تفریق کرتے ہیں کہ عبادت کیلئے دوسرے کو
سجدہ کرنا شرک ہے اور اگر نیت عبادت کی نہیں تو حرام ہے شرک نہیں حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوبات کے مکتوب نود و دوم میں لکھتے
ہیں۔ بعضے از فقہا ہر چند سجدۂ تحیت بسلاطین تجویز نمودہ اند اما لائق حال سلاطین عظام آنست کہ درین امر بحضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ تواضع
نمایند انتہی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کیلئے بھی بعض فقہا نے سجدہ کرنا جائز لکھا ہے۔ لیکن حضرت مجدد فرماتے ہیں۔ کہ
مستقل کا رکھتے ہیں شرک حقیقی ہو سو معترض اس کو بھی شرک کہتا ہے اس سے نفس قیام کا شرک ہونا لازم نہیں آتا اگر مولف کچھ تامل کرے تو
ظاہر ہے ہاں زیارت فخر عالم علیہ السلام میں علی قاری نے دست بستہ سلام عرض کرنے کو جائز لکھا ہے سو وہاں استقبال قبلہ چونہیں بلکہ استدبار
ہے اس واسطے جائز لکھا ہے اور پھر وہ بھی خصوصیات میں ہے کہ آپ کے غیر کے واسطے درست نہیں اور یہ خلافی مسئلہ ہے در مضیہ
میں لکھا ہے ہل یضع یمینہ علی شمالہ ام لا فقیہ خلاف انتہی قال الکرمانی یصح وقال غیرہ الاولیٰ الارسال لئلا یشبہ بالمصلے انتہی کذا فی
نسیم الریاض شرح شفاء سو جب یہ خلافی مسئلہ ہوا اور جن کے نزدیک جائز ہے وہ خصوصیت پر حمل کرتے ہیں تو غیر زیارت میں اگر حضور موصوف
یعنی حضور بعلم مستقل کا عقیدہ ہے تو شرک ہوا اور نہ بغیر اس عقیدہ کے مشابہ بشرک ہوتا ہے اور معلوم ہو لیا کہ حکم شرک کا معترض نے
علم غیب کے ساتھ جہلا ہی پر ہی کیا ہے پس معترض پر مولف کا کوئی نقض نہیں اب مولف سجدہ کی بحث میں شروع ہوتا ہے اپنی غرض
فاسد کے اثبات کی غرض سے **قولہ** سجدہ کا حال الخ **اقول** سجدہ اگرچہ تحیت کا ہو حرام ہے اور مشابہت بشرک ہے سے اسکو بھی شرک
کہنا درست ہے جیسا حلف بغیر اللہ کو شرک حدیث میں فرمایا پس ایسا ہی قیام بخشوع میں ہو تو کیا بعید ہے اور تفریق سجدۂ عبادت
و تحیت میں بسبب شرک حقیقی کے کرتے ہیں ورنہ حرمت اور اطلاق شرک میں دونوں برابر ہیں شرح فقہ اکبر میں علی لکھتے ہیں وفی المحیط اذا
قال اہل الحرب لمسلم اسجد للملک والا قتلناک فالافضل ان لا یسجد لان ہذا کفر صورۃ والافضل ان لا یاتی بما ہو کفر صورۃ وان کان فی حالۃ
الاکراہ پس اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی صورت بھی سخت بدہی کہ قتل ہونے پر صورت کفر کو ترجیح دیکر اولی ترک لکھا پس دست بستہ
بخشوع کھڑا ہونا بھی مشابہ ہے خصوصاً علم حضور میں کہ وہ خود شرک ہے پس مولف کی ایسی روایات کا نقل کرنا سوائے اضلال خلق
کے اور کیا کہا جاوے جن فقہا نے سجدہ سلاطین کو جائز لکھا قول اُن کا مردود ہے قرآن و حدیث کے اطلاقات سے پس ایسے
اقوال ہائے ساقط سے حجت لانا اہل علم کا کام نہیں پس افسوس مولف کی زبان درازی اور کوتاہی فی الدین پر کہ کس طرح
قرآن کے رد کرنے پر اور حدیث کے مخالفت پر اور تمام عالم کی مضادت پر ایسی جرأت و مردود روایات سے کمر باندھے بیٹھا ہے
اور خلق کو ورطۂ استحلال حرام میں ڈالتا ہے **قولہ** واضح ہو الخ **اقول** اول تو سجدۂ ملائکہ اور اخوۃ **یوسف** میں
اختلاف ہے بعض انحناء لکھتے ہیں اور بعض وضع الجبہۃ ثانیاً جو کچھ ہے وہ سب اس امت میں حرام ہو گیا خواہ کسی نیت سے ہو اطلاق

لہ آیا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے یا نہیں اس میں خلاف ہے کرمانی جائز کہتے ہیں اور اوروں نے کہا کہ بہتر ہاتھوں کا چھوڑے رکھنا ہے تا کہ نمازی کے

بادشاہوں کو تواضع اور عاجزی چاہیئے لوگوں سے سجدہ کرادیں جب عبادت مخصوصہ جو خاص خدا کا حق تھا یعنی سجدہ بغیر نیت عبادت کے شرک ہو بلکہ بعض فقہا نے جائز بھی رکھا افسوس ان زبان درازوں کی تعدی اور عدم مبالات پر کہ فقط قیام جو ہرگز اصل عبادت نہیں شرک اور کفر کسطرح ہو سکتا ہے واضح ہو کہ پہلے امتوں میں سجدہ بھی دوسروں کے واسطے جائز تھا یوسف علیہ السلام کے پاس جب اُن کے باپ یعقوب علیہ السلام اور اُن کی خالہ اور سب بھائی ملک مصر میں آئے جب ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی تو اُس وقت کا حال قرآن شریف میں ہے خروا لہ سجدا یعنی حضرت یوسف کے والد اور خالہ اور بھائی یہ سب حضرت یوسفؑ کے آگے سجدہ میں گر پڑے تعظیماً اور اسیطرح جب آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کا قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم اُس وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا آدم کو سوائے شیطان ملعون کے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فسجدوا الا ابلیس یہ ذات شریف اُس وقت غرور میں رہے سجدہ نکیا جہنمی ہوگئے لعنت کا طوق گلے میں پڑا امام فخر الدین رازی نے پارۂ تلک الرسل میں لکھا ہے ان الملائکۃ امروا بالسجود لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبہۃ آدم اور شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے کہ فرشتوں نے جو سجدہ کیا آدم علیہ السلام کو اور اخوان یوسف نے یوسف علیہ السلام کو وہ عبادت کے لئے نہ تھا ایسا سجدہ کبھی جائز نہیں ہوا کیونکہ یہ محرمات عقلیہ سے ہے اور محرمات عقلیہ کبھی نہیں بدلتے بلکہ وہ سجدہ تعظیمی تھا اب اس امت میں وہ بھی حرام ہے صحیح یہی ہے اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آیا یعنی منکرین اپنے رسائل میں بانیان محفل میلاد شریف کے مذہب کو لکھتے ہیں ایں مذہب قابلیں ہمیں ست کہ سندش تا ابولہب رسانیدہ شود بلکہ تا ابلیس لعین انتہیٰ کلامہ اب ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے جس طرح کوئی سفیہ بیعقل بڑ ہانکتا اور بے اصل باتیں کہتا چلا جاتا ہے موہنہ اُٹھا کر ابلیس تک ہمارے مذہب کو پہنچادیا اور کوئی ثبوت کامل ندے سکے لیکن ہم للریب ان منکرین کا سلسلہ بخوبی شیطان ملعون تک پہنچا کر آنکھوں کے سامنے دکھاویں گے یعنی موافق قول امام رازی کے آدم کے لئے جو حکم سجدہ ہوا تھا اُس میں تعظیم تھی نور محمدی کی جو انکی پیشانی میں تھا سو جمیع ملائکہ مقربین نے سجدہ ادا کیا تعظیماً بحکم الٰہی بجالائے پس ہم لوگ تو ملائکہ کے حال میں ہمرنگ ہیں کہ انہوں نے تعظیم رسول ادا کی ہم بھی کرتے ہیں فرق اتنا ہے کہ اُس وقت سجدہ جائز تھا اُنھوں نے سجدہ کیا ہمارے عہد میں سجدہ ممنوع ہے ہم بجائے تعظیم کھڑے ہو کر درود سلام پڑھتے ہیں نفس تعظیم میں ہم اور ملائکہ شریک ہیں اور جو لوگ قیام تعظیمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تغلیظ و تشدد اور کلام لایعنی پیش کرتے ہیں اور نہیں کرتے قیام تعظیمی وہ ابلیس کے ہمعہد ہیں علت مشترکہ یہ تعظیم کے دونوں منکر لیکن چونکہ وہ متقدم ہے اور یہ لوگ متاخر بناءً علیہ مقدم تو امام ٹھیرا اور تابعین متاخر اسکے مقلد سبب ہوگیا سلسلہ اس مذہب خبیث کا ابلیس لعین تک اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ابلیس مغرور نے یہ نہ سمجھا کہ اس قدر ملائکہ مقربین کے یہ جو سجدہ میں گرے ہیں ایک حقیر نا چیز کیا ہوں جو سجدہ نکروں شدت غرور شقاوت سے تابع جمہور نہوا سجدہ تعظیمی نکیا صاحب تعظیم کی شان میں تو فرق نہ آیا مگر یہی کمبخت خوار و ذلیل ہوگیا اسیطرح یہ تنے چند منکرین قیام جو اپنے خیالات فاسدہ میں مغرور ہیں جمہور اہل اسلام کو ہنر خیال میں لاتے یہ نہیں سمجھتے کہ حرمین شریفین و بیت المقدس و روم و شام کے تمام علماء قدسی نفوس قیام کرنے میں استحباب کا فتوی دیتے ہیں ہم انکے آگے کیا چیز ہیں غرضکہ تمام قیام تعظیمی کرنے والے یہ جرگہ مخصوصہ کبھی نکرینگے اس تکبر اور تفرد میں بھی ان صاحبوں کو شرکت اُس لعین کے ساتھ ہے اور ہم کو اتباع جمہور میں

شرک کا اُس ذریعہ ہو دیگا پس جو ایسی روایات سے استخواف معصیت میں عوام کو مبتلا کرنا ہے البتہ نیابت شیطان کی اُسکو مسلم ہے کیونکہ الاستخفاف



ملائکہ ملاء اعلیٰ ساتھ اتفاق ہے تیسرے بیان کہ تفسیر ابن مخلد میں تصریح کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے شیطان روئے چینکنے لگا اور حلبی میں ہے کہ اُس روز سروش غیبی بشارت دیتے پھرتے تھے کہ والد المصطفیٰ المختار یعنی پیدا ہوئے مصطفیٰ پسندکیے ہوئے اور چنے ہوئے سُبحان اللہ کے انتہی پس ہم لوگ جو خوش ہو کر تذکرہ ولادت شریف کا کرتے ہیں سروش غیبی کے ساتھ ہیں اور جو اس تذکرہ اور محفل کرنے سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوتے ہیں وہ اُس شیطان کی ملت پر ہیں اس طرح بھی ان منکرین کا سلسلہ ابلیس سے ملگیا ہر چند کہ اہل علم کی طرز و انداز سے یہ گفتگو نہایت بعید ہے لیکن چونکہ ابتدا اُدھر سے ہے اسلئے یہ چند کلمات لکھے گئے اور دیکھی اس جرأت پر کہ جو کچھ ان کلمات کی شامت ہے وہ سب اُسی ابتدا کرنیوالے کی گردن پر ہے ہم بری الذمہ ہوں ہمارے مخبر صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے ہیں جسکو مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ المستبان ما قالا فعلی البادی قصہ دراز ہوا تقریر سلسل کہیں سے کہیں پہونچی مقصد اصلی پر آئیں سجدہ تعظیمی اس امت میں حرام تو ہے لیکن شرک اور کفر نہیں جب عبادت خاصہ مخصوصہ باری تعالیٰ کا یہ حال ہو پھر قیام کسطرح شرک ہو سکتا ہے اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہوتا کبھی علماء دین واسطے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نرکھتے قبر شریف کی زیارت میں صاحب جذب القلوب لکھتے ہیں وقت سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقوف در آنجناب با عظمت دست راست را بر دست چپ نہد چنانچہ درحالت نماز کرمانی کہ از علماء حنفیہ است تصریح باین معنی کردہ انتہی اور ملا علی قاری نے بھی کرمانی سے یہ ہاتھ باندھنا مثل نماز کے نقل کیا کتاب در المضیہ میں اور مدینہ جانیوالے خوب جانتے ہیں کہ وہاں اسی پر عمل ہے اور اس کے خلاف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونیکو منع کریں ہرگز عمل نہیں اور علامہ محمد بن سلیمان مکی شافعی نے کتاب حاشیہ مناسک خطیب شربینی میں لکھا ہے قال لانہ صح بمینہ علی یسارہ کالصلوٰۃ کما اقتصر علیہ فی الحاشیہ واقرہ ابن علان وآخر کلامہ فی الجواہر یشیر الی المیل الیہ انتہی اور فتاوی عالمگیری میں ہے درباب زیارت قبر شریف ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ اب دیکھیے سب علماء شافعی و حنفی نماز کے ساتھ تشبیہ دے کر کہتے ہیں کہ جس طرح نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اُسی طرح حضرت کے روضہ مبارک کے سامنے باادب کھڑا ہو

بالسویہ کفر قاعدہ اصول کلام کا ہے اب لطیفہ کثافت طبع مولف کا جواب قلم انداز کرکے آگے چلتا ہوں قولہ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہوتا الخ اقول پہلے قول میں تصریح ہوئی کہ یہ مسئلہ زیارت کا مختلف ہے اور دونوں روایت نقل ہوئیں اور کرمانی مجیز اسکا ہے شیخ عبد الحق بھی اُس سے نقل کرتے ہیں اور علی قاری نے بھی یہاں اس کو اختیار کیا ہے مہذا علی قاری شرح عین العلم میں اس کو حرام لکھتے ہیں اب فرق مجوزین کے نزدیک یہاں یہ ہے کہ اس جگہ استقبال قبلہ نہیں وہ قبلہ کہ معین اور شخص ہوتا ہے پشت کے پیچھے ہو جاتا ہے تو قطعاً مخالفت ہیئت صلوٰۃ کی ہوگئی اور مظان شرک بھی نہیں کہ حیوۃ النبی موجود ہیں اور یہاں مولود میں کوئی شخص نہیں دوسرے معان شرک یہ ہے کہ عوام کا عقیدہ حاضر ہونے کا ہے پس اس میں اور اُس میں فرق ہوگیا مہذا اگر شرک نہیں تو مشابہ شرک کے اور عوام کے عقیدہ کی خرابی کا باعث ہے لہذا ناجائز ہوا اور بطلاق شرک اُس پر مجازاً ہوگا اور صرف کا شرک کہنا اوپر معلوم ہو چکا کہ بہلا ما کی نسبت ہے اگر نیت فاسد ہو تو شرک ہوگا پس قیاس حرمین زیارت میں حسب روایت اجازت کی ہے تو فارق موجود ہے اور پھر خلاف قیاس ہے دیکھو کہ صلوٰۃ جنازہ مشابہ شرک ہے مگر اجازت ہوگئی تو اب امام صاحب غائبانہ صلوٰۃ جنازہ کو جائز نہیں کہتے اور تکرار کو منع کرتے ہیں پس زیارت پر قیاس کرکے اس قیام کی اجازت نہیں نکل سکتی۔

اب اسمیں دو احتمال ہیں یا تو یہ علماء سمجھے ہیں کہ باادب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ کچھ عبادت نہیں اور نہ مخصوص خدا کیساتھ جیسا کہ کلام شاہ عبد العزیز
وغیرہم سے ہم نقل کر چکے پس جبکہ مخصوص خدا کیساتھ نہیں تو کیا مضائقہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیواسطے اس طرح کھڑے ہوں
اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خاص ہے اللہ تعالیٰ کیساتھ تو شاید یہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ کی تعظیم میں کھڑا ہونا
غیر اللہ کی تعظیم نہیں بلکہ گویا خود اللہ کی تعظیم ہے چنانچہ بعض آیات سے یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے قرآن شریف میں من یطع الرسول فقد اطاع
اللہ یعنی جسنے رسول کی اطاعت کی تحقیق اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ شاہ
عبد القادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھسے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ تعالیٰ سے انتہیٰ اور تفسیر روح البیان
میں ہے کان المقصود بالمبایعۃ منہ علیہ السلام المبایعۃ مع اللہ وانہ علیہ السلام انما ہو سفیر ومعبر عنہ تعالیٰ وبہذا الاعتبار صار کانہم یبایعون اللہ
وبالفارسیہ آنانکہ بیعت می کنند با تو جزیں نیست کہ بیعت می کنند با خدا چہ مقصود بیعت اوست و برائے طلب رضای اوست انتہیٰ کلام
روح البیان اور وقت بیعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ پر تھا اسکو قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے ید اللہ فوق ایدیہم
شاہ عبد القادر نے معنی اسکے لکھے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اوپر اُن کے ہاتھ کے اور تفسیر مدارک میں ہے یرید ان ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
التی تعلو ایدی المبایعین ہی ید اللہ تعالیٰ واللہ منزہ عن الجوارح وعن صفات الاجسام وانما المعنی تقریر ان عقد المیثاق مع الرسول
کعقدہ مع اللہ من غیر تفاوت بینہما یعنی رسول اللہ کی بیعت گویا اللہ کی بیعت ہے کچھ فرق نہیں خلاصہ کلام یہ کہ اگر یہ قیام دست بستہ عبادت
نہیں چنانچہ مذہب علماء و قول خدا یہی ہے تو مجلس مولد شریف میں کھڑا ہونا شرک اور کفر ہرگز نہوا اور اگر اسکو زبان زوری سے خواہ مخواہ
خلاف علماء دین کے عبادت قرار دیتے ہو تو بھی ہم جواب دینگے کہ اگر یہ عبادت ہے تو بھی اللہ ہی کیواسطے ہے یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا
ہونا ہمارے لئے بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جسوقت اس ظہور نعمت کا بیان ہوتا ہے ہم تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں بدیں معنی

**قولہ** اب اس میں دو احتمال ہیں الخ **اقول** دونوں احتمال نہیں مولف کی خطا فہم کا یقین ہے یہ امر خلاف قیاس ہے کہ روضہ مطہرہ
پر سلام عرض کرنے میں منقول ہوا ہے وہ علی قاری کہیاں جائز کہتے ہیں وہ ہی اسکو اور مواقع میں حرام کہتے ہیں صلوٰۃ جنازہ میں مردہ کو
آگے رکھکر نماز پڑھنا درست ہے حالانکہ دوسری جگہ درست نہیں نور الانوار میں کہتا ہے دکذلک صلوٰۃ الجنازۃ فی نفسہا بدعۃ شابہۃ بعبادۃ
الاصنام اور شرح ضیا اور تفسیر عزیزی کے کلام کچھ ثابت نہیں پہلے گذر چکا اور تعظیم فخر عالم کے واسطے قیام درست تھا مگر یہاں مولود میں بطلان
شرک ہے لہذا ناجائز ہے گو جہلا کے حق میں خود شرک ہے اور دوسرا احتمال مولف کا محض سفسطہ اور اثر قلمی مولف کا ہے کیونکہ اطاعت
سفیر کی عین اطاعت امیر مرسل کی ہوتی ہے اور رد اُسکی اہانت امیر کی اہانت کیونکہ سفیر مبلغ ہوتا ہے اس کا قول قبول کرنا عین اطاعت
و قول قبول مرسل کا ہے علی ہذا بیعت اصل سے ہوتی ہے اور وکیل سفیر محض واسطہ ہوتا ہے بس یہی معنی روح البیان وغیرہ کے ہیں لہذا
تعظیم سفیر و امیر میں فرق ہے کہ تعظیم امیر کی سفیر سے زائد ہوتی ہے اور خواص تعظیم امیر کی سفیر کے ساتھ درست نہیں ہوتی اسکو ہر اہل اہل
جانتا ہے پس اطاعت و بیعت کو مقیس علیہ بناکر تعظیم حق تعالیٰ کی فخر عالم کے ساتھ کرنا اور اُسکا درست جاننا عین شرک ہے سجدہ کرنا
آپکو حرام ہے اتفاقاً مگر یہ قاعدہ مولف کا چاہتا ہے کہ آپ کو سجدہ بھی درست ہو جیسا مولف قیام میں کہہ رہا ہے اور یہ قول باطل و شرک ہے



لے اللہ تعالیٰ نے ہم نے تیری اس نعمت چھپی ہوئی کو ظاہر جانا اس میں دو باتیں حاصل ہوئیں ایک یہ کہ تعظیم کلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہوئی کیونکہ آپکی قصہ صفت آوری ہمام دنیا کا ذکر سنکر بہیئت تعظیم کھڑے ہوگئے دوسرے یہ کہ یہی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ تعظیم ہو گئی اللہ تعالیٰ
کی بلکہ نعمت کی تسبیح خود منعم کی تعریف ہے اور نعمت کی تعظیم سراسر منعم کی تعظیم ہے پس یہ دست بستہ کھڑا ہونا در حقیقت منعم حقیقی کے
لئے ہے شکریہ عطائے نعمت میں اب خیال فرمائیے کہ اس معنی کو شرک اور کفر سے کیا علاقہ فماذا بعد الحق الا الضلال ایک قباحت کا
جواب ہو چکا اب دوسری قباحت کا جواب سنئے کہ تمام مولد شریف پڑھنے والے اپنی زبان سے خوب تصریح و توضیح سے تعیین یوم ولادت
کی تصریح کرتے ہیں شاہ سلامت اللہ صاحب کے مولد شریف میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن
حضرت پیدا ہوئے اور مولد شریف غلام امام شہید میں ہے بارہویں تاریخ ربیع الاول دو شنبہ کے وقت صبح صادق بعد چھ ہزار ساٹھ
پچاس برس کے زمانہ آدم سے اسی قسم کی عبارتیں راحتہ القلوب وغیرہ رسائل میلادیہ اردو زبان میں ہیں اور عربی مولد برزنجی میں ہے
وانما من حملہ تسعۃ اشہر قمریہ ولد بہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلا۔ لا شاہ اور علامہ غرب مدنی کے مولد میں ہے ثمان عشر من ربیع الاول فی یوم
شمس الملتقم ذی المجید بس مکتوب ہونا ان رسائل میں روز شہر و سال ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپ اُس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ
محفل میں پیدا ہوتے نعوذ باللہ منہا منکرین کے بہتان اور افترا کا جواب سوا اسکے کہ خدا قیامت میں جھوٹوں کا منہ کالا کرے
کچھ جواب ایک آیت کلام مجید اور فرقان حمید کی اس مقام میں بس کرتی ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون اب تیسری قباحت
جو یہ لوگ قیام میں پیدا کرتے ہیں کہ روح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ لوگ حاضر ناظر جانتے ہیں یہ شرک ہے اسکی تحقیق یہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا ماشاء اللہ و شئت تو آپنے فرمایا جعلتنی للہ ندا بل ماشاء اللہ وحدہ ایک حدیث میں ہے
لا تقولوا ماشاء اللہ و شئت ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد۔ اس سے شرک دونوں بھی ثابت ہوا اور مشابہ شرک کی ممانعت بھی نکلی
اور مماثلت تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ بھی رد ہو گئی اور مولف کا احتمال شرکیہ بھی باطل ہو گیا
اور قاعدہ مولف کا بھی مردود ہو گیا ہر حال عبادۃ اللہ کا رسول اللہ کو کرنا ہر حال شرک ہے اور اطاعت اور بیعت کو اس سے
کچھ مناسبت نہیں مولف کی بے فہمی محض ہے اب مولف کی جرأت بیانی اور دیانت کی سب ناظرین ملاحظہ کر کے لاحول پڑھیں اور اس کی جرأت
تقریر دیکھیں **قولہ** دوسری قباحت الخ **اقول** معترض کے کلام مولف نہیں سمجھا وہ صراحتہ کہتا ہے کہ گویا اب پیدا ہوئے یعنی جو عین پیدائش کا
معاملہ قیام تعظیم کا تھا وہ اب کرتے ہیں اور دوسرا امر علم حضور مجلس اُس میں ہوتا ہے تو شرک ہے ثانی کی وجہ سے کہتا ہے اور پہلے
کو مشابہہ فعل ہنود کے کہ ذہنی امر کرنے میں یہی کہتا ہے معترض یہ نہیں کہتا کہ اس وقت پیدا ہونا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ لفظ گویا لکھ رہا ہے
بس یہ مولف کا جواب اُس کے اعتراض کا جواب نہیں قولہ کیونکہ ہم صراحتہ نام تاریخ اور سن کا لیتے ہیں ہمارا یہ عقیدہ نہیں الخ سو یہ امر غیر محل
ہے کیا مناسبت رکھتا ہے وہ اعتراض یہ کرتا ہے کہ ذہنی امر کو اصلی جیسا بناکر اصلی کا معاملہ کرتے ہیں مولف کچھ اور ہی جواب دے
رہا ہے پس ناظرین اس فہم مولف پر تحسین کہیں اور انصاف کریں کہ معترض کون ہے **قولہ** تیسری قباحت الخ **اقول** اس بات کو خوب
یاد کر لینا ضرور ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں

کہ ارواح انبیاءؑ کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے ثابت ہے معراج کی حدیثوں میں وارد ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے تئیں انبیاء کی جماعت
میں دیکھا یہ موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھتے ہیں یہ عیسیٰؑ پڑھتے ہیں یہ ابراہیمؑ پڑھتے ہیں فحانت الصلوٰة فاممتہم یعنی اتنے میں نماز کا وقت آگیا میں
اُن کا امام ہوا روایت کیا اسکو مسلم نے اور قرطبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لیکر کل انبیاء کو
جمع کر دیا سات ہیا متیں حضرت کے پیچھے تھیں اور فتاوی سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ میں ہے امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج لارواح
الانبیاء علیہم السلام کانت فی السماء انتہیٰ ان روایات فقہ و حدیث سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبروں کی روحیں اپنے اپنے مقامات سے سمٹ کر
بیت المقدس میں حاضر ہو گئیں اور نماز یہاں آکر پڑھی اور مشکوٰة میں مسلم سے روایت ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ چلے جاتے تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں جب ایک جنگل میں گذرے پوچھا حضرت نے یہ کونسا جنگل ہے صحابہ نے کہا یہ وادی ازرق
ہے فرمایا حضرت نے گویا میں دیکھتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کو پھر حضرت نے اُن کا رنگ اور بالوں کا حال بیان فرمایا اور فرمایا موسیٰ رکھے ہوئے
ہیں دونوں کانوں میں انگلیاں یعنی جس طرح اذان میں اور آواز بلند ہے انکی ساتھ لبیک کے گذرے چلے جاتے ہیں اسی جنگل سے
کہا ابن عباس نے کہ ہم آگے چلے تو ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے پوچھا حضرت نے یہ کونسی گھاٹی کونسا پہاڑ ہے صحابہ نے کہا یہ پہاڑ ہرشا
ہے یا لفت ہے آپنے فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر سوار پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے اُس کی اونٹنی کی مہار پوست
خرما کی ہے اسی جنگل میں چلا جاتا ہے حج کے لئے لبیک کہتا ہوا روایت کی یہ حدیث مسلم نے کہا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے کہ چون اتفاق
است بر حیات انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی و دنیاوی لیکن محجوب انداز نظر عوام نیست حقیقت نمو دایشان را بحبیب خود صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰة و سلام ملائکہ پہونچاتے ہیں اور اعمال اُمت پر پیش ہوتے ہیں
اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولد میں اور دیگر
مجالس ذکر میں ہر دفعہ آتے ہوں یا ہر صورت و نداء اور عرض و حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام حقتعالیٰ کے
اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے انکو دیا ہے اسکو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جسقدر علم دیا جاتا ہے اُسقدر کو جانتے ہیں
اور لیس علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں ثم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا و ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر
باعتقاد ان النبی یعلم الغیب انتہیٰ پس معترض کی تیسری قباحت یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ روح آپکی یہاں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے تو
معترض دوام تشریف آوری کہتا ہے یعنی فعلیت کا دوام نہ امکان و وقوع احیانا پس مولف اگر اس امر کو ثابت کر دیوے کہ آیا کرتے ہیں
دائماً تو اس کا جواب ہووے گا ورنہ امکان حضور سے کچھ فائدہ مولف کو نہ ہووے گا اور سب نقول اُسکی فضول ہو دینگی **قولہ** ارواح انبیا کا چلنا پھرنا
فقہ اور حدیث سے الخ **اقول** ان روایات معراج سے ارواح کا بیت المقدس میں جمع ہونا اور آسمانوں پر جانا باذنہ تعالیٰ ثابت ہے مگر مولود کی
مجلس میں آنا بحجت نفس حرکت و تقلب یہ خاصہ کی ہے کہ اس کو دوسری نسبت نہیں پہنچ سکتی اور قیاس کا محل نہیں باب عقائد قیاس سے خارج ہے حدیث مسلم کا مولانا
مولف کا اس سے باطل ہے اور مشکوٰة کی حدیث سفر حج کی کہ وادی ازرق میں دیکھا حضرت موسیٰؑ کا اور ہرشا پر حضرت یونسؑ کا سو یہ تو ظاہر
ہے کہ آپنے اُس وقت نہیں دیکھا تھا بلکہ آپ حکایت کرتے تھے دیکھنے ماضی کی کیونکہ فرماتے ہیں کانی انظر گویا دیکھ رہا ہوں اور نفرملیا فی نفس



بے منام و بیشال و بے اشتباہ و بے اشکال اور قسطلانی نے بھی مواہب میں اس معنی کیطرف اشارہ کیا ہے و قیل ہو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربہم
یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ہذہ الحالۃ کما فی صحیح مسلم عن انس انہ صلے اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب الیہم العبادۃ فہم
یتعبدون بما یجدونہ من دواعی انفسہم انتہیٰ ان احادیث اور عبارات محدثین سے معلوم ہوا کہ ارواح انبیاء حج اور نماز وغیرہ عبادتیں کرتی پھرتی ہیں حج انکے ولیس آتی اور
مشکوٰة کے باب المعراج میں بخاری اور مسلم کی حدیث سبکو یاد ہوگی اسمیں بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ ملے دوسرے پر حضرت
یحییٰ اور عیسیٰ تیسرے میں حضرت یوسف چوتھے میں حضرت ادریس پانچویں میں حضرت ہارونؑ چھٹے میں حضرت موسیٰ ساتویں میں حضرت ابراہیمؑ اب دیکھو
آسمان پر جانے سے پہلے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام ارواح کل انبیاء کی بیت المقدس میں ملی تھیں اور نماز حضرت کے پیچھے پڑھی تھی اب یہ ارواح انبیاء
آسمانوں پر ملیں یہ کسقدر حرکت ہوئی ہر آسمان اسقدر موٹا ہی جسقدر پانسو برس کا رستہ ہو اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک
پانسو برس کا رستہ ہے پس اس تحقیق کیموافق ایک ذرا عرصہ میں آدم علیہ السلام کی روح ایک ہزار برس کا رستہ اور عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کی روحیں دو ہزار برس کا
رستہ علیٰ ہذا القیاس ابراہیمؑ کی روح سات ہزار برس کا رستہ طے کر گئے اس سرعت سیر کو یاد رکھیو عنقریب ہم کچھ فائدہ اسپر مرتب کرینگے اور لکھا شیخ محمد
مدینہ میں خاتم المحدثین علامہ زرقانی نے لا یمتنع رؤیۃ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ و بروحہ و ذلک لانہ و سائر الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم احیاء ردت الیہم ارواحہم بعد ما
قبضوا و اذن لہم فی الخروج من قبورہم للتصرف فی الملکوت العلوی و السفلی نقل کیا یہ کلام زرقانی نے تنویر الحلک تصنیف جلال الدین سیوطی ہے کہ وہ
شاہ ولی اللہ کے سلسلہ اساتذہ و مشائخ میں ہیں اور خود شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں و رایتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور رسیدی الی صورتہ
الکریمۃ التی کان علیہا مرۃ بعد مرۃ فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ السلام وانہ الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لا یموتون و انہم یصلون
فی قبورہم و یحجون انہم احیاء اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات کے مکتوب بیست و ہشتادودوم میں لکھتے ہیں مرقد در حلقہ بادی دیدم کہ حضرت الیاس
غالب در مراج ایس یہ ہے کہ معاملہ رویا کا ہی اور اگر یقظہ کا ہو تا ہم حرج نہیں معترض تقلب مثال کو باذن اللہ قبول کرتا ہے کلام یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت
نہیں کہ ہر مجلس میں آیا کرتے ہیں اور نصوص سے جو چلنا پھرنا محقق ہوگا اسمیں کچھ عذر نہیں یہاں قیاس کا باب مسدود ہی پس اس سے کچھ ثبوت
مدعا نہیں ہوتا علی ہذا شیخ عبدالحق کا قول اور مواہب کا حج کرنیکو جانا اور معراج کی شب میں آسمانوں پر جانا مولف کو مفید نہیں اور باب نزاع پر کچھ
دلالت اسکو نہیں اور زرقانی کی عبارت جو تنویر الحلک سیوطی سے نقل کی اس میں بھی مریح ہے کہ خروج عن القبور باذن اللہ تعالیٰ ہے بقولہ
و اذن لہم الخ مگر تنویر الحلک کی عبارت میں ایک قلیل تصرف مولف کا ہوا ہے اسکی عبارت یوں ہے و اذن لہم فی الخروج من قبورہم و التصرف
فی الملکوت الخ واو عاطفہ ہے نہ لام جارہ اور تصرف کے معنے بھی چلنا پھرنا ہے فی القاموس صرفہ فتصرف قلبہ فتقلب و اصطرف تصرف
فی طلب الکسب انتہیٰ مولف نے لام جارہ لکھا اور تصرف کے معنے عرفی اُردو کے بنلئے ہیں مگر تاہم اسکے مدعا کو مفید نہیں چلنے پھرنے سے
عالم علوی سفلی میں تشریف آوری مجلس مولود کی لازم نہیں آتی خصوصاً ایسی مجالس میں جو منکرات سے پُر ہوں اور پھر یہاں مشہور معنوی حدیث سے کام چلیگا
نہ ایسے اقوال سے اور عبارت فیوض الحرمین سے بھی وہی مضمون نکلا جو حدیث مسلم میں تھا حیوة اور حج کرنا اور اپنے سامنے شکل مبارک کا
دیکھنا کہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک پر حاضری کا قصہ ہے جو دہلی کا ہونا جب بھی کوئی مطلب نعت کا نہیں نکلتا جیسا آگے آتا ہے حضرت مجدد کی
دونوں عبارت میں تلقی روحانی ہے اسمیں انتقال کی ضرورت نہیں اور تجسد ہونا اور انتقال کرنا بھی ہو تو بھی غرض مولف کی اس سے

حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بصورت روحانیان حاضر شدند و بہ تلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ از عالم ارواحیم حضرت سبحانہ تعالی ارواح ما را قدرت
کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائے کہ از اجسام بوقوع می آید از ارواح ما صدور می یابد اور اسی جلد اول مکتوب دو صد و بستم میں ہے در میں
اثناء عنایت خداوندی در رسید و حقیقت معاملہ را کما ینبغی وانمود روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کہ رحمۃ للعالمین است تشریف
حضور ارزانی فرمودہ و تسلی خاطر حزین نمود اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباہ الاذکیاء میں احادیث و آثار صحابہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
اطراف زمین میں آمد و رفت برکت کیساتھ فرماتے ہیں اور انبیاء کا مرجانا یہی ہے کہ وہ ہماری نظر سے چھپ گئے مثل فرشتوں کے نظر نہیں آتے مگر جس ولی
اللہ کو اللہ دکھاوے انتہی و امام غزالی گفتہ کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در یقظہ ملائکہ و ارواح انبیاء الخ اور اشعۃ اللمعات فی کتاب الرؤیا اور ایک
جگہ لکھا ہے شیخ عبد الحق نے از شیخ ابو المسعود کہ مصافحہ میکرد آنحضرت را بعد از ہر نماز۔ اور اسی جگہ فرماتے ہیں شیخ قصہ غوث پاک کا کر رد ہیں غوث ثقلین
شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود و وعظ می فرمود قریب بدہ ہزار کس در پایہ وعظ وے حاضر و شیخ علی بن ہیتی در زیر پایہ
کرسی شیخ نشستہ ناگاہ شیخ علی ہیتی را خوابے برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تا آنکہ جز انفاس ازیشاں شنیدہ نمی شد
پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد با ادب پیش علی و نگران روئے مگریست در وے پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبد القادر باوے کہ دیدی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم را گفت نعم فرمود ازیں جہت ادب ورزیدم باتو و ایستادم در پیش تو فرمود چہ وصیت کرد ترا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت بملازمت مجلس
تو پس شیخ علی گفت آنچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مرداں در آں روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو روح پاک مصطفوی کا مجلس خیر میں آنا دوسرے تو تعظیم روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت غوث اعظم
پیر دستگیر کا کھڑا ہو جانا یہ سند ہوئی استحباب قیام کیواسطے تشریف آوری ارباب فضل و اکرام کے تیسرے حضرت غوث پاک کی علو شان اور قوۃ ادراک کہ جسکو دوسرے
آدمی خواب میں دیکھیں آپنے بیداری میں دیکھا قصہ مختصر یہ کہ روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آمد و رفت فرماتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالے کے

حاصل نہیں ہوتی اور بعد ان مکاشفات کو قبول کرنا احکام شرعیہ میں ضرور نہیں البتہ حکم ثابت ہو مولف کا ایسے موقع استدلال میں نقل کرنا ان حکایات
و مکاشفات کا خالی از واقفیت قواعد دین سے نہیں چنانچہ یہ صریح ہے کہ الہام و کشف اولیاء کا مفید حکم و حجت علی الغیر نہیں تا امام غزالی مشاہدہ کو فرماتے
ہیں تو مشاہدہ کیواسطے ارواح کا مشاہدہ کے گھر میں آنا ضرور نہیں قلب منور بعید سے دیکھتا ہے مثل قریب کے باذن اللہ تعالی جو قرب چاہے حق تعالی علی
مصافحہ کرنا علی ہذا قصہ شیخ عبد القادر گیلانی کا کشف روحی اور رؤیا روحی ہے اسمیں تمثل تنزل کی کچھ حاجت نہیں اور وقت انکشاف کے
جب حضور ہو گیا تو ادب ضرور ہی ہوگا لیکن مولف کا یہ کہنا کہ روح مصطفوی کا مجلس میں آنا نکلا محض ناواقفیت معاملہ کشفی سے ہے اگر کوئی
خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو مولف حکم کریگا کہ آپ اسکے گھر تشریف لائے اب اس عقل مولف کو دیکھنا چاہئے اور استحباب قیام آنے
والے کیواسطے ثابت ہے معترض نے کب انکار کیا ہے مولف کی عقل پر غشاوہ ہے اب شہود کے وقت مثل حیوۃ کے معاملہ ہونا چاہئے کلام اسمیں نہیں ہے مولف
کو اصل مطلب فہمی سے کام ہی نہیں اگر اہل محفل میلاد کو زیارت فخر عالم کی ہو تو قیام کو کون منع کرتا ہے
اعتراض کچھ اور دلائل مولف کے کچھ در عجب قصہ ہے قولہ اور اگر کوئی یہ سمجھے الخ اقول مولف نے آپ ہی اعتراض بنایا کہ آپ مستغرق مشاہدہ ہیں پس
توجہ الی الدنیا کیونکر ہوسکتی ہے اور آپ ہی جواب دیا کہ آپ کی وسعت علم کو یہ مانع نہیں اور تفسیر عزیزی و زرقانی سے حجت لایا مگر عجب ہے



کی حضوری میں مستغرق انکو دنیا کیطرف کب توجہ ہوتی ہوگی جواب اسکا یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں اذا اتسق کی تفسیر میں و بعضے از خواص
اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ درین حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق انہا بجہت کمال وسعت مدارک انہا مانع توجہ
باین سمت نمی گردد جب اولیاء اللہ کا یہ حال تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال تو بدرجہا اس سے فائق ہوگا چنانچہ خاتمۃ المحدثین زرقانی صفحہ
مقصد عاشر میں لکھتے ہیں ولاریب ان حالہ صلے اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل و اکمل من حال الملائکۃ ہذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض الف
روح او ازید فی وقت واحد ولا یشغلہ قبض عن قبض وہو مع ذلک مشغول بعبادۃ اللہ تعالی مقبل علی التسبیح والتقدیس فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم
حی فی قبرہ یصلی ویعبد ربہ ویشاہدہ ولا یزال فی حضرۃ اقترابہ ای دنوہ متلذذ بسماع خطابہ وکذا کان شانہ وعادتہ فی الدنیا یفیض علی امتہ من برکات
الوحی الالہی مما افاضہ اللہ ولا یشغلہ ہذا الشان وہو شان افاضۃ الانوار القدسیۃ علی امتہ عن شغلہ بالحضرۃ الالہیۃ یعنی آپ کا قبر میں یہی حال ہے اور دنیا میں
بھی یہی تھا کہ امت پر فیضان جاری رہتا تھا اور خدا سے ملے رہتے تھے ادھر کی مشغولی سے ادھر کی مشغولی میں فرق نہ آتا تھا ادھر اللہ سے واصل ادھر
مخلوق میں شامل انتہی خواص ابن سنح گبری میں تھا حرف مشدد کا سو اسی ادھر توسع ادراک و علم و قوۃ استعداد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہے روح انبیاء
کی عشر عشیر معلوم کہ حضرت ابراہیم معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات بیت المقدس سے ساتویں آسمان پر سات ہزار برس کا رستہ طے کر کے
ادنی فرصت میں پہنچ گئے چنانچہ ہم روایت اسکی بیان کر چکے پھر کیا اشکال باقی رہا ہے شکر ہے کو کہ صرف چند محافل میلادیہ جو چند شہر متعددہ میں منعقد
ہوتی ہیں انہیں بسرعت سیر حاضر ہو جانیکی قدرت روح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں مانتے وہ پیغمبر سید المرسلین جو ابراہیم خلیل اللہ سے بھی افضل
بالاتفاق ہیں مفضول تو سات ہزار برس کی راہ طے کرے ایکدم میں اور فاضل افضل چند مقامات کی سیر نہ کر سکے کمال کم فہمی کی بات ہے اور اس پر طرہ
یہ کہ جو ایسا اعتقاد کرے اُن کو مشرک قرار دیں سبحان اللہ شرک کے معنے بھی یہ حضرات خوب سمجھے واضح ہو کہ بہت مقامات میں حاضر ہو جانا ایک آن
میں روح مبارک کا جسکو یہ لوگ شرک کہتے ہیں اسکی تشریح اس رسالہ میں گذر چکی جہاں چاند سورج اور ملک الموت کی تمثیل ہے اور کتاب دافع الاوہام میں
کلام محققین مستندین سے ثابت کیا گیا کہ روح کاملین کی آن واحد میں مقامات متعددہ میں جا سکتی ہے جسکو دیکھنا ہو اسمیں دیکھے اب ہم تماشہ کی بات سناتے ہیں
ہٹ دھرمی اسیکا نام ہے کہ مولوی اسمعیل صاحب اپنے پیر کیواسطے کتاب صراط مستقیم میں روح خواجہ عالیشان اور روح غوث پاک کا بغداد و بخارا سے آئینہ پھر تک آنا بیان

کر اسکا معترض مانع ہوا اور نہ مولف کو کچھ فائدہ عبث اوراق سیاہ کرتا ہے معترض دوام تشریف آوری روح پاک کا ان مجالس میں انکار کرتا
ہے مولف امکان علم و حضور ثابت کر رہا ہے نہ گھر کی خبر نہ اپنے ہوش اور حضرت عزرائیل کی مثال پر پھولا نہیں سماتا پہلے اسکا جواب ہو چکا کہ
حق تعالے نے حضرت عزرائیل کو ایسی قوت و علم دیا ہے اور ان کے متعلق یہ خدمت کی ہے کہ اگر فخر عالم کو اس سے صدہا گونہ زائد ہو تو کیا عجب ہے
مگر کلام فعلیت میں ہے کہ یہ ہوتا ہے یا نہیں اب خلاصہ نتیجہ دلائل جواب مولف کا دیکھو قولہ پس ادہر توسع ادراک و علم الخ اقول سبحان
اللہ فہم مولف پر عجب ہے نہ توسع ادراک کا ذکر نہ عشر عشیر کا انکار کلام فعلیت حضور میں اور تشریف آوری دائمی میں ہے اور قیاس
عقلی مولف کا امکان میں حالانکہ عقائد کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے چند اقوال وہ بھی خارج بحث ذکر کرکے آنکھ بند کرکے
ایک ڈھکوسلا لکھ دیا کچھ تو شرم کرنی تھی کہ عقائد کا مسئلہ اور اعتراض کے خلاف کیا اثبات کرتا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں اور
کیا واجب تھا اب باقی کلام لا یعنی کا جواب ضرور نہیں چاند سورج ملک الموت کا جواب سب مذکور ہو چکا اور سید صاحب کے قصہ

فرماوینگے تو آشنا وصد فنا اور دوسرے کے واسطے فتاوی بزازیہ کھولا جاتا ہے کہ من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر اس سے داری اور جمیت پر کمال
افسوس **سوال** حاضر ہوجانا روح کا ممکن بلکہ وقوع تو ہے لیکن امکان وقوع کو وقوع ضرور نہیں ہے یہ کس طرح معلوم ہوا کہ آن حضرت تشریف لے آتے ہیں **جواب** روح
کا آنا کوئی امر حسی آنکھوں سے دیکھنے کا نہیں کہ ہر کوئی دیکھ کر بتا سکے یہ امر باطنی قسم عالم امر سے ہے اسکا ثبوت ارباب کشف سے ہو سکتا ہے ان لوگوں کا قلب صاف
اور نفس ان کا کدورتوں سے پاک اور نظر باطنی انکی عمیق ہے اس قسم کے آدمیوں کو منامات میں بھی بشارت ہوئی کہ حضور کا گذر مولد شریف میں ہوتا ہے اور بعض
صلحا مجلس میلاد میں مشرف بہ زیارت بھی ہوئے محمد بن یحیی جو مکہ معظمہ میں مذہب حنبلی کے مفتی تھے علماء اعلام و مقتدیان دین اسلام سے نقل کرتے
ہیں کہ عند ذکر ولادتہ صلے اللہ علیہ وسلم بحضور روحانیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسیطرح علامہ زین العابدین برزنجی جنکا مولد شریف منظوم دیار عرب کی محافل
میں پڑھا جاتا ہے وہ مقام قیام میں لکھتے ہیں ؎ قد سن اہل العلم والفضل التقی ﴿ قیاما علی الاقدام مع حسن امعان ﴾ بتشخیص ذات المصطفی وہو
بای مقام فیہ یذکر بل دان ﴿ اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں تین مقام پر ایک جگہ موقع سلام میں دوسری جگہ خصائص میں تیسری
جگہ تعظیم آداب و تصور جمال روئے مبارک میں تصریح کی ہے ساتھ حاضر ہونے روحانیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں بھی یہ
ذکر فرمایا ہے جسکے دیکھنا چاہو ہوں ڈھونڈھ کر نکال لے یہ دونوں کتابیں کثرت سے موجود ہیں اور اس مسئلہ کی تحقیق بہ نفس خود کلام شاہ ولی اللہ صاحب میں موجود ہے

---

کے عدم فہمی کی بھی اطلاع ہو چکی و من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور **قولہ** حال حاضر ہوجانا روح کا ممکن ہو وقوع الخ **اقول** مؤلف نے یہ عبارات نقل
کیں اور فی الحقیقت اصل مدعا کو اس سے کچھ مساس نتھا یہ بھی ایک فریب ہی تھی کہ عوام تو جانتے ہیں کہ بہت سی روایات سے یہ مدعا ثابت کیا ہے
مگر اہل علم سمجھ جاوینگے کہ یہ محض تطویل بے سود ہے لہذا بندہ نے ہر عبارت پر اشارہ کر دیا ہے کہ اسکو مدعا سے علاقہ نہیں آخر مؤلف کو خود ہوش آئی
تو سوال جواب کرکے اسکو رفع کرنا چاہا ہے خلاصہ سوال تو ظاہر ہے کہ سب روایات سے تعلق ارواح کا مسلم ہو گیا ہے پر مجلس مولود میں آنا کس طرح معلوم
کیونکر معلوم ہو ہنگام غرق مسند دین میں تمام سنا جو اس سوا تو بیان نہیں دوسری عقل سو ظاہر ہے کہ وہ یہاں مفقود ہے کیونکہ یہ امر عقل سے ثابت
نہیں ہو سکتا تیسری خبر رسول وہ بھی اس باب میں بخبر موجود نہیں مدعا پر دلیل کس طرح ہو سکتی ہے اب مولف کا جواب قابل سننے کے ہے کہ کہتا
ہے کہ یہاں آنکھوں سے تو علم ہو سکتا ہی نہیں یعنی حواس کا کام نہیں کہ اسکو دریافت کر لے اور اخبار متواترہ خبر رسول کی جو قطعی ہوں وہ بھی
مفقود مگر ارباب کشف سے ثبوت ہو سکتا ہے الغرض مولف نے اقرار کیا کہ ہر چہار ذریعہ علم کے جو معتبر شرع میں ہیں یہاں نہیں پائی جاتی اور ارباب کشف کی خبر
معاملت اور رویا سے ثابت ہو تب ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ [illegible] بے سود آپ نے کہا تو یہ کہا کہ خواب ہیں اور کشف [illegible]
ہوا ہے اور خود محقق ہے کہ دین میں [illegible] اعتقاد میں رویا اور کشف کا اعتبار نہیں اور اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا
عقائد کا تو اب سب ارباب عقل غور کریں کہ عقائد عقیدہ مولف کا خوابوں اور مکاشفات پر ہے اور روایات سے تعلق کرنا [illegible]
تو کیا تھا اول ہی سے لکھ دیتا کہ خواب سے یہ معلوم ہوتا ہے آخر کہا اول سے کیا بس اب ہمکو جواب میں یہ کافی تھا کہ یہی لکھ دیتے کہ [illegible]
حشر میں خداتعالی مولف کو ہدایت کرے کہ [illegible]
سے مناسبت نہیں اور جواب کو اعتراض سے علاقہ نہیں [illegible] شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ میں بعض حکایات اولیا کی نقل کرکے [illegible]
بالجملہ دین آنحضرت بعد موت مثال ہے چنانچہ در نوم مرئی شود و در یقظہ نیز [illegible]



فیوض الحرمین میں اپنے مشاہدہ کے بیان میں جو مدینہ طیبہ میں جاکر حاصل ہوئے فرماتے ہیں ورایتہ مستقرا علی حالۃ واحدۃ متوجها الی الخلق لا یشغلہ [illegible]
فاذا توجہ الیہ انسان بجمیعہ ولا ارید الانسان العالی الہمۃ فقط بل کل ذی کبد مشتاق الی شیء وتوجہ الیہ بقصدہ وشوقہ فانہ یتدلی الیہ ورایتہ صلے
اللہ علیہ وسلم دوحہ۔ اس عبارت میں صاف بیان ہے کہ حضرت کا خوب دل کھلتا ہے خوشی سے اسکیطرف جو مجمع پڑھے حضرت کی اور درود و سلام بھیجے
اور جب کوئی مشتاق عشق و دلی سے ہمت لگاتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے حضرت کی طرف تو آپ اتر آتے ہیں اسکے پاس یہ خلاصہ مضمون شاہ ولی اللہ
صاحب کا بعینہ ان کے الفاظ میں ہے اور جو کوئی زیادہ تحقیق چاہے تو اصل کتاب فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرے پاویگا اس میں زیادہ تشریح اور
توضیح اس مطلب کی **سوال** روح مبارک کا حاضر ہوجانا تو چنداں بعید نہیں لیکن حاضر جب ہو سکتی ہے کہ یہ خبر ہووے کہ کہاں کہاں مجلس ہے
اور غیب کی خبر کسیکو نہیں سوائے اللہ تعالی کے فرمایا اللہ تعالے نے سورہ نمل میں قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور نیز حکم
کیا اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ اعراف میں کہ کہہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں سے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر
وما مسنی السوء۔ اگر جانتا میں غیب کو بہت حاصل کرتا میں منفعت اور نہ پہنچتا مجھکو نقصان **جواب** اسکا یہ ہے کہ اگر آپ صاحبوں کو ان آیتوں پر ایمان
ہو تو بہت اچھی بات ہے لیکن آدمی کل قرآن پر ایمان لانے سے مسلمان ہوتا ہے ایسا تو نہ چاہئے کہ کسی آیت پر ایمان ہو اور کسی سے انکار ہو جیسا
فرمایا اللہ تعالے نے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ پس تم کو چاہئے کہ دوسری آیتوں کو بھی سچی جانو سورہ آل عمران میں ہے وما کان اللہ
لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی اللہ یوں نہیں کرتا کہ تم کو خبر دیوے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جسکو
چاہے اور سورہ جن میں ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالی عالم الغیب ہے اپنی غیب کی بات کسیکو
نہیں کھولتا مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول ان چاروں کے ملانے سے اہل سنت والجماعت کا جو مسئلہ اعتقادی ہے وہ کھل جاتا ہے یعنی اصل عالم الغیب
اور علام الغیوب اللہ تعالی ہے زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں جو یقینی طور پر کسی بات کو بلا تعلیم و الہام حق جان لے ہاں اللہ تعالی اپنے پیارے
برگزیدہ رسول کو جسکو چاہے خبریں غیب کی بتا دیتا ہے پس جو شخص یوں کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کچھ بھی غیب کی بات نہیں جانتے وہ منکر ہوا

---

در یک آن خواص را در یقظہ عوام را در منام لہذا پس دیکھو حقیقت انکشاف کی یہ ہے کہ ارباب قلوب صافی کے مجمع میں تمثل ہوتا ہے اور خود آپ
بجائے خود ہیں اور تشریف آوری اور حضور کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ان وقائع سے مولف تشریف آوری ثابت کرتا ہے اور نا واقفیت حقیقت
کشف ہے خود شیخ اسکے معتمد نے مولف کے سب دلائل رد کر دیے مولف محض خواب و خیال پر عقاید اپنے اور خلق کے برباد کر رہا ہے افسوس
علی ہذا شاہ ولی اللہ صاحب جو شخص قبر مبارک پر متوجہ ہوتا ہے اس کا حال فرماتے ہیں اور اگر دور سے یہ امر ہو تو پھر وہی تمثل ہے اور پھر یہ قصہ
کشف و الہام کا ہے جو شرع کی دلیل نہیں اور صحیح درود و سلام میں خود وارد ہے فان صلوتکم معروضۃ علی الحدیث اور احادیث میں تبلیغ
ملائکہ کی موجود ہے پس مولف نے بغیر حقیقت کشف اور منام کے مطلع ہوکے اپنے فہم ناتمام سے تراش لیا کہ خود روح مبارک ہی صاحب کشف
کے گھر آجاتی ہے اور حجت بنا کر لکھ دی کچھ غیرت نکی معاذ اللہ ہوائے در دین رخنہ گری پیدا شد اور کشف اتفاقا میں لکھا ہے کہ یہ سب منام
یقظہ میں دیکھنا مشاہدہ متمثل ہے نہ عین حقیقت آپکی پس سب تقویہ مولف کی ہدم و باطل ہو گئی **قولہ** سوال روح مبارک کا حاضر ہونا الخ
**اقول** یہ سب جواب محض تطویل اور کم فہمی ہے یہ کوئی نہیں کہتا اور اس اطلاع سے جو مولف نے لکھی حضور روح مبارک کا ہر گز ثابت

اللہ تعالیٰ کے کلام کا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے چھانٹ لیتا ہے واسطے اخبار غیبی کے جسکو چاہے اور نیز منکر ہوا وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا کہ مشکوٰۃ کے باب المعجزات میں روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہ نماز جماعت پڑھائی ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی
اور منبر پر چڑھے ہمکو نصیحت فرمائی یہانتک کہ ظہر کا وقت آگیا تب اترے منبر سے اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر پر فرماتے رہے نصیحت پھر عصر کا وقت آگیا
پھر اترے اور نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے یہانتک کہ چھپ گیا سورج اسدن بتا دیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہونیوالا تھا قیامت
تک اب ہم میں زیادہ عالم وہ ہے جسکو اسدن کی زیادہ باتیں یاد ہیں روایت کی یہ حدیث مسلم نے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بہت جزئیں
غیب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں علاوہ اسکے بہت حدیثیں اسباب میں وارد ہیں بباعث طول کلام کے اعراض کرکے شاہ عبد العزیز
صاحب کے کلام پر اقتصار کرتا ہوں شروع سیقول میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ حضرت نے خبریں دی ہیں حاضر غائب کی سب کا اعتقاد واجب ہے اور نیز بھی
لکھا ہے اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر امتی کو جانتے ہیں کہ وہ کسدرجہ کا آدمی ہے فرشتے حضرت کو خبر پہنچاتے رہتے ہیں اور نور نبوۃ
سے حضرت پہچانتے ہیں سب امتیوں کو یہ عبارۃ ہم نقل کر چکے ہیں نور اول کے لمعۂ ثانیہ میں اور نقل کر چکے اسی مضمون کی روایتیں بزازو
زرقانی وقسطلانی وغیرہ سے اسی مقام میں جب یہ باتیں ثابت ہو چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جانا جمیع محافل میلاد کا کیا
بڑی بات ہے علاوہ اسکے محفل میلاد شریف میں مدح اور کثرت سے درود و سلام پڑھا جاتا ہے جب یہ کثرت جلسہ کا درود و سلام فرشتے حضرت کو پہنچاتے
ہونگے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے پھر کیوں نہیں خبر ہوتی ہوگی اس جلسہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور شاہ ولی اللہ کا کلام فیوض الحرمین
میں سے ہم نقل کر چکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہیں خلق کیطرف اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص کو توجہ کسیطرف ہوتی ہے وہ ادنیٰ چیز
پہنچنے میں جھک جاتا ہے اسکی طرف اور یہ بھی انہوں نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں اس سے جو انپر درود و سلام و مدح
اور نعت پڑھتے ہیں پس خبر پالینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطرح بخوبی ہو سکتا ہے نہ اہلسنت والجماعت پر یہ دھبا لگتا ہے کہ یہ لوگ رسول مقبول
صلعم کو عالم الغیب جانتے ہیں اور نہ یہ کہ ہر جگہ حاضر ناظر انکو جانتے ہیں اب فکر کرنا چاہیے ان حدیثوں میں جنکو علامہ زرقانی اور اسمٰعیل آفندی وغیرہ
علماء حدیث وتفسیر نقل کرتے ہیں اسطرح کہ سب پیغمبروں کو انکی امت کے اعمال پر اور والدین کو انکی اولاد کے اعمال پر ہر جمعہ میں مطلع کرتے ہیں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو بار اطلاع کرتے ہیں ایک روز جمعہ اجمالاً جسطرح اور سب پیغمبروں کو انکی امتوں کے حالات پر مطلع کرتے ہیں اور
دوسرا ہر روزہ صبح وشام بطور تفصیل دوبار آپ کے آگے اعمال امت پیش کرتے ہیں گویا یہ درجہ حضرت کا دوسرے پیغمبروں پر زائد ہوا کہ آپکو ہر روز
جمعہ اجمالاً مطلع کیا اور نیز دوبار تفصیلاً ہر روز پس جو کوئی محفل کرتا ہے اکثر تو یہ ہے کہ ایک دو دن پہلے سے اسکی اطلاع ہوتی ہے اور اسکے سامان
شروع ہوتے ہیں ورنہ یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اگر شام کو محفل ہو تو صبح سے کچھ انتظام شیرینی یا کھانے وغیرہ کا ہونے لگتا ہے اور اگر صبح کو محفل ہوتی ہے
تو شام سے شروع ہو جاتا ہے اور اطلاع آدمیوں کو شروع ہو جاتی ہے تو سمجھنا چاہیے جبکہ ہر روز دو مرتبہ صبح وشام حضرت کو خبر اعمال امت کی

نہیں ہوتا ایک لغو تقریر ہے بذریعہ ملائکہ کے درود و سلام کا پہنچنا اور کشف واطلاع باذنہ تعالیٰ سب کچھ درست مگر اصل حق کا حال
اوپر کے قول سے معلوم ہو چکا کہ محض بنا رسام وکشف پر ہے اور پھر وہ بھی محض قیاس عقل ناتمام مؤلف کا اور حجت شرعیہ نہیں کتب عقائد میں کو ہے اور
امر مشہور ہے مخفی نہیں گو مؤلف کو علم نہیں سو اسکی فضول طویل کلام خود لغو ہوگئی مطلب سے کچھ علاقہ اسکا نہیں ظن وتخمین کا عقیدہ مؤلف کا معلوم



لیجاتی ہے جسکے گھر شام کو محفل ہوگی جو کچھ اسنے صبح کو سامان کیا ہوگا یا کسیکو خبر دی ہوگی وہ کل صبح کو حضرت کے پاس اسیوقت فرشتوں نے پہنچا دیا
ہوگا پس حضرت کو پہلے ہی خبر پہنچگئی کہ شام کو محفل ہمارے فلاں امتی کے گھر ہوگی اور اگر اسکے گھر صبح کو محفل ہونیوالی ہے اور شام کو اس شخص
نے اسباب فراہم کیا ہوگا یا کسی کے سامنے منہ سے نکالا ہوگا کہ میں صبح کو محفل کرونگا اسکی بھی خبر اسیقدر قبل انعقاد حضرت کو فرشتوں نے
پہنچا دی ہوگی پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان گئے کہ علی الصباح محفل ہوگی علاوہ اسکے یہ طریق اور چوتھا طریق حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے خبردار ہونیکا اور بھی ہے لیکن وہ دونوں دقیق ہیں عام فہم نہیں ہیں اسلئے انسے سکوت کرکے انہی دو طریق پر اکتفا کیا اب جاننا چاہیے
جبکہ خبر ہو گئی ان وسائط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت متوجہ امت کیطرف ہیں موافق قول شاہ ولی اللہ صاحب کے
اور نیز آپ کی تعریف قرآن مجید میں ہے بالمؤمنین رؤف رحیم تو ہرگز حضور رحمت سے محروم نہ رکھینگے احادیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے یہ قرآن آپ کا اخلاق تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں یہ لفظ موجود ہے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان
تو یہ لا بد اس آیۃ کی تعمیل بھی آپ کے اخلاق میں ہوگی اور اس مدح خوانی اور درود و سلام وتعظیم وآداب کے مقابل میں حضور بھی احسان و
نوازش فرماتے ہونگے چنانچہ ارباب مکاشفہ نے ان خیر و برکات کی خبر دی ہے الحاصل آیات واحادیث واقوال مشائخ وعلماء سے بخوبی ثابت ہو گیا
کہ انعقاد محافل میلاد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر بعض واسطوں سے پہنچ جاتی ہے اور نیز روح مبارک ارباب محفل پر براہ عنایت وکرم
جلوہ فرما ہو جاتی ہے اب دیکھئے اس بیان کو حقیقت کفر و شرک سے شمہ بھی لگاؤ نہیں ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ بانیان محفل میلاد علی العموم یہ اعتقاد
نہیں رکھتے کہ روح مبارک ہر جگہ موجود ہو جاتی ہے خواہ اس محفل میں قاری مولود کوئی مرد دیندار محب رسول ہو یا کیسا ہی آدمی ہو
سامعین متنبہ آداب ظاہر وباطن ہوں یا نہوں روایات اسمیں صحیح طور پر بیان کیجاتی ہوں یا موضوع جھوٹی باتیں شاعرانہ گھڑی
ہوئی پڑھتے ہوں کھانے اور شیرینی اور عطر میں مال حلال اور محنت کا کمایا ہوا ہو یا رشوت اور سود اور غصب کا مارا ہوا ہو دونوں کو ایک طرح اہتمام
کے ساتھ حضور کے تصور میں لگا رکھا ہو یا نہیں حاضرین جلسہ خوش اعتقاد ہوں یا نہیں ہمنے بہتری مجالس میں دیکھا ہے کہ کسی کسی وجہ سے

ہو آپ ہی ایک دفعہ کہتا ہے بقولہ حضور بھی احسان ونوازش فرماتے ہونگے اور پھر آپ ہی کہتا ہے بقولہ جلوہ فرما ہو جاتے ہیں سو ایسے تردد کا
عقیدہ مؤلف کو مبارک ہو قولہ طرفہ یہ کہ بانیان الخ اقول کیا طرفہ تماشا ہے کہ معترض تو خود یہ کہتا تھا کہ اہل مولود کا یہ اعتقاد ہے کہ روح مبارک
محفل میں آیا کرتی ہے یا حاضر ہی ہے اس پر مؤلف نہایت گرما گرمی وزور وشور سے روایات پیش کرکے سر دہے اور نا چار ہو کر منامات مکاشفات پر
تنزل کیا جب اس سے بھی کام چلتا نہ دیکھا تو اور کچھ غیب شیب مارکے ظن وتخمین پر آیا اور کہا کہ آیۃ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان لا بد آپکے
اخلاق میں ہوگی معاذ اللہ مؤلف کو کچھ تردد بھی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام اس آیت پر عامل ہیں یا نہیں کہ بلفظ ہوگی بیان کرتا ہے استغفر اللہ
پھر قطعی حکم لگایا کہ جلوہ فرماتی ہے پس پھر یکدفعہ پلٹی کھائی تو کہتا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی مجالس میں ہرگز نہیں تشریف
لاتے سبحان اللہ کسقدر تعجب انگیز وموجب حیرت خیز تقریر ہے کہ جسکے مسلسل ہونے کا مؤلف بھی دم مارتا ہے اور ناظرین کو تو طرب ہوتا ہی ہے
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ہوا ایک ثبوت ایک مسئلہ اعتقادی اقوال متحیرہ سے سنو کہ مؤلف دعویٰ کرتا ہے کہ قاری اگر
دیندار محب ہو گا تو روح پاک تشریف لاویگی اور سامعین متنبہ بآداب ظاہر وباطن ہونگے تو بھی یا مضمون روایات یا شاعری کا مضمون

بعض منکرین بدطینت و بداعتقاد بھی آجاتے ہیں حالانکہ ایسے شخصوں کا حاضر ہونا ایک قسم کی کدورت محفل پاک میں پیدا کرتا ہے نماز استسقا میں جو
طلب رحمت الٰہی کے واسطے ہوتی ہے فقہا شرط کرتے ہیں کہ عین نماز میں جب اہل اسلام ایک خستہ و شکستہ حال کے ساتھ روانہ ہوئی اور عجز و نیاز
کرتا ہوئی نکلیں کوئی کافر اہل کتاب وغیرہ اپنے ساتھ نہ لیویں کیونکہ وہ لوگ مستحق غضب الٰہی ہیں انکو نزول رحمت کے موقع میں ساتھ لیکر
اپنا نقصان کرنا ہے چنانچہ یہ مضمون ہدایہ کی عبارت سے صاف واضح ہے و لا یخرج اہل الذمہ لاستسقاء لانہ لاستنزال الرحمۃ و انما تنزل علیہم اللعنۃ
بھلا مجلس میں آداب صرف یہی ہیں جو کہ ہم ذکر کر چکے مد نظر ہونگے اور ہر قسم کے آدمی منکر و غیر منکر داخل ہونگے یہ شکلیں روح مبارک حضرت رحمۃ
للعالمین کی تشریف آوری کی نہیں علاوہ بریں تقویٰ اور اخلاص پر بھی مدار ہے زمانہ سلف میں جو محفلیں ہوتی تھیں انہیں لکھا ہے یحضر فیہ اعیان
العلماء و مشائخ الطریقہ و یکون فیہ اجتماع الصالحین اور اس زمانہ میں ویسی ہی صلاحیت اور عشق الٰہی و تقویٰ و اجتناب مناہی کا حال معلوم ہے اور
عمل کا ثواب باعتبار درجات قوۃ تقویٰ کے مختلف ہوتا ہے قاضی ثناء اللہ صاحب آخر کتاب مالا بد منہ میں لکھتے ہیں چوں قلب خلاص بہم رساند دو رکعت بہتر
از ہزار رکعت دیگراں باشد ہمچنیں صوم و صدقہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اگر شما مثل کوہ احد زر در راہ خدا خرچ کنید برابر یک یا نیم سیر جو نباشد
کہ صحابہ در راہ خدا دادہ اند ایں از جہت قوۃ ایمان و اخلاص شان ست انتہی کلامہ اور اسیطرح نماز کے باب میں وارد ہوا ہے حدیث شریف میں
ان العبد اذا قام الی الصلوۃ رفع اللہ تعالی الحجاب بینہ و بینہ و واجہہ بوجہہ الکریم یعنے جب بندہ نماز پر کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالی اٹھا دیتا ہے حجاب
اپنے اور اسکے بیچ میں سے اور سامنے اسکے کر دیتا ہے اپنا وجہ کریم اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے شیطان اس سے
دور ہو جاتا ہے زمین کے کناروں تک بھاگ جاتا ہے اس ڈر سے کہ یہ بندہ اپنے بادشاہ کے پاس جانیکا ارادہ کرتا ہے جب وضو کر کے کہتا ہے
اللہ اکبر چھپ جاتا ہے ابلیس اور اللہ جل شانہ اس بندہ کے سامنے ہو جاتا ہے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے اپنے اللہ کی عبادت اسطرح کر گویا تو
اسکو دیکھ رہا ہے خلاصہ یہ کہ یہی نماز ہم غافل لوگ پڑھتے ہیں ہمکو نماز میں کچھ بھی نظر نہیں آتا اور ایک اولیاء اللہ کی نماز ہے کہ انکو نماز میں مشاہدہ
ربانی حاصل ہوتا ہے اور مقامات عطا ہوتے ہیں اسی طرح مقبولیت محافل میلاد کے درجات ہیں ؏ نہ ہر بیشہ نام ہر میوہ نہ مثل بیدہ
ہر میوہ تو روح مبارک کا تشریف لانا اعلیٰ درجہ کی بات ہے پس ہر محفل میں کہ خواہ وہ کیسی ہی وضع سے ہو تب ہو تشریف آوری کا دعویٰ کون کرتا ہے
اگر ہر دو خوش اعتقاد سامان پاکیزہ اور مال اپنے زور بازو کا کمایا ہوا صرف کرے اور روایات صحیحہ و اشعار جائزہ بالحان خوش نیت نیک و اعتقاد
درست و ہیئت ادب و تعظیم شوق و ذوق کیساتھ پڑھے اور سامعین مشتاق قلب خالص سے متوجہ ہوں اور رسول اللہ صلعم کی عظمت مد نظر ہو دلکو اسیطرف لگا دیں تو روح

ہو یا شبہ کے مال سے شیرینی وغیرہ ہو یا خوب حضور علیہ السلام کے تصور میں دل نہ لگا ہو یا حاضرین خوش عقیدہ نہوں تو بھی مورد روح مبارک کا
نہیں ہو گا پس ایسی محفل ہندوستان میں تو شاید کہیں ہو کہ ان سب امور سے خالی ہو خود مولف صدر الصلحا کی محفل میں بھی فساق و مبتدع ہر دو
ہوتے ہیں عرب کی اور شام و مصر وغیرہ کی بھی محافل میں قطعاً یہ بات نہیں تو اب کہو کہ مؤلف نے قطعاً انکار حضور روح پاک کا کر دیا اور ان محافل کو
محل نزول کیسے بھی خارج بنا دیا تو اب یہ عقیدہ دیہاں کرنا اور بعقیدہ حضور دست بستہ ہونا شرک ہوا یا نہوا مولف کے منہ میں جلیبی دینی چاہیے کہ بڑی محنت
جانکاہی کر کے اور تمام عالم کا دورہ اور تلاش کر کے مدعی ثابت کر کے تھک کر پڑے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ برین عقل و دانش بباید گریست وہ کونسی محفل ہے
کہ ادب ظاہری و باطنی سے مملو ہو جب حاضرین ایسے بزرگان اولیاء و اقطاب اس دور کے جمع ہو کر کریں تو ممکن ہے لیکن جب نہیں تو حسب فہم مؤلف کے



کیا مضائقہ ہے کہ جس طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے فانہ یتدلی الیہ کا مضمون یعنی ؏ من آیم بجان گر تو آئی بہ تن ظہور فرماوے سابقاً جو بعض اولیا کو مشاہدات
اور واقعات میں حال تشریف آوری روح مبارک کا ظاہر ہونا اور عبارت محمد بن یحیی اور زین العابدین کا ذکر ہم کر چکے ہیں وہ محمول اسی طرح کی محافل
مقدسہ منزہ کیلئے ہے اور اگر یہ باتیں حاصل نہیں تو یہ دعوی روح مبارک کے تشریف لانیکا ہر محفل کیلئے نہیں لیکن یہ بات کل کیواسطے کہی جاویگی جو کوئی یہ محفل
کریگا بلاؤں سے نجات اور حصول مرادات کا ثمرہ پاویگا اپنے اخلاص کیموافق یعنی عام طور پر اور خواص خاص طور پر نفع اٹھاوینگے اور یہ خوب
سمجھنا چاہیے کہ قیام کرنا وقت ذکر ولادت موقوف روح کے تشریف لانے پر نہیں عالم اسلام مقتدی الائمہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی
مجلس میں اکابر علماء تھے ایک شعر مدح کا سنکر کھڑے ہو گئے چنانچہ سیرت حلبی میں مذکور ہے اسمیں روح کا آنا کچھ بھی مذکور نہیں بلکہ یہ ہے قام الامام السبکی
رحمۃ اللہ و جمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر اور اسیطرح نقل کیا اسمعیل افندی نے تفسیر روح البیان میں اور سیرت شامی میں ہے جرت عادۃ کثیر
من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ یعنے کہ محبین رسول صلعم جب سنتے ہیں ذکر ولادت شریف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یہ نہیں لکھا
کہ روح مبارک کو دیکھکر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رسالہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر میں امام برزنجی نے لکھا ہے قد استحسن القیام عند ذکر ولادۃ الشریفۃ
ائمۃ ذوو روایۃ و درایۃ اور یہ نہیں فرمایا استحسن القیام عند رویۃ روحہ او عند قدوم روحہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خلاصہ یہ کہ یہ قیام مخصوص واسطے قدوم
روح مبارک کے نہیں اگر یہ ہوتا تو جسکو روح مبارک نظر آتی وہ کھڑا ہوتا جسکو نظر نہ آتی نہ کھڑا ہوتا حالانکہ عن جمیع بلاد اسلامیہ کا عرب و عجم مشرق و مغرب میں
بات یہ ہے کہ بلا رویت روح پرفتوح بمجرد سماع ذکر ولادت شریف جمیع اہل محافل کھڑے ہو جاتے ہیں اگر یہ کوئی کہے کہ اگر روح مبارک تشریف نہیں لاتی پھر
تعظیم کس بات کی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ قیام فقط تعظیم تشریف آوری کیلئے نہیں بلکہ شرع شریف میں چند مقامات پر قیام پایا گیا ہے ایک آنیوالے کی
تعظیم میں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا وقت تشریف لانے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام فرماتی تھیں کذا فی المشکوۃ دوسرا
وضو کا بچا ہوا پانی پینے کیلئے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر چکے بچا ہوا پانی پیا کھڑے ہو کر اور یہ کہا مجھکو پسند
آیا کہ دکھاؤں تمکو کس طرح وضو کرتے تھے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہو کر پیتے ہونگے تیسرے

بھی ان امور سے کوئی محفل خالی نہیں ورنہ مانعین تو حسب روایت شارح فیلہ اسکو کراہت و بدعت سے خالی جانتے ہی نہیں لہذا معترض کا اعتراض
مقبول و مسلم مؤلف کے نزدیک ہوا قصہ طے ہوا اب مؤلف کی کج فہمی کا کیا بیان کروں اور اسکے ذیل کی روایات استفسار پر اخلاص کا ہمکو
کیا تعاقب کرنا ہے کہ وہ ان روایات سے اپنا ہی گھر برہم کرتا ہے **قولہ** لیکن یہ بات کل کیواسطے الخ **اقول** یہ کلام محض لغو و غلط ہے جب وہ محل
نزول روح مبارک کا نہیں تو بالضرور ملوث بمعاصی ہے وہاں حصول ثمرات کہاں وہ تو موجب سیئات ہے وہاں جا کر شریک ہونا ناجائز ہے
بقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین چنانچہ سابقاً ذکر ہو چکا تو یہ فقرہ مؤلف کا بالکل مخالف نص قطعی کے ہے سوائے عدم
رضا حق تعالی کے ایسی مجالس کا ثمرہ ہرگز کچھ نہیں اور مجمع مولود کے معاصی و منکرات کا مشاہدہ جسکو حاصل ہے پس معصیت و منکر کے درخت
کو عصیان کا ہی ثمر لگیگا خیر الحمد للہ کہ حق تعالی نے مدعا مانعین کا مؤلف کے منہ سے ثابت کرا دیا و کفی اللہ المؤمنین القتال **قولہ** اور یہ خوب
سمجھنا چاہیے الخ **اقول** مؤلف نے ناچار قول معترض کا قبول کیا اب پھر لا طائل اثبات قیام کا کرنا طول بیانی سے چاہتا ہے مگر بحث سطحی ہے اور
فہم سے بیگانہ جس جس موقع پر قیام مستحسن ہے کوئی بھی اسکو منع اور انکار نہیں کرتا اور یہاں جو منع ہے تو اول تعیین و تقیید مطلق

زمزم کا پانی کھڑا ہوکر پینا بخاری و مسلم میں روایت ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں پلایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی زمزم کا پس پیا آپ نے کھڑے ہوکر۔ الحاصل فقہا رحمہم اللہ ان دونوں پانیوں کو قبلہ رو کھڑا ہوکر پینا مستحب اور مندوب لکھتے ہیں اس لفظ سے صاف تعظیم معلوم ہوتی ہے اور بعضوں نے یہ مسئلہ ان الفاظ سے لکھا ہے پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ نہیں اس سے بھی قیام تعظیمی ثابت ہو گیا یعنی کھڑا ہوکر پینے کی جو کراہت شرع میں تھی وہ بباعث عظمت ان دونوں پانیوں کے ساقط ہوگئی اسلئے کہ زمزم کا پانی حصول شفا کا سبب ہے اور اسیطرح وضو کا پانی بچا ہوا بھی موجب شفا ہے شامی نے لکھا ہے کہ میرے بزرگ عبد الغنی نابلسی جب مریض ہوتے تھے وضو کا باقی پانی بارادہ حصول شفا پیتے تھے موافق فرمان سچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس آرام ہو جاتا تھا انکو انتہی کلام الشامی یہاں ایک بات اور بھی حاصل ہوئی یعنی کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ ہے شرع میں لیکن جب آب زمزم اور آب بقیہ وضو کی عظمت پر خیال کر کے کھڑا ہوکر پیئے تو قصد تعظیم کے سبب کراہت جاتی رہتی ہے پس بفرض محال اگر قیام تعظیمی مکروہ بھی ہوتا تب بھی جو لوگ بارادہ تعظیم شان مصطفا کھڑے ہوتے ہیں چاہیئے کہ اُن کیلئے درست ہو جائے مکروہ یا شرک یا حرام ہونیکے کیا معنے؛ چوتھا کھڑا ہونا جس وقت عمامہ باندھے بعض فقہا اسکو مستحسن کہتے ہیں پانچواں کھڑا ہونا وقت سماع اذان کے درمختار میں ہے ویندب القیام عند سماع الاذان فتاوی برہنہ آورده چوں آواز اذاں برآید باید کہ باشی بایستد و نشستہ زانو نز مذہب حرمت تعظیم نزدیک تر آن کند چھٹا کھڑا ہونا واسطے تعظیم مطلق ذکر کے تفسیر کشاف میں ابن عمر اور عروہ بن زبیر اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ وہ سب نکلے اور گئے عیدگاہ میں پھر وہ ذکر اللہ کرنے لگے انمیں سے بعضوں نے یہ کہا کہ کیا فرمایا نہیں اللہ تعالے نے یذکرون اللہ قیاما وقعودا اب وہ سب کھڑے ہوگئے اور ذکر اللہ کرنے لگے کھڑے ہوئے ساتواں کھڑا ہوکر مدائح اور مفاخر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پڑھنی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہوکر اشعار فخریہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑھتے تھے آٹھواں کھڑا ہونا دست بستہ وقت زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روضہ مطہرہ کے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے نواں جب کوئی اپنا پیشوا مجلس سے اُٹھے اسکی معیت میں تعظیماً کھڑے ہو جانا چنانچہ مشکوۃ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمکو حدیث سناتے تھے جب آپ اُٹھتے ہم بھی سب کھڑے ہو جاتے تھے اور جس وقت تک آپ گھر میں داخل ہو جاتے ہم کھڑے رہتے تھے علاوہ ان آٹھ مقامات کے اور بھی مواضع میں قیام آیا ہے جس کی نظر فتاوی اور احادیث پر ہوگی وہ دیکھ لیگا الحاصل ان تمثیلات سے یہ ثابت ہو گیا کہ قیام مخصوص فقط تعظیم آنیوالے کے لئے نہیں بلکہ اور بھی مقامات میں قیام پایا گیا ہے اور قدر مشترک سب میں یہ مضمون ہے کہ قیام جس امر میں کیا جاتا ہے اُس امر کی تعظیم کا فائدہ دیتا ہے اسیواسطے بزرگان دین

کی وجہ سے مکروہ کہا تھا پھر بسبب فساد عقیدہ عوام کے شرک تک نوبت پہنچی سو علماء ربکی کا شوق میں کھڑا ہو جانا محل انکار نہیں اور اس خصوصیت کی بجوتہ قیام پر کچھ اس سے ثبوت و استدلال نہیں اگرچہ یہ قیام مولود بوجہ تشریف آوری روح مبارک کے نہو تو خصوصیت کی کراہت تو موجود ہی مگر مؤلف کی کوتاہ فہمی غضب ہے اب حضور ہی کو پتہ باندھلیا اور سب امور سے اعراض اور نسیان ہو گیا اور استحسان قیام میں خصوصیت ہے تو دراصل منکر ہوے ہی مگر مؤلف نے کسی اعتراض اور کسی مسئلہ کا جواب دلائل اربعہ سے نہیں دیا جاتا وہی ایک ڈاب ہے کہ علما نے یوں کہا ہے یوں کیا ہے سو اُسکا جواب بھی چند دفعہ ہو لیا کہ دلیل شرعی کے مقابلہ میں کسی کا قول لایق التفات کے نہیں اگرچہ صدہا ہزار ہوں



طرح طرح کے مواقع تعظیم میں قیام پایا گیا از انجملہ احمد ابن حنبل و علی بن مدینی وغیرہ جلسہ تعلیم حدیث میں کھڑے رہتے تھے چنانچہ ہم یہ روایت سابقاً لکھ چکے از انجملہ بہاؤالدین ملک طاہر کا وزیر قصیدہ بردہ کو برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑا ہوکر سنا کرتا تھا اور اُسکے گھر میں بہت خیر و برکت دین و دنیا کی اس سے حاصل ہوئی کشف الظنون میں درباب قصیدہ بردہ لکھا ہے ولما بلغت الصاحب بہاؤالدین وزیر الملک الظاہر استنسخہا ونذر ان لا یسمعہا الا حافیا واقفا مکشوف الراس وکان یتبرک بہا ہو واہل بیتہ وراوا من برکاتہا امورا عظیمۃ فی دینہم ودنیاہم از انجملہ کھڑا ہونا ہمارے شیخ الطریقت امام الشریعت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے تعظیم روضہ مرشد کے شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے پیر قطب صاحب کے ملفوظات مسموعہ مسمے بہ فوائد السالکین میں لکھتے ہیں کہ ایک بار خواجہ معین الدین قدس سرہ درباب سلوک وعظ فرما رہے تھے جب داہنی طرف نظر پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے تھے ایکسے بار کھڑے ہوئے لوگ حیرت میں تھے بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے عرض کی کہ آپ کیوں بار بار کھڑے ہوتے تھے فرمایا جب میری نظر سیدھے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے روضہ پر پڑتی تھی میں کھڑا ہو جاتا تھا اسلئے پیر کی تعظیم حالت حیات و ممات میں برابر واجب ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ انتہے کلامہ از انجملہ جسوقت کسی صاحب معرفت کو عشق الٰہی میں وجد صادق ظاہر ہو تو جمیع حاضرین کو کھڑا ہو جانا چاہئے ذکر کیا یہ مسئلہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں مرد منصف حق مطلب کو مجموع ان احادیث و اثر صحابہ اور فعل مشائخ طریقت و مشائخ حدیث سے جو کچھ ہمنے یہاں تک لکھا خوب واضح ہو جاویگا کہ بیشک قیام تعظیمی مخصوص کسیکے آنیکے ساتھ نہیں بلکہ اور امور کی تعظیم میں بھی قیام پایا گیا ہے پھر کیا ضرور ہے کہ قیام مروجہ محفل میلاد شریف کو تعظیم قدوم روح فیض لزوم کیوجہ سے کیا جائے بلکہ اس میں محض تعظیم شان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر رکھی جائے اور بیان اسکا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالے نے سورہ حج میں ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب یعنی جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں اللہ تعالی کی یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے جو مولوی اسمعیل صاحب نے اولیاء اللہ کی محبت کو تعمیم اس آیت اور تعظیم شعائر اللہ میں شامل کیا ہے عبارت اُنکی صراط مستقیم مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۲ میں یہ ہے اگر نیک تامل کنی دریابی کہ محبت امثال این کرام خود شعار ایمان محبت علامت تقوے است و ذلک من تعظیم شعائر اللہ فانہا من تقوے القلوب انتہے جب اولیاء اللہ شعائر اللہ ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معظم شعائر اللہ ہوئے چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ نے بھی صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ بریلی میں آپ کو شعائر معظم اللہ میں شمار کیا ہے جب آپ معظم شعائر اللہ ہوئے تو

معہذا حسن ظن سے ہم اُنکے فعل کو محل حسن پر حمل کرتے ہیں جیسا مذکور ہو چکا کہا جاوے مؤلف کا تو یہی تمسک ٹھیرا ہر جگہ وہی مستزاد پڑھتا ہے پس کسینے نہیں کہا کہ رویت مقدم پر قیام روح منحصر ہے محض مؤلف کی سوء فہمی ہی نہیں ہر ہر قسم قیام میں کسی فرد کی تخصیص دائمی پر کراہت و بدعت کا دعوے اور اثبات ہے مگر مؤلف کم فہم کے فہم کی کوتاہی ہے بعد اسکے مؤلف نے مواقع قیام شمار کئے ہیں ہمکو اُنکے رد و قدح کی ضرورت نہیں کیونکہ یا اُن مواقع میں نص ہے یا ادب استحسان مشائخ کا کہ مستنبط نص سے ہے اور وہ مواقع اس محل سے مناسبت نہیں رکھتے کلام تخصیص میں ہے اگر کسی فرد قیام کے قیام منصوص و مندوب میں بھی تخصیص ہووے مثلاً کسی فرد وضو میں خصوصاً تو وہ بھی مکروہ ہو جاویگا جیسا تخصیص سورہ کی صلوۃ میں بحث ہو چکی پس یہ کلام محض لغو ہے اور مسلم ہے کہ قیام

پیدا ہونا آپ کا گویا ظہور ہے اعظم شعائر اللہ کا اور ہم کو چاہیے کہ اعظم شعائر اللہ کی عظمت دل میں پیدا کریں اور اُس نعمت عظمیٰ کو بہت عظیم سمجھیں جسکو فرمایا اللہ تعالےٰ نے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور احسان رکھا اللہ تعالےٰ نے ہماری گردن پر اُن کے وجود باجود کا حیث قال تبارک تعالیٰ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا الآیہ پس جسوقت تذکرہ آپ کا بآداب و تعظیم اور ظہور جاہ و جلال جو وقت ولادت باسعادت آفاق عالم میں وہ انوار و آثار جلوہ گر تھے بیان ہوتا ہے دلکے رگ و ریشہ میں اُسوقت کا جلوہ سما جاتا ہی اور آنکھوں کے آگے نقشہ حضور ملائکہ و حور عین کا جو وقت میلاد شریف تھا سما بندھ جاتا ہی لابد دل بھر جاتا ہی عظمت شان حضور سے اور پیدا ہوتی ہی دلمیں تعظیم عظیم اُسوقت کھڑے ہو جاتے ہیں سب بآداب و تعظیم اور بدلتے ہیں ہیئت جلوس کو قیام سے چنانچہ شرع شریف میں ظاہر کو عنوان باطن قرار دیا ہی اگر قلب میں توحید اور رسالت کی تصدیق ہی تو اقرار باللسان اسکی تطبیق ہے اسیطرح اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی خواہش اور حاجت ہی تو دعا میں دونو ہاتھ بھیک مانگنے والوں کی طرح پھیلا دینا سنت ہے تاکہ نقشہ ظاہر و باطن کا ایک ہو جائے اسیطرح جو بائے غوامض کو بہت مثالیں شرع شریف سے ملتی ہیں از انجملہ چند مثالیں دافع الاوہام میں بھی بابت ہیئت محفل مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اُسوقت اظہار عظمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے جو کہ دلمیں بھری ہوئی ہے قیام کیا جاتا ہی تاکہ ظاہر و باطن دونوں ایک ہو جاویں جسطرح دل کے اندر حضور کی عظمت ہے اسیطرح قیام بآداب و تعظیم اُس عظمت کا نقشہ اور صورت ہے اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسوقت مجلس میں حاضر نہوں لیکن آپکا ذکر ظاہر تو موجود اور ظاہر کی ذکر ظاہر کی تعظیم بعینہٖ آپکی تعظیم ہی مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں از فروع حب منعم است شعائر او مثل تعظیم نام او و کلام او و لباس او و اتنی جب آپکی تعظیم دلمیں ہوئی تو آپکے نام اور بیان اور ذکر کی تعظیم بھی دی گئی تو یہ ذکر کی تعظیم بھی بعینہٖ آپکی تعظیم ہی اور آپکی تعظیم خدا کی تعظیم ہی جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے مصفٰی حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہی ومن تعظیمہا عندہم تعظیماً للہ یعنی اُن شعائر کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے اُنکے نزدیک اور موافق اس مضمون کے ہم آیتیں بھی لکھ چکے ہیں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ **سوال** جب قیام واسطے تعظیم ذکر کے ہوا تو ذکر اول سے آخر تک آپ ہی کا ہی یہ شروع میں یا تمامی یا کسیوقت میں قیام ہو جایا کرے خصوصیت وقت ذکر ولادت شریف کی کیا ہی؟ **جواب** جس سبب سے اس محفل کا نام محفل مولد شریف ہوا ہے وہ یہی ذکر ولادت باسعادت ہے کیونکہ مولد معنے ولادت کے موجود ہیں ذکر نشو و نما اور تمام جہاد اور بہادری اور معراج

---

قیام حضور و قدوم میں حصر نہیں مگر تخصیص فردی تو سب انواع قیام میں بدعت و مکروہ ہی نہ معلوم کہ اس بحث سے کیا فائدہ اور کیا حاصل سوائے تطویل کے حاصل ہی پس یہی جواب سب کا ہی کہ جسقدر انواع مولف نے شمار کی ہر یک نوع میں اگر تخصیص کسی فرد کی ہوویگی مکروہ ہوگا اور قیام ذکر ولادت کا اگرچہ بلا عقیدہ حضور کے شرک نہیں مگر تعیین کی بدعت سے بھی خالی نہیں ہو سکتا پس ساری طول تقریر مولف کی محض تکرار بے سود ہی اور اس قیام تعظیم کا جسکو وہ ثابت کرتا ہی کوئی منکر نہیں **قولہ** سوال جب قیام واسطے الخ **اقول** مولف نے اپنے فہم رسا کے ذہن میں بہت کچھ سر مارا مگر کراہت تخصیص رفع نہوئی سو پر سوالات ثلثہ لکھکر اُسکو رلانا ملانا چاہتا ہے مگر سوائے حرمان کے اور ظہور خوبی فہم عالی کے کوئی ثمرہ نہیں مولف جواب اول تعیین کا یہ دیتا ہے کہ مجلس اسکے نام سے مسمےٰ ہوئی اور ذکر ولادت کے واسطے ہی منعقد ہوئی تو غرض موضوع لہ المجلس کا ذکر ولادت ہے اور وجہ تسمیہ بھی یہی ہی اسواسطے مقصود اصلی پر قیام کی تخصیص ہوتی ہی تو اب کوئی مولف کے منہ میں خاک ڈالے کہ موضوع لہ اور مسمےٰ ہونے سے خصوصیت کا ہونا بھی تو وہی تخصیص معلق کی ہی اس تخصیص کی کیا دلیل ہی موضوع لہ و وجہ تسمیہ محفل کا ہونا تو دلیل شرعی نہیں سبب یہ تو عین تقیید نص بالرای ہے



وغیرہ کا حال پڑھا کریں اُسکو عرف میں محفل مولود شریف کوئی نہیں کہیگا اور جو کوئی کہیگا تو اسم مطابق مسمے کی نہوگا اور دوسری وجہ یہ کہ انعقاد اس محفل کی بھی اسی بنا پر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اُسنے پیدا کر دیا ہمارے لئے ایسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ علامہ ابو شامہ استاد نووی نے فرمایا ان دو وجہ کے سبب جو موقع اسی ذکر خاص یعنی ولادت کا ہوتا ہی اُسیوقت اظہار سرور فرحت اور تعمیل آداب عظمت زیادہ تر کیجاتی ہی کیونکہ اصل منشا محفل کا یہی ذکر خاص ہے اور باقی فضائل کا بیان اول و آخر تبعاً ہوتا ہی **سوال** نام حضرت کا اذان وغیرہ بہت موقع میں آتا ہی وہاں نہیں کھڑے ہوتے **جواب** الزامی یہ ہے کہ ایسے معترضوں کو یہ کہا جائے کہ اچھا اگر ہم ہر بار جب ذکر حضرت کا آوے اور کہیں آوے کھڑے ہونے لگیں تم قائل ہو جاؤ گے اور ہمارے ساتھ ہر دفعہ تم بھی کھڑے ہوا کروگے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ ہم تو جب بھی نہیں کھڑے ہونگے تو جواب اُنکو دیا جائے کہ تم پھر یہ کج حجت کیوں کرتے ہو تم ایمان لانیوالے ہی نہیں پھر خواہی نخواہی مغز زنی اور سمع خراشی سے کیا حاصل اور اگر وہ کہیں کہ ہاں اگر تم ہر بار کھڑے ہوا کروگے تو ہم بھی کھڑے ہوا کرینگے تو جواب دیا جاوے کہ جس دلیل سے تم ہر بار کھڑا ہونا جائز سمجھوگے وہی اس محفل کے قیام میں بھی دلیل جاری کرو اور **جواب** تحقیقی وہ ہے جو اوپر گذرا اور بتفصیل جواب دافع الاوہام میں ہی **سوال** اگر یہ قیام واسطے ذکر ولادت شریف کے خاص ہوا کہ اس میں سے قدر ہے کہ میں تو بہت وقتوں میں ذکر مقدم شریف احادیث وغیرہ میں ہوتا ہے مثلاً قرآن شریف میں ہی لقد جاءکم رسول اور حدیث ہی ولد النبی صلے اللہ علیہ وسلم مختوناً۔ اُسوقت کیوں نہیں کھڑے ہوتے علاوہ بریں بہت مرتبہ آپکی ولادت شریف کا مضمون کسی شعر میں یا فقرہ سطر میں چلتے پھرتے زبان پر آجاتا ہے وہاں بھی کوئی نہیں کھڑا ہوتا **جواب** بنی آدم پر غفلت طاری ہی اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی خاص موقع میں جیسے ل رغب اللہ لعہ ہوتا ہی وہاں تو شوق ذوق سے کہتے ہیں جل جلالہ جل شانہ و عم نوالہ باقی اکثر اوقات میں دل اسکے جلال سے بیخبر ہوتا ہی سیکڑوں باتوں میں

---

والاصطلاح ٹھیری اور یہ خود حرام ہے اور جو اسپر کوئی حجت ہے تو پیش سبحان اللہ کیا عجب عذر ہی اسکو بھی کہتے ہیں کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کہ تعظیم مطلق ذکر کیواسطے قیام مندوب تھا مگر موضوع لہ محفل کا ولادت کا ذکر ہونا مخصص ہو گیا اور جسسے بھاگتا تھا وہی طوق تعیین مطلق کا گلے میں پڑ گیا گویا جواب اعتراض کا خود اعتراض ہی کو بناتا ہی اس فہم کو غور کرنا لازم ہے دوسرا سوال بھی بعینہ پہلا ہی سوال ہی وہاں تمام ذکر فخر عالم میں سے ایک فرد ذکر ولادت کی تخصیص تھی یہاں مطلق ذکر نام فخر عالم میں سے ذکر ولادت کو تخصیص ہے مطلب وہی تخصیص فردی ہی مگر مولف عوام کے نزدیک اور اپنے زعم میں اپنا وسعت ذہن و علم جتلاتا ہے اور علماء کو بناتا ہی اور اظہار اپنی کم مائگی و جہل کا کر کے تماشا دکھاتا ہے تو اب اس جواب کو غور کرنا کہ اگر مانعین ہر دفعہ کے قیام کو قبول کریں تو دلیل جواز قیام مخصوص کی ہو جاویگی دیکھو اس کم فہمی کو کہ مانعین ہر دفعہ کے قیام کو مندوب کہتے ہیں اور تخصیص کو مکروہ تو ہر دفعہ کا قیام دلیل تخصیص کی کس طرح ہو سکتی ہی وہ تو دلیل کراہت تخصیص کی ہی مطلق قیام علی الذکر تو ذکر ولادۃ کے قیام کی دلیل بیشک کیونکہ مطلق کا جواز دلیل ہر ہر فرد مقید کے جواز کی ہوتا ہی مگر جواز مطلق کا و تخصیص فردی کراہت کی دلیل ہی نہ دلیل جواز کی سو مولف کی کج فہمی و عدم علمیت کی حجت کسقدر ہویدا ہے عالم ہے پھر اسپر دعوے اقتدا علمی کا دوسری شق کہ اگر تم ہر دفعہ نہیں اُٹھتے تو کیوں مغز زنی کرتے ہو یہ بھی نادانی مولف کی ہے کیونکہ مانعین اگر مندوب پر دوام عمل نہ کریں تو بدعت تخصیص کو منع بھی نکریں یہ کونسا قاعدہ دین کا ہی کہ یا تو تم اس مندوب پر التزام کرو ورنہ ہمکو بدعت تخصیص پر مت زجر کرو سبحان اللہ کیا مولف کا ظلم ہے مندوب تو مندوب ہی ہا ہے واجب نہیں پس مولف کے نزدیک تارک مندوب اگر نہی عن المنکر کرے تو بیجا کرتا ہے اور عاصی کو یہ جواب

اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے جل جلالہ وغیرہ الفاظ تعظیم کچھ بھی زبان پر نہیں لاتے پس اسیطرح حال قیام ہے کہ بعض حالات میں نام رسول آتا ہے دل کو ہول
اور غفلت ہوتی ہے برخلاف مجلس کے کہ یہاں تو ہر قسم کے سامان آداب و تعظیم موجود ہیں خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں
تعظیم بجالاتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم قیام کو فرض یا واجب کہتے تب یہ اعتراض پڑتا کہ کسی موقع میں بھی ترک جائز جب ذمہ

پہنچتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ مؤلف کا فہم خبط ہو گیا ہے تیسرا سوال بھی وہی سوال اول ہے کہ ذکر ولادۃ و محفل کو مطلق ذکر ولادت سے کیوں
مخصص قیام پر کیا اور وہ بھی تخصیص مطلق کی یہاں بھی ہے تو اسکا جواب مؤلف نے نہایت عجب علم و فہم کے ساتھ دیا کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قیاماً ذہول دائماً ہوتا ہے مجلس میں یاد آجاتا ہے پس اول تو وجہ تخصیص قیام کی ذکر فخر عالم میں ہی کیا ہے ذکر اللہ تعالے
ناحق تھا پھر ذکر فخر عالم میں ولادت کی کیا تخصیص ہے کوئی کسی طرح کا ذکر ہو اُس میں قیام ہووے پھر ولادت میں بھی مجلس ہی کی کیا وجہ
تقید ہے کسی وقت ہوا اور پھر مجلس میں بھی خاص اُسی وقت میں کہ ذکر کیفیت ولادت کا آوے ان سب خصوصیات کو حذف اور پس
پشت ڈال کر ایک خصوصیت کا ذکر کرتا ہے اور یہ غفلت تمام عالم خاص و عام پر ایسی کہ کبھی ہرگز آنکھ نہیں کھلتی کیا ہی آپکے نام و احوال کو
ہوں سوائے وقت مخصوص کے ہوش نہیں آتی اور ذکر حالات میں بھی جو ذکر ولادت ہو جائے جب بھی خبر نہو خاص کیفیت مخصوصہ کے وقت غفلت
رفع ہو یہ کسقدر کذب محض ہے اور معہذا شان فخر عالم سے کسقدر اظہار اپنی غفلت کا ہے اور اس معصیت کے بیان میں کیسی جرأت ہے اور
پھر دعوی اتباع اور محبت کا معاذ اللہ اور حق تعالیٰ کے نام پاک پر تو کبھی رات دن میں ایک دو دفعہ جلشانہ یا کوئی کلمہ نکل بھی جاتا ہوگا مگر فخر
عالم کے نام یاد ذکر و حالات ولادۃ پر تو قیام کبھی یاد آتا ہی نہیں اور قیام حق تعالیٰ کے نام پر تو گویا شروع رہا ہی نہیں خاص فخر عالم کی ولادۃ
اور ولادۃ میں بھی خاص ایک وقت و کیفیت سے ہو گیا ہے کیسا کذب محض اور جرأت ہے گویا تمام دنیا میں غفلت کا ابر چھا گیا معاذ اللہ نہیں
بلکہ یہ سب معاصی اور آفات اپنے اوپر بنیا اور تمام دنیا کو غافل بنانا محض اپنی بدعت منکرہ کے واسطے ہے اور بس مؤلف کو شرم نہیں آتی کیسے عجیب
کلام گستاخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسے لوازم تعظیم دیکھکر خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں سو اول تو خواہی نخواہی اسیوقت
آنکھ کھلنی اُسی شوخ چشمی کو دیکھو دوسری عام کو تو کیا مؤلف اور جملہ خواص کی بھی خواہی نخواہی اُسیوقت آنکھ کھلتی ہے اور باقی تمام عمر
غافل تعظیم سے رہتے ہیں اور یہ کیسے کہ اور تعظیم درود و سلام کی کرتے ہیں قیام کی نسبت یہ ہی تو اگر قیام تعظیم ضروری ہے تو پھر وہی تخصیص کا
اعتراض رہا اور جو بدون اسکے تعظیم ہو سکتی ہے تو بھی اُس کی یہاں خصوصیت مناقشہ طلب ہی جواب ہی کیا خاک مؤلف نے اپنے منہ میں
بھرا ایسا شوخ کلام بھی کیا شان فخر عالم سے اپنی غفلت بے پرواہی بھی بیان کی اور پھر کچھ بھی نہ ہوا اور کیسی غفلت کہ کوئی منکر ہی اُسکا
نہیں ہونے کے سامان عشرت اور اختلاط بدعت کے لاحول ولاقوۃ الا باللہ لہذا اس خواہی نخواہی قیام تعظیم کو بھی بدعت ضلالۃ مانعین کہتے
ہیں جسکے بیان تخصیص میں مؤلف چکر کھا رہا ہے اور اپنے دین و دنیا کو خراب کر رہا ہے اور اُس پر بلا وجہ نقص گستاخی کا کرتا ہے اور اپنی شوخی
و گستاخی کو خیال بھی نہیں کرتا جو حق ہو وہی ہے استغفر اللہ اور دوسرا جواب کہ قیام فرض نہیں کہ ہر دفعہ کرنا ضرور ہو جہاں سب اسباب تعظیم
جمع ہوتے ہیں اُسے بھی کرتے ہیں تکمیل کیواسطے ورنہ جہاں کوئی نہو تو بھی نہو تو کیا حرج ہے استغفر اللہ استغفر اللہ یہ جواب کسقدر بے معنی اور بے ادبی کا ہے کیونکہ
مانعین کب فرض کہتے تھے وہ سب جگہ اُسکو مندوب ہی کہتے ہیں کہ سب جگہ تو ایسا مندوب کہ بالکل متروک ہی ہے اور یہاں مندوب



نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن کہتے ہیں تو موقع محفل میں کہ وہاں جمیع امور استحسان و آداب موجود و مہیا ہیں قیام بھی کرتے ہیں تاکہ لوازم اکرام تمامہ
مکمل ہو جاویں اور جہاں جمیع لوازم آداب منتفی ہیں ہاں یہ بھی نہ ہوا تو کیا حرج ہے خالی قیام کیا پکار کریگا باقی رہی یہ بات کہ تلاوت قرآن شریف
و قرأۃ حدیث میں جو یہ ذکر آوے وہاں کیوں نہیں کھڑے ہوتے جواب اسکا یہ ہے کہ ہر عمل کی ایک خصائص ہوتی ہیں کہ وہ سب جگہ نہیں کئے
جاتے اسوقت ایک مثال کہی جاتی ہے اور مثالیں اسکی بہت ہیں شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل میں لکھتے ہیں جب کوئی کسی زبردست سے
ڈرتا ہو جسوقت اُسکے سامنے جاوے پڑھے کہیعص کیفیت اور ہر حرف پر ایک انگلی داہنے ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر پڑھے حمعسق
حمعسق اور ہر حرف پر ایک انگلی بائیں ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر اُس حاکم کے سامنے دونوں مٹھی کھولدے انتہی اب سمجھنا چاہیے کہ یہ مٹھی کا بند
اور کھولنا خاصہ اس عمل کا ہے تو اب اگر کوئی اسکو کہنے لگے کہ یہ تو قرآن شریف کے حروف ہیں جب قرآن میں کہیعص حمعسق

ہے کہ مجلس میں تکمیل آداب کے واسطے کرتے ہیں اور جگہ نہوا تو کیا حرج ہے وہی اعتراض کو تسلیم کر لیا تو گویا کہا کہ ہاں بدعت ہے تو کرتے ہیں
کیونکہ یہاں تکمیل کے واسطے ہر روز ابداً ہوتا ہے تو مثل واجب کے ہوا اور جگہ نہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں تو کبھی ہوتا ہی نہیں یہی تو بدعت تھا
یہی معترض کہتا تھا اسکو ہی مؤلف تسلیم کر رہا ہے بھلا اس عقل کو دیکھنا چاہیے اس سے بڑھکر یہ کہتا ہے کہ جہاں سب اسباب تعظیم مجتمع ہوں تو
یہ بھی ہو تو حرج نہیں یہ کیسی سخت گستاخی ہے کیونکہ تعظیم آپ کی ہر دفعہ واجب ہے گو ایک مجلس میں تداخل کا مذہب ہے مگر ہر جلسہ میں ایک دفعہ آپکے
نام و ذکر پر تعظیم ضروری ہے جب سب اسباب تعظیم مجتمع ہوں تو قیام ہی کرنا چاہیے تاکہ غفلت سے خالی نہ رہے یہ کہتا ہے کہ کوئی امر تعظیم نہو تو
قیام بھی نہو تو حرج نہیں تو تمام اوقات میں سوائے وقت خاص کے تعظیم کے اگر کوئی فرد بھی نہو تو مؤلف کم عقل کے نزدیک حرج
نہیں الٰہی توبہ الٰہی توبہ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا اور پھر کہتا ہے کہ خالی قیام کیا پکار کریگا تو معلوم ہوا کہ قیام تعظیم کی
فرد کچھ معتد بہ نہیں لغو ہے کہ تنہا کچھ پکار نہیں کرتی ایں گل دیگر شگفت اگر مؤلف کے نزدیک قیام کچھ تعظیم کی پکار نہیں کرتا تھا تو کیوں
اسقدر اوراق اپنے سیاہ کئے اور ایسی حرکت لغو کے اثبات میں وقت ضائع کیا افسوس انہماک بدعت نے مؤلف کو ایسا خوار کیا کہ شان
فخر عالم میں بھی گستاخ کلامی کرائی اور فہم کلام غیر کی تو ماری تھا رہی اپنے بھی کلام کا حاصل و مآل نہیں سمجھتا اگر یہ کہے کہ قیام تکمیل تعظیم
ہے خود دار تعظیم نہیں تو قطع نظر اس قول کے غلط فاحش ہونے کے پھر وہی نقض ہوگا کہ تکمیل تعظیم سوائے ذکر ولادت کے کیوں نہیں
ہوتی یہاں کیوں مثل واجب ٹھہری اور دوسری جگہ کیوں مثل مکروہات کے متروک بنی غرض یہ کیسی واہی بے معنی اور گستاخ کلام ہے
کہ العظمۃ للہ تعالیٰ اب زیادہ کیا لکھوں مگر تعجب ہے کہ اول اولیاء و علماء پر زبان درازی کی تھی اب رفتہ رفتہ فخر عالم کی شان میں بھی زبان
چل گئی گو قصد گستاخی نہو مگر زبان جس امر کی معتاد ہوتی ہے اور جو کچھ قلب میں بھرا ہوتا ہے وہی نکلتا ہے الاناء یترشح بما فیہ وہ زعم علم کا
اور کبر و خود پسندی کا اپنا ظہور سب جگہ کرتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ قولہ باقی رہی یہ بات کہ تلاوت الخ اقول خصوصیت اعمال اخروی
عبادات کی شارع کے ارشاد سے معلوم ہوتی ہے عقل کو دخل نہیں ثواب و عقاب اور حد و تعظیم اور محال توقیر کماً و کیفاً سب خلاف قیاس ہیں
شارع کے امر بغیر معلوم ہرگز نہیں ہو سکتے اگرچہ صحابی ہی ہو عقل سے نہیں کہہ سکتے پس اگر یہ خصوصیت قیام اسوقت خاص میں کسی نص سے
معلوم ہوئی ہو مؤلف بتاوے تمام نصوص تو اس تخصیص کو بدعت بتلا رہی ہیں مگر ہاں مؤلف نے عمل آخرت کو عمل دنیا جیسا ہی جانا ہے۔

بڑھا کرے وہاں بھی انگلیاں بند کیا کرے اور کھولا کرے سب قل کہینگے کہ اے بھائی وہ تو خاصہ اُس عمل کا ہے اُسی عمل کے ساتھ
مخصوص رکھنا چاہئے جب قرآن پڑھیں تب قرآن کے ادب ملحوظ رکھنے چاہئیں پس اسی طرح مولد شریف ایک عمل ہے واسطے حصول
خیر و برکت وغیرہ کے چنانچہ ابو سعید بورانی و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کر
حصول منافع دینی و دنیوی کے لیے اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کسی سے مخفی نہیں کہ
مشائخ عظام اور علماء کرام نے اس عمل میں خاصۃً نزدیک ذکر ولادت کے قیام کیا ہے پس خاصہ ٹھیر گیا یہ قیام اس عمل کا اس موقع
میں بنا بر علیہ جاری نکیا جاویگا یہ قیام جمیع مواقع خارجی میں مثل تلاوت قرآن اور احادیث کے پس قرآن شریف پڑھنے میں جو کچھ وعظ
یا تلاوت قرآن کے آداب معینہ ہیں وہ بجا لاویں گے اور اس عمل میں خصائص اس عمل کے اور جواب اس اعتراض کا دافع الاوہام میں
دوسری تقریر سے مذکور ہے طالب حق کو چاہئے اُسکو بھی دیکھ لے تا واضح ہو کہ پیش کیا تھا اس عاجز پر ایک عالم منطقی نے یہ اعتراض جسوقت پایا مجھسے
یہ جواب ساکت ہوا اور باقی اعتراضات متفرقہ در باب قیام و مجلس میلاد لمعہ سابعہ میں آوینگے لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ مجلس مولد شریف میں اشعار مخاطب
حاضر کے پڑھتے ہیں بہ نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ و سلم کے حالانکہ آپ غائب ہیں نظر سے یہ شرع میں جائز نہیں بلکہ کفر ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات
تو معلوم ہوتی ہے کہ عالم الغیب بالذات وہی ایک ہے جل جلالہ آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو بغیر اللہ کے الہام و کشف کر دینے کے خود بخود یقینی طور

کہ مثال عمل قوال جیس کے دیتا ہے یہ قول جیس کا عمل امور دنیا کا ہے اس میں کوئی ثواب عقاب کی بات نہیں عقل سے یہ امور نکالے ہیں
دنیاوی امور ہیں امور آخرت تو ایسے نہیں ہوتے ذرا ہوش کرے مولود تو مؤلف کے نزدیک نجات آخرت کے واسطے تمام اعمال سے بڑھکر
ہے کیا اس تقریر بدعت کے چکر میں آگر بھولگیا یہ عمل تو ابو لعب کا فرجس کو بھی تخفیف دینے والا ہے پس اسکی خصوصیات رائے سے کس طرح ثابت
ہوینگی بالآخر جب کچھ کام نہ چلا تو مولف پائے بندی تجویز اس قیام میں کہتا ہے کہ یہ عمل ہے خیر و برکات کا پس اگر محض دنیا کی زیادہ کا عمل ہے
تو قصہ طے ہوا اور جو مرکب ہے تو پھر بوجہ آخرت کے عمل ہونیکے خصوصیت کے واسطے نص واجب ہے الحاصل خبط کلامی مولف پر تمام ہوئی اور سوء فہم کا
اسپر خاتمہ ہے ایک گھر بناتا ہے دس گھر گراتا ہے آگے پیچھے کی کچھ تمیز نہیں اور نہ فہم سے کچھ تعلق محض الفاظ کی تطویل مد نظر ہے اور پھر آخر میں
مولف نے علماء کرام کو اپنی کم فہمی کا شریک بنایا اور وہی فعل علماء کی حجت لایا کہ بدون اُسکے کوئی چارہ و مفر اُس کو نہیں ملتا اور نہ کوئی اُسکے
پاس دلیل سوائے اسکے ہے اور اُس کا حال بھی لکھا گیا کہ ان علماء کے فعل کو بھی مؤلف نہیں سمجھا پس اب طالبین حق کا تو دل مؤلف کی ہی
تقریر سے سیر ہو گیا اور سب جب فخر عالم کی اور دیانت اور علم و فہم اُسکا و انکشاف ہو گیا اب دافع الاوہام بھی مولف صاحب کا ہی تالیف و
نتیجہ افکار والا ہے اُسکو دیکھکر سنکر کیوں کان کے کیڑے جھاڑینگے اور کسی طفل جاہل کو شاہد آپنے یہ جواب پایا ہوگا ورنہ عالم تو اس تقریر
سے کیا ساکت ہوتا ہاں اگر مولف کو لا یعقل جانکر ساکت ہو گیا ہو تو کیا عجب ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ مجلس
مولود میں الخ **اقول** چونکہ مولف کی عادت ہے کہ سائل کے سوال کو ناتمام سمجھکر نقل کرتا ہے لہذا اصل تقریر کرتا ہوں کہ ناظرین اُسکو
خیال رکھیں یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ نذر و خطاب اگر فخر عالم کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک ہے خواہ ضمن
صلوۃ ہو خواہ بغیر اُسکے کسی وجہ سے ہو اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالی چاہے جس شے کو چاہے آپ پر منکشف کر دیوے



امور غیبیہ کو جان لے اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لیکر تا تحت الثری ہر مکان ہر زمان ہر آن میں اللہ تعالی کی طرح حاضر ناظر ہو لیکن یہ
معلوم نہیں ان لوگوں پر کونسی کتاب نازل ہوئی ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ غائب کی بہ نسبت الفاظ حاضر بولنے کفر ہیں ہم اثبات جواز کی
خاص پیش کرتے ہیں قسطلانی و زرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے و منہا ان المصلی یخاطبہ بقولہ السلام
علیک ایہا النبی والصلوۃ صحیحۃ ولا یخاطب غیرہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نمازی عین نماز میں خطاب کرتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور حاضر
کا لفظ بولتا ہے کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی التحیات میں کہتا ہے سلام ہو تم پر اے نبی اور اس خطاب کر نہیں نماز صحیح ہے اور
دوسرے کو نماز میں خطاب نہیں کر سکتا یعنی اگر کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے انتہی اور بعضے آدمی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقل نکالتے ہیں قصہ معراج
کی اسمیں خطاب حضرت کا مراد نہیں سو رد ہو گیا اُسکا قول اس عبارت سے جو ہم نے نقل کی کہ اسمیں صریح لفظ یخاطبہ موجود ہے علاوہ ازیں شامی نے بھی
رد کیا ہے کہ لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج اور در مختار میں بھی رد کیا ہے ویقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ تسلیم علی نبیہ اور فقیہ ابو اللیث
سمرقندی نے السلام علیک ایہا النبی کی اس طرح شرح کی ہے کتاب تنبیہ میں یعنی یا محمد علیک السلام غرضکہ جمیع معتبرین فقہا و محدثین اُس قول کو
مسلم کہتے ہیں اور تحقیق یہی ہے کہ اس میں ارادہ کرے خطاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ سلام ہو آپ پر یا نبی اللہ اور اگر حکایت قصہ معراج کا ارادہ
کریگا تو کم نصیب محروم رہیگا تعمیل امر الہی سے جو لفظ سلموا قرآن میں وارد ہے اسلئے کہ قرآن میں سلام اس شخص سے خود مطلوب تھا اُسنے اپنی طرف سے
سلام نکیا بلکہ نقل حکایت کا ارادہ کیا الحاصل یہ دیکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے غائب ہیں پھر بھی آپکو خطاب حاضر ہو رہا ہے۔

اور ملائکہ درود سلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے اور جو محض شوق میں یہ کلمات ہیں بدون اس
عقیدہ سابق و ثانی کے وہ بھی جائز اور یہی مؤلف بھی کہتا ہے اس عقیدہ میں مؤلف خلاف مانعین کے نہیں پس معترض کہتا ہے
کہ اگر بعلم استقلالی فخر عالم کے نذر و خطاب ہے تو شرک ہے اور جو بدون اس عقیدہ کے ہے تو عوام کے فساد عقیدہ کی تائید ہے کہ عوام کا
یہی عقیدہ علم مستقل کا ہے اور اس مجمع میں ہر قسم کے مبتدع و فساق موجود ہوتے ہیں لہذا گو عقیدہ قاری کا درست ہو مگر عوام کی وجہ سے
مکروہ ناجائز ہے اور بوجہ فساد عوام کے شرح منیہ سے نقل ہو چکا کہ صلوۃ رغائب براءۃ مکروہ ہوئی ہے در مختار میں ہے و کرہ بحق رسلک
اسکی شرح میں توجیہات جواز کی لکھکر لکھا ہے و مجرد ایہام اللفظ ما لا یجوز کاف فی المنع کما قدمناہ انتہی اور در مختار نے تحقیق لفظ
سعد الغزمین عو تمسک میں لکھا ہے ان مجرد ایہام اللفظ المعنی المحال کاف فی المنع من التلفظ بہذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا و لذا اغفل
المشائخ بقولہم لا تزوہم و نظیرہ ما قال فی انا مومن ان شاء اللہ تعالی فانہم کرہوا ذلک وان قصد التبرک دون التعلیق لما فیہ من الایہام کما قررہ
التفتازانی و ابن الہمام انتہی اب دیکھو کہ ایسا لفظ موہم معنی ناجائز کا بولنا مکروہ ہوا پس خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ عوام کا عقیدہ شرک کا ہے
ایسے مجمع میں خواص کو صالح عقیدہ سے بھی بولنا ایسے کلمہ کا ناجائز ہے پس اب مؤلف کے جواب کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اس اعتراض کا تو جواب
نہ دیا بلکہ اعتراف ہے عقیدہ معترض کا ہے مگر خواہ مخواہ ایک جز لکھ ڈالا کہ جسکو اعتراض کے جواب سے کوئی مناسبت نہیں **قولہ** لیکن یہ معلوم نہیں
ان لوگوں پر الخ **اقول** انہیں پر کتاب اللہ نازل ہوئی ہے کہ جس میں علم غیب مطلق خاصہ حق تعالی کا لکھا ہے اور مؤلف بھی مقر ہے پس اس
عقیدہ کا خطاب شرک ہے باعتراف مؤلف اور معترض بھی اسی کو شرک کہتا ہے اور بدون اس عقیدہ کے بسبب ایہام شرک کے مکروہ کہتا ہے

نماز میں بعضے کہتے ہیں یہ امر تعبدی ہے منقول اسی طرح ہوا ہے جواب یہ کہ امر تعبدی ہونے سے کام تمہارا نہیں چلتا اسلئے کہ خطاب جائز رکھنے کی روایت تو موجود ہے اب یہ بتاؤ غائب کو خطاب کا لفظ بولنے کی حرمت اور کراہت پر کونسی آیت یا حدیث ہے پیش کرو عقلی گھڑی ہوئی باتوں کو الگ کرو اور یہ سمجھو کہ جب عبادت میں شریک کرنیکا حکم نہیں اور خاص اُسی نماز میں خطاب آپکا شریک کیا گیا تو باہر منع ہونیکی کیا دلیل اب ہم سے جواز کی روایت سنو شاہ ولی اللہ صاحب واسطے پڑھنے اوراد فتحیہ کے انتباہ میں لکھتے ہیں ذریعہ نماز با مدد گذارد و چوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل شدہ است الخ حالانکہ اس اوراد فتحیہ میں جسکا دل چاہے شمار کرلے سترہ بار ندائے رسول صلعم ان الفاظ سے ہے الصلوۃ السلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ الی آخرہ علاوہ اسکے خود مولوی اسحق صاحب مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں اگر کسی یا رسول اللہ نگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است یہ دیکھئے علما باہر نماز کے بھی خطاب کرنا رسول اللہ کا جائز لکھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب تو خود اسکا کرتے ہیں لیکن ابھی تک مانعین کو گنجائش ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطاب تو درود وسلام کے ساتھ ہے اسکو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اسلئے ہم ایسی نظیر پیش کرتے ہیں جس میں درود وسلام کے پہنچنے کی نیت سے خطاب نہیں بلکہ وسیلہ پکڑتا ہے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے کشف حاجت میں ابن ماجہ قزوینی باب صلوۃ الحاجت میں روایت کرتے ہیں عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے کہ ایک اندھا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس آیا کہ میری آنکھوں کیلئے دعا کیجئے آپنے فرمایا اگر تو چاہے اسی طرح رہنے دے یہ تجھکو اچھا ہے اور اگر چاہے دعا کرانا تو دعا کروں اُسنے کہا دعا فرمایئے آپنے حکم دیا اچھی طرح وضو کرو دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا پڑھو اللھم انی اسالک و اتوجہ الیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجہت بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقضے اللھم فشفعہ فی یعنی یا اللہ میں اپنی حاجت مانگتا ہوں تجھسے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف وسیلہ پکڑ کے حضرت محمد کا جو نبی رحمت ہیں یا محمد متوجہ ہوتا ہوں اپنے پروردگار کیطرف آپکا وسیلہ پکڑ کے اپنی اس حاجت میں تاکہ روا کی جاوے حاجت یا اللہ حضرت کی شفاعت قبول کیجئے میرے حق میں انتہی

چنانچہ ردمختار سے نقل ہوا اور جو کچھ مؤلف نے زرقانی سے نقل کیا ہے نہ اُسمیں یہ عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ بسبب واجب ہونے تشہد کے ایہام کی کراہت ہوسکتی ہے کیونکہ فرائض و واجبات میں ایسے امور کا لحاظ درست نہیں کہ واجب من اللہ تعالیٰ ہو چکا ہے مگر مدح خوانی مجمع جہلاء عوام میں کون سی حدیث سے ایسے خطابات واجب ہیں مؤلف اسکو بتاوے تاکہ یہ بھی درست ہو جائے اور منع ایہام کا رفع ہووے اور پھر تشہد خفا سے بھی ہے خلاف اشعار مدح کے ہاں اگر تشہد میں بھی کسیکا عقیدہ علم غیب کا بالاستقلال ہو ویگا وہ بھی شرک ہو جاویگا اسمیں کیا کلام ہے بطلان نصوص قطعیہ اسکی شاہد ہیں پس ناظرین دیکھیں کہ مؤلف کا جواب کس اعتراض کا جواب ہے خواہ مخواہ روایت نقل کردی ہے بس حکایت کی تقریر کی ضرورت نہ امر تعبدی کہنے کی حاجت خواہ مخواہ ایک طول کلام کرتا ہے معترض کا مطلب یہ قرآن شریف سے اور روایت نص سے ثابت ہو لیا کوئی عقل کی بات نہیں کہی البتہ مؤلف کی عادۃ ہے کہ عقل تمام کی تکی گھڑا کرتا ہے جیسا چہلم وغیرہ میں اور مولود میں لکھتا ہے قولہ اب ہم سے جواز کی روایت الخ اقول اوراد فتحیہ میں سب جگہ صلوۃ سلام میں خطاب ہے جیسا تشہد میں تھا علیٰ ہذا مولوی محمد اسحاق صاحب کے کلام میں درود سلام میں فتوی جواز ندا و خطاب کا ہے اور یہ بوجہ ایصال ملائکہ کے ہے چنانچہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں مصرح ہے اگر اسمیں بھی عقیدہ شرکیہ ہو دیگا حرام ہو جاویگا بلاخلاف پس جواب معترض کا اس سے بھی حاصل نہیں ہوا قولہ ابن ماجہ قزوینی الخ اقول اس قصہ میں تو خود فخر عالم زندہ اس عالم میں تھے



اب دیکھئے یہ نماز حل مشکلات کیلئے حضرت نے تعلیم فرمائی اور اُس میں اپنا خطاب یعنی یا محمد کہنا تعلیم فرمایا ہے اس مقام میں ایک تماشا ہوا ہے یعنی ایک بڑے عالم مشہور و معروف نے اس حدیث میں اعتراض کیا اور کہہ دیا کہ اس کی اسناد میں ایک راوی عثمان بن خالد بن عمرو آیا ہے اور تقریب میں اُسکو متروک الحدیث لکھا ہے اس عاجز نے ابن ماجہ اور ترمذی میں یہ حدیث نکالکر اسکی اسناد نکالی تو اُن دونوں محدثوں کی اسناد میں عثمان بن عمر و نکلا اسکو تقریب میں متروک الحدیث نہیں کہا اور عثمان بن خالد بن عمرو کو بیشک متروک الحدیث لکھا لیکن وہ اور راوی ہے والحمد للہ علے ذلک اور یہ حدیث تو محدثوں کی پرتالی ہوئی ہے یہ کس طرح ضعیف اور غیر معتبر ہوسکتی ہے لکھا ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح اور نیز صحیح کہا اسکو بیہقی نے کذا فی شرح المواہب اور نیز لکھا ابن ماجہ نے قال ابو اسحق ہذا حدیث صحیح اور روایت کیا اس حدیث کو آٹھ ائمہ حدیث نے ابن ماجہ ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ حاکم بیہقی ۔ طبرانی ۔ ابو نعیم ۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں بھلا ایسی حدیث میں زبان زوری کرکے اگر کوئی مغالطہ دینے لگے تو کب ہوسکتا ہے ۔ خلاصہ یہ کہ جب ایسے اندھے نے نماز پڑھ کے یہ دعا مانگی تو بخاری اور بیہقی کی روایت میں ہے فقام وقد ابصر یعنی وہ اندھا کھڑا ہو گیا اور آنکھ اسکی روشن ہو گئی اور روایت کی طبرانی نے کان لم یکن بہ ضر یعنی ایسی روشن ہو گئی گویا اسمیں کچھ خلل ہی نہیں ہوا تھا واضح ہو کہ یہ دعا اور نماز اور یہ خطاب یعنی یا محمد کہنا آپکے زمانہ مبارک میں خاص آپکی تعلیم سے ہوا اور شرح ابن ماجہ میں اور نیز جذب القلوب میں ہے کہ یہ عمل عہد صحابہ میں بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی کیا گیا ہے ۔ طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حاجت تھی بار بار جاتا حضرت عثمان اسکی طرف التفات نفرماتے اُس آدمی نے عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے شکایت کی عثمان بن حنیف نے کہا وضو کرکے مسجد میں آ کر دو رکعتیں پڑھ پھر یہ دعا پڑھ اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فتقضے حاجتی ۔ اور یہ دعا پڑھ کے تو اپنی حاجت کو عرض کرنا جو کچھ ہو وہ آدمی موافق تعلیم عثمان ابن حنیف کے گیا اور وضو نماز دعا جس طرح اُسنے بتائی تھی پڑھی بعد ازاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوا اُسوقت دربان نے اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اندر لیگیا حضرت عثمان نے اسکو اپنی مسند خاص پر پاس بٹھلایا اور پوچھا کیا حاجت ہے اُسنے بیان کی آپنے حاجت پوری کردی اور یہ فرما دیا کہ اب جو کچھ مشکل یا حاجت پیش آیا کرے مجھسے آکر بیان کیا کر وہ آدمی بہت خوشحال حضرت عثمان کے پاس سے نکلا اور عثمان ابن حنیف کے پاس شکریہ ادا کرنیکو گیا اور کہا جزاک اللہ خیر میری طرف عثمان نظر بھی نہیں فرماتے تھے ایسا بدتنے اُنسے کچھ میری سفارش کی ہے عثمان ابن حنیف صحابی نے جوابدیا قسم اللہ تعالیٰ کی مینے حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہا لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں ایکبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا ایک اندھا آیا اُسنے فریاد کی یا رسول اللہ میری آنکھ جاتی رہی آپنے فرمایا صبر کر وہ بولا کوئی پکڑ کر ہاتھ یا لاٹھی پکڑ کے لیجانیوالا نہیں مجھپر بڑی مصیبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اُسکو اور یہ دعا تعلیم کی تھی وہی قصہ ترمذی اور ابن ماجہ والا جو ہم اوپر بیان کر چکے عثمان بن حنیف نے بیان کیا الحاصل بعد وفات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد صحابہ میں بھی اس خطاب یعنی یا محمد کہنے پر عمل ہوا اُسوقت سے اب تک یہ نماز تعلیم ہوتی چلی آتی ہے اب

آپ کے ہی حکم سے یہ عمل ہوا تھا آپکی خدمت میں ہی حاضر تھے تو اُسوقت میں تو کوئی ضرورت جواب توجہ کی نہیں اور آپ کے بعد معمول ہے تو اسی طرح سمجھکر ہے کہ آپکی خدمت میں تبلیغ ہوتی ہے ملائکہ پہنچاتے ہیں علم استقلالی نہ اس میں ہے اور نہ اس عقیدہ سے پڑھنا اسکا

جزری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں من کانت لہ ضرورۃ الی آخرہ یعنی جس کسیکو ضرورت اور حاجت مشکل آپڑی پڑھے نماز حاجت اور یہ دعا اور کتب فقہ حنفیہ میں بھی اسکی تعلیم ہے ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کبیر منیہ میں جو نوافل تعلیم کئے ہیں اُن میں صلوۃ الحاجت دو لکھی ہیں ایک کو بیان کیا اور لکھا کہ یہ ضعیف ہے اور دوسری یہ نماز لکھی جو عثمان بن حنیف کی روایت سے ہم ذکر کر چکے ہیں حلبی نے اسکو لکھکر اسکی قوت بیان کی کہ قال الترمذی حسن صحیح الحاصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور صحابہ کی تلقین اور محدثین کی تحسین اور فقہا کی اختیار اور تصحیح سے اب تک یہ خطاب یا محمد جاری ہے علاوہ بریں اور بھی خطاب کے صیغے ہم نقل کرتے ہیں اشعار وغیرہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا نے بعد وفات آپ کے بہت اشعار غم میں پڑھے اُنمیں سے یہ ہیں ؎ الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا ٭ وکنت بنا برا ولم تک جافیا ٭ فلو ان رب الناس ابقی محمدا ٭ سررنا ولکن امرہ کان ماضیا ٭ اور حضرت حسان رضی صحابی نے آپکی وفات کے غم میں یہ پڑھا ؎ کنت السواد لناظری ٭ فعمی علیک الناظر ٭ من شاء بعدک فلیمت ٭ فعلیک کنت احاذر ٭ اسی طرح اور بھی صحابہ کے اشعار بعد وفات پائے گئے ہیں جسمیں خطاب ہے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قاضی عیاض نے کتاب شفا کے باب لزوم محبت میں روایت کی ہے کہ ایکبار پاؤں حضرت عبداللہ بن عمر کا سو گیا یعنی سنسنانے لگا اور بحس و حرکت ہو گیا کسینے کہا ایسے آدمی کو یاد کرو جو تمکو بہت پیارا ہو تب وہ چلا اُٹھے اور پکارا یا محمد اُسیوقت اُن کا پاؤں درست ہو گیا اور وہ اُٹھ گئے انتہی یہ عبداللہ بن عمر رضی کیسے جلیل القدر صحابی اتباع سنت میں نہایت عالی دیکھئے حالت غیبوبت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظ حاضر یا محمد آہ خطاب کرتے ہیں اور فتوح الشام میں صفحہ ۲۹۸ میں ہے جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو بارادہ حلب روانہ کیا ایک ہزار سوار دیکر اور کعب بن ضمرہ کی لڑائی یوقنا سے پڑی اسکی پانچ ہزار سپاہ تھی اور یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ یوقنا کی اور دوسری طرف سے مسلمانوں پر آپڑی غرضکہ دس ہزار کا مقابلہ ٹھہر گیا اُسوقت مسلمان جانباز ہو رہے تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت بے آرام اور بے چین گرد آواز دیتے تھے اور پکارتے تھے یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل اور مسلمانوں کیطرف متوجہ ہو کر کہتے تھے یا معاشر المسلمین اثبتوا لھم فانما ھی ساعۃ وانتم الاعلون یہ ایک نظیر ہے خطاب بحالت غیبت میں اور یہ کعب بن ضمرہ بھی صحابہ میں ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر بھی اُنہوں نے جہاد کئے تھے غرضکہ صحابہ کیوقت سے یہ خطاب اور ندا رسول اللہ سے باوجود غیبوبت کے جاری رہی علامہ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ متوفی ۶۹۴ھ جو مقبولین روزگار سے تھے اُنکا قصیدہ بردہ اوراد و مشائخ میں داخل نہایت مقبول بابرکت ہے اور بہاؤ الدین وزیر کا حال ہم نقل کر چکے کہ وہ کمال تعظیم سے برہنہ سر برہنہ پا کھڑا ہو کر اس قصیدہ مقبولہ کو سنا کرتا تھا اور حلبی اور زرقانی اور قسطلانی سب صاحب بردہ کے مداح ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس قصیدہ کو پڑھا اور اسناد حاصل کی رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں

واما قصیدۃ البردۃ فاخبرنا بہا ابو طاہر عن شیخ احمد النخلی عن محمد بن العلاء البابلی الی ان قال عن ناظمہا شرف الدین محمد بن سعید بن حماد البوصیری رحمہ اللہ انتہی اس مقبول قصیدہ میں خطاب حاضر ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جا بجا ہے از انجملہ دو مقام میں تو خاص ندا بطور فریاد و داد خواہی کے موجود ہے ؎ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ٭ سواک عند حلول الحادث العمم ٭ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے ہیں کہ اپنے بزرگترین خلائق

درست تو ایسی حالتمیں یہ بھی شرک ہو جاویگا اور نہ اسمیں کچھ عوام کا خدشہ کیونکہ شیخ کر اس کو پڑھتے ہی نہیں پس اعتراض بحال خود اور یہ جلوہ مؤلف کو غیر مفید ہے علی ہذا اشعار حضرت صفیہ کے اور حسان کے اور دیگر صحابہ کے اور معاملہ پاؤں سونیکا ابن عمر رضی کے اور قصہ فتوح الشام اور دیگر



کوئی پیر نہیں جسکی پناہ پکڑوں سوا آپ کے وقت اُترنے بلائے عام کے اور اشعر یہ ہے ؎ ولن یضیق رسول اللہ جاہک بی ٭ اذا الکریم تحلی باسم منتقم ٭ اے رسول اللہ منادی اور لفظ نداء محذوف بقاعدہ عربیت یعنی کچھ کم نہوگی شان آپکی یارسول اللہ ہماری شفاعت کرنے سے جبوقت اللہ تعالے ظہور فرماویگا صفت انتقام سے انتہی اور اسی معنی کے قریب شیخ شرف الدین مصلح المعروف بسعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ جو واصلین طریقت اور کاملین شریعت سے تھے حضرت خضر سے ملاقات کی ساتوں ولایت پھر بارہا پیادہ حج کیا یہ عالم فاضل ولی کامل خطاب حاضر کیساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر لکھتے ہیں ؎ چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے ٭ ز قدر رفیعت بدرگاہ حے ٭ کہ باشند مشتے گدایان خیل ٭ بمہمان دار السلام طفیل ٭ چہ وصفت کند سعدی ناتمام ٭ علیک الصلوۃ اے نبی والسلام ٭ اور نیز مولانا احمد تھانیسری کہ امیر تیمور کے عہد میں بڑے فاضل کامل مشہور تھے صاحب ہدایہ کے نبیرہ شیخ الاسلام سے جب ایک موقع میں انکی گفتگو ہوئی امیر تیمور نے جو دیکھا کہ شیخ الاسلام کو دبایا اسکی عظمت کیلئے یہ کہا کہ یہ نبیرہ میں صاحب ہدایہ کے مولانا نہ ڈرے اور یہ کہا کہ انکے دادا نے ہدایہ میں چند محل پر خطا کھائی اگر انہوں نے اسوقت ایک خطا کھائی کیا ڈر ہے غرضکہ یہ بڑے عالم فاضل اور عارف کامل تھے قلعہ کالپی میں انکا مزار ہے بہت لوگ زیارت کو آتے ہیں اُنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اُسمیں سے دو تین شعر لکھتا ہوں ؎ یا حیاتی و یا روحی و یا جسدی ٭ و یا فوادی و یا ظہری و یا عضدی ٭ مالی الیک سبیل القطع البید من قبل ٭ ولیس لی باصطبار عنک من مدد ٭ دیکھئے اسمیں بھی ہندوستان کے خطاب حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے اور نیز مولانا نظامی متوفی ۵۹۲ھ علم معقول و منقول میں فاضل کامل تارک الدنیا عارف صاحب دل سلاطین روزگار ان سے برکت چاہتے وہ کسیکے در پر نجاتے غرضکہ یہ جامع شریعت و طریقت بھی اشعار میں خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ نسبت کرتے ہیں ؎ من از کمترین آستان خاک تو ٭ بدین لاغری صید فتراک تو ٭ نظامی کہ در گنجہ شد پای بند ٭ مباد از سلام تو بے بہرہ مند ٭ گنجہ شہر ایران میں وہاں سے یہ خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے اور مولانا عبدالرحمن ابن احمد جامی متوفی ۸۹۸ھ جنکا فضل و کمال کسی سے مخفی نہیں شرح ملا اور شرح فصوص الحکم اور شرح نقایہ و شرح لمعات وغیرہ کتب مصنفہ انکی مشہور ہیں اپنے اشعار میں حضرت کو خطاب حاضر کرتے ہیں ؎ ز مہجوری برآمد جان عالم ٭ ترحم یا نبی اللہ ترحم ٭ نہ آخر رحمۃ للعالمینی ٭ ز محروران چرا غافل نشینی ٭ ملک خراسان میں ایک ولایت جام ہے جو وطن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیبوبت میں وہاں سے ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ مثل اہل کشف کر روی مبارک حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوقت مناجات کے انکے سامنے تھا اسلئے کہ یہ شعر بھی انکا انہیں اشعار کے ساتھ ہے ؎ شب اندوہ ما را روز گردان ٭ ز رویت روز ما فیروز گردان ٭ تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے ٭ کنی بر حال لب خشکان نگاہے ٭ از انجملہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی کہ فی صافی مشرب محدث فقیہ حنفی مشرب جنکی ایک سو سے زیادہ کتابیں فارسی اور عربی میں تصنیف ہیں تاریخ ولادت انکی شیخ اولیا ۹۵۸ھ اور تاریخ وفات فخر عالم ۱۰۵۲ھ ہے اپنی قصیدہ جو کہ اخبار الاخیار کے آخر میں مطبوع ہے لکھتے ہیں ؎ بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما ٭ بلطف خود سر و سامان جمع بے سروپا کن ٭ محب اہل دل محتاج توام کار من حیران ٭ بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن ٭ اور حضرت شاہ ابو المعالی حنفی فرماتے ہیں ؎ گر نبودے یا رسول اللہ ذات پاک تو

تمام قصص اور خطابات قصیدہ بردہ کے اور سعدی کے اور مولنا احمد تھانیسری اور مولنا نظامی اور مولنا جامی اور شیخ عبدالحق دہلوی اور شاہ ابو المعالی کے ہیں کہ سب میں غلبہ شوقیہ ہے ہرگز عقیدہ حضور کسی کا نہیں پس مؤلف کا ان نقول سے نہ معلوم کون فائدہ اُس کا ہوا

پس ہم غریبوں سے دولت پیغمبری تو اب اس دورۂ آخری میں بھی جو علما و صلحا و اہل سنت و الجماعت ہیں وہ خطاب حاضر یا رسول اللہ کہنا جائز رکھتے ہیں چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب مصنف تحذیر الناس اور مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی مدرس دیوبند وغیرہم چند علما کے پیر رشد ہیں اپنی کتاب ضیاء القلوب مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ ۹۴ میں واسطے حصول زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھتے ہیں۔ بدیں عبارت کہ بعد نماز عشا با طہارت کامل و جامۂ نو و استعمال خوشبو باادب تمام روی بسوی مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم شود و دل از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت صلعم بلباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر برکرسی نور تصور کند و الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ راست و الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ چپ و الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ در دل خود ضرب کند الیٰ آخرہ اور نیز انہی حاجی صاحب سلمہ اللہ نے ایک قصیدہ اردو زبان میں لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ ٭ مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ ٭ اس قصیدہ کے چند اشعار لمعۂ خامسہ نور دوم میں ہم نقل کر چکے ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اشعار بھی وہاں نقل کئے گئے ہیں جن میں یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ خطاب موجود ہیں **توجیہات جواز خطاب یا رسول اللہ** واضح ہو کہ بعض محبین درجۂ عشق کو پہنچے ہوئے ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے حضرت ابو الحسن شاذلی وغیرہ کہ ان سے ایک دم مشاہدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فوت نہوتا تھا ایسے آدمی اگر خطاب کریں تو انکے نزدیک تو وہ خود حاضر ناظر ہیں چنانچہ حاضر کے معنے موجود اور ناظر کے معنے دیکھنے والا جب موجود ہوئے تو دیکھنے والے بھی ہوئے ایسے شخصوں کے حق میں تو خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ محل کلام ہی نہیں باقی رہے دوسری طرح کے آدمی کہ انکو حضوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں انکے حق میں بھی خطاب کرنا ثابت درست ہی قطب ربانی امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن زین ایک مداح رسول تھا اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں زیارت کرتا تھا جو مکہ کا اس سے ایک آدمی نے اپنے واسطے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے انکو اپنی مسند پر بٹھلایا اسیدن سے دیکھنا منقطع ہو گیا اس مقام میں خاص عبارت میزان کی یہ ہے فلم یزل یتطلب من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الرویۃ حتی قرا شعرا فرای من بعید فقال تطلب رویتی مع جلوسک علی بساط الظلمۃ فلم یبلغنا انہ راہ بعد ذلک حتی مات یعنی پھر ہمیشہ وہ مداح سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکھا دیجے یہاں تک کہ ایکدفعہ شعر پڑھا تب حضرت صلعم دور سے کچھ دکھائی دیے اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کے فرش پر پھر ہمکو خبر نہیں ملی کہ اسکو حضرت صلعم پھر نظر آئے یہانتک کہ وہ مرگیا انتہی اب دیکھئے کہ محمد بن زین مداح باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکی نظر سے غائب تھے اور نظر نہیں آتے تھے وہ اسحالت غیبت میں بھی حضرت سے سوال کیا کرتا تھا کہ صورت مبارک دکھا دیجے انتہی پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر اور آدمی جنکو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ ٭ مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ ٭ تو صحیح اور جائز ہے اگر تم ملا خطرہ ایمان اسکو شرک بتاؤ اور یہ کہو کہ تم رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے ہو کہ وہ کراصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غیب کی خبر دیدیتا ہے تو انکو خبر ہو جاتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز کا کلام جو انکی تفسیر میں ہے

اور معترض کا اعتراض کس طرح رفع ہوا علی ہذا القیاس ضیاء القلوب جس میں نذر و خطاب صیغہ صلوٰۃ و سلام میں ہے اور قصیدہ کے اشعار شوقیہ جو بعد اسکے جسقدر منقول ہا کچھ مولف نے چند اوراق لکھے کوئی اصل اعتراض کو نہیں اٹھاتا اعتراض بحال خود ہے اور مولف لکھ لکھ کر



یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے درجے کو پہچانتے ہیں کہ اس کا ایمان کس درجہ پر ہے اور فرشتے سب امت کے اعمال حضرت کے پاس پہنچاتے ہیں انتہی کلامہ۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہرقل بادشاہ روم کو نامہ رقم فرمایا تھا، بروایت بخاری اس کے الفاظ یہ ہیں اسلم تسلم اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم اس میں خطاب حاضر کا ہے بادشاہ روم کو حالانکہ آپ ملک عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا اور وہ اصحاب کشف سے نہ تھا کہ حضرت کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا لیکن چونکہ یہ بات تھی کہ قاصد اس خط کو لیجا کر اس کے ہاتھ میں دیدیگا یہ خط اس کی نظر کے سامنے گذریگا خطاب صحیح ہو جاویگا، اسی طرح ابتک رسم جاری ہے کہ ہم خط میں مکتوب الیہ کو الفاظ خطاب کے لکھدیتے ہیں کہ فلاں چیز بھیجدو اور تاکید جانو فقط اسی اعتماد پر کہ جب قاصد یہ خط ان کو دیگا تو ہمارا خطاب حاضر لکھنا صحیح ہو جاویگا جب قاصدوں کی چٹھی رسانی کے اعتماد پر خطاب حالت غیبوبت میں جائز ہو ملائکہ جو ہرگز اللہ کا عصیان نہیں کرتے اور جو ان کو خدمت سپرد ہوتی ہے ممکن نہیں کہ ان سے تخلف ہو جاوے ان کے اعتماد پر کس طرح خطاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز نہ ہو۔ جب بواسطہ ملائکہ ہمارا قول ان کو صبح شام پہنچتا ہے تو وہ مثل حاضر کے ہیں اگرچہ ہماری آنکھوں کے سامنے جمال مبارک نہیں۔ پس خطاب حاضر کرنا جائز ہے اور اگر ضعیف الایمان آدمی اس تقریر پر بھی راضی نہ ہو تو تیسری توجیہ اور بھی ہے۔ یعنی جس کو کسی کا عشق ہوتا ہے اس کا نقشہ آنکھوں میں پھرا کرتا ہے۔ اس اعتبار سے بھی حاضر جان کر خطاب کر دیتے ہیں۔ اشعار عرب میں یہ بات کثرت سے ہے۔ از انجملہ دو شعر عبد السلام ابن یوسف کے جذب القلب سے نقل کرتا ہوں ؎ علی ساکنی البطن العقیق سلام ٭ وان اسہرونی بالفراق و ناموا ٭ خطرتم علی النوم و ہو محلل ٭ و حللتم التعذیب و ہو حرام ٭ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بی بی زلیخا کا حال جو مولوی جامی صاحب نے لکھا ہے وہ سب کو یاد ہوگا کہ شروع عشق میں جب تک نکاح نہ ہوا تھا۔ کس کس طرح تصورات میں باتیں کیا کرتی تھی۔ از انجملہ اس مقام کے دو شعر لکھتا ہوں ؎ خیال یار پیش دیدہ بنشاند ٭ ہم از دیدہ ہم از لب گوہر افشاند ٭ کہ اے پاکیزہ گوہر از چہ کانی ٭ کہ از تو دارم این گوہر فشانی ٭ دلم بردی و نام خود نہ گفتی ٭ نشانے از مقام خود نہ گفتی ٭ یہ زلیخا حضرت یوسف سے غیبوبت کی خطاب کر رہی ہیں۔ نہ یہ شرک ہے نہ یہ کفر پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کے ہیں وہ اسی لیے ہیں۔ چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبۂ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث تصور فی الذہن کی کرتے ہیں لیکن چونکہ تم لوگوں کا ایسا تصور اور ایسا خیال بندھا ہوا نہیں۔ تمہاری سمجھ میں یہ بھی نہیں آئیگا کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ کلام الٰہی سچا ہے۔ اب ہم چوتھی توجیہ خطاب کی اور بتا دیں قرآن شریف میں وارد ہے یا حسرۃ علی العباد یہاں لفظ یا حرف ندا ہے جس سے مخاطب حاضر کو پکارا کرتے ہیں یہ لفظ یا داخل ہوا ہے۔ حسرت پر اور حسرت ایسی چیز ہے ادراک و شعور ہے کہ اسکو قیامت تک کبھی خبر نہ ہوگی۔ کہ مجھ کو کوئی پکارتا ہے امام رازی کا کلام اس مقام میں یہ ہے المقصود ان ذلک وقت الحسرۃ فان امثالہ مجاز والمراد الاخبار غرضیکہ سب مفسرین اس مقام میں لکھتے ہیں کہ یہ ندا کلام عرب میں شائع ہے اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ یہ وقت حسرت کا ہی یعنی یہ غرض نہیں کہ حسرت کو پکارتے ہیں اور بلاتے ہیں اس مقام پر ندا مجاز ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ کہیں ندا مجازا ہوتی ہے اور مراد اس سے خبر دینا ہوتی ہے پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ لو کہ جو کوئی کہتا ہے ؎ تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ ٭ فدا ہے میری جان یا رسول اللہ ٭ اسکا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اسکی جملہ خبر یہ ہے گو کہ اس نے لفظ ندا یہ بولا ہے یہ کیا مزدور

مطمئن ہوتا ہے مگر لفظ لفظ کی جواب کی تحریر مناسب ہو اور چند خطا جو اس تقریر میں مولف نے جو نکہ تطویل بے سود ہے اور ہمارے کچھ خلاف نہیں اور مولف کا سلم سب ظاہر ہو چکا ہے۔ ان چند خطاء پر موقوف نہیں اور جو کچھ زبان درازی نسبت مانعین بدعت کے کی ہے اس کا بھی جواب

نیز مفید تفضیل ۱۲

ہے کہ یوں کہو یہ شخص خدا کی طرح حاضر جانکر پکارتا ہے ہاں البتہ یہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگونکے ذہن میں جلاتے ہو یہ کہکر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر اور خطاب نہیں کہا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے کہ کلام صحابہ میں غائب کو خطاب اور ندا موجود ہی روایت ہے کہ حضرت علیؓ جب وقت خلافت حضرت عثمانؓ میں ایک رات مسجد کی طرف آئے دیکھا چراغ مسجد میں کثرت سے روشن ہیں تو حضرت عمرؓ کو دعا دی اسی کے الفاظ سیرت حلبی صفحہ ۱۳ میں یہ ہیں نورت مساجد نا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب یعنی روشن کیا تونے ہماری مسجدوں کو اللہ روشن کرے تیری قبر کو اے بیٹے خطاب کے" دیکھئے یہاں حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ خطاب فرماتے ہیں بعد وفات عمرؓ اور یہاں عمرؓ کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنا یا بلانا جو فائدہ ندا کا ہوتا ہے مقصود نہیں غرض انکی دعا دیتی ہے یعنی اللہ روشن کرے عمرؓ کی قبر کو چنانچہ بعض لوگ راویوں نے جو روایت بالمعنی کرتے معنی مقصود کو قالب دعا میں ڈھالکر روایت کردیا ہے۔ نور اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا - اب ایک مسئلہ فقہ کا بھی لکھتا ہوں درمختار اور قہستانی وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جس وقت اذان موذن کہے الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز پڑھنا اچھا ہے سونے سے تو چاہیے سامعین جواب اسکا اس طرح دیں صدقت وبررت یعنی تو نے سچ کہا اور بھلا کہا اگرچہ شامی نے کہ یہ جواب دینا حدیث میں ایک واقع ہوکہ یہ جواب دینا کتب فقہ میں ہرگز مقید اس بات کی ساتھ نہیں کہ موذن کے پاس اگر جواب دیں دور سے نہ پڑھیں لیکن اسی واسطے یہ دستور ہے کہ جس وقت صبح صادق کو موذن اذان کہتا ہے اور آدمی اکثر اسوقت اپنی اپنی منازل اور مکانات میں ہوتے ہیں نہ انکو موذن وہاں نظر آتا ہے غائب بھی نظر سے اور نہ موذن خود انکے جواب اور خطاب کو سن سکتا ہے باایں ہمہ اس حالت غیبوبت میں جہاں موذن نے کہا الصلوٰۃ خیر من النوم سب مسلمان آدمی جواب دیتے ہیں صدقت وبررت یعنی تو نے سچ کہا اور بھلا کہا یہ غائب کو خطاب حاضر کا ہوتا ہے پس چاہیئے ان فقہا و آجرالزمان کے نزدیک یہ سب جواب دینے والے کافر ہوں حالانکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں اگرچہ انہوں نے خطاب کیا لیکن مراد انکی یہ ہے کہ موذن نے سچ بات کہی پس اسطرح جو شخص کہتا ہے سہ ماسوائے تو یا رسول اللہ ⁂ از برائے تو یا رسول اللہ ⁂ اگرچہ خطاب کیا ہے لیکن مراد یہی ہے کہ اللہ نے ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کیواسطے یعنی انکی سبب پیدا کیا ہے اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے کہ یا رسول اللہ اسکی بہ نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح ملا علی قاری غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی ادعو ہے اور ادعو کے معنی ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ ہوئے کہ پکارتا ہوں رسول کو یعنی انکو یاد کرتا ہوں اور انکا نام لیتا ہوں کہو اس میں کیا شرک ہے کفر ہوگیا اللہ پناہ دے کچھ فہمی معاندین سے الحاصل ہم خطاب کو چند توجیہات سے ثابت کرچکے اور نیز ثبوت کامل دے چکے عہد رسالت سے اسوقت تک آنحضرت کو با الفاظ خطاب و بصیغہ حاضر یاد کرنا نماز میں اور خارج نماز دعا میں نظم و نثر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء و صلحاء و مقبولین سے اب دیکھنا چاہیے کہ یہ سب مقبولین باوجود حالت غیبوبت کی خطاب کرنیوالے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ ⁂ معاذ اللہ منکرین کے نزدیک کافر ہیں جو انکو کافر قرار دیں ہمارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذالک الا حار علیہ متفق علیہ یعنی صحیح مسلم بخاری میں ہے جو شخص کسی کو کافر یا دشمن کہیگا حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ کفر و لعنت اسی کہنے والے پر الٹ آتی ہے انتہی اب چاہیے کہ مانعین اپنے ایمان کی خیر منا دیں ایسا نہ پرائی بدشگونی میں اپنی ناک کٹے لمعۂ سابعہ اعتراضات متفرقہ کہتے ہیں کہ جب مولد شریف پڑھتے ہیں اور قرآن شریف ہمیشہ نیچے بیٹھے پڑھتے جب مولد شریف کا درجہ قرآن سے بھی زیادہ کردیا جواب

بھی جواب لکھنا ضروری نہیں ہذا ختم کرتا ہوں ناظرین کو حال سخن فہمی مولف کا معلوم ہولیا اور سلیقہ جواب نویسی روشن ہوگیا مولف اپنے منہ یہاں مٹھو بنیں اور بس اور شرح سوال میں بھی اسکی بحث گذر چکی ہے بارہ میں مانعین کے اعتراض کا نہ سمجھا | قولہ لمعۂ سابعہ اعتراضات متفرقہ کہتے ہیں جب مولد شریف پڑھتے ہیں اور اقول چوکی کی منبر کی اصلہ غرض صحیح کیواسطے جائز ہے معترض یہ کہتا ہے کہ یہ مجلس مولود ہیں اگر قلیل آدمی کہ حاجت بلند مکان پر ہونے قاری ہو مولود کی سنتہ ہو جب



حقیقی اس کا یہ ہے کہ درجہ قرآن کو ہاتھ لگانا بے وضو جائز نہیں اور کتاب مولد شریف کو اگر کوئی بغیر وضو ہاتھ میں لیلے تو اس کو گنہگار نہیں کہا جاویگا یہ دلیل صریح ہے کہ ہم کلام اللہ کو بڑا سمجھتے ہیں اور منبر چوکی پر بیٹھ کر پڑھنا ایک سبب سے ہے تاکہ قاری مولد سب اہل مجمع کو نظر آوے اور سب اسکو نظر آویں اور اوپر بیٹھنے سے آواز اپنی حالت پر بلندی سے ہر طرف پہنچتی نیچے بیٹھنے سے کسی قدر دب جاتی ہے اور تلاوت قرآن میں یہ باتیں مقصود نہیں ہاں اگر کوئی موقع ایسا ہو کہ قرآن اعلان سے لوگوں کو سنایا جاوے تب اس کے لیے بھی منبر مناسب ہوگا اور جواب الزامی یہ ہے کہ یہ اعتراض مجلس وعظ پر کیوں نہیں جاری کرتے ہیں مولوی عبدالرب صاحب وغیرہ کے وعظ میں جاکر دیکھو کہ ان کے وعظ میں قرآن شریف کی آیتیں کس قدر پڑھی گئیں اور قصے حکایتیں کس قدر اور طعن مقابلین پر کس قدر اور پھبتی اور ضلع بازی کس قدر اور شعر کس قدر پھر ان صاحبوں کا حال یہ ہے کہ اس قسم کا وعظ تو سب اکثر بلند جگہ پر بیٹھ کر کہتے ہیں اور خالص قرآن شریف کو نیچے پڑھتے ہیں جو جواب اس کا ہے وہی ہمارا اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں نہ فرش بچھا دیں نہ خوشبو لگادیں نہ کچھ سامان کریں مولد شریف میں کیا کیا سامان کیا جاتا ہے جواب عیدین کی نماز کیلئے جو فرض نہیں ہے نہانا کپڑے بدلنا خوشبو لگانا طرح طرح کے تکلفات ہوتے ہیں پانچوں وقت کی نماز جو فرض قطعی ہے اس کیلئے کچھ بھی نہیں ہے سوائے وضو اور استنجا کے وجہ اسکی یہی ہے کہ وہ برس دن میں دوبار یہ ایک دن میں پانچ بار

بھی اہتمام سے ہوگی منبر کی تدبیر ہوتی ہے اور اسی واسطے مثل لوازم ضروریہ مجلس کے ہوگیا ہے اور اگر قرآن کسی حافظ قاری سے سنیں تو باوجود کثرت کے بھی اسکا انتظام نہیں ہوتا جیسا اور انتظام کا حال ہے کہ اس مجلس کے واسطے سب طرح کا اہتمام لباس فرش تعطر سب کچھ قصداً ضروری سمجھا خلاف قرآن کے پس اسوجہ سے معترض کہتا ہے کہ بوجہ اہتمام کے اس مجلس میں اور عدم اہتمام کے قرآن میں ایہام تفضیل مولود کا قرآن پر ہوتا ہے بلکہ عوام کا اعتقاد بھی یہ ہوگیا ہے اور یہ مکروہ اور بدعت ہے پس مولف کا جواب دیکھو کیا خوب کہتا ہے کہ آواز پہنچانے کیواسطے اور دیکھنے دکھانے کیواسطے اوپر بیٹھتے ہیں سبحان اللہ معترض تو تصریح کرتا ہے کہ اگر کہیں ایسی حالت ہو کہ بدون چوکی کے آواز پہنچے اور تراآئی متحقق ہو جب بھی اہتمام اس کا ضرور ہوتا ہے اور دوسرے عوام کا ضروری جاننا اور ایسے اہتمامات سے مولود کا افضل قرآن سے اعتقاد کرنا موجب ہے گر مولف کچھ نہیں سمجھتا اور کہہ دیا کہ رفع صوت اور تراآئی کے واسطے ہے اور کراہت التزام و فساد عقیدہ عوام کا نہ جواب فہم اور خود جو کچھے اس کے بھی آیتی غایتی محض اعتراض کا اقرار اور بس بلا وضو کرنے سے اپنا عقیدہ افضلیت قرآن کا لکھدیا حالانکہ معترض اس معاملہ کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے پس دیکھو کہ جواب کو سوال سے کچھ بھی علاقہ نہیں عجب جواب ہے سو یہ تو تحقیقی جواب تھا ماشاء اللہ الزامی تو کیا کہنا اگر وعظ میں یا ایسا ہی حال ہو جاوے تو معترض اس کو کب جائز کہتا ہے اس کے نزدیک وعظ موصوف اور حالت کی چوکی منبر بھی مکروہ اور بدعت ہے یہ الزام جب ہو کہ معترض اس کی تصویب کرتا ہو خوشبو دیگر سامان مولد پر مانعین کا اعتراض | قولہ اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں نہ فرش الخ اقول تقریر سوال تو پہلے اعتراض میں ہو چکی کہ غرض سائل کی وجہ اہتمام سے ایہام تفضیل بلکہ خود تفضیل عوام کے نزدیک مولود کی قرآن پر ہے مگر مولف کا جواب عجیب قابل غور کے ہے سو کہ عیدین میں بحکم شارع علیہ السلام کے احسن لباس اور غسل اور تطییب وغیرہ بوجہ عید السلام ہونے کے مستحب ہے کہ یہ لوازم سرور ہے اور طبع ہو ایسی حالت میں حسن لباس وزینت کے ہوتی ہے اور صلوٰۃ خمسہ میں عید نہیں لہذا وہاں حکم استحباب

له عطر و خوشبو ے آواز کی بلندی سه درست قرار دینا ے عمدہ لباس ھ خوشی کے لوازم

کی طرح سے سامان کرنے میں حرج ہے اور حرج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اٹھا دیا ما جعل اللہ فی دینکم من حرج پس یہی سمجھ لو قرآن کا پڑھنا روزمرہ ہے مولد شریف ایک آدمی برس دن میں ایک دو بار یعنی کبھی کبھی کرتا ہے۔ اور جو بات کبھی کبھی کرنے میں ہو سکا کرتی ہے وہ روزمرہ میں نہیں ہو سکتی — **اعتراض** حضرت کا نام سن کے کھڑے ہو جاویں اور اللہ تعالیٰ کے نام پر کھڑے نہیں ہوتے حضرت کو اللہ تعالیٰ سے بھی فوقیت دے دی۔ جواب یہ کمال کم سمجھی ہے اول تو یہ کہ حضرت کے نام پر ہر جگہ تو کھڑے نہیں ہوتے محض وقت ذکر ولادت شریف کے کھڑے ہوتے ہیں اس میں مناسب یہ ہے کہ ولادت کے معنے یہ ہیں کہ آپ عالم بطون سے ظہور میں آئے اور آنیوالے کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا مستحب ہے پس چونکہ حضرت کی شان عظیم ہے تو کچھ بادشاہ یا امیر کی عین قدوم میں تعظیم دکھاتی ہے وہ ایک ذکر و قدم وجودی میں دکھاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی نسبت تو ایسے قدوم کا ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کی شان مقدس یہ ہے کہ لم یلد ولم یولد پھر قیاس

احسن لباس کا نہ ہوا پس دونوں میں فرق ظاہر ہے اور یہ امر کہ عیدین بعد سال کے ہیں اور صلوات پانچ بار اس میں حرج ہے یہ بھی درست ہے مگر قرآن اور مولود دونوں ذکر ایک حال میں ہے بایں وجہ کہ ذکر میں نظافت[1] و تطییب مستحب ہے اور جملہ صلوات اور اذکار اس میں مشترک ہیں اور لباس احسن نہ مولود میں مستحب مامور اور نہ قرآن وغیرہ میں اور جو ہے تو سب جگہ برابر پس مثل عید کے مولود میں سامان ہو نہ قرآن و صلوات و اذکار میں نہ تو ~~عیدین کے احکام پر مولود کو قیاس کر سکتے~~ یہ جگہ اعتراض کی تھی نہ تو مولود میں عید ہے اور نہ خصوصاً حکم شارع کا ہے پس وجہ تخصیص کی مکروہ ہوئی اور یہی وجہ عوام کے فساد عقیدہ کی ہو گئی اور یہ فرق مولف کا کہ مولود سال میں ایک دو دفعہ ہوتا ہے اول تو قرآن کا مجمع بھی کبھی سال میں ہی ہوتا ہے نہ ہر روز جس کی وجہ سے عوام کو شبہ ہو اور معترض کی غرض ایسے مجمع کی قرآن کی ہی ہے دوسرے یہ کہ اگر ایک شخص سال میں دو بار مولود کراتا ہے تو مجموع جماعت مولویوں کی دو دو دفعہ اگر کریں تو ہر روز ہی ہو جاتا ہے آج کسی کے کل کسی کے علیٰ ہذا سال کے سال ہر روز ہوتا رہتا ہے پس اس مجمع کیواسطے تو ہر روز بھی لباس و ہیئت میں حرج ہو اور قرآن کے واسطے سال بھر میں ایکبار بھی حرج ہو غرض یہ عذر محض غلط ہے اور بہر حال تطہر تطییب[1] سب جگہ برابر اور قرآن میں احق ہے سو اس میں نہ ہو اور مولود میں لازم ہو گیا اور مجمع کا قرآن تو گاہ گاہ اور مولود مجموع تاس کا اکثر پھر قرآن میں نہ ہو اور مولود میں ہو یہ اعتراض تھا مولف نے ایک مغلط جواب دیا کہ عیدین اور صلوٰۃ خمسہ[2] پر قیاس کیا حالانکہ وہاں فارق[3] موجود ہے بخلاف یہاں کے پس اس علم و فہم کو دیکھنا چاہیے اور جو علت جمع کی قائم کی ہے وہ بھی بیجا اور دھوکا دہی کیونکہ مولود ایک شخص کا مراد لیا اور قرآن ہر روز پڑھنا ٹھہرا لیا حالانکہ معترض کی مراد مجموعہ ناس کی مجالس مولود کی ہے کہ ہر روز دوسرے روز واقع ہوتی رہتی ہے اور مجمع کا قرآن جو کبھی ہو جاتا ہے پس غور کرنا چاہیے کہ کیسا عجیب جواب مولف دیتا ہے الغرض ان توجیہات[4] رکیکہ[5] نے یہانتک نوبت پہنچائی کہ عموماً عوام کے قلب میں قرآن شریف کی عظمت نہ رہی اور مولود کو قرآن اور صلوات سے بھی افضل جان گئے اور کیا قصور عوام کا ہے جب نام کے مولوی ایسا اہتمام کریں کہ جو کچھ مولود کے واسطے ہر روز سہل ہے قرآن شریف اور صلوٰۃ کے واسطے برس دن میں بھی آسان نہ ہوا اسی واسطے شارع نے سب کچھ انتظام فرماتے تھے اب کے نام کے مولویوں نے اس کو توڑا اور مشاقہ امر شارع کی اور خلق کو خوار کیا۔

ترک قیام کے دلائل پر مولف کی زبان زوری قولہ اعتراض حضرت کا نام سنکر کھڑے ہو جاویں الخ اقول معترض مخالفت یہ کہتا ہے کہ قیام تعظیم ذکر اللہ میں کبھی مستحب ہے جیسا ذکر فخر عالم میں پس خصوصاً ذکر ولادت فخر عالم میں ترک کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی تعظیم اور ذکر اللہ کی احق ہے یہاں قیام کبھی نہ ہو اور ذکر ولادت فخر عالم دائماً ہو اسمیں ترجیح ہے تعظیم فخر عالم کو حق تعالیٰ کی تعظیم پر اسکا جواب مولف نے مگر کمال علم و فہم ظاہر کیا اول کہتا ہے کہ ذکر فخر عالم مع الفارق کا اعتراض

[1] پاکی [2] خوشبو لگانا [3] پنج وقتہ نمازیں [4] کسی لفظ معنی ظاہری کے علاوہ کسی معنی پر محمول کرنا [5] کمزور ۱۲



کیسی نادانی ہے اور خداوند کریم کی شان ہمارے سب کے نزدیک سوال سے بڑی ہے وہ خود ہمارے فعال سے دیکھلو کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہر روز نماز فرض و واجب و نوافل میں سامنے[1] سے زیادہ سجدے کرتے ہیں یہ کیسی بڑی تعظیم ہوئی کہ ماتھا زمین پر رگڑتے ہیں ہر روز اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے صرف اسقدر کہ ذکر ولادۃ شریف پر تعظیماً لظہورہ العظیم کھڑے ہو جاتے ہیں اب خیال کرو کہ تعظیم سو حصہ کی زیادہ کہاں ہوئی۔ اعتراض مطبع ہاشمی میں جو چند فتوی ممانعت مولد شریف کے چوبیس صفحہ پر چھپے ہیں اسکے صفحہ ۱۳ میں ایک عالم نے تحریر فرمایا ہے یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائے اسکی تعظیم کو قیام ہے تو یہ محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام ہر وقت وقوع ولادت شریف کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے الی ان قال اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اُسکے ساتھ کیا جاوے بلکہ یہ شرع میں حرام ہے لہذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا انتہیٰ کلامہ۔

سے کی گئی چنانچہ چند دفعہ لکھا گیا پس تعظیم اللہ میں قیام کا ایسا ترک کہ کہیں بھی اور کبھی نکیا جائے اور ولادۃ میں خاصۃً ایسا التزام کہ گاہ ترک نہ ہوا اور بقول مولف تکمیل تعظیم کے واسطے ضروری ہوا اور حق تعالیٰ کی تکمیل تعظیم کی حاجت نہ ہو یہ تفسیر شان تعظیم حقتعالیٰ کی ظاہر کہ بہر حال اس تخصیص سے اور تاکید سے یہ قیام بدعت ضلالہ ہو گیا چنانچہ نظائر تقید مطلق کی پہلی چند بار لکھی گئیں تو یہ فقرہ جواب مولف کا کسقدر بےمعنی ہوا اور خلاف عقل و شرع کے ٹھہرا گویا اعتراض کو ہی جواب میں ذکر کر دیا پھر مولف وجہ تخصیص کی لکھتا ہے کہ مناسبت یہ ہے کہ اس میں معنی قدوم کے ہیں پس اس مناسبت کو دیکھو کہ کیسی چرپوز بیانی ہے اول تو ولادت قدوم نہیں بلکہ بمعنی قدوم ہے پس اصل قدوم کے ذکر میں تو قیام ہرگز کبھی نہیں ہوتا حالانکہ تعظیم قدوم میں قیام کو خود مستحب لکھتا ہے اور جو اس کے معنے میں ہے اُسکے ذکر میں ایسا التزام قیام کا بمنزلہ واجب کے ہو گیا دوسرے یہ کہ تعظیم قیام کی قدوم محلی کے واسطے ہوتی ہے اور حکایت کو حکم محکی کا کہیں شرع میں نہیں دیا گیا یہ قاعدہ شرع میں جدید مولف نے خلاف امر شارع کے وضع کیا ہے اور وہ ہی تعین مطلق اور تعدی حکم اللہ پھر بھی رہی اور جو حکایت کو ذکر محکی کا کہتا ہے تو ذکر ذکر سب یکساں ہیں سب میں استحباب قیام کا ہے اور ذکر اللہ احق ہے وہ ہی ترجیح اور تخصیص پھر لازم آئی پھر مولف کہتا ہے کہ حق تعالیٰ قدوم وجودی سے پاک لم یلد ولم یولد ہے سو وہاں یہ تعظیم کیونکر ہو سکے پس اس فقرہ کو مولف کے دیکھو کہ تعظیم قیام کو حصر کرتا ہے ولادۃ کے قدوم میں تو گویا جو ولادت سے وجود میں آیا اُس وقت اُس کیواسطے تو قیام ہو یا اسکی حکایت میں ورنہ نہیں اول تو یہ خود اپنی ہی تحریر کے خلاف کہتا ہے کہ مطلق ذکر اللہ اور ذکر فخر عالم میں تعظیم قیام مستحب لکھ آیا ہے دوسرے پھر وہی تعین بالکل اور تقیید مطلق ہوئی اور زیادت تعظیم فخر عالم کی حق تعالیٰ پر لازم آئی کیونکہ یہ فرد تعظیم فخر عالم میں تو ایک ذکر خاص پر پائی جاتی ہے لزوماً اور حقتعالیٰ کیواسطے کہیں بھی کبھی نہیں ہوتی وہی محذور پھر لازم آیا اور پھر اپنی تعظیم کو جتلاتا ہے کہ ہم حقتعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں فخر عالم کو نہیں کرتے سو یہ بھی کم فہمی ہے معترض کب کہتا ہے کہ فخر عالم کو من کل الوجوہ اعلیٰ حق تعالیٰ سے بنا دیا ہے وہ تو اس تعظیم کیوجہ سے کہتا ہے کہ اس تعظیم خاص میں فوقیت دے دی ہے یہ محض مولف صاحب کے فہم کے قربان ان کے اتباع کہ کوئی بھی بات سیدھی نہیں ہوتے اصل اعتراض کا جواب کچھ نہیں اُسکا اعتراف اور دوسرا اعتراض ذمہ پر رکھ لیا اور پہلے لکھے کا خیال نہیں اور اُسکے مخالف قاعدہ گھڑ لیا سبحان اللہ قولہ اعتراض مطبع ہاشمی میں الخ اقول اس فتوے کی نقل دل نور چہارم میں کی گئی ہے سائل نے اس قیام مخصوص کو پوچھا تھا مجیب نے اُسکے جواب میں شوق قیام کو لکھکر ایک ایک

میں اسکے **جواب** میں کہتا ہوں الحمد للہ آپ کی زبان سے اتنا تو نکلا کہ قیام کرنا وقت وقوع ولادۃ شریف کے ہونا چاہئے خیر اسقدر آپ کا تسلیم کرلینا
بھی بس ہے ع عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است۔ بعد اسکے یہ فرمانا آپ کا کہ ہر روز کونسی ولادۃ مکرر ہوتی ہے نعوذ باللہ منہا یہ بڑی بیباکی ہے
اور اسکے بعد جو خرافات فرضی اور کنہیا کا سانگ وغیرہ الفاظ لکھے ہیں وہ تو نہایت درجہ کی بے ادبی و گستاخی ہے یہ خیال نکیا کہ کس عالیجناب
کا ذکر ہے آدمی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہشیار ہو کر الفاظ سوچ کر منہ سے نکالے ع ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

شق کا حکم شرعی لکھدیا مگر یہ کہ مطلق ذکر فخر عالم میں قیام مندوب ہے بلا قید و تخصیص یہ نہیں لکھا کہ سوال سائل میں استفسار تھا پس اس ایک
شق کا یہ جواب لکھا ہے کہ اگر قدوم روح مبارک کی وجہ سے یہ قیام ہے کہ وہ ظہور بمعنی قدوم کے ہے اور قدوم پر تعظیم مندوب ہے تو یہاں اسوقت
قدوم نہیں بلکہ ذکر قدوم معنوی کا ہے کیونکہ ولادت مکرر نہیں ہوتی ایک دفعہ ہو چکی اور اب اگر ذہن میں ولادت فرض کر کے قیام کرتے ہیں
تو اسکی کوئی نظیر شرع میں نہیں کہ فرضی امر کے ساتھ معاملہ اصلی شے کا کیا جائے تو مولف کہتا ہے **قولہ** میں اس کے جواب میں کہتا ہوں الخ
**اقول** مؤلف کو فہم مطالب سے تو یوں بعید ہے ہی کہتا ہے کہ الحمد للہ آپ کے منہ سے یہ بات نکلی یہ فقرہ مؤلف کا محض نادانی ہے کیونکہ یہ
اُسوقت لایق تھا کہ اول یہ ثابت کر دیتا کہ قیام تعظیم قادم کو مجیب منع کرتے ہیں اور ہرگاہ کہ یہ امر ثابت نہیں تو پھر یہ کلمہ تعجب کا خود مولف کے فہم
متعجب کا ثمرہ ہے مؤلف مقر ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا بوجہ قید کے ہوتا ہے پس یہ قول مجیب کا الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کے الخ خود دلالۃ کرتا ہے
کہ یہ قیام مخصوص بوجہ خصوصیت کے مورد تقسیم و احکام کا ہے قیام مطلق اس سے خارج ہے پس اپنے مسلم قاعدہ کے خلاف کہنا کسقدر تعجب
اور دیانت سے دور ہے معہذا صریح اس فتوی میں مذکور ہے کہ یہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوۃ کے واسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث ہے الخ
مگر مؤلف کے چشم حق بیں کہاں ہے کہ دیکھے پس ہرگاہ کہ مجیب کا یہ مذہب ہے کہ جس مقام میں قیام تعظیم شرعاً ثابت ہے وہاں مندوب ہے اور جہاں
کوئی وجہ منع کی ہے ممنوع اور قادم کے واسطے بشرط عدم مانع کے اور ذکر اللہ تعالی اور ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مندوب
مگر تخصیص مطلق کی بدون نص کے بدعت ہے تو پھر گنجایش اعتراض کی مولف کو کہاں ہے بلکہ یہ محض عناد ہے **قولہ** بعد اسکے یہ فرمانا
آپ کا الخ **اقول** مولف کو فہم مطلب سے تو کہیں کام نہیں ہوتا بے سوچے جو چاہا کہدیا نہ شرم نہ اندیشہ آخرت بھلا مؤلف جو ایسا سر پھلا کر تعجب
کرتا ہے اور گستاخی کا بہتان لگاتا ہے وہ کونسی گستاخی ہے مجیب نے یہ کہا کہ یہ قیام مخصوص اگر بوجہ تشریف آوری روح پاک عالم غیب سے عالم
شہادت میں ہے تو یہ قیام وقت ولادت شریف کے ہوتا اب جو اہل بدعت کرتے ہیں تو کیا اسوقت ولادت مکررہ ہوتی ہے پس یہ فقرہ
استفہام انکاری کا ہے کہ ولادت مکررہ نہیں اسمیں کون سی گستاخی ہے یہ امر صحیح اور درست ہے پھر مجیب نے کہا پس یہ ہر روز اعادہ ولادۃ
الخ یعنی ہرگاہ کہ تعظیم تو ولادت کی ہے اور ولادت یہاں کہیں موجود نہیں تو اہل بدعت گستاخ اعادہ ولادت فرضاً کرتے ہیں یعنے
کہ معدوم ماضی کو موجود فرض کرلیا اور فرضی موجود کو حقیقی تصور کرلیا جیسا ہنود کرتے ہیں پس ایسا کام کرنا سخت گستاخی اور زبون
حرکت ہے معاذ اللہ تو شان فخر عالم میں کس سے گستاخی کی مجیب نے ہرگز نہیں کی وہ اس فرضی ولادۃ کو گستاخی کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں تو
گستاخی کرنیوالے مولوی ہیں نہ مجیب اور جو اس ذکر پر قیام کو تشبیہ دینا گستاخی ہے بزعم مولف کے تو بھی بجا ہے کیونکہ اسوجہ مخصوص پر تو قیام مشابہ فعل ہنود کے
ہی ہے کہ وقت ولادۃ کنہیا کے ہنود بھی ولادۃ فرضی کر کے الیسی تعظیم کرتے ہیں گویا اب پیدا ہوا ہے سو یہ قیام خود ممنوع ہے تو اس فعل منع کو تشبیہ دینا



لیکن خیر جب آپ زبان پر لائے تو جواب اسکا دینا ضرور ہوا اے حضرت جس چیز کا ذکر آدمی بیدار دلی سے کرتا ہے اسکا تصور بالضرور ہوتا ہے ثبوت
دو نظیریں لکھتا ہوں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو قبل احرام باندھنے کے خوشبو لگائی تھی جب حضرت
عائشہ نے بعد مدت اس حال کو ایک موقع میں روایت کیا تو فرماتی ہیں۔ کانی انظرالی وبیص الطیب فی مفارق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی
گویا میں دیکھ رہی ہوں چمک خوشبو کی سر مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث صحیحین میں ہے اور ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے کانی انظر الی بریق ساقیہ یعنی گویا میں دیکھ رہا ہوں چمک پنڈلیوں نورانی کی یہ حدیث جامع ترمذی کی باب الاذان
میں ہے ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جنکو محبت ہوتی ہے انکو وقت ذکر محبوب کے وہی شان جمال محبوبی پیش نظر ہوتی ہے پس فخر الکل کا اب کونسی تصور وہ ذکر دلا

کس طرح گستاخی ہوئی مؤلف کو فہم نہیں معذور ہے **قولہ** جواب اسکا دینا ضرور ہوا الخ **اقول** مولف نے دو روایت نقل کیں دونوں میں
تصور حلیہ فخر عالم کا ہے اور کانی کا لفظ مذکور ہے پس مؤلف ہوش کر کے سنے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی جب کسی گذشتہ امر کو حکایت کرتا
ہے تو وہ محکی ذہن میں پیش نظر ذہن کے ہو جاتا ہے تو صحابہ جب حالات فخر عالم کے بیان کرتے تھے تو وہ محکی پاک نظر میں آجاتا تھا خواہ وہ
حلیہ ہوتا خواہ اور کوئی قصہ ہوتا اور اُس کی یاد پر سرور یا رقت یا کوئی حال مناسب آتا تھا اور یہ اب بھی سب انسان میں بدیہی ہے واحادیث
میں بکثرت موجود ہے پس یہ امر تو دونوں روایت سے معلوم اور مسلم ہے مگر یہ تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے ساتھ معاملہ خود
محکی کا ہوا ہو یہ ان دونوں روایتوں سے ہرگز کچھ ثابت نہیں ہوتا اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو مولف اور اُس کے
مقتدایان نشان دیویں کہ ولادۃ کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانیکے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسینے وقت اس ذکر کے
قیام کیا ہو یا مصافحہ کیا ہو یا سلام علیک یا کچھ اور معاملہ محکی کا ذکر و حکایت سے کہیں ہوا ہو پس ان دونوں روایت میں قطعاً یہ مذکور ہوتا
کہ گویا میری نظر میں ہے مؤلف کے مدعی کو کیا مفید ہوا اثبات تو اسبات کا کہ حکایت سے معاملہ محکی کا ہو مولف پر واجب ہے اور مجیب نے یہ انکار
نہیں کیا کہ وقت حکایت کے محکی ذہن حاکی میں نہیں آتا کہ مولف ان دونوں روایت سے اسکا اثبات کرے بلکہ اس تصور کے ساتھ معاملہ
تعظیم محکی کا نہیں ہوتا یہ لکھتے ہیں سو یہ ان دونوں روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہوا ذرا مؤلف ہوش کرے دو روایت مؤلف نے اپنی عادۃ
کے موافق دھوکہ دہی کو نقل کر کے اپنی عقل کے تیر چلانے لگا کہ بیشک محبوب کی شان پیش نظر ہوتی ہے مگر اس شان پیش نظر کے ساتھ
شرع سے یہ ثابت کرنا واجب ہے کہ محبوب کا سا معاملہ اسکے ساتھ شرع میں ثابت ہو یا عقل میں درست ہو اگر عاشق فریفتہ اور مجنون
ہو جائے وہ قاعدہ شرع و عقل سے خارج ہے اُس کا ذکر ہی نہیں پس مولف کا قول کہ اگر ولادت مکرر نہیں ذکر ولادت تو مکرر ہے
کسقدر بے معنی و لغو ہے کیونکہ ذکر ولادت کے مکرر ہونے سے قیام کا ثبوت کس طرح ہو جاویگا نہ مولف کی دو نظیر سے ثابت نہ کسی حدیث سے
نہ عقل کا تقاضا کہ حکایت کو قایم مقام محکی کا کر کے محکی کا معاملہ کرے اسی حماقت نے راہ بت پرستان کا مارا ہے اور صورت حاصلہ فی الذہن
علم کو کہتے ہیں علم شئے کا خود شے معلوم ہو کر معظم و مکرم خارجی عضائے مثل معلوم خارجی کے ہونے لگے یہ درجہ تو مشرکوں سے بھی بڑھ گیا
اُنہوں نے تو خارج میں ایک تصویر قائم مقام بھی کر دی تھی یہاں وہ بھی نہیں معاذ اللہ عن ہذا الفہم الردی الحاصل ذکر مبارک آپ کا
لاریب موجب کمال سرور مومن کا ہے مگر اس ذکر کے وقت صورت حاصلہ فی الذہن سے معاملہ خود ذات مبارک کا معلوم ہونے لگے

ہوتی ہے اے حضرت اگر ولادۃ مکرر نہیں ہوتی ذکر ولادت باسعادت تو مکرر ہوتا ہے اور اسوقت جو ظہور انوار و برکات و عجائب جلالت ہوا تھا وہ تو کرر دود ہوتا ہے اور وہ نقشہ جاہ و جلال و حسن و جمال کا تو ہر بار گفتگو تازہ سے دل میں تازہ ہوتا ہے اور آپ فرماچکے کہ قیام کرنا بوقت وقوع ولادت کے ہونا چاہئے تو جب تذکرہ کرنے سے پھر وہی تعظیم محبان رسول کے قلب میں طاری و ساری ہو گئی اور قیام کر دیا فرمائیے کونسی دلیل شرعی اسکے منع پر قائم ہے اور یہ جو آپ نے تحریر فرمایا کہ اس امر کی شرع میں کہیں نظر نہیں کہ امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اُسکے ساتھ کیا جائے اے حضرت ذکر ولادۃ شریفہ تو کوئی امر فرضی نہیں یہ تذکرہ تو امر حسی موجود فی الخارج ہے زبانوں پر اسکے الفاظ جاری کانوں میں اسکی صورت طاری تو نہیں اُسکا ذوق ساری پس اسوقت میں اگر اصل حقیقت کیطرح تعظیم دی جائے اسکی نظیر ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ شرع شریف میں مل جاویگی از انجملہ صوم عاشورا ہی کہاں

یہ ہرگز جائز نہیں ہاں کوئی عشق و وجد میں کھڑا ہو جائے یا بے اختیاری میں کچھ کرے یا لوٹ جائے وہ اس بحث سے خارج ہے جیسا علامہ شبلی کا قصہ ہے اور کچھ مرولادۃ پر ہی منحصر نہیں سب آپکے حالات میں ہی بعضا اہل وجد میں اسکو ملاحظہ کیا ہے اب مؤلف ذرا غور کرے کہ ان دو حدیثوں سے اور دلیل عقلی سے مدعا اسکا ہرگز نہیں نکلتا اس قیام کا ثبوت شرع سے کہیں نہیں ہو ویگا اگر ساری عمر سر ماریگا اسکا جواب کوئی نہیں ہوگا کہ صورت حاصلہ ذہن کیساتھ معاملہ معلوم خارجی کا ہووے ذرا ہوش کرے اور اس قیام کی کراہت پر دلیل شرعی تو خود بارہا دیکھی مگر مؤلف کے فہم پر غشاوہ ہے تعیین مطلق خود دلیل کراہت کی ہے اور تشابہ کفار دلیل کراہت کی ہے اور خلاف سلف کے ہونا دلیل کراہت کی ہے اور کیا چاہتا ہے **قولہ** اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ امر فرضی الخ **اقول** لاحول ولا قوۃ الا باللہ مؤلف کسقدر کند ذہن آدمی ہے ہرگز نہیں سمجھتا ارے مرد آدمی ولادۃ خارجی واقعی تو محکی ہے اور ولادت کا تصور جو وقت ذکر ولادۃ کے ہو وہ اسکی صورت ذہنی اور حکایات ذہنی ہے اور جو تذکرہ لسانی ہے وہ حکایت زبانی ہے پس ولادت حقیقی تو وہ ہے جو گذر گئی اور ولادت فرضیہ یہ ہے کہ اس وقت اسکی صورت ذہن میں لیکر یا حکایت زبانی کو قائم مقام اصلی کے کرتے ہیں اور اس تصور یا الفاظ حکایت کو ولادۃ فرض کرتے ہیں گویا یہ وہی ہے پھر اُسکے ساتھ تعظیم عین ولادت جیسی کرتے ہیں محکی کو فرضی نہیں کہا اور نہ حکایت کو فرضی کہا بلکہ حکایت کو فرضی کہا ہے یا یعنی کہ مثل محکی کے حکایت کو بناویں اور حکایت کو محکی فرض کریں اور معاملہ اصل کا اُسکے ساتھ کریں ولادت اور ذکر ولادۃ میں فرق بدیہی ہے مضاف اور مضاف الیہ دو ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتا پس ذکر ولادت خود ولادۃ نہیں لہذا مضاف الیہ کا معاملہ مضاف کے ساتھ شروع سے ثابت نہیں اور یہ بھی سفسطہ ہے کہ مضاف کو بمقام مضاف الیہ کے رکھکر معاملہ مضاف الیہ کا کریں ہنود کو یہی دھوکہ ہوا ہے کہ ذکر ولادۃ کو عین ولادت جان کر معاملہ ولادت کا کرنے لگے یہ امر بدیہی ہے اگر عقل ہو تو مؤلف تمام مضاف و مضاف الیہ کو اور حکایت و محکی کو ذہن میں لیکر عقل کو کام فرماوے اور سمجھے **قولہ** از انجملہ صوم عاشورا ہی الخ **اقول** پہلے خوب محقق ہو چکا کہ فخر عالم علیہ السلام نے صوم عاشورا باقتراض حقتعالےٰ اور حسب عادت قدیم کے رکھا تھا اور ہرگز باتباع یہود کے یا بوجہ شکر نجات حضرت موسیٰ کے نہیں رکھا اس تحقیق کا اعادہ نہیں کیا جاتا وہاں دیکھلیویں ابن حجر نے اس صوم کو اعادہ سرور کی اصل ٹھہرایا تھا کہ جیسا شکر نجات تجدد و امثال ہر سال عود کرتا ہے شکر ولادۃ بھی ہر سال اس تاریخ میں اگر عود کرے تو کیا مناسبت اسمیں ہے مگر فی الواقع یہ دونوں متغائر ہیں چنانچہ سب تحقیق ہو چکی مگر بہر حال مناسبت ظاہر میں تھی گو واقع میں فرق ہے لیکن مؤلف نے یہ غضب کر دیئے کہ بالکل کوئی مناسبت ہی نہیں



فرعون کا ڈوبنا اور موسی علیہ السلام کا نجات پانا اور اس شکریہ میں موسی علیہ السلام کا روزہ رکھنا اور کہاں یہ ہمارا زمانہ کہ ابتک وہ روزہ چلا جاتا ہے حالانکہ حقیقت وقوع واقعہ غرق فرعون و نجات موسی تو اسی دورہ میں ہوئی تھی اب وہ اصل حقیقت موجود نہیں پس جبکہ آپ قائل ہوئے کہ وقوع ولادت میں قیام ہونا چاہئے تو اگرچہ وہ حقیقت اب موجود نہیں لیکن ہیئتہ تعظیم کا جاری رہنا بعد انقضائے اصل واقعہ کے بنظیر صوم عاشورا ثابت ہو گیا اور دوسری نظیر ایک اور بھی ہے جب سو خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو مدینہ میں بخار کی بیماری تھی مشرکوں نے کہا کہ ان لوگوں کو مدینے کے بخار نے سست زار و نزار کر دیا انسے طواف بھی نہو سکیگا یہ کہا اور مقام حجر کیطرف کو مشرک لوگ ان کا تماشہ

دیکھی اور پھر اصل بنا دیا یہ محض خیال فاسد ہی ہے اسواسطے کہ وہاں اعادہ سرور ولادۃ کا مثل یوم ولادت میں تھا جیسا سرور عاشورا مثل یوم نجات میں ہو غرض ہر دو یوم تو مناسب ہیں اور یہاں تو محض مؤلف کا امر فرضی ہی ہے اور فرضی امر ٹھیرا کر جسکا کہیں خارج میں وجود نہیں معاملہ اسکا کرتا ہے اور عجب نے اسکو ہی رو کیا ہے کہ جسوقت چاہے ذہن میں تصور ولادت کا کر لیا اور زبان سے حکایت اس ولادت کی کر دی اور اس تصور ذہنی یا الفاظ حکایت کی تعظیم مثل عین ولادۃ کے کرنے لگے تو یہاں مؤلف کو واجب تھا کہ اپنے مدعی کے اثبات میں ایسے نظیر دیتا کہ زبان سے حکایت کر کے اُس حکایت کے ساتھ تعظیم محکی کی کی ہو یا ذہن میں تصور کر کے اُس صورت ذہنیہ کی تعظیم قیام خارجی سے کی جائے تاکہ مسئلہ اسکا ثابت ہوتا ورنہ اس نظیر سے اس کو کیا نفع ہے اب معلوم کر مؤلف کے نزدیک لادۃ حقیقیہ ماضیہ کا قائم مقام فقط تصور ذہنی ہے یا حکایت لفظ لسانی ہے یا دونوں ہیں جسکے واسطے قیام تعظیم ہوتا ہے بہرحال اس فرضی تصور یا حکایت واقعہ کی تعظیم جو فرضاً محکی ہوا ہے اس نظیر صوم عاشورا سے کچھ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یوم عاشورا تجدد و امثال ہر سال عود کرتا ہے گو غرق فرعون و نجات بنی اسرائیل عود نہ کریں سو یہود تعظیم اس یوم کی کرتی تھی اور عید مناتے تھے نہ یہ کہ تصور غرق و نجات کا کر کے عید کرتے ہوں یا ذکر غرق و نجاۃ کا پڑھکر عید مناتے ہوں بخلاف مؤلف کے کہ وہ مجلس تصور اور الفاظ حکایت و ذکر کو مقام عین ولادۃ کی کرتا ہے اور تعظیم اسکی مثل تعظیم عین ولادۃ کی ہوتی ہے دیکھو کہ فعل یہود میں اور فعل مؤلف میں زمین آسمان کا فرق ہے یہود کے فعل کو تو کچھ مناسبت ہی بھی کہ زمانہ زمانہ مماثل ہے مگر مؤلف کے فعل میں کچھ بھی مناسبت نہیں محض مغایرت ہے اور ہنود جیسا فرضی معاملہ ہے اور خیال پرستی کا قصہ ہے معاذ اللہ کیا سوء فہم ہے کہ جو دن سمجھے جو چاہے لکھ دیوے اور شرم نہ کرے شکر نجات حضرت موسیٰ کا دائمی تھا اور مثل یوم واقعہ کو شکر کیواسطے مقرر کر دینا عید بنانا تھا ایسا ہی شکر ولادۃ فخر عالم علیہ السلام کا دائمی ہے اور اُسکے یوم ولادۃ کو ٹھیرا دینا عید بنانا ہے اس مناسبت سے ابن حجر نے یوم عاشورا کو نظیر سرور یوم ولادۃ لکھی تھی گو اصل میں یہ اصل بنانا بے اصل تھا کیونکہ صوم فخر عالم اس وجہ سے ہرگز نہیں تھا اور سرور و قید کو آپنے رد ہی کر دیا تھا لیکن صورت غرق فرعون و نجات موسیٰ کو ذہن میں ٹھیرا کر یا ذکر غرق و نجات کا کر کے اور اصل واقعہ کے قائم مقام فرض کر کے تو عید نہیں بنایا تھا جیسا کہ مؤلف بیاد و حکایت واقعہ ولادت کے کھڑا ہونا لکھتا ہے یہ تو نہ ابن حجر کو سوجھی تھی نہ یہود نے یہ فرضی کام کیا تھا مؤلف ذرا شرما کر اپنی اصل بے اصل کو خیال کرے کہ شرع محمدی میں تصور ولادت و حکایت ولادۃ کو مقام عین ولادۃ کے قائم و فرض کر کے خیال و لفظ پرستی کرتا ہے حالانکہ شرع میں یہ محض بے اصل امر ہے اور توبہ کرے **قولہ** اور دوسری نظیر الخ **اقول** رمل میں قوۃ دکھانا کفار کو تھا مگر دوسری علت کا ہونا کہاں سے محقق ہوا کہ سوائے اسکے کوئی علت نہیں تھی ایک شے کی کئی کئی علل ہوتی ہیں پس بعد فتح مکہ کے اگرچہ یہ علت مرتفع ہوئی مگر دیگر علل کا

دیکھنے لگے تب حضرتؐ نے صحابہ کو فرمایا کہ ان مشرکوں کے سامنے طواف کے وقت رمل کرو انہوں نے رمل کیا یعنی جس طرح پہلوان لوگ وقت
لڑائی کے کودتے ہوئے اور مونڈھوں کو ہلاتے ہوئے بہادرانہ چال چلتے ہیں اُسی طرح صحابہ مشرکوں کے سامنے چلتے تھے در کفار یوں خیال کرتے
یہ تو ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہیں یہ روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں خلاصہ یہ کہ رمل یعنی کود اُچھل کر مونڈھے ہلا کر چلنا اُسوقت تو واسطے
دکھلانے کفار کے کیا تھا لیکن پھر بعد اس زمانہ کے جو حجۃ الوداع واقع ہوا اُسوقت بھی قوۃ رفتار رمل کے طور پر وقوع میں آئی حالانکہ
اُسوقت کوئی مشرک وہاں نہ تھا قطعاً اور قایم رکھا اُسوقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رفتار تبختر کو اور پھر قائم رکھا بعد
آپکے خلفاء راشدین نے پھر تابعین نے یہاں تک کہ ابتک بھی وہی پہلوانوں کی چال کود اُچھل کر وقت طواف کیجاتی ہے اب دیکھئے یہ معاملہ
حقیقت کا سا بعد منقضی ہو جانے اصل حقیقت کے کیا جاتا ہے الی یومنا ہذا اور جاری رہیگا الی یوم القیمۃ حالانکہ اصل علت موجود نہیں یعنی اب
حرم شریف میں ایک بھی کافر نہیں جسکو اپنی طاقت اور جوانمردی اور بہادری کی چال دکھایئے چنانچہ صاحب ہدایہ اس معنی کیطرف اشارہ
فرماتے ہیں فرمبقی الحکم بعد زوال السبب فی زمن النبی علیہ السلام وبعدہ اور شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے معلوم شد کہ بعد از
از زوال علت نیز ایں حکم باقی ست تو حضرت صاحب اصل حقیقت کا سا معاملہ بعد انقضائے حقیقت بھی کرنیکی نظیر شرع میں موجود نہیں
اور جس چیز کی نظیر پائی جاوے وہ موافق قاعدہ مولوی اسمعیل صاحب کے بدعت نہیں ہوتی الحاصل جب آپ قائل ہو چکے کہ اصل حقیقت
یعنی وقوع ولادۃ شریف میں قیام ہونا چاہئے اور ہم کہتے ہیں کہ واقعی آپ اس امر میں حق پر ہیں چنانچہ بعض روایات مولد میں آیا ہے کہ اسوقت ملائکہ اور حور
رفع ہوتا کیونکر معلوم ہوا پس ولا نسلم یہ جزم کہ دوسری علت نہیں تھی صحیح نہیں بلکہ یہاں دوسری علت کا احتمال بلکہ قرینہ وجود اُسکا ہے جس کا
ذکر اب آتا ہے نہایت یہ کہ ایک علت کو شارع نے بیان کیا دوسری علت کو مجتہدین کے استنباط پر رکھا جیسا اکثر نصوص میں بیان
علت نہیں فرمایا اگر ہم تسلیم کریں کہ دوسری علت نہیں تھی تو حجۃ الوداع میں آپکا رمل کرنا اور کرانا یہ بھی علت ہے کہ باتباع آپکے فعل کے ہوا
اور آپنے تقریر فرمائی پس یہ علت نہایت قوی ہے تو نص علت رمل کی موجود ہے ہر چند اس میں بھی استخراج علت کا ممکن ہے مگر سلمنا کہ یہ
نص خلاف قیاس کے ہے کہ فقہا کے فہم میں اسکی علت نہ آئی پس جو نص خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اصل کسی شئے کی نہیں ہوتی اور
مقیس علیہ نہیں بنائی جاتی تعدی حکم اُس سے ناجائز ہے اور حکم اس کا مقصود بمحل نص ہی رہتا ہے پس اس دلیل سے قیاس مولف کا محل
نزاع میں باطل ہوا اور نظیر اس کی بھی لغو ہوئی اب دیکھو علی قاری شرح مناسک میں کیا لکھتے ہیں لا یقال الاصل فی الحکم انہ یزول بزوال
العلۃ فانا نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال الشر و عینۃ تذکر النعمۃ الامن بعد الخوف لیشکر علیہا فہذہ علۃ اخری والحکم قد ثبت
بعلل متبادلۃ وانتفاء شخص علۃ لا یوثر فی انتفاء نوع الحکم ولئن سلم فالحکم ہہنا مع عدم العلۃ فہو غیر معقول المعنی الخ انتہی اور قول صاحب
ہدایہ کا جو نقل مولف نے کیا ہے اُسکے یہ معنے ہیں کہ بعد زوال اس سبب کے جو اُسوقت آپنے اظہار فرمایا تھا مطلق اسباب رمل کی کیونکر اگر کوئی
سبب نہیں تو رمل شارع کا تو خود علت حکم کی موجود ہے کہ اصل علت نص ہی ہوتی ہے مگر مولف کسکا فہم لائے جو سمجھے پھر سنو کہ یہ نظیر بھی
محض مغلطہ ہے کیونکہ طواف کی مثل طواف ہے من کل الوجوہ طواف طواف سب ایک ہیں یہاں بھی اعادہ سبب کا موجود ہے کوئی فرضی ارمنی امر نہیں کہ
ذکر اظہار قوۃ کا ہوا اور رمل کیا ہو یا تذکرہ صورت ذہنیہ واقعہ کی کر کے رمل کیا ہو اصل معترض کا اعتراض اور رد کا تو فرض شئی کا ہے مثل شئی کے یہاں



ہوئی تھیں تو جس کا تو وہاں گذر نہ تھا۔ اور جسکا گذر تھا۔ وہ حالت قیام میں تھا تو اب بھی جب کر آوے۔ تو وہی قیام اُمت میں جاری رہتے تعظیما تو
ہرگز مخالف اصل شرعی کے نہیں ہو سکتا۔ اور تماشا یہ کہ آپ یعنی حضرت معترض صوفی بھی ہیں۔ اور آپکے یہاں تصور شیخ کا قاعدہ بھی چلا آتا ہے
آپکے بزرگوار فرماتے ہیں۔ الرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ انتہی اور شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں۔
فینبغی ان تجعل صورۃ الشیخ ملکہ کتفک الایمن۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خلیفہ محمد عاشق پھلتی۔ جنسے شاہ عبد العزیز صاحب نے بعد وفات
والد اپنے کے تکمیل سلوک کی ہے۔ اپنی کتاب سبیل الرشاد میں مرشد کا تعلیم کیا ہوا طریقہ لکھتے ہیں۔ ساگر وقت دوری شیخ کسے استفاضہ خواہد
طریقش آنست کہ فارغ دل وضو ساختہ نماز گذارد۔ وہمانجا نشستہ صورت شیخ را در ضمن مسجد بجمع ہمت دفع خطرات ملاحظہ نماید الی آخرہ۔ اور
امام ربانی جلد ثانی مکتوبات کی مکتوب سی ام میں کثرت تصور شیخ کیلئے لکھتے ہیں۔ ایں قسم دولت سعادتمنداں را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را
متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند۔ اور حاجی امداد اللہ صاحب ضیاء القلوب مطبوعہ کے صفحہ ۷ میں اسطرف اشارہ فرماتے ہیں۔ اگر وقت
ذکر خطرہ در آید بمشاہدہ جمال مرشد آں خطرہ را دفع سازد۔ بازبذکر مشغول شود۔ اور مولوی اسحق صاحب نے بھی مائۃ مسائل میں اسبات کو تو رد کر دیا کہ پیر کو عالم
الغیب جانے۔ لیکن تصور بطور رابطۂ قلبی کے ذکر کیا۔ اور اسکو منع نہ فرمایا۔ صریح علامت جواز کی ہے۔ عبارت انکی یہ ہے۔ واگر تصور صورت شیخ بطور رابطہ باشد
اس نظیر میں نہ صورت علمیہ ذہنیہ پر عمل ہوا۔ نہ حکایت لفظیہ پر جیسا ذکر ولادت پر ہوتا ہے۔ اگر مولف کو ہوش ہو تو لوئی کیا کرے۔ نہ مولف سخن کسی کی
سمجھے۔ نہ اپنے جواب کی کیفیت سے مطلع ہوا اصل دونوں نظیر میں شئی موجود ہے۔ مگر مولف کے قیام ولادت میں کوئی شئی ولادت بغیر محض صورت
ذہنیہ اور حکایت سے مکہ ان دونوں کو ملا ایک کو عین ولادت فرض کر کے قیام اُسکی تعظیم کرتا ہے پس فرق کسقدر ہویدا ہے ع گر نہ بیند بروز شپرہ
چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ پس ہرگاہ مولف کا مطلوم ہو چکا تو صاف تحقیق ہو گیا کہ مولف خیال ناحق میں ہے اور یہ امر ہرگز شرع میں ثابت
اور نہ عقل میں جائز اور نہ ہرگز یہ وجہ قیام کی درست ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے تعظیماً فقط قولہ اور آپ کے یہاں تصور شیخ الخ **اقول**
بدیہی امر ہے۔ کہ اگر کوئی اپنے دوست محبوب کا تصور کریگا تو اُس صورت ذہنیہ کے ساتھ حُب لازم ہوگی۔ اور دشمن کے تصور میں بغض لازم ہوگا اور
معظم کیساتھ تعظیم اس میں کسی عاقل کو تامل نہیں پس جب کوئی اپنے شیخ مربی کا تصور مثلاً کریگا تو بالضرور محبت و عظمت اُس صورت ذہنیہ کو
لازم ہوگی طبعاً پھر وہ اُس صورت علمیہ کو خواہ مواجہ خیال کرے۔ یا ذہنی۔ یہ حب و تعظیم اُسکو لازم ہے۔ مگر یہ تعظیم قلبی تو یہاں مبحوث نہیں کیونکہ حب
و تعظیم فخر عالم علیہ السلام کی لازم قلب مومن کو ہے۔ ہر دم و ہر لحظہ یہاں کلام افعال تعظیم کی جوارح سے ہر صورت کیساتھ بجا لانے میں ہے۔
اور خاص قیام تعظیم اسمیں کہ نہیں ہے سو یہ کسی اہل طریقت نے نہیں لکھا۔ اور نہ کسی کا معمول ہے۔ کہ اس صورت کے ساتھ معاملہ تصور کا کرنا چاہئے پس
اس رابطہ کی بحث سے ”ہم مراد مولف کی یہ ہے۔ کہ تعظیم تصور کی کرتے ہیں۔ ولادت کی بھی تعظیم لازم آئی تو یہ محض خطا ہے۔ اسواسطے۔ کہ ابھی بیان
ہوا۔ کہ تصور معظم کے ساتھ تعظیم لازم ہوتی ہے سو ولادت کے تصور کیساتھ بھی تعظیم لازم ہوگی۔ مگر اس تعظیم قلبی سے تعظیم بجوارح و قیام نہیں لازم
آتی جس کے اثبات میں مولف چکر کھا رہا ہے۔ ہاں جو منکر حب و تعظیم قلبی تصور ولادت کا ہو اُس پر یہ حجت ہوگی سو ایسا کوئی مومن نہیں چنانچہ توجیہ
اُسکی بالا ہوئی۔ یہاں تعظیم قیام و جوارح کا انکار ہے۔ سو یہ نہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت اور نہ صوفیہ کا معمول اور شاید معقول محض ایک
جہل قواعد شرع سے ہے پس قول جمیل و انتباہ و سبیل الرشاد و مکتوبات و ضیاء القلوب و مائۃ مسائل سے جو کچھ مولف نے نقل کیا ہے محض بے سود

پس معمول بعض مشائخ است خلاصہ یہ کہ جیسے مرید طالب اپنے پیر کے سامنے مودب بیٹھتے ہیں اور تعظیم مد نظر رکھتے اس سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک یہ
کہ جب تصور شیخ سے مرید کو فلاح و خیر حاصل ہوئی رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہادی سبل اور مرشد کامل ہیں انکا تصور غلبۂ محبت کیساتھ کیونکر
نفع نہ دیگا دوسرا فائدہ یہ کہ جب تعظیم مرشد حالت تصور میں بھی ہے تو یہ حقیقت کا معاملہ عدم موجودگی حقیقت میں کیا جاتا ہے پس قائم ہوئی مستحسن
پر یہ حجت ہماری از روے طریقت اور قائم ہوئیں دو حجتیں صوم عاشورا اور رمل کیساتھ چلنا حالت طواف میں از روے شریعت اور وہ جو حق
نے شدت غلط فہمی سے اثبات کو محض حماقت اور حرام اور تشبہ کفار اور جرم کہنا اور سانگ قرار دیا ہے اسکا جواب ہم کچھ نہیں دیتے ہاں دعا
کرتے ہیں کہ خداوند کریم جاہلوں کی زبان کو ایسے کلمات گندہ اور الفاظ غلیظ سے آلودہ نہ کرے واللہ یہدی من یشاء الی طریق مستقیم اعتراض کہتے
ہیں کہ شامی جو مجوزین عمل مولد شریف میں شمار کیا جاتا ہے وہ خود قیام کو بدعت لا اصل لہا لکھتا ہے تو یہ قیام بدعت سیئہ ضلالت ہوا اور عبارت
اسکی سیرت شامی میں یہ ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہذا القیام بدعۃ لا اصل لہا
و مجمل ہے الحاصل نقل عبارت سے دو امر واضح ہوئے ایک یہ کہ جیسا تصور شیخ اور جملہ محبوب میں محبت قلبی لازم ہے تصور فخر عالم اور آپ کے
حالات میں بھی وہ حب و تعظیم لازم ہوتی ہے اور جیسا ان محبوبان کے تصور میں قیام وغیرہ امور جوارح کی تعظیم منقول نہیں فخر عالم کے تصور
میں بھی نہیں ہونا چاہیے خصوصا جہاں تشبہ کفار کا لازم آوے جیسا تصور ولادۃ میں اور کیسکو نہ دیکھا نہ سنا ہوگا کہ حالت عشق میں تصور زوجہ کے
ساتھ بوس و کنار کرے یا تصور قدوم والدین میں قیام مثلاً دوسرے یہ کہ جیسا حب قلبی فخر عالم اور انکے احوال کے موجب قوت ایمان ہے ایسا ہی امور
غیر مشروعہ کو ایسی حالت ذکر و تصور میں بجا لانا تشبہ کفار کے ساتھ باعث سبک خرے ایکا ہے اور موجب نقصان ایمان فاعل پس ہر دو حجت
مولف کی منقلب اسپر ہو کر سبب پشیمانی اسکی کا ہو گئی اور جو کچھ کلمات تشنیعیہ کے عدم فہم کیوجہ سے اسنے لکھے اسکا جواب لکھنا ضرور نہیں مگر اول
لکھا گیا کہ جب صحابہ نے ایک امر مباح کیواسطے عرض کیا تھا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیویں تو آپنے یہ تشبیہ فرمائی تھی
اجعلنا الہا کما لہم الہۃ کہ یہ کلمہ شرک کا تھا پس مباح کی طلب میں آپ نے تشبیہ کلمۂ کفر کی فرمائی اور حدیث ماشاء اللہ و شئت میں ہر گز قائل کی نیت
میں شرک نہ تھا معنے درست تھے مگر بظاہر جو موہم لفظ شرک کو تھا تو آپنے فرمایا اجعلتنی للہ ندا تو یہی معنے تھے کہ مجھکو تو نے خدا تعالی کا شریک بنایا
یعنی مشرکین جیسا کلمہ کہا کہ ظاہر میں شرک کی بو دیتا ہے اور حالت قیام کو صلوۃ مرض قدیم میں فرمایا ان کدتم آنفا تفعلون فعل فارس والروم
اور فارس اور روم کا فعل حرام غیر مرضی ہی تو تھا کہ قیام صلوۃ مشروع کو بوجہ مشابہت کے تشبہ حرام قیام سے فرمائی اب مولف ہر سطر پر
دیکھ لیوے کہ بوجہ مشابہت کے فخر عالم نے افعال مباح و مشروع واجب کو تشبیہ شرک و حرام سے دی ایسا ہی یہاں جبکہ نے حالت ذکر فخر عالم میں
جو مندوب تھا اس فعل قیام کو جو مشابہ ہنود کے تھا تشبہ فعل ہنود سے کیا تھا تو کونسی وجہ اشکال کی آگئی خود مولف کو تو سجدہ کو مندر سے مشابہ بنانا
جائز ہوا اور فخر عالم کا ہتک بقول اگر اسباب تعظیم کے نہ ہو تیں قیام کی تعظیم بھی نہ ہو کیا حرج ہے ایسے کلام گستاخ کرنا درست رکھا اور دوسروں
یہ کم فہمی کے کلام حقانی مولف کو ہدایت کرے کہ مومن ہے گو ظلمات بدعت میں مغمور ہے قولہ اعتراض کہتے ہیں کہ شامی الخ اقول جس امر
محدث کی قرون ثلثہ میں اصل نہ ہو صراحۃً و دلالۃً وہ بدعت ہے ضلالہ ہے اور جو تقسیم بدعت کے وہ سیئہ ہی کہلاتی ہے چنانچہ اسکی تحقیق گذر چکی پس
جب صاحب سیرت شامی نے لا اصل لہا کہا بدعت ضلالہ اسکے نزدیک ہو چکی اور بدعت ضلالہ ہونا اسکا اس سالہ کو بھی محقق ہو لیا



جواب اسکا یہ ہے کہ اس عبارت سے جو یہ لوگ ضلالۃ اور سیئہ ہونا قیام کا نکالتے ہیں کمال بوالعجبی ہے اسلئے کہ بدعت ہونا اسکا تو مسلم کیونکہ
رسول و صحابہ کے دورہ میں باسکا رواج نہ تھا لیکن اسوقت رائج نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضلالت ہو تقسیم بدعت طرف حسنہ اور سیئہ کے
مجتہدین اور محدثین کے قول سے ثابت ہے چنانچہ تورد ہم کے لئے تابہ میں ہم نقل کر چکا اور سیرت حلبی میں ہے وقد قال ابن حجر الہیتمی الحاصل ان
البدعۃ الحسنۃ متفق علے ندبہا و عمل المولد و اجتماع الناس لہ کذلک ای بدعۃ حسنۃ انتہی اور یہ ابن حجر قائل جواز اس قیام مروجہ کے ہیں
چنانچہ انکے مولد کبیر کی عبارت جواز قیام میں عثمان حسن دمیاطی شافعی نے نقل فرمائی ہے پس جبکہ یہ عمل مولد بہیئت مروجہ مع القیام بدعت حسنہ
ٹھیرا بالاتفاق اسلئے کہ اشارہ لفظ کذلک کا طرف متفق ندبہا کی بھی ہے جسطرح بدعت حسنہ کیطرف ہے کما لا یخفی تو استدلال مانعین اوپر بدعت
سیئہ ہونے قیام کے جو سیرت شامی سے کرتے ہیں اس تقریر سے ساقط ہو گئی اور اگر لفظ لا اصل لہا پر مانعین کو کچھ غرہ ہے کہ اسنے لا اصل
لہا جو لکھا ہے اس سے سیئہ ہونا ثابت ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بات ضروری نہیں جہاں لفظ لا اصل لہا آیا کرے وہاں بدعت سیئہ
مکروہہ یا محرمہ مراد ہوا کرے اثبات پر دو عبارتیں دلیل گذارتا ہوں مجمع البحار کے خاتمہ جلد ثالث صفحہ ۵۱۲ مطبوعہ نولکشوری میں ہے کہ
صاحب مجمع نے اپنے شیخ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ پھول یا خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنا کیسا ہے تو جواب اسکا یہ لکھا ہے اما الصلوۃ
علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلا اصل لہا و مع ذلک فلا کراہت فی ذلک عندنا الخ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ لا اصل لہا ہونے کو
یہ ضروری نہیں کہ وہ ناجائز ہوا کرے اور مولوی محمد اسحق مسائل اربعین کے مسئلہ چارم میں کہ نوشہ کو بطریق سلامی کچھ دینا اور دلہن کو منہ دکھائی
میں کچھ دینا کیسا ہے تحریر فرماتے جواب در شریعت محمدی اصل این چیز یافتہ نمیشود مگر ظاہر حال این چیز آنکہ دادن سلامی و رونمائی رست
مباح باشد الی آخرہ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے بدعت ہونے اور شریعت محمدی میں اصل نہ پائے جانے سے حرمت و کراہت لازم
اور توجیہات رکیکہ واہیہ مولف کا جواب اثبات قیام میں بھی لکھا گیا پس جب احادیث و اجماع سے ضلالۃ ہونا ثابت ہو گیا اب ابن حجر ہیتمی یا کسی
عالم کا قول معتبر نہیں اور خود مجلس مروجہ کا ممنوع ہونا بھی سابقا محقق ہو لیا اور اقوال پہلے علماء اور اعمال کی توجیہہ بھی کر دیگی کہ حسن ظن اپنا انکے
ساتھ ہے مگر مولف کے نامنے پر تزلل کا جواب دیا جاتا ہے پس حجج مولف کی بالکل بے سود لا طائل ہیں بدعت سیئہ ہونا اسکا مقرر ہے قولہ
اور اگر لفظ لا اصل لہا الخ اقول مولف کے ہوش و فہم کا تصور ہے ہوش کرکے سنے کہ جہاں بدعت کیساتھ لا اصل لہ ہوتا ہے وہاں بدعت
سیئہ مراد ہوتی ہے اور جو بغیر لفظ بدعت کے لا اصل لہ بولتے ہیں تو وہاں دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے پس یہاں سیرۃ شامی میں بدعت
لا اصل لہا کہا ہے پس یہ بالضرور سیئہ ہے اور مجمع کی عبارت میں بدعت کا لفظ نہیں فقط لا اصل لہ ہے اور قرینہ مابعد کا موجود ہے کہ
اصل سے مراد حدیث و اثر صریح ہے نہ مطلق اصل کیونکہ کہتا ہے فلا کراہت فی ذلک عندنا فقد قال الحلیمی من ائمتنا الشافعیۃ ان الصلوۃ
علے النبی عند التعجب من الشیء کما یقول الانسان حینئذ سبحان اللہ لا الہ الا اللہ ای للاتیان بالنادر الا انہ تعالی فلا کراہۃ فیہ انتہی پس دیکھو کہ اصل
صلوۃ کے وقت امر تعجب کے حلیمی کے قول سے ثابت کرتا ہے تو قیاس اور قول فقیہ تو اصل موجود ہے جسپر قیاس ریحان کو کیا مگر حدیث وارد
نہیں پس اصل سے مراد یہاں حدیث صاحب ہے نہ یہ کہ کوئی دلیل صراحۃً و دلالۃً بھی نہیں لہذا لفظ لا اصل لہ کہ مطلق قرینے سے ہو خصوصا
جب بدعت کا بھی ذکر ہو وہاں ضلالۃ ہی مراد ہوتا ہے تو شامیہ میں بدعت سے مراد سیئہ ہی ہے علی ہذا اربعین مسائل میں اصل سے

نہیں آتی۔ پس سیرت شامی میں بدعۃ لا اصل لہا کہنے سے قیام کا ضلالت اور سیئہ ہونا ثابت نہوا۔ اور جبکہ ٹوٹ گئی۔ دلیل مانعین کی تو اب پیش کریں۔ ہم وہ قرائن و دلائل کلام سیرت شامی کی جو قیام کے بدعت حسنہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اُسنے یہ لفظ لکھے ہیں جرت عادۃ کثیر من المحبین اول تو لفظ اجرای عادت ایک قسم کے مستند ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الاحرام میں لکھا۔ و بذلک جرت العادۃ الفاشیۃ وہی من احدی الحجج۔ تو عادت فاشیہ یعنی ظاہرہ اگر عہد صحابہ سے ہو تو کمال درجہ کی قوی حجت ہے اور اگر مابعد کی عادت ہے تو بھی ایک طرح کی سند ہے۔ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔ ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن اہل سلمن سے صحا مرلور کھا غیر مرجع ہے اسلئے کہ علاوہ فتاوی اور شروح ہدایہ وغیرہ کے جو بہت اکابر مفتیان دین نے اس روایت سے سند پکڑی ہے۔ استحسان امور مروجہ مابعد پر جنکو علماء دین نے مستحسن رکھا ہے اور نیز مفتیان دین جا بجا الفاظ فتوی میں لکھتے ہیں علیہ العمل و علیہ المسلمون و بہ جری التعامل و ہو المتوارث۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قیام کی تحقیق میں جلد دوم احیاء العلوم میں لکھتے ہیں سو لکن اذا لم یثبت فیہ نہی عام فلا نری باسا فی البلاد التی جرت العادۃ فیہا بالاکرام الداخل بالقیام دوسرا قرینہ یہ کہ شامی نے عادت لکھی۔ تو کثیر کی عادت لکھی۔ اور گروہ کثیر اہل اسلام کا ایک عمل پر قائم ہو جانا یہ بھی ایک سند ہے چنانچہ شارح در مختار نے لکھا ہو والا عتماد علی علیہ الجم الکثیر۔ اور حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم پس عمل سواد اعظم کا ہونا یہ بھی ایک دلیل استحباب کی ہے۔ تیسرا قرینہ مراد نص صریح ہے۔ ورنہ اصل کلی عطا و ہبہ کی نصوص میں موجود ہے جیسا وہ تحابوا الحدیث وغیرہ اور یہاں بھی لفظ بدعت کا مذکور نہیں اور رعاقل جانتا ہے۔ کہ احسان و صلہ مندوب ہے پس لا اصل لہ کے معنے جو مؤلف سمجھا کسطرح درست ہوتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ اس جزئیہ خاص میں نص صریح نہیں گو اصل کلی موجود ہے پس ہر دو حجت مؤلف کی محض کم فہمی تھی ۔ موردہ ہوئی اور خلاصہ کا قول ضلالۃ ہونے پر نص رہا۔ **قولہ** اب پیش کریں ہم وہ قرائن الخ **اقول** عادت فاشیہ کے یہ معنے ہیں کہ کسی قرن میں اُسکا تعامل بلا نکیر علما ہو سو قرون ثلثہ میں گر یہ شیوع ہوا تو دلیل شرعی ہے۔ ورنہ نہیں۔ چنانچہ تحقیق بدعت میں مذکور ہوا۔ اور جو بعد قرون ثلثہ کے شیوع ہو تو شرط اسکی یہ ہے کہ کوئی عالم بھی اُسکا خلاف نکرے اور کوئی حجۃ شرعیہ بھی اُس کے خلاف نہو پس ایسی عادت فاشیہ کے حجت ہونیکی دلیل عینی نے یہ حدیث ما راٰہ المسلمون حسنا الخ لکھی ہے۔ سو یہ عادت فاشیہ اجماع ہے۔ اور خود اجماع میں انفراد ایک کا بھی قاطع اجماع کا ہے پس مؤلف کی خوش فہمی قابل تحسین ہے کہ اول تو قیام مروج پر نص سے منع و نہی وارد ہے کہ تعیین مطلق نص کا کرنا ہے۔ اور تشبہ کفار کا حرام ہونا۔ جو پہلے محقق ہو چکا۔ دوسرے ہر زمانہ میں علما اس مجلس و بدعہ و قیام پر انکار کرتے ہیں پس اسحالت میں عادت فاشیہ کہاں ہے۔ جو مؤلف ناز کر کے ذکر کرتا ہے اور یہ روایت جنایات للاحرام کی ہے پس جرت کے لفظ سے استدلال مؤلف کا باطل ہوا۔ اور شرح حدیث ما راٰہ المسلمون کی پہلے لکھی گئی ہے جس سے یہ سب تقریر مؤلف کی لغو ہے کیونکہ اس حدیث میں ہر قرن کا اجماع مراد ہے بشرطیکہ خلاف نص کے نہو۔ اور کوئی ایک بھی مخالف نہو۔ اور یہی معنی علیہ العمل و علیہ المسلمون و بہ جری التعامل و ہو المتوارث کی ہیں۔ اگر فہم و علم ہو۔ تو ظاہر ہے اور احیاء العلوم میں خود بعد نفی نہی کے کہتا ہے۔ اور بلاد کا جریان تعارف اعتبار کرتا ہے۔ اسواسطے کہ اصل قیام تو درست ہی ہے شبہ تخصیص کا تعارف بلاد سے رفع کر دیا۔ مگر فہم درکار ہے **قولہ** دوسرا قرینہ الخ **اقول** واضح ہو چکا۔ کہ خلاف نص کے کثیر کیا۔ تمام دنیا کا بھی تعارف معتبر نہیں اور سواد اعظم سے مراد اہل سنت ہیں اور جم غفیر کا حسب قول معتمد ہوتا ہے۔ کہ فریقین کے پاس کوئی دلیل نہیں محض رائے ہی ہو تو اکثر کا قول معتبر جانتے ہیں امر نص کے ہوتے جو موافق نص کے کوئی اگرچہ دو تین ہی ہوں الکھوں کے مقابلہ میں تو یہ دو ہم جم غفیر اور سواد اعظم ہوگا پہلے بھی سکو واضح لکھا ہے **قولہ** تیسرا قرینہ الخ **اقول** اگرچہ کسی امر



یہ کہ وہ کثیر جنکا عمل ہے۔ وہ کون ہیں محبین۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ احادیث صحیحہ سے۔ کہ اہل ایمان میں بڑے کامل وہی ہیں جنکو محبت ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔ پس جبکہ ایمان کامل اُنہیں کا ہوا۔ جو اہل محبت ہیں۔ اور اہل محبت کا عمل اس قیام پر ہے تو بڑی نادانی کی بات ہے۔ جو فعل ایسے مومنین کاملین کے گروہ کا ضلالت یا سیئہ قرار دیں۔ چوتھا قرینہ یہ کہ شامی نے وجہان کے قیام کی لکھدی کہ کوئی غرض نفسانی یا ہوائے شیطانی کیلئے قیام نہیں کرتے۔ بلکہ خاص واسطے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔ اور یہ بات سب اہل اسلام جانتے ہونگے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شرع میں مطلوب ہے یا نہیں اور یہ کہ بحیثیت ادب کھڑا ہونا مفید تعظیم ہے یا نہیں پھر جبکہ قیام اُنکا بمعنی تعظیم پر تو بالضرور مستحب اور مستحسن ہو گیا۔ پانچواں قرینہ یہ کہ اگر محدث شامی کو منع کرنا قیام کا منظور ہوتا تو وہ اُس قسم کے لفظ لکھتا۔ جو منکرین قیام نے لکھے ہیں۔ جیسا جونپوری صاحب نے فرمائے ہیں۔ ما یفعلہ العوام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشئ بل مکروہ۔ اور دوسرے گجراتی صاحب لکھتے ہیں۔ قد احدث بعض جہال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لہا اصلا فی کتاب ولا سنۃ منہا القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یہ مانعین جنکو اس فعل پر انکار ہے۔ وہ تو قیام کرنیوالوں کو محبین سمجھ نہیں کہتے بلکہ شدت غیظ و غضب سے اُنکو عوام اور جہال وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ الحاصل یہ قرائن خاص ایسی ایک فقرہ کے قطع نظر قرائن عبارت ما قبل و ما بعد شامی و قطع نظر انتظام سیاق و سباق اُسکی سے دلالت صریح کرتے ہیں۔ کہ مراد محدث شامی کی یہ ہے۔ کہ اصل اس قیام کی فعل صحابہ سے تو نہیں پائی گئی لیکن جماعت بدعت اور مذموم کو محبین بھی کریں۔ وہ بھی بدعت ہے۔ اور جب شامی نے بدعت لا اصل لہا کہدیا تو کسطرح جایز ہو گیا۔ اور فعل محبین کا حجت ٹھہر گیا۔ محبین سے خطا کا کوئی اگر امر سرزد ہوتا ہے پس وہ خطا صواب نہیں ہو جاتی صحابہ سے لیکر آجتک یہ تعامل ہے۔ مگر مؤلف کا یہ عقیدہ کہ محب سے خطا بھی بدعت نہیں ہوتی۔ مردود ہے بنصوص قطعیہ سے **قولہ** چوتھا قرینہ الخ **اقول** تعظیم قابل اعتبار کے وہ ہی۔ کہ موافق قاعدہ شرعیہ کے ہو۔ ورنہ مردود ہوویگی۔ اگرچہ حب فخر عالم ہی کیلیئے ہو بس میں وجہ جواز کی حسب اجازت شرع کے کرنا ہے۔ غرض تعظیم وحب فخر عالم کا۔ اور غرض نفسانی مرتفع ہونا۔ حضرت معاذ صحابی نے محض حب و تعظیم فخر عالم کی وجہ سے سجدہ آپکو کرنیکی اجازت چاہی۔ آپنے رد کر دیا۔ اور بہت دلائل اسکی احادیث میں موجود ہیں۔ پس یہ قرینہ محض خطا و اضلال ہے۔ باقی رہا قول۔ کہ یہ بات سب اہل اسلام جانتے ہونگے الخ تو یہ کلمہ محض عجب اندر و نیکا ہے کہ تمام عالم کی طرف سے اس علم میں مؤلف کو تردد ہے۔ خود آپ ہی عالم ہے۔ اور آپ ہی محب ہے۔ اور جواب قیام تعظیم کی جواز اور اس قیام خاص کے عدم جواز کا خوب محقق ہو چکا۔ سو یہ قیاس مؤلف کا فاسد ہے کیا حاجت اعادہ جواب کی ہی **قولہ** پانچواں قرینہ الخ **اقول** لفظ بدعۃ لا اصل لہا سے زیادہ بڑھ کر کونسا کلمہ ہجو کا ہوگا۔ کہ خود فخر عالم فرماتے ہیں۔ کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔ اور شامی کا تعبیر اہل قیام کو بلفظ محبین یا توجہ دعوی ان کے کے ہے۔ یا واقعی با حسن ظن سے اُنکو محب جانتا ہے اور خطا سے مبتلا اس فعل کا سمجھتا ہے۔ سو یہ قرینہ محض سوء فہم ہے۔ **قولہ** الحاصل الخ **اقول** یہ سب قرائن مؤلف کے معلوم ہوا کہ محض جہل تھا۔ اور سوء فہم معنی کا۔ اور بدعۃ لا اصل لہا کے معنے تمام اہل علم و دیانت کے نزدیک بدعت سیئہ کی ہوتی ہیں پس کلام علماء کے سمجھنے کو علم کا مادہ اور نقل کرنیکو دیانت کا ہونا ضرور ہے۔ جو دونوں سے عاری ہو وہ کیا کسی اہل علم کے کلام کو سمجھے گا۔ اور جو خود خائن ہو وہ کیا کسی اہل دیانت کو متدین سمجھے گا اشل اپنی تصور کریگا۔ اور مادہ علمی و فہم مؤلف کا اس سلسلے سے جو کچھ ہے واضح ہو چکا۔ اور خیانت مؤلف کی بھی نقل عبارت تذکیر الاخوان میں۔ اور اخفاء روایت رد المحتار میں محقق ہو چکی۔ اور جو کچھ مؤلف

کثر اہل اسلام کی کہ جو محبین ہیں وہ تعظیماً قیام کرتے ہیں پس یہ الفاظ تو فی الحقیقت ترغیب دیتے ہیں اہل ایمان کو کہ جسکے دل میں محبت ہو اور
تعظیم رسول مد نظر ہو تو وہ قیام کرے مطلب سمجھنے کیلئے ایک تو مادۂ علمی درکار ہے دوسرے ہدایت من عند اللہ کہ قلب مومن میں القا ہوتی ہے
جہاں دونوں مفقود ہوں وہاں کیا کیجئے۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔ اب دیکھئے اسی عبارت شامی کی لفظ لا اصل کو محدثین بیدار
دل کس طرح شرح کرتے ہیں علامہ نور الدین حلبی نے یہ عبارت شامی کی لکھکر آگے اُسکے لکھا ہے۔ ای لکن ہی بدعۃ حسنۃ لانہ لیس کل بدعۃ
مذمومۃ چنانچہ یہ عبارت سیرت حلبی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۰۰ میں موجود ہے اور علامہ حلبی نے اپنی اصطلاح دیباچہ میں لکھی ہے کہ جس جگہ میں سیرت
شامی کی کوئی عبارت لی ہے اسکے شروع میں لفظ ای لایا ہوں تو سیرت شامی کے لفظ بدعۃ لا اصل لہا کو جو ساتھ بدعت حسنہ
کے تفسیر کی ہے اسکو بھی حلبی لفظ ای سے لایا ہے کما مر تو معلوم ہو گیا اتفاق ان دونوں محققوں کا یعنی صاحب سیرت الشامی اور صاحب
سیرت حلبی کا اس تفسیر پر اور بعض رسائل میں اس عاجز نے دیکھا ہے کہ محدث شامی کے خلف الصدق ابو نصر عبد الوہاب نے بھی اپنے باپ کے
کلام کو تفسیر ساتھ بدعت حسنہ کے کیا ہے اور ہرگز شک نہیں اسمیں کہ عمل ہے کا شرقاً و غرباً علی العموم بلاد اہل اسلام میں اس قیام کے
استحسان پر ہے اسیواسطے لکھا ہے علامہ شیخ عبد اللہ سراج مفتی عرب نے رحمہ اللہ علیہ اما القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراءۃ المولد الشریف
توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام اور شیخ عبد الرحمن سراج مفتی مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً درباب محفل مولد شریف مع القیام تحریر فرماتے ہیں
وعلماء العرب والمصر والشام والروم والاندلس کلہم راوہ حسنا من زمان السلف الی الآن الخ **اعتراض** حضرت کی حالت حیات میں

بدزبانی اور بے لگامی عمدۃ المحدثین فخر المعاصرین مولانا احمد علی سہارنپوری قدس سرہ کی شان میں کرتا ہے لاریب اُسکا مورد و مستوجب
وہی ہے اور خود ہی ورطۂ ضلالۃ و ظلمات بدعت میں پڑا ہوا ہے سب کو جاہل اور غیر متدین بتاتا ہے چنانچہ یہ رسالہ اُس کا شاہد ہے۔
ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا **قولہ** علامہ نور الدین حلبی نے یہ الخ **اقول** مولف بیدل کو ابتک خبر نہیں کہ
یہ قول حلبی کا شرح ہے یا رد ہے اب بیدار مغزی کو کام میں لاکر سنئے کہ سیرت حلبی اپنی عادۃ کے موافق ای کا لفظ لا کر سیرت شمس کی
عبارت نقل کرنیکو اور سیرت شمس لکن کے لفظ سے استدراک کرتا ہے کہ یہ بدعت لا اصل لہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے بدعت ہونے کو
قبول کیا اور لا اصل لہ پر تعاقب کیا اور دلیل عدم سیئہ کی بیان کردی مولف سمجھنے کا تو قصد ہی نہیں کرتا پس سیرت شمس اور سیرت
حلبی دونوں اس قیام کو حسنہ کہتے ہیں اور شامی سیئہ کہتا ہے یہ قول شرح کی مراد سے نہیں کیونکہ لکن کا لفظ شرح کے واسطے نہیں
اور ای حرف تفسیر ہے مگر اصطلاح حلبی میں سیرت شمس کی عبارت کی نقل کا نشان ہے کہ وہ بمنزلہ تفسیر کے ہے واقع ہو جاتی ہے
پس اول جواب تو وہی ہے کہ شامی کا قول منصوص ہے مخالفت کیسی اسکو مضر نہیں مخالفت نص کی خود دیکھاتی ہے مگر اول
حلبی کی یہ ہے کہ وہ ذکر مطلق کے فرد کیوجہ سے قیام کرتے تھے اور تقیید مطلق کا درجہ اس قیام میں نہیں تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا
لہذا جائز جانتے تھے اب وہ امر نہیں رہا مکروہ ہو گیا اور جواب اس توارث ائمہ کا و علماء عرب و مصر وغیرہما کا جو عبد اللہ سراج اور عبد الرحمن
ابن عبد اللہ سراج کے فتوی سے نقل کیا ہے چند بار پہلے گذرا غرض مولف کو سوائے حرمان اور کوئی حاصل نہیں **قولہ** اعتراض حضرت کی حالت حیات میں
**اقول** مولف نے یہ فقرہ فتوی مولوی احمد علی صاحب محدث سے کہ اسمیں بطور ترقی کے مذکور تھا جدا کر کے مستقل اعتراض



صحابہ واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام نہیں کرتے تھے جیسا کہ ترمذی میں ہے پھر اب قیام کس طرح ہو جواب وہی قیام نہیں کرتے
تھے لیکن اُس طرح کا قیام جیسا سلاطین عجم میں تھا کہ جب رعایا اپنے بادشاہ کو آتا دیکھتی اسیوقت سے کھڑی ہو جاتی اور جبتک وہ بیٹھا رہتا
تخت پر اُسوقت تک سب اسکے آگے بیکمال تواضع کھڑے رہتے ایسا قیام فی الواقع ممنوع شرعی ہے جبکہ وہ بادشاہ یا امیر حکم کرے اور پسند کرے
اُس قیام کو سو محفل میلاد شریف میں یہ بات تو نہیں کہ اُس محفل میں منبر یا چوکی یا تخت پر کوئی بادشاہ بیٹھا ہوا ہے اور سب لوگ اُسکے
آگے کھڑے ہیں یا یہ وہ بادشاہ حکم کر رہا ہے کہ تم سب آگے قیام کرو یہاں تو یہ بات ہے کہ قاری مولد منبر پر کھڑا ہوا اسلام و درود و اشعار

بنایا ہے یا خیانت ہے یا عدم فہم اصل عبارت یہ ہے وقیام عند ذکر ولادت ثبوت آں بزمان صحابہ و تابعین و تبع تابعین ائمہ مجتہدین اصلا
نشدہ ودر زمان حیوۃ آں سرور مخلوقات صحابہ برائے آنحضرت قیام نے کردند بوجہ آنکہ حضرت را خوش نمی آمد بعد وفات آنحضرت وجود قیام
وقت ذکر ولادۃ در قرون ثلثہ ثابت نیست الخ پس اس عبارت میں یہ مضمون کہ صحابہ آپکے واسطے قیام نہیں کرتے تھے بطور ترقی کے
ہے کہ ذکر ولادت پر قیام کیا ہوتا خود آپ کے مقدم پر بھی نہیں ہوتا تھا مولف اپنی کار روائی سے یہ سمجھا کہ یہ قیام منع جانتے تھے لاحول
ولا قوۃ الا باللہ وہ قیام کہ بطور عجم کے ہے وہ تو حرام ہی ہو چکا تھا اور یہ قیام منقول از حدیث ترمذی قیام تعظیم کا ہے کہ خود حدیث میں
صیح ہے کہ لم یقوموا اذا راوہ لما یعلمون من کراہتہ لذلک۔ کیا صحابہ ممنوع قیام کو کرتے معاذ اللہ نہیں بلکہ اس قیام تعظیم کو حلال جانتے
تھے اور بسبب خوشی حضرت کے ترک کرتے تھے کیونکہ وہاں ارضاء خاطر محبوب کا منظور تھا نہ ہوائے نفس اپنی کا اتباع جیسا آجکل اس زمانہ
میں ہے الغرض حدیث ترمذی کا ترجمہ مولف نے بالکل غلط کیا اب حدیث میں بھی مولف اپنے نفس کی رغبت سے تصرف کرنے
لگا اسکی شرح طیبی کرتا ہے۔ قال الطیبی لعل الکراہۃ للمحبۃ والاتحاد الموجب رفع التکلیف والحشمۃ یدل علیہ قولہ لم یکن شخص احب الیہم من
رسول اللہ علیہ السلام انتہی۔ یہاں دیکھو کہ طیبی نے اس قیام کو تعظیم کا قیام لکھا ہے جو مباح و مندوب ہے اسی واسطے توجیہ کرتا ہے۔
اور خود حدیث میں دلیل ہے بقولہ لم یکن شخص و بقولہ اذا راوہ کے لفظ میں مگر مولف محض اپنے جہل سے معنے حدیث کے غلط بناتا ہے اور
قائم رہنا تو خود حرام ہو چکا تھا اُسکے کہنے کے واسطے یہ اعتذار عدم قیام کا کیا موقع کلام تھا فہم درکار ہے کیونکہ مقام مدح صحابہ میں یہ ذکر
ہے کہ رضاء فخر عالم کے واسطے باوجود واجب ہونے کے یہ قیام مستحب بھی نہیں کرتے تھے اگر یہاں وہ قیام حرام ہوتا تو کیا مدح تھی
کہ باوجود واجب ہونے کے بھی حرام کام نہیں کرتے تھے اسکو تو کوئی بھی عاقل نہیں قبول کریگا کیونکہ حرام کام تو ایذا دہی آپکی تھی اور
اُسکا ترک خود فرض تھا سو یہ کون عاقل کہہ سکتا ہے مقام مدح میں کہ صحابہؓ ایسے محب تھے کہ رسول اللہ کے حرام کئے کام کو نہیں کرتے تھے یہ کیا
مدح ہے الحاصل یہ قیام تعظیم جائز ہے اور اسکو فخر عالم اپنے لیے پسند نہیں کرتے تھے بوجہ بے تکلفی کے اور جہاں معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہیں
تو کرتے بھی تھے جیسے حضرت فاطمہؓ نے کیا اور خود آپنے بھی کیا اور وہ جو کھڑا رہنا مثل اعاجم کے ہے وہ حرام ہی ہے وہ کسی حال درست نہیں
پس مولف ہرگز نہیں سمجھتا اور غلط توجیہ حدیث کی کرتا ہے اور پھر وہ ایک اپنے فرضی معنی حدیث کے ٹھہرا کر جواب دیتا ہے کہ محفل میلاد میں تو
قیام حرام نہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ محفل میلاد مولف میں وہ قیام ہے کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا پیچھے حادث ہوا مولف خود قبول کرتا ہے
اور بدعت حسنہ اسکو کہتا ہے اور یہ قیام محدث بسبب مشابہت ہونے کے درتعین مطلق کے محظور ہو گیا اسکی تحقیق گوش گذار مولف۔

نعت و مدح پڑھ رہا ہے یہ خود فعل صحابہؓ سے ثابت ہے صحیح بخاری میں ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسانؓ کے واسطے منبر رکھتے تھے مسجد میں اور اوپر حسان کھڑے ہو کر فخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کرتے تھے پس محفل میلاد شریف میں بھی قاری مولد منبر پر کھڑا ہو کر فخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہے۔ غرضکہ اس قیام میں اور ترمذی کی روایت کے قیام میں جسکو مانعین سند لاتے ہیں بہت فرق ہے اگر کوئی یہ کہے۔ کہ صحابہؓ کسی طرح کا قیام نہیں کرتے تھے۔ نہ وقت مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ اور نہ وقت تشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بالکل غلط ہے۔ اس کو ہم مسلم نہیں رکھتے حضرت حسانؓ کا قیام وقت بیان فخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بروایت بخاری ابھی بیان ہو چکا۔ اور وقت تشریف آوری صلی اللہ علیہ وسلم کے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی ہوتی تھیں اور نیز کھڑے ہوئے صحابہؓ واسطے آپکے۔ اور نیز کھڑے ہوئے آپ واسطے آنے حلیمہ سعدیہؓ کے۔ اور نیز وقت آنے پدر رضاعی اپنے کے یہ سات روایتیں دافع الاوہام میں تفصیل و حوالہ کتب مذکور ہیں۔

کے پہلے ہو چکی ہے۔ غور کر کے دیکھے بھلا مولوی صاحب نے کب منع کیا۔ کہ منبر پر کھڑا ہو کر مدح پڑھنی جائز نہیں مگر حاجت منبر کی اوپر پڑھو۔ اور حدیث ترمذی میں کہاں یہ معنی ہیں جو مؤلف نے وضع کئے مقصود شارع علیہ السلام کا حرام کرنا قیام اعاجم کا ہے۔ اور البتہ قیام تعظیم کی مقام بے تکلفی میں اپنے واسطے پسند نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ مندوب ہے مؤلف اپنی کج فہمی سے کہیں سے کہیں جا رہا ہے۔ اب استدلال بجواز قیام پر مؤلف کا دیکھو! **قولہ** صحیح بخاری میں ہے۔ کان الخ **اقول** استدلال جواز قیام کو دیکھنا لازم ہے۔ اس قصہ میں خود فخر عالم اور جملہ اصحاب قاعد ہوتے تھے۔ اور ایک حسانؓ قائم اشعار پڑھتے تھے۔ اور یہ قیام اور صعود منبر کا اعلاء صوت کیواسطے تھا نہ تعظیم کیواسطے۔ کہ خود فخر عالم زمین پر ہوتے تھے۔ اور حسان منبر پر چڑھے ہوتے تھے۔ اگر تعظیم کا ہوتا۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کس طرح ہوتے۔ اور حسانؓ منبر پر کیونکر چڑھتے۔ پس یہ قیام نہ تعظیم فخر عالم کا تھا۔ نہ تعظیم مدح فخر عالم کیواسطے تھا۔ اور نہ قدوم فخر عالم کے واسطے تھا غرض جس قدر وجوہ قیام مولود میں ہیں۔ سب کے خلاف تھا کیونکہ اگر تعظیم رسول اللہ کو تھا تو آپ زمین پر بیٹھے تھے۔ حسان منبر پر کس واسطے چڑھتے۔ اور سب صحابہؓ کس واسطے بیٹھے رہتے۔ اور اگر قدوم کا ہوتا۔ تو وہاں قدوم کسی وجہ سے نہیں تھا۔ نہ حقیقی نہ معنوی۔ اور جو تعظیم ذکر مدح کو ہوتا۔ تو سب صحابہؓ کیوں بیٹھتے۔ نہیں بلکہ فقط شل خطیب کے اعلاء صوت کیواسطے تھا۔ پس ایسے قیام سے قیام مولود کا اثبات۔ یا قیام تعظیم کا جواز مؤلف جیسے عاقل کا ہی کام ہے۔ کسی اہل علم سے تو ہرگز یہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر مولود خوان منبر پر کھڑے ہو کر سارا مولود پڑھے۔ اور تمام سامعین بیٹھے رہیں۔ تو یہ ہیئت اس حدیث سے جائز نکلتی ہے۔ مگر اس قیام کا نہ کسی کو انکار اور نہ یہ قیام مؤلف کو کچھ مفید۔ نہ اس سے خود قیام تعظیم ثابت ہو۔ جسکو مؤلف عقلمند ثابت کر رہا ہے۔ مگر فہم کی کوتاہی ہے۔ آسمان ایسمان میں کچھ تمیز نہیں نہایت تعجب ہے۔ اس فہم پر مؤلف علماء کے جواب میں کتاب لکھتا ہے۔ اور تعظیم قادم کو نہ مولوی صاحب نے منع لکھا۔ اور نہ کوئی مانع بدعت منع کرے۔ خود مؤلف اپنی کوتہ فہمی سے سمجھ گیا پس حضرت فاطمہؓ کا قیام مسلم ہے۔ مگر اس حدیث ترمذی کا اسمیں ہرگز معارضہ نہیں کیونکہ یہ امر مباح ہے۔ کسی وقت احتراز طبع کے وقت جائز رکھتے۔ کسی وقت پسند نہیں کرتے تھے۔ نہ بوجہ کراہت شرعی کے۔ بل بوجہ کراہت طبعی کے۔ اور یہی شان مباح کی بلکہ مندوب کی ہے الغرض ایجاد اعتراض کا خود مؤلف کے ذہن کی خوبی تھی۔ اور جواب بھی کمال بلاہت مؤلف کی ہے۔ اور کیا کہا جاوے فہم حدیث اور مطابقت



**اعتراض** بانیان محفل میلاد شریف منکرین قیام پر ایسی ملامت کرتے ہیں جیسے تارک فرض و واجب پر **جواب** جو لوگ قیام نہیں کرتے اکثر ان میں سے ایسے ہیں کہ انکے عقائد وہابیہ نجدیہ کے طور پر ہیں اور وہ قیام کو کفر و شرک اعتقاد کرتے ہیں اسمیں ایک تو یہ بات ہوئی کہ اس شخص کے نزدیک فاعلین قیام مشرک اور کافر ٹھہرتے ہیں اگر کسیکو اس بات پر غیظ آ جاوے ہاتھ یا زبان سے کچھ سرزد ہو کچھ بعید نہیں دوسری یہ بات کہ اس ایک حرکت سے اسکے دوسرے عقائد خبیثہ کا بھی خیال آ جاتا ہے تیسری یہ بات کہ اس فریق کو دیکھتے ہیں کہ یہ سیکڑوں باتیں خوراک پوشاک اور معاملات میں خلاف صحابہ و خلاف قرون ثلثہ کرتے ہیں اور فقط قیام کرنے اور مولد شریف کی محفل پر گفتگو قرون ثلثہ میں نہیں ہوئی کرتے ہیں اور باہم عناد و فساد کرتے ہیں اسوجہ سے بھی محبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مفسدوں پر غیظ آ جاتا ہے ہاں اگر معلوم ہو جائے کہ اس شخص کے عقائد عمدہ ہیں اور قیام کرنیوالوں کو بھی برا نہیں جانتا تو اس شخص کو ہرگز کوئی آدمی زجر و توبیخ نہ کریگا ہاں البتہ یہ تو کہینگے کہ آداب محفل کا مقتضا یہ تھا کہ سب کے ساتھ آپ بھی قیام کرتے تو بہتر ہوتا چنانچہ امام غزالی نے

سوال جواب کی کبھی کیسے نہ دیسی نہ کبھی سستی ہوگی اور کیوں نہ ہو مؤلف نے جنسے پڑھا ایسی ہی اعتراض اور انکی ہی خدمت میں گستاخی حیا کا نام نہیں پس شتے نمونہ از خروارے جیسا اس انوار ساطعہ میں برعکس نام نہند زنگی کافور ظلمات بعضہا فوق بعض مکنون ہیں ایسا ہی دافع الاوہام مخزن شکوک و اوہام واقع ہوگی پس اسکے مطالعہ کی کسکو ہوس ہے بس مؤلف کو ہی یہ علم نامبارک مبارک رہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل الخ **اقول** مؤلف نے اس اعتراض کو تو قبول کیا کہ مولودی منکر قیام پر مثل تارک فرض کے ملامت کرتے ہیں اور اسکا ہی نام مندوب کو واجب بنانا ہے جسکو شرع میں تغیر حکم اور بدعت کہتے ہیں پس اعتراف بدعت ہونے قیام کا تو ہو لیا مگر علت ملامت کی کچھ تحقیق کرتا ہے سننا چاہئے کہتا ہے اکثر منکر قیام عقیدہ وہابیہ کا رکھتے ہیں اور قیام کو شرک اور قیام کرنیوالیکو مشرک جانتے ہیں دوسرے انکی حرکت سے انکے دیگر عقائد کا خیال آ جاتا ہے اس سے طبع بھڑک جاتی ہے تیسرے یہ کہ وہ بہت امور خلاف صحابہ کے کیتے ہیں اور ایک قیام و محفل مولود میں کلام کرتے ہیں یہ تین سبب غیظ کے ہیں پس مؤلف نے ملامت اور سب و شتم کو تو تارک قیام پر مسلم کیا مگر اسکا یہ تین وجہ قرار دیا ہے اور غرض مؤلف کی یہ ہے کہ ہم قیام کو واجب جاننے کے سبب ملامت نہیں کرتے قیام مستحب ہی ہے مگر یہ تین امر سبب باعث ملامت کے ہوتے ہیں پس یہ تقریر مؤلف کی محض کذب ہے اسواسطے کہ اگر یہ امور باعث دست و گریبان ہونیکے ہیں تو اہل بدعت کے اور فساق فجار و ظالموں سے اور رشوت خواروں سے تو جو اہلسنت کو کافر جانتے ہیں اور مخالفت حدود اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں اور خلق اللہ کو سخت اذیت دیتے ہیں انسے کبھی مؤلف ناراض نہ ہوا بلکہ محبت کے ہمیشہ اور الفت سے ملتا رہا اور ہم پیالہ و نوالہ کبھی حمیت دین اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ آئی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو فرض عین ہر بشر پر ہے کبھی منہ سے نہ نکلا بلکہ مدح و ثنا کر کے مورد اذا مدح الفاسق اہتز عرش الرحمن و غضب الرب کا ہوتا رہا اور انکر اذا شئتم کا مصداق بنتا رہا اگر یہ امر دینی مثل ان معاصی کی ہے تو کیا خصوصیت اسکی ہے یا بالفرض اسکی زیادہ موکد ہونیکا عقیدہ ہوگا اور نہیں تو یہ محض کذب ہے ہاں اگر دیگر اہل بدعت کہ انکے عقائد شرک تک پہنچے ہوئے ہیں اور فساق و فجار کو بھی ایسا کرتا تو یہ عذر بیان بھی معتبر ہوتا اور یہ محض جان چھڑانے اور دفع الوقتی ہے کہ قابل اعتبار کے نہیں فی الحقیقت معاملہ اس مستحب کا مثل تارک واجب و فرض کی جانتے ہیں اگر مؤلف کو شاید یہ وجہ ہو تو دیگر ہم مشرب انکے کا قطعاً یہی عقیدہ اور یہی معاملہ ہے اور محض انکار بدیہی مکابرہ ہے

لکھا ہی باب السماع میں کہ یہ بات واب حقوق صحبت کے خلاف ہی کہ کھڑا ہونے میں موافقت نہ کرے پس اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غصہ آجانا تارک قیام پر اور سبب سے ہوتا ہی نہ اس سبب سے کہ فاعلین قیام فرض و واجب جانتے ہیں قیام کو یہ تو بالاتفاق فتاوی میں مفتیان دین تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ کھڑا ہونا فرض و واجب نہیں بلکہ مستحسن اور تعظیم و ادب کی بات ہے اور غور سے دیکھئے تو بعض اوقات میں تارک قیام نص قرآنی کا مخالف ٹھہرتا ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فانشزوا یعنی اے ایمان والو جب تمکو کہا جائے کہ کھل بیٹھو مجلسوں میں تو کھل بیٹھو اور جب کہا جاے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اب معلوم کرنا چاہیے کہ جب قاری مولود نے پڑھا ۵ اٹھو ذکر میلاد حضرت ہے اب نہ پایا اسطرح پڑھا ع چاہیے آداب سے کرنا قیام نہ پایہ کہ اسوقت کھڑے

قولہ ہاں اگر معلوم ہو جائے الخ اقول مولف کی بیدار مغزی دیکھنے کے قابل ہی کہ جناب مولوی احمد علی صاحب نے اپنے جواب میں افادہ فرمایا تھا کہ تارکین راہ تھا نہ تارک جماعت دانستہ اسمیں مولف نے یہ اعتراض نکالا ہی مگر چونکہ مولف قیام کے استحباب کا قائل ہوتا ہی گو معاملہ واجبات جیسا کرتا ہی تو سوچا کہ اگر تارک پر ملامت کا اقرار کرونگا تو بات خلاف دعوی ہو جائیگی تو تقریر اعتراض میں بجائے تارک کے منکر بنایا اور نفس انکار مستحب کو بھی باعث لوم نجانا تو یہ غذا کذب بیان کئے تھے جو ندکور ہوئے آخر دروغگو را حافظہ نباشد اس قول میں اپنی اصل پر آگیا کہ ہاں جو معلوم ہو جائے کہ ہمارے عقیدہ کے موافق ہی اور پھر ترک قیام کرے تو توبیخ تو نہیں کرتے مگر موافقت کی فہمایش اور تعلیم ادب کرتے ہیں پھر جب اسمیں بھی خدشہ نظر آیا تو آیت سے استدلال پیدا کیا کہ صیغہ امر یا دال ہی تاکید بلکہ وجوب مفہوم ہو پس یہ تقریر مسلسل قابل تحسین مولف کے اور عجب ہے سو پہلے اُنکی بناوٹ کذب کی تلمیع تو ظاہر ہو چکی کہ کوئی رفض و خروج مثل انکار قیام مولود کے نہیں سب کے دوستی و مداہنت کے ساتھ معاملہ ہی مگر تارک قیام کے ساتھ زجر و توبیخ سے پیش آتے ہیں اسکو سنو کہ مسجد میں لوگ نوافل پڑھیں اور ایک آدمی نہ پڑھے تو اس کو موافقت ادائے مستحب پر ادب نہیں سکھلاتی تراویح کی ادا میں سب قائم ہو ویں ایک شخص قاعد اگر پڑھے محض کاہلی ہی اُسکو استحباب کا حکم نہیں ہوتا علی ہذا صدہا امور میں بلکہ مکروہات کے ارتکاب پر بھی حکم موافقت کا ترک مکروہات نہیں ہوتا مگر یہاں یہ حکم کرنا موافقت کا بادائے مستحب اور ترک کرنا مخالفت کا ترک مستحب ایسی ضروری ہی کہ ضرور اسمیں ادب کی تلقین ہوتی ہی یہ ہی نفس کی چوری ہی کہ مستحباب میں سے اسپر زیادہ اصرار اور درپردہ وجوب کا معاملہ ہوتا ہی مگر مؤلف دہشتہ دہشتہ کہتا ہی تاکوئی تنبہ اہل مدعا پر نہ ہو جائے اور امام محمد غزالی کا قول باب سماع کا حجت ملگیا دیوانہ را ہوئے بس است حالانکہ وہ ایک امر مباح میں موافقت طلب کرتے ہیں اور مولف امر مکروہ میں موافقت چاہتا ہے اور فتاوی میں قیام تعظیمی جائز لکھا ہے معترض بھی انکار نہیں کرتا مگر یہ اسوقت جائز ہی کہ کوئی محظور شرعی نہ ہو ورنہ ناجائز ہے مگر بہر حال اس ادب و مستحب ہونے قیام سے مولف کو خدشہ تھا کہ اب عوام بے پروائی کر کے چھوڑ دینگے تو انتظام بگڑا اور خواہش نفسانی کے خلاف ہوا تو کہتا ہی قولہ اور غور سے دیکھے تو الخ اقول جب غور سے دیکھا تو مولف کی چالاکی معلوم ہوئی کہ صیغہ فانشزوا امر کا صیغہ ہی اور جب اُسکا وجوب ہوتا ہی تو اس آیت سے ایجاب قیام ثابت کرنا مد نظر ہے اور یہ خوب محقق ہو گیا کہ مولف کو ہرگز فہم نہیں اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جب تمکو حکم ہو کہ کھڑے ہو جاؤ تو سعت مکان کے واسطے یا خدمت فخر عالم سے چلے چلے جاؤ یا جہاد و صلوۃ کی طرف چلو یا کسی امر مامور کیطرف تو اجابت کیا کرو تو اس میں امر مشترک یہ ہی کہ مامور کیطرف اُٹھا کرو اور



ہونیوالوں نے اُس آدمی کو اشارہ کیا کہ اُٹھ کھڑا ہو اور اُس نے نہ یہ کیا کہ کھڑا ہو جاتا نہ یہ کہ اُٹھ کے باہر نکلجاتا تو دیکھئے وہ اُسوقت میں مخالف امر خداوندی کا ہو گیا کیونکہ نزول اس آیت کا منشا یہی ہوا تھا کہ لوگونکو وہ بات تعلیم کیجئے کہ آپس میں محبت پیدا ہو بغض و منافرت نہو چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اسی آیت مذکورۃ الصدر کی شروع میں لکھا ہی اعلم اللہ تعالیٰ لما نہی عبادہ المؤمنین عما یکون سببا للتباغض والتنافر امرہم الآن بما یصیر سببا لزیادۃ المحبۃ والمودۃ اب سب ارباب انصاف خیال فرما دیں کہ اگر وہ شخص کھڑا ہو جاتا تو اتحاد و موانست باہمی کا سبب ہو جاتا اور کھڑا نہ ہونا بغض اور نفرت کا سبب ہو گیا تو یہ فعل اُسکا کسقدر منشاء حکم خداوندی سے بعید جا پڑا فاعتبروا یا اولی الابصار اعتراض قیام کرنیوالو نحو اگر اسبات کی تعظیم منظور ہوئی کہ حضرت کے قدوم کی تعظیم کیجاوے تو فقط وقت ولادت کے کیا خصوصیت تھی چاہیے تھا کہ جب کبھی سنتے کہ فلاں وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں یا مجلس میں تشریف لائے یا حج یا جہاد کر کے پھر آئے ہر قدوم کا ذکر سنکے کھڑے ہو جایا کرتے جواب ان قدومات میں اور قدوم وجودی یعنی ولادت شریف میں بڑا فرق ہی یہ سب قدوم جزئی ہیں مثلاً گھر سے جب مسجد یا مجلس میں تشریف لائے تو وہ دولت مخصوص اسی جماعت کیواسطے ہوئی

جیسا مامور ایسا ہی اُسکے واسطے قیام و نشوز فرض کا فرض مندوب کا مندوب پس اگر یہ قیام مؤلف کا مندوب ہی ہوتا اور عوارض سے مکروہ نہ ہوتا جب بھی وہی استحباب نکلتا تھا اور مؤلف کی مراد حاصل نہ ہوتی تھی چہ جائیکہ شرع سے اس قیام مخصوص کا بوجہ خصوص بدعت ہونا اور کراہت ثابت ہو گیا پھر کس طرح یہ قیام اس آیت میں داخل رہ سکتا ہے اول اسکو مندوب ثابت کرنا تھا بعد اُسکے یہ آیت پڑھنی تھی مگر مؤلف کا فہم معلوم لیکن ہاں یہ معنے ہیں کہ جسوقت یہ امر بدعت کیا جائے تو تم وہاں سے اُٹھکر چلے جاؤ کیونکہ معصیت کے مجمع سے اُٹھکر چلا جانا بھی مامور اس آیت سے ہے اب تفسیر کبیر کی عبارت جو مولف سمجھا ہی اسکی حقیقت سننے کے قابل ہی یہ عبارت اعلم انہ تعالیٰ لما نہی الخ جو مولف نقل کرتا ہی کبیر نے پہلے اس آیت سے ربط کیواسطے لکھی ہی کیونکہ پہلے آیت مناجات و سرگوشی کی احکام میں تھی یہاں سے اُپر حکم شروع ہوا یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا الآیہ تو کہتا ہے کہ سرگوشی کرنا جو پہلے مذکور ہوا موجب تباغض کا اسکی نہی فرما کر وہ امر ارشاد کیا کہ جس سے اتحاد ہو وہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کیواسطے فسحت کرے اور ترک زحمت کا ہو وے کہ موجب زیادۃ حب کا ہے اور نشوز جو یہاں ہے ایک معنی پر توسعہ مجلس کے واسطے بھی مراد لیا گیا ہی تو وہ موجب حب کا ہے تو اسکو اس قیام پر حمل کرنا سوء فہم ہے کیونکہ اگر یہ امر مندوب ہوتا حسب زعم مولف کے تو اس میں کیسی اعانت یا راحت مقصود نہیں ہر شخص اپنے عمل میں مشتغل ہے تو اس آیت سے اسکو کیا علاقہ ہے کوئی مجلس وعظ و درس میں بے محابا بیٹھے اور سب دوزانو بیٹھیں تو یہ ترک ادب موجب کسیکے ملال کا نہیں اور نہ باعث تکلیف کا پس یہ تفسیر محض خیال مولف کا ہی کیونکہ اسکے خیال میں وجوب قیام ہی ہی اور البتہ ترک واجب میں مخالفت ہوتی ہے پس دیکھو کہ مولف نے کیسا ناکام کام کیا کہ نہ تفسیر کبیر کی مراد سمجھا اور نہ قرآن کو مفسرین کے موافق تفسیر کیا اپنی رائے سے تفسیر کی اور پھر بھی مدعا حاصل نہ ہوا فاعتبروا یا اولی الابصار قولہ اعتراض قیام کرنیوالوں کو الخ اقول خلاصہ جواب مولف کا یہ ہے کہ قدوم ولادۃ کا تمام عالم کے واسطے ہے اور دیگر قدومات خاص صحابہ کے واسطے تھے لہذا اس قدوم ولادۃ کو دیگر قدومات پر زیادہ شرف ہے اس واسطے ولادۃ پر رواج قیام کا ہوا مگر یہ جواب نہایت بے معنے ہی اول تو معترض کی غرض یہ ہی کہ آپ کے سب قدوم لائق

دوسرے لوگوں کا اُس میں کیا حصہ ہے برخلاف قدوم وجودی کے کہ وہ قدوم کلی ہے یعنی آپکا عالم وجود میں آنا رحمت ہے تمام عالم پر جو کوئی اُسوقت دنیا میں موجود ہے یا نہیں اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہوتا چلا جائیگا اور جو چیز فرش سے عرش تک ہے کل کیلئے آپ کا پیدا ہونا رحمت ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین پس اس قدوم اور قدومات مذکورہ میں بڑا فرق ہے اسلئے قیام کرنا اس اعلیٰ درجہ کے قدوم میں اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم میں رائج ہوا اور اللہ تعالےٰ نے بھی اسی قدوم کا احسان اہل اسلام پر ظاہر فرمایا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا و دیگر

تعظیم کے ہیں شریف و اشرف کا فرق نہیں دیکھو کہ حضرت فاطمہؓ اور بعض صحابہ نے ان ہی قدومات پر قیام کیا تھا اور قدوم ولادۃ میں کوئی قیام بظاہر ہوا ہی نہیں پس اگرچہ ولادۃ اشرف ہے مگر تاہم دیگر قدومات لایق تعظیم کے ہیں اور نص سے قابل تعظیم ہونا اُن کا معلوم ہوا ہے پس جیسے قدوم ولادت کی تعظیم میں قیام ہے قدومات دیگر میں بھی چاہیئے تو اس کا جواب مولف دیتا ہے کہ ولادۃ اعلےٰ ہے پس یہ کسقدر بے موقع جواب ہے کہ سوال کچھ جواب کچھ معترض کہتا ہے سب قدوم اعلےٰ اور ادنیٰ لائق تعظیم ہیں مولف جواب دیتا ہے کہ قدوم ولادت اسلئے ہے اب بولو کہ یہ مولف کا جواب ہے یا کچھ اور یہ ہاں اگر یہ ثابت کرتا کہ سوائے ولادت کے دیگر قدوم لایق تعظیم قیام کے نہیں تو البتہ جواب تھا گو غلط ہے مگر جواب تھا دوسرے یہ کہ آپکا ان قدومات کی مخصوص بصحابہ ہونیسے کیا مراد ہے اگر یہ ہے کہ نفع زیارۃ و صحبت کا اُس جماعت کو تھا تو ولادت کے قدوم کی بھی یہ دولت باین وجہ صحابہ کو ہی تھی سو ولادت کی تعمیم کچھ نہ رہی اور اگر نفع یہ ہے کہ علم اور دین کی اصلاح سے مراد ہے تو وہ آج تک چلا جاتا ہے کہ صحابہ نے آپ سے حاصل کرکے ہم تک پہنچایا ورنہ کیونکر آتا پس معلوم کہ مولف نے کیا مراد رکھا ہے کیونکہ زیارت و صحبت تو ولادت وجود کے باعث صحابہ کو ہی تھی مثل دیگر قدومات کے اور نفع مطلق دارین کا سوائے صحبت کے ہمارے تک سب کو ہے سب قدومات کا مثل وجود کے سو ایسی بیمعنی توجیہ ہے کیا نفع مولف کو ہے سوائے مضحکہ ہونیکے تیسرے یہ کہ موجب ان قدومات پر قیام تعظیم کو آپ ہی بڑے شد ومد سے ثابت کرکے اُسکو مقیس علیہ قیام ذکر ولادت کا بنا چکا ہے اب اسکو اُنہے غیر قابل تعظیم لکھنے لگا تو گویا فعل صحابہ سے جو قیام تعظیم ثابت ہوا وہ چنداں معتبر نہ تھا اُسکا ذکر بھی قابل تعظیم قیام کے نہیں ولادت کا ذکر جو نقیض ہے وہ زیادہ قوی اور قابل تعظیم قیام کے ہے اور قدوم شریف میں قیام لایق نہیں قدوم اشرف میں لایق واحق ہے سو یہ بات بنائے ناقص مولف کی خلاف نص کے ہے اسکو نص سے ثابت کرنا واجب ہے ورنہ ہرگز قابل التفات نہیں چوتھے جو کلی جزئی جو مولف لکھتا ہے اگر باعتبار نفع عام وخاص کے ہے تو دونوں کا نفع عام معلوم ہو چکا اور جو باعتبار مقصود کے ہے تو اصل مقصود رسالت کا یہ ہے قدومات نبی جن میں تلقین تعلیم دین کے فرماتے تھے اور وجود شرط و موقوف علیہ رسالت کا ہے اور شرط و موقوف علیہ اصل مقصود نہیں ہوتا مقصود ہی اعلیٰ ہوتا ہے

شرط سے پانچویں مولف دلیل شرافت ولادت میں جو آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ذکر کرتا ہے اور آیۃ لقد من اللہ علی المؤمنین ان دونوں آیت میں مبعوث کرنے اور رسول بنانیکا احسان اور فضیلت ہے یہ دونوں امر سنہ کے بعد ولادت کے چالیس بعد ہوئے فضل ولادۃ میں آیات سے حجت لانا نہایت جہل لغت اور مراد حق تعالےٰ سے ہے اور مقصود رسالت و بعثت سے وہ ہے ثمرات و نتایج قدومات جزئیہ کے ہیں اور وجود کی شرافت پر اسکی دلیل بواسطہ ہے پس یہ استدلال اور یہ جواب محض بلاہت ہے اور جو موقوف بعثت کا ہونیکی وجہ سے فضیلت ہے تو جو موقوف علیہ اقرب الی المقصود ہوتا ہے وہ اعلےٰ ہوتا ہے تو شرح صدر مثلاً اعلیٰ ولادت سے



تشریف لانیکی بابت نہیں فرمایا من اللہ علی المؤمنین اذا خرج رسولا من بیتہ الی المسجد یہ اسلئے کہ وہ تشریف آوری دولتخانہ سے مسجد تک مخصوص انہی چند صاحبوں کے حق میں تھی جو قید احاطہ مسجد میں تھی پس منت اسکی اللہ تعالیٰ کل آدمیوں پر کسطرح ظاہر فرماتا بخلاف پیدایش حضور کے کہ وہ کل کے لئے ہے اسلئے اسکی منت کل پر ظاہر فرمائی اسلئے کل کا دستور ٹھہر گیا کہ جب اس قدوم کلی کا ذکر آتا ہے اُسیوقت قیام کرتے ہیں بخلاف اور قدومات کے کہ وہ جزئیہ ہیں **اعتراض** قیام وقت ذکر ولادت نہایت الطاہر یہ ہے کہ اگر کوئی عرق ریزی کرے تو جواز و اباحت تک نوبت آویگی مگر مباح کو سنت و واجب جاننے سے پھر بدعت و منکر ہو جاویگا **جواب** جو شخص کہ ازرو دلیل اسکی اباحت ثابت کریگا یہ کسطرح عقل میں آوے کہ وہ خود مباح کہکر واجب جاننے لگے یہ تو کوئی ذی شعور مسلم نہ کہیگا باقی رہی

ہونا چاہیئے اور یہ نکتہ فہمی مولف کی کہ حق تعالےٰ نے آیتہ میں خروج عن البیت کو نہیں فرمایا سبحان اللہ کیا علم ہے یا نہ سمجھا کہ حق تعالیٰ نے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ خلق بھی تو نہیں فرمایا جس سے ولادۃ کا فضل نکلتا بعثت تو نبوت کے معنے ہیں نہ ولادت کے پس ان جزئیات کو اسواسطے نہیں فرمایا کہ یہ سب افراد رسالت و بعثت کے ہیں اور آپ کا ہر خروج و دخول حرکت و انقلاب سب اثبات شریعت و احکام دین کرتا تھا لہذا عام جامع کلمہ فرمایا سبحان اللہ مولف دعویٰ قرآن فہمی کا بھی رکھتا ہے باین علم و فہم الحاصل سب کو فخر عالم میں قیام مندوب تھا مگر مولف نے ذکر قدوم میں بوجہ مناسبت حصر کیا تھا اب ولادت میں خاص کر دیا اور سب پہلی تحریرات کو بھول گیا اور اپنے گھر بنائے کو ہدم کر دیا اور یہ کلمہ گستاخ اُسکا کہ آپکے گھر سے تشریف لانا اور غزوات سے سالم قدوم مبارک میں اور رسالہ کی تبلیغ وغیرہ میں سوائے صحابہؓ کے کسیکو کیا نفع ہے یہ جو اسکے فحوائے کلام سے نکلا صریح بے ادبی ظاہر اور مخالفت نص قرآن شریف کی ہے حق تعالےٰ تو اس کلمہ مطلقہ عامہ میں اذ بعث فیہم رسولا و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین میں تمام ذرہ ذرہ آپکے افعال اقوال کو نعمت بتاتا نعمت عامۃ الی یوم القیمۃ اور مولف سوائے صحابہ کے سبکو محروم ٹھہراتا ہے سوائے نفع ولادت کے سب منافع رسالت کے عموم اور ابدیت سے انکار کرتا ہے گو نہیں سمجھتا اور لایق احسان کے نہیں جانتا معاذ اللہ ناظرین اس شوخ کلامی اور کوتہ فہمی اور ناعاقبت اندیشی کو غور فرماویں کہ اپنی بدعت تخصیص قیام کے جائز ہونے کیلئے کیا تکلف دور از دین و دانش اختیار کرکے دین کو برباد کرتا ہے بس زیادہ کیا کہوں

**قولہ** اعتراض اگر نہایت موشگافی کوئی کرے الخ **اقول** مراد معترض کی یہ ہے کہ قیام مطلقاً ذکر فخر عالم پر مندوب ہے اور تخصیص ذکر ولادۃ کی بدعت ہے اور اگر کوئی محنت کرکے بالفرض اباحت تخصیص اس قیام کی ثابت کر دیوے تو پھر بھی جب عوام اسکو واجب جاننے لگے تو اُن کے حق میں بدعت ہوا اور خواص کو اسکا کرنا مکروہ ہوا کہ موجب افساد عقیدہ عوام کا ہے تو مولف کیا خوب سمجھا جواب دیتا ہے کہ اگر کوئی اباحت ثابت کریگا وہ واجب کسطرح جانے گا سبحان اللہ معترض کب کہتا ہے کہ خود مستدل واجب جانیگا معترض یہ کہتا ہے کہ ہر چند کوئی اسکی اباحت ثابت کرے مگر تاہم جو عوام اسکو اصرار دوام کے سبب واجب جان رہے ہیں اُن کے حق میں بدعت ہی ہو دیگا اور مفسد جواز کو ہوگا مگر مولف عالی فہم مطلب سے اوپر کو ہی اوڑتے ہیں پس مؤلف کا یہ قول محض بیجے ہے پس سنو کہ مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے اور جس دوام فعل خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو وہ امر خواص کو اعلان و دوام کرنا مکروہ ہوتا ہے کیونکہ سبب موہم کا مذموم ہے قال الحلبی فی وجوہ کراہۃ صلوۃ الرغائب ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا سنۃ فیکون فعلہا سببا لکذبہم علیہ

بات کہ مبادا اور آدمیوں کو واجب ہونے کا دہوکہ لگے سو صورت سکی یہ ہو کہ یہ معنے تو بدعت کے نہیں کہ کوئی شخص فعل مباح یا مستحب کرتا ہو اور دوسرا آدمی اسکو اپنے خیال میں واجب سمجھ جاوے تو اصل فاعل کے حق میں وہ امر بدعت ہو جاوے ہاں بعض فقہا کے کلام سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض مسائل میں ڈرا کرتے تھے کہ ہم کس کسکو کہتے پھریں گے مبادا عوام لوگ اسکو فرض خیال کریں سو اس مسئلہ خاص میں یہ علت مفقود ہے کیونکہ علماء عرب کے فتوے چھپ چکے تفسیر روح البیان اور سیرت حلبی چھپ چکی اور علماء فرنگی محل و علماء کلکتہ و الہ آباد و بمبئی وغیرہ بلاد عظیمہ عرب و عجم کے رسالے اور فتاوے چھپ چکے کتنی کتنی صدیاں گذر گئیں یہ اعلان کرتے ہوئے کہ یہ مجلس پاک اور قیام کرنا مستحسن ہے پس اسقدر اعلان اور اشتہار کرنے کے بعد وہ علت جاتی رہی اور اشتباہ کا محل نہ رہا یا تو اس قیام کی التزام دائمی میں جو صورت کراہت عند بعض الفقہاء متصور تھی وہ بھی نہ رہی اور بدعت ضلالۃ ہونا تو کسیطرح ثبوت ہی نہیں کھتا اور اعتراض آئندہ میں بھی اسکا دفعیہ کرینگے **اعتراض** یہ لوگ اگر قیام کو مباح یا مستحسن جانتے ہیں تو واجب کیطرح دائمی التزام کیوں کرتے ہیں حالانکہ امر مستحب بھی اصرار کرنے سے

---

صلے اللہ علیہ وسلم پس ظاہر ہو گیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے مؤلف اس امر کو بعض علماء کیطرف نسبت کرتا ہے حالانکہ جملہ اُمت کا اتفاق ہے مگر مؤلف دبا دبا کہتا ہے نہ اصل مراد معترض سے خبردار اور نہ قواعد دین سے واقف نہ فہم کے علاوہ جو چاہا منہ سے نکال دیا اور یہ قول مؤلف کا کہ عام علماء نے استحباب کو طبع کرا دیا ہے اس وجہ سے علت کراہت رفع ہو گئی یہ قول کسقدر دور از فہم ہے کیونکہ صلوۃ رغائب کی کراہت اور بدعت ہونا علماء نے تحریر و تقریر سے تمام عالم میں اشتہار کیا مگر تسپر بھی عوام جہلاء نے نہ چھوڑا اور کسی عالم نے نہ کہا کہ اب اشتہار عدم سُنیت اسکا ہو چکا اب خواص کو مکروہ نہیں دوسرے یہ کہ جب خواص زبان سے تو کہیں کہ مؤکد نہیں مگر عملدرآمد اس التزام سے کریں کہ ترک اُسکا مثل سنت مؤکدہ کے زبون جانیں تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہوگا اور تحریر فتاوے اور طبع اُسکا عوام کو کیا مفید ہے کہ نہ پڑھ سکیں اور نہ سمجھیں اور نہ اُن کو ان امور کا خیال اور نہ تحقیق کا فکر کہ رسائل خرید کر پڑھیں یہ اشتہار طبع کسقدر مذر غیر معقول المعنی ہے تعیین سورۃ کا مسئلہ ہی دیکھو کہ باوصف شہرت کے اور تحریر کتب کے اب بھی علماء اُسکو مکروہ ہی کہہ رہے ہیں چنانچہ پہلے اسکی تحقیق ہو چکی اور سب دیگر مسائل میں ایسے چرپوز عذرات سے مؤلف کو شرم نہیں آتی افسوس کہ خلاف کتب دینیہ کے کسطرح اُسکا قلم ایسے کلام لایعنی پر چلتا ہے الحاصل ہر روز فقہاء ایسی حالت میں تحریر اور اشتہار پر قناعت نہیں کرتے بلکہ دوام کو مکروہ ہی کہتے ہیں بلکہ چاہیے کہ گاہ گاہ ترک بھی کر دیا کرے تاکہ عوام کو یہ خرشہ نہو مگر مؤلف ہر روز جدید قاعدہ خلاف ہیئت کے شرع میں نکالتا ہے کیونکہ شرع نے تو اس صورت کو مکروہ ٹھیرایا تھا اسواسطے کہ فعل علماء خواص کو ہر عام دیکھتا ہے پس اُنکے دوام سے خود عوام واجب جان لیوینگے اور تحریر کا یہ حال ہے کہ لاکھوں میں ہزاروں پڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ہزاروں میں صدہا غافل بے پرواہ اور صدہا میں عدید آدمی فہیدہ ہوتے ہیں پس تحریر سے نفع نہیں ہوتا مگر مؤلف اسکو اپنی رائے سے نافع کہہ رہا ہے اور نفع قواعد فقہاء کا وہ سمجھے کہ فہم من اللہ تعالےٰ اسکو عطا ہو ہر عامی کا کام نہیں کہ اپنی رائے سے قواعد فقہاء کو رد اور اپنی رائے ناقص سے ایجاد کیا کرے پس قول مؤلف کا بالکل غلط خلاف عقل و نقل کہ کہ اس طبع اور اشتہار سے علت کراہۃ مرتفع ہو گئی **قولہ** اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ قیام کو مباح الخ **اقول** اول اس امر کو محفوظ رکھنا ضرور ہے کہ ہنوز دوام اور اصرار میں بھی تمیز نہیں ہوئی سنو کہ دوام مستحب کا شرع میں محمود ہے بشرطیکہ اس کے ادائے کوئی محظور شرعی لازم



مکروہ ہو جاتا ہے **جواب** التزام امور مستحبہ کا مکروہ نہیں ہے علے العموم بلکہ بعض صور خاص میں بعض فقہا تحریر فرماتے ہیں وہ ہمارے فحوائے کلام سے سمجھ لو تحقیق اصل مسئلہ قیام کی یہ ہے کہ ہم اسکو مستحسنات میں سمجھتے ہیں مذہب جمہوری یہی ہے اور اسی پر عمل ہے تمام بلاد اسلامیہ میں اور منکرین میں ایک فرقہ ایسا ہے کہ اس قیام کو حرام کہتے ہیں اور بعضے اسکے بدعت مطلقہ اور بعضے انہیں کے بدعت ضلالۃ اور بعضے انہیں کے شرک قرار دیتے ہیں پس اس صورت میں مجوزین قیام بھی اگر ترک کرنے لگیں تو سبکے دلوں میں سما جائے یہ بات کہ یہ قیام بلاشک ممنوع ہے کہ انہوں نے بھی ترک کر دیا تو اس صورت میں بدلجاویگا حکم شرعی اور ثابت کر چکے ہم دلائل شرعیہ سے اس کتاب میں اباحت و استحسان

---

نہ آجاوے اور دوام عبارت ہے ہر روز کرنے سے اور اصرار کہتے ہیں کسی امر پر ضد ہجانا اور ادا کرنا ایسا کہ ترک اسکا دشوار ہو مثل ترک فرض کے پس اصرار مندوب کا شرع میں مذموم ہے بقولہ علیہ السلام ان اللہ یحب ان یؤتی رخصہ کما یحب ان یؤتی عزائمہ اور مصر علے المندوب گویا حکم رخصت کا ہوتا ہے اور اس کا ہی نام تعدی حدود اللہ تعالےٰ ہے اور مدیم چونکہ مصر نہیں ترک بھی کر سکتا ہے لہذا وہ محرم جانب مقابل کا نہیں پس اصرار مستحب کا مکروہ ہوا کہ تعدی حدود اللہ کی ہے اور ادامۃ مکروہ نہوئی بشرطیکہ عوام کو مضر نہو اب سنو کہ معترض اصرار قیام کہتا ہے یعنی کہ مطلق قیام جو مستحب تھا اُسپر ایک فرد میں ایسا التزام و اصرار کہ ترک اسکا مثل واجب ناگوار جانتے ہیں اور یہ تعدی حدود اللہ تعالےٰ ہے تحریر بخوبی جا ہے پس پہلے اعتراض میں تو بوجہ خرابی عقیدہ عوام کے اعتراض تھا اور اس میں خود مرتکب کے اصرار کی وجہ سے اعتراض ہے اور دونوں میں فرق واضح ہے اسکا خیال رہے **قولہ** جواب التزام امور مستحسنہ کا مکروہ نہیں الخ **اقول** جب امر مستحب میں التزام و اصرار پیدا ہو جاویگا وہ مکروہ ہو جاویگا البتہ دوام محض مکروہ نہیں بشرط عدم مانع مگر چونکہ مؤلف کو دوام و اصرار میں تمیز نہیں تو کم فہمی سے خیر العمل ادومہ کو پیش نظر کر کے یہ لکھ رہا ہے حالانکہ اسکو اور اسکو بہت فرق ہے جیسا واضح ہوا پس قول اسکا کہ التزام علے العموم مکروہ نہیں محض غلط ہے یہ کم فہمی سے سرزد ہوا ہے حالانکہ روایت مجمع و استنباط منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ اور عبارت طیبی کی، فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال دونوں عام ہیں کیونکہ ان میں اصرار ہی اور حدیث میں دوام ہیں نہ معارضہ نہ مخالفت پس اب قول مؤلف کا کہ اصرار علی العموم مکروہ نہیں غلط ہے اصرار مندوب کا علی العموم مکروہ ہے جیسا کہ مجمع اور طیبی سے ثابت ہو گیا اور دوام محمود ہے جبتک کہ دوام سے عوام کو مضرت نہو اور قیام میں مولودیوں کو اصرار ہے جیسا کہ تحریر مؤلف سے خود معلوم ہوتا ہے **قولہ** ہم اسکو مستحبات میں الخ **اقول** مطلق ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نفس قیام جائز ہے کوئی اسکا منکر نہیں مگر ہاں جب تخصیص مطلق یا تشبہ یا اصرار عارض ہو جائے یا عقیدہ حضور روح فخر عالم کا بعلم استقلال ہو تو اسوقت اسکو مکروہ و بدعت و شرک کہتے ہیں ورنہ نفس قیام میں خلاف نہیں مؤلف کوتہ فہمی سے جو چاہے سمجھ لیوے **قولہ** پس اس صورت میں الخ **اقول** اس کلام سے واضح ہوا کہ مؤلف مُصر علے القیام ہے کیونکہ ترک قیام میں جب وہ تعدی حدود اللہ کا قائل ہے تو ترک قیام حرام ہوا اور قیام واجب ٹھیرا تاکہ تعدی نہو پس اصرار علے القیام لاریب ثابت ہوا اور مستحب کا واجب ہونا محقق ہو گیا پس اصرار علے المستحب ہوا کیونکہ قیام درجہ استحباب سے تو نکلا ہی نہیں اور مستحب کو واجب کرنا بھی پایا گیا فقد کفی ما قررتہ پس مؤلف نے یہ اقرار حق اپنے اور سب مولودیوں کے اوپر کر لیا اور قول طیبی کا فقد اصاب الشیطان اور قولہ تعالےٰ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک

ؔ یعنے جو تجاوز کرے حدود الٰہی سے وہ ظالم ہیں ۱۲ منہ

قیام پس جبکہ امر مباح و مستحسن کو لوگ شرک اور کفر یا حرام سمجھنے لگیں تو اس سے زیادہ تعدی حدود اللہ میں کیا ہوگی جسطرح مندوب کو
واجب سمجھنے میں تغیر شرع ہے اسیطرح مباح کو حرام اور شرک قرار دینے میں تبدیل احکام اللہ اور تغییر دین ہی بناءً علیہ مناسب سمجھا گیا کہ ترک کیا
کریں اس قیام کو واسطے اس مصلحت کے ہاں اگر یہ قیام ایسا ہوتا کہ کسیکو اسکے استحباب میں کلام نہوتا تو اسصورت میں التزام و اہتمام اسکا بقول ان
بعض فقہائے کے نکیا جاتا کیونکہ ایسا امر جو سب کے نزدیک محمود بالاتفاق ہو اور کوئی اسمیں انکار نکرتا ہو بلکہ سب اسکو کمال اہتمام سے بجا لاتے ہوں تو اسکی [illegible]

ہم الظالمون الایہ باقرار مولف اُنپر صادق آگیا سبحان اللہ مولف کے فہم پر ہزار آفریں اب اس کج فہمی کی حقیقت سنو کہ معترض نے اعتراض جو
اصرار علے المستحب کے کیا تھا اسکا جواب مولف اپنی کج فہمی سے عوام کے تبدیل عقاید کا دینے لگا غور نہیں کیا کہ اصل منشاء اعتراض کا کیا ہے یعنی
بولا کہ مجوزین کے ترک میں عوام کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے کہ وہ اس مستحب کو مکروہ و ممنوع کر لیویں گے سو دیکھو کہ اصرار مستحب جو اصل اعتراض تھا اسکا
کچھ جواب و انکار نہیں دوسری بات فساد عقیدہ عوام کا اثبات ہونے لگا اور اپنے اوپر اصرار کو اس ضرورت سے قبول کر لیا اور عوام کی حفاظت
کیواسطے آپ عاصی بنگیا دوسری خرابی یہ کہ اس پہلے اعتراض کے جواب میں مولف نے لکھا ہے کہ فتاوے علماء عرب و عجم بکثرت طبع ہو گئے
ہیں کہ سب کو مستحب ہونا اس قیام کا روشن ہو گیا ہے تو اب التزام قیام میں خدشہ فساد عقیدہ عوام کا نہیں کہ علت کراہت کی رفع
ہو گئی اور اس جواب میں کہتا ہے کہ ان فتاوے کا اثر بالکل بھی دنیا میں نہیں ہوا وہ بالکل لغو ہو گئے ناچار التزام سے استحباب ثابت کرنا پڑا اور نہ
کراہت ہو جاتی کیونکہ اگر فتاوی کثیرہ بزعم مولف عوام کو استحباب کا اثبات کر دیتے ہیں جیسا پہلے کہتا تھا تو اب کیسے حرام و بدعۃ کہنے سے کیوں
عوام بہکتے پھر کیا اندیشہ عوام ہوتا وہ تو نہ التزام مجوزین سے خراب ہوتے نہ فتوی تحریم مانعین سے بگڑتے پس اس التزام کا وبال کیوں مولف کے ذمہ
پڑا کہ اصرار مستحب اور تعدی حدود اللہ اپنے سر پر رکھی گئی بزعم مولف بہر حال یہ تناقض اقوال غور طلب ہے کہ وہاں تو فتاوی مثبتی تھی بزعم مولف کہ
دوام فعل سے عوام کو کچھ حرج نہیں تھا اور یہاں خبر کافی ہو گئی شاید ایک ساعت میں پرانی ہو کر قوۃ زائل ہو گئی اور وہاں باوجود فتاوی کے التزام کا
موثر نہ ہونا مصحح تھا اور یہاں بدون التزام کے صورت نجات کی ہی نہیں ہے فتاوی میں اثر ہی نہیں رہا جو کچھ اثر ہے دوام میں ہی ہے مولف کو
کچھ ہوش نہیں کہ کتاب میں کیا کیا قلم درج کر رہا ہے اپنے جہل مرکب کے نشہ میں سرشار ہے تیسرے یہ کہ مولف مستحب کو واجب جاننا خود داخل تعدی
حدود اللہ کرتا ہے خواہ عوام کو یہ پیش آوے خواہ خواص کو پس جس تعدی سے عوام کو بچایا ہے وہی تعدی اپنے اوپر لازم کرتا ہے چنانچہ اسکے
کلام سے واضح ہو لیا حالانکہ اگر اس قیام کو گاہ گاہ ترک کر دیتا تو عوام کا حرام جاننا بھی رفع ہو جاتا اور خود بھی گناہ اور اصرار مستحب سے
پاک رہتا کیونکہ اگر فعل مجوزین قیام کا عند العوام معتبر ہے تو گاہ گاہ کرنیسے حلت کا ثبوت ہو جاتا اور جو انکا فعل لغو ہے تو یہ التزام بھی کچھ نافع
نہوگا اور بزعم خود تعدی حدود اللہ عبث سر پر لی اور عوام کو فائدہ کچھ نہوا چوتھے یہ کہ اصرار کو تو تعدی ہر حال لازم ہے اگرچہ مسئلہ مختلفہ ہو گیا
جو اسواسطے کہ جو فعل ایسا ہے کہ ایک فریق اسکو حلال مستحب اور دوسرا حرام کہے مثلاً زعفران سے ریش کا خضاب کرنا ابن عمر مستحب کہتے ہیں
اور ابو حنیفہ اور ائمہ دیگر حرام تو اب اگر بتقلید ابن عمر ریش کو خضاب عفران کا کرے مستحب جانکر اور اصرار کرے تو بالضرور حسب قول ابن عمر کے
مصر علے مستحب اور متعدی ہوا اور عوام کے افساد عقیدہ کا سامان کیا کہ اپنے مستحب مزعوم کو عوام پر واجب کرتا ہے پس یہ قاعدہ مولف کا کسقدر
غلط ہے کہ کوئی معنی اسکے نہیں کہ مستحب مختلفہ میں اصرار و تعدی درست ہے یہ کیسا جہل اور مخالفت شرع کی ہے معہذا اطرفہ یہ ہے کہ مولف مانعین



اور التزام سے البتہ عوام کے دلوں میں شبہ وجوب یا فرضیت کا پڑ سکتا ہے وہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس امر کا کوئی منکر نہیں اور سب بالاتفاق
کمال تاکید و اہتمام سے کر رہے ہیں شاید یہ کام فرض و واجب ہوگا پس صاحب مجمع البحار کا کلام جسکو بعض فضلا سند میں لائے ہیں
درحقیقت وہ ایسے ہی مندوب اور مستحب بالاتفاق کے حق میں ہے کہ المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ برخلاف
اس قیام کے کہ اسمیں لوگوں کو کیا کیا گفتگوئیں ہیں بھلا جس چیز کے جواز و عدم جواز میں مباحثہ ہو رہا ہو اور مجوزین قیام جا بجا فتاوی
اقرار و استحسان قیام کے باب میں چھاپ چھاپ کر مشتہر کر چکے ہوں کب عقل سلیم باور کریگی اسبات کو کہ اسکی فرضیت یا وجوب شرعی کا شائبہ
کسی دل میں پیدا ہوگا حاشا و کلا اعتراض بانیان محفل میلاد نے مطلق کو مقید کر دیا ہے یہ بدعت ہے جواب بدعت کی تعریف
اگلے علماء فرما چکے مولوی اسحق صاحب مایہ مسائل میں نقل کر چکے ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں جو علماء بدعت کی تقسیم مانتے ہیں وہ کہتے ہیں

محفل مولود اور قیام کو اپنے کلام نافرجام میں اہل قلیل دو چار آدمی غیر معتبر غیر معتمد القول کالعدم اور مجوزین کو سواد اعظم اور جم غفیر معتمد القول
لکھ آیا ہے پس انکی منع کا اور تحریم کا کیا اعتبار ہے اور انکے منع پر کس سبب سے یہاں التفات ہونے لگا کہ بدون التزام مکروہ کے چارہ
ہی نہ ملا اور پھر آخر جواب میں اول کے خلاف وہ ہی لکھ دیا کہ اس اشتہار فتاوی کے بعد فرضیت کا عقیدہ ہونا کیسے عقل سلیم باور نہیں
کریگی پس بد حواسی مولف کی قابل تماشا ہے اور خوبی علم و فہم مولف کی کسقدر روشن ہوئی کہ باید و شاید اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مستحب میں
اصرار ہو وہ مولف کے نزدیک تعدی حدود اللہ اور حرام ہے اور جس فعل مستحب و التزام سے عوام کو مضرت ہو کہ مستحب کو واجب یا حرام جانیں
وہ بھی تعدی ہے اور حرام ہے اور پہلے جواب میں اس کراہت کا بعض علما کے نزدیک مولف مقر تھا اب حرمت کا خود اقرار کر لیا اور اول
جواب میں بعض مستحب کے اصرار کو جائز کہتا تھا اور اب اس قاعدہ میں عموماً اصرار مستحب پر حرام ہونیکا حکم لگا دیا کیونکہ تعدی حدود اللہ سب میں
لازم ہے بس یہ مبلغ علم مولف کا ہے اللہ سپرد دکھو فہامۃ العصر ہونیکا ہے سبحان اللہ بہر خدا تعالی ناظرین اس لیاقت علمی اور فصاحت بیانی کو
غور کریں لاحول ولا قوۃ الا باللہ قولہ برخلاف اس قیام کے الخ اقول بعد اس تحقیق حقیق کے مولف نے کیا عجب نتیجہ نکالا ہے کہ
دنیا میں کسی ذی عقل و ادنی عقل والے سے بھی یہ نہیں ہوا ہوگا سنو مقدمات تو یہ تھے کہ قیام مختلف فیہ ہے اگر مجوزین بھی ترک کریں نہ مجلس
اور التزام نہ کریں تو تعدی حکم احد کی عوام کے نزدیک ہو جاویگی لہذا التزام اسکا ضرور ہے اور یہی قاعدہ مقرر کیا کہ ایسے امر مختلف فیہ
میں اصرار مضر نہیں بلکہ ضروری ہے اور خلاصہ یہ نکلا کہ عوام کو بسبب اشتہار فتاوی کے عقیدہ وجوب کا نہیں ہو سکتا اب غور کرنا چاہیے کہ اعتراض
تو اصرار کی کراہت کا تھا اور خلاصہ جواب یہ اور مقدمات وہ تو مولف کے دماغ میں خلل ہے یا نہیں اور یہ جواب خاص عطاء فکر صائب مولف
کا ہے کہ جس نہایت تازہ و نخرہ ہے قولہ اعتراض بانیان محفل میلاد نے مطلق الخ اقول بدعت کی تعریف میں سب متفق ہیں تفاوت الفاظ
کا ہے پہلے تحقیق ہو چکا اور یہ بھی محقق ہو لیا کہ یہ محفل مروج ہر دو تعریف کے موافق بدعت ضلالہ ہے اگرچہ اصل ذکر فخر عالم کا بلا
قیود مندوب ہے چونکہ بہت واضح بیان پہلے ہو چکا ہے لہذا اعادہ نہیں کیا جاتا مگر مولف کی سوء فہم کو دیکھنا ہے کہ مطلق کو مقید
کرتا اور عکس اسکا کہتا ہے کہ حد بدعت میں داخل نہیں حالانکہ اس کے بدعت ہونے کے برابر سب قائل ہوتے چلے آئے ہیں
اور سب کے نزدیک داخل حد بدعت کی ہے کیونکہ جس نے مطلق شرع کو مقید کیا تو یہ قید خلاف متلقی عن الشارع ہوئی اور احداث

بدعۃ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر اُسکو دو قسم کرتے ہیں ایک حسنہ اور ایک سیئہ پس اُنکے نزدیک محفل میلاد بدعت حسنہ میں داخل ہی اور مستحب ہے اور جو علما تقسیم بدعت کے قائل نہیں وہ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں مااحدث علے خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان علمائے کے نزدیک محفل میلاد خود سنت میں داخل ہی کیونکہ گو یہ محدث شے ہے لیکن محدث علے خلاف الحق نہیں ہے کہ کوئی حکم قرآن یا حدیث و اجماع کا بدلتی اور تغیر دیتی ہو پس اصل حال تو یہ ہے کہ محفل میلاد شریف ہر دو طائفہ کے نزدیک مستحسن ہے باقی جو بعض علمار کو انکار واقع ہوا ہے وہ نہیں پہنچے اس رمز دقیق کو۔ الحاصل بدعت کی تعریف سلف سے وہ ہیں جو بیان کی گئیں اب تھوڑے دنوں سے یہ لوگ تقریر سیکھے ہیں کہ بدعت وہ ہے جو مطلق کو مقید کردیں یا مقید کو مطلق کر دیں حالانکہ اگر ہم اسکو تسلیم بھی کر لیں تب بھی حرمت مولد شریف کی ثابت نہیں ہوتی اسلئے کہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ محفل مولد شریف میں کسی مطلق کو مقید نہیں کیا یعنی روایات میلاد و معجزات کا پڑھنا جسطرح ماہ ربیع الاول میں ہوتا ہی دوسرے مہینوں میں بھی پڑھ لیتے ہیں پھر مطلق مقید کہاں ہوا اور جسطرح ذکر ولادۃ شریف کے وقت قیام کرتے ہیں اسی طرح اور بھی چند مقامات میں قیام کرتے ہیں چنانچہ وہ مواقع بیان تحقیق قیام میں کسیقدر لکھے گئے پس قیام بھی مقید نہوا کہ نہ قیام کسی مکان اور کسی زمان اور کسی موقع میں مگر خاص مولد شریف میں اور اسیطرح تقسیم شیرینی یا کھانا کھلانا اور بھی تقریبات دین و دنیا میں ہوتا ہے مثل ختم قرآن تراویح و مجلس بسم اللہ و عقد نکاح وغیرہ اور منبر یا چوکی وعظ کیلئے بھی بچھتی ہے اور فرش کا بچھانا وعظ میں بھی ہوتا ہی اور مجلس نکاح وغیرہ میں اور پڑھنا قصائد و مناقب کا جیسا محفل مولد میں ہوتا ہی بعض دیگر مجالس میں بھی ہوتا ہی اور بعض آدمی تنہا بھی شوقیہ پڑھتے ہیں اب بیان فرماویں صاحب کہ مقید کر دیا ہمنے کونسی مطلق شرعیہ کو اسیطرح کہ نہ جائز کی سمجھیں

مخالف حکم شارع کے ہو اگر عہد شارع میں نہ تھا دونوں حدود کھوا پر ظاہر صادق ہو رہے ہیں اسکا بھی پہلے بیان ہو لیا ہی پس یہ محفل مروج بسبب قیود کے داخل بدعت میں سب حدود کے موافق ہو گئی بداہتہً اسمیں کوئی امر دقیق وخفی نہیں اگرچہ مولف کے فہم پر غطا ہے کہ واضح مضامین کو بھی سمجھنے نہیں دیتا اور حالانکہ خود تقیید مطلق کو قابل زجر و توبیخ کہہ آیا ہی غور طلب ہے کہ مولف کہاں ہی **قولہ** ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ محفل مولد الخ **اقول** دعویٰ مولف کا سراسر غلط اور کور فہمی ہے اور ہنوز مولف معترض کے مطلب کو بھی نہیں سمجھا ساری عمر گذاری اور کچھ خبر نہیں معترض یہ کہتا ہی کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے اور کسی ہیئت اور قیود سے مقید کرنا اسکا اگرچہ وہ قیود امور مباح یا مندوبہ ہی ہوں مکروہ و بدعت ہے پس تقرر تاریخ اور فرش معمول اور شیرینی مروج اور روشنی کثیر اور تداعی و اہتمام وغیرہ اگر سب یا بعض جیسا مروج ہے ذکر مولود کیساتھ ہو وینگے تو وہ محفل بوجہ ان قیود کے اطلاق سے نکلکر بدعت ہو جاویگی اور جو امور غیر مشروعہ محفل میں ہو وینگے تو مکروہ ہو جاویگی پس معترض یہ نہیں کہتا کہ زمانہ اور شیرینی وغیرہ کو محفل میں مقید و حصر کر دیا کہ انکا وجود اور کہیں نہیں ہا بلکہ یہ کہتا ہی کہ ذکر کو ان قیود کیساتھ مقید کیا کہ بدون ان قیود کے سب کے یا اکثر کے یہ ذکر ہوتا ہی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ان قیود کا ہونا ضروری ہو گیا ہی پس ذکر ولادت جو مطلق عن القیود تھا مقید بقیود کر دیا یہ ذکر بدون قیود کے ہوتا نہیں گویا لازم غیر منفک ہیں اگرچہ قیود دوسری جگہ بھی ہوں تو قیود کو مقید کرنا نہیں کہا مگر مولف نہیں سمجھا اور قیام جو سب ذکر فخر عالم میں مندوب تھا اسکو خاص ذکر ولادۃ میں حصر و مقید کیا کہ سوائے ذکر ولادت کے کسی محفل مخصوص میں ہو اور کسی ذکر پر نہیں ہوتا تو مطلق قیام ذکر فخر عالم بھی مقید ہوا مگر مولف کا فہم عالی ہی کچھ کا کچھ سمجھتا ہے مولف کہتا ہے



ہم اُس مطلق کو کسی وقت بلا قید ہاں یہ بات تو ضرور ہے کہ مجلس خیر میں جسقدر حسنات و امور خیر کی کثرت ہوا ور جسقدر تعظیم و محبت کا ظہور ہوا اُسیقدر موجب خیر و برکت ہوگا سو تقیید مطلق اسکا نام نہیں ہی یہ بات ہر مرد سلیم الطبع پسند اور دل سے قبول کریگا **اعتراض** سلامی جوابی مثل روافض کے معین کرتے ہیں **جواب** یہ بات تو ملک عرب میں بھی رائج ہے کہ جب مولد شریف میں کوئی روایت قاری مولد تمام کر چکتا ہے اُسوقت حاضرین مجمع ہو کر درود پڑھتے ہیں اور وہ اکثر شعر ہوتا ہی حالانکہ اہل الحرمین روافض کے دشمن ہیں ممکن نہیں کہ وہ اعدائے دین سے یہ بات اخذ کرتے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہی کہ اہل عرب نے یہ بات حضرت سید العرب والعجم کے فعل سے استنباط کی ہی صحیحین میں انس سے روایت ہے کہ صحابہ مہاجرین و انصار خندق کھودتے اور مٹی نکالتے جاتے تھے اور زبان سے یہ پڑھتے تھے ؎ نحن الذین بایعوا محمدا٭ علے الجہاد ما بقینا ابدا٭ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے جواب میں پڑھتے تھے ؎ اللہم لا عیش الا عیش الآخرہ٭ فاغفر للانصار والمہاجرہ٭ کذا فی المشکوٰۃ فی باب البیان والشعر پس یہ بات قابل طعن نہیں ہاں اگر قواعد موسیقی کے طور پر تغنی کرنے لگیں تو یہ البتہ علماء دین میں مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقط اپنی زبان کا حسن ظاہر کرنے کو پڑھیں اور اخلاص حضور ہرگز دل میں نہ ہو تو بالاتفاق ممنوع ہوگا جیسے بعض قاری خوش الحان محض نموداری کیلئے قرآن مجامع میں پڑھنے لگتے ہیں پس اس نیت سے پڑھنا منع ہے امور خیر میں اخلاص ضروری ہی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین **اعتراض** مولوی محمد ہاشم صاحب مرشی فتوی تازہ مطبوعہ مطبع ہاشمی کے آخر صفحہ میں اپنی مہر لگا کر رقم فرماتے ہیں لکھنا حضرت مجدد الف ثانی کا در باب مولد شریف کے اگر فرضاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم دنیا میں زندہ ہوتے اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں نزدیک فقیر کے

پس قیام بھی مقید نہ ہوا سبحان اللہ خوب سمجھے علے ہذا طعام و منبر و شیرینی و فرش کو کسقدر اولٹا سمجھ گیا ہی پس یہ دعوی مولف کا محض غلط نکلا کہ ذکر مولود اور قیام مقید نہیں ہوا بلکہ مقید ہونا اسکا بدیہی ہے اور یہ فہم مولف کا کہ شیرینی اور فرش وغیرہ کو مقید کرتا ہی محض خطائے فاحش ایسے واضح کلام کے فہم سے بھی عاری لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ اعتراض** سلامی الخ **اقول** بحث تشبہ میں ثابت ہو چکا کہ تشبہ ممنوع کے واسطے ضرور نہیں کہ اُس قوم سے ہی دیکھکر اخذ کریں بلکہ عام ہی سوا گر کسی امر کو مسلمان کرتے ہیں بشرطیکہ وہ شعار بھی کفار و فساق کا ہو اور طبعی امور ہو کہ شرعی نہو تو بسبب تشبہ حادثہ کے ممنوع ہو جاتا ہے دست چپ میں خاتم کا پہننا حدیث سے ثابت ہے پھر جب شعار روافض کا ہو گیا تو اب تمام فقہا مکروہ لکھتے ہیں کیونکہ یہ سنت موکدہ نہ تھا ایسا ہی بحق رسالک کا لفظ حدیث سے ثابت اور بسبب شعار حادث معتزلہ کے فقہا نے منع لکھدیا مولف کو کاش خبر ہوتی پس یہ سوال و جواب گو عرب میں ہی اور قصہ حدیث سے بھی لیا گیا ہی مگر تاہم اب بسبب تشبہ شعار مجلس روافض کے مکروہ ہو گیا ہی اور فعل فخر عالم اول تو مشابہ روافض کے نہیں تھا کیونکہ اسوقت روافض کہاں تھے دوسرے روافض کی مجلس شعر میں یہ ہوتا ہی مگر قطع نظر اسکے اب جو مجلس مولود میں تشبہ حادث ہو گیا گو یہ کہیں سے لیا ہو ممنوع ہو گیا ہی جیسا مسئلہ تختم اور لفظ بحق کا معلوم ہو لیا۔ **قولہ اعتراض** مولوی محمد ہاشم الخ **اقول** مولف کی عادت مستمرہ ہے کہ دوسرے کلام کو ہرگز نہیں سمجھتا اور اپنے نزدیک اُس کے کچھ سنے بغیر اگر زبان درازی شروع کر دیتا ہے حاصل مطلب مولوی محمد ہاشم کا سنو یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ مجکو تردد تھا کہ مجلس مروجہ مولود جائز ہے یا نہیں مگر اب ان فتاوے کے مطالعہ سے اور امام ابو الحسن اور حضرت مجدد صاحب کی تحریر دیکھنے سے تردد رفع ہو گیا اور نا مشروع ہونا معلوم ہو گیا اور پھر اس فتوی کی عبارت تو نقل کی کہ خود موجود تھی مگر ترجمہ ابو الحسن اور حضرت مجدد کی عبارت کا نقل کیا تو غرض مجیب کی

یہ ہے کہ ہرگز اس امر کو جائز نفرماتے بلکہ انکار فرماتے انتہی کلام المجدد ۔ اسکے بعد مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں ثابت ہوا کہ یہ مجلسیں ایسی صورت
پر بیشک بدعت ہیں اب مجھکو کچھ شک و شبہ باقی نہ رہا خلاصہ کلام ہے مولوی محمد ہاشم صاحب کا جواب افسوس کرتا ہوں کہ یہ صاحب نہ سیاق
و سباق پر نظر فرماویں نہ خیال الفاظ و مرجع ضمائر میں فکر لگاویں مجدد صاحب اس مقام پر مکتوب ۲۰۲ جلد اول میں فرزندان خواجہ
احرار کا ذکر اور اپنے خواجہ علیہ الرحمۃ کا حال بیان فرماتے ہیں جسکا دل چاہے مکتوب مذکور نکالکر دیکھے غرضکہ وہ انکی نسبت لکھتے ہیں اگر
فرضاً حضرت ایشان درین اوان در دنیا زندہ بودند اب خیال کیجئے اگر کچھ ضمیر حضرت ایشان کی راجع مذکورین بالا کیطرف اور کجا مولوی
محمد ہاشم صاحب کا ترجمہ فرمانا کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں زندہ ہوتے بھلا مجدد صاحب حضرت ایشاں سے اگر مراد رسول خدا
رکھتے تو انکو مرشد و ہدایت نہ تھی نعوذ باللہ منہا کہ وہ حضرت کے نام پر صلے اللہ علیہ وسلم لکھتے حضرت ایشاں اللہ طلاد رود لکھنا ہی صریح دلیل ہے کہ

تو اسیقدر رہی کلام جذر گو نکلے افادات سے میرا شک رفع ہو گیا اور مولوی احمد علی صاحب کا یہ خلاصہ کلام تھا کہ اصل ذکر درست اور قیود
مکروہ و بدعت تو نفس مولود کی ممانعت نہیں کرتے اور یہی حضرت مجدد نے فرمایا بقول در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و قصائد نعت
خواندن چہ مضائقہ است پس مجیب کو یہ محقق ہو گیا کہ اصل ذکر محمود ہے مگر زمہ قیود سے کراہت و بدعت قدر خطر قیود کے پیدا ہو جاتی ہے اور حضرت
مجدد کے نزدیک ایسی صورت میں مذموم ہونا محقق ہے چنانچہ فرماتے ہیں اگر اندک تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد الخ اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر پر
کہ اصل ذکر مولود ہے اگر زیادہ ہوا تو مکروہ ہوگا علی ہذا قول یقین فقیر آنست کہ ہرگز تجویز این معنی نمی فرمودند کہ جس سے حضرت مجدد کا نزدیک
ان امور زوائد کا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور یقین فرماتے ہیں کہ حضرت ایشاں بھی اسکو ہرگز جائز نفرماتے پس اس مجیب کو اصل کا جائز
اور قیود کا عدم جواز حضرت مجدد کے نزدیک محقق ہونا معلوم ہو گیا پس مجیب بتقلید حضرت مجدد کلام اسکو قبول کرتے ہیں کہ اصل درست اور
قیود ناجائز چنانچہ مجیب خود لکھتا ہے کہ یہ مجلس ایسی صورت پر جو جو تکلفات کئے جاتے ہیں الخ جس سے خوب بداہۃً ہے کہ یہ مجلس بحیثیت کذائیہ کو بدعت
کہتے ہیں نہ نفس مولود کو مگر مولف خوش فہم کہتا ہے قولہ افسوس کرتا ہوں الخ **اقول** بیشک سخت افسوس ہے کہ مولف ایسے بدحواس کہ
بدیہی امر کو بھی نہ سمجھے اور مطلب اصلی سے اعراض اور زوائد امور پر زور و شور اور طعن کرنیکو موجود ہو جائے اچھا صاحب تسلیم کر لیا کہ مجیب نے
مرجع آنحضرت میں غلطی کی مگر مطلب میں تو کوئی خطا نہیں کی اور مقصود تو صاف ہے لیکن مولف کس منہ سے تخطیہ ناجائز کرتا ہے
مولف تو اصل مطلب کو بھی نہیں سمجھا نہ حضرت مجدد کا مطلب پوچھا نہ مولوی احمد علی صاحب کا نہ مجیب کا کیونکہ مجیب نے تو یہی کہا ہے کہ مجلس
مروجہ حضرت مجدد کے نزدیک ناجائز ہے اور اسقدر یقین عدم جواز کا رکھتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ حضرت ایشاں اگر زندہ ہوتے تو حضرت ایشاں
بھی ناجائز ہی فرماتے تو یہ حضرت مجدد کے کمال وثوق کی وجہ ہے کہ حضرت ایشاں پر بھی اس حکم کا یقین رکھتے ہیں تو گویا عدم جواز کی
ایسی دلیل واضح ہے کہ حضرت ایشاں اس امر میں ایسا ہی فرماتے پس مطلب تو خوب روشن ہے گو کسیکو نظر نہ آوے اب رہا یہ کہ حضرت ایشاں
کس سے مراد ہے فخر عالم علیہ السلام یا خواجہ احرار یا خواجہ محمد باقی اس سے کوئی غرض و مقصود متعلق نہیں اور پھر ایسے زور شور کی بحث محض فضول
ہے اچھا حضرت احرار ہی سہی مگر حضرت مجدد کا مکروہ جاننا تو اس مجلس کا ثابت ہو گیا اور یہی مجیب کی غرض تھی اور اگر فخر عالم علیہ السلام مراد ہوں
جب بھی تو یہ قول حضرت مجدد کا ہی ہے اور اُن کا ہی یقین ہے حدیث تو نہیں ہو جاویگی اور اسکو کوئی حدیث ہونا نہیں مانتا جیسا اب خواجہ



کہ اس سے مراد آپ نہیں ہیں اور پھر یہ کونسی دلیل شرعی قطعی ہو گئی کہ وہ فرماتے ہیں یقین فقیر آنست کہ ہرگز بہ یعنی تجویز نہ فرمودند اسلیے کہ
دوسرا آدمی کہہ سکتا ہے کہ پرائے دل کی کیا خبر ہے کچھ تعجب نہیں کہ وہ جائز فرماتے یہ ہرگز کوئی دلیل یقینی قابل اسناد نہیں ہے اب یہ حاجو اصل
مطلب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اُس مکتوب کا بیان کرتا ہے اول تو یہ ہے کہ اُنہوں نے مولد شریف نام رکھا ہے اشعار پڑھنے کا خواہ وہ
اشعار کسی طرح کے ہوں چنانچہ عبارت خاص انکی یہ ہے مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندن است ۔ دیکھئے اول تو

احرار اگر مراد ہیں حسب زعم مولف کے تو یہ خواجہ احرار کا قول نہ ہو گیا بلکہ محض قول حضرت مجدد کا اور حکم یقینی اُن کا ہی ہے پس مطلب میں
کچھ نقصان نہیں البتہ مولف ہی نہیں سمجھا اور اپنے زعم میں اگر کسیکی ذرا لفظی غلطی پر بھی مطلع ہو جاتا ہے تو کپڑوں میں نہیں سماتا اور گویا
مولف کا علم و فہم الفاظ میں ہی حصر ہے اول کتاب سے آخر تک دیکھو کہ کہیں بھی کوئی مطلب نہیں سمجھا کوئی غلط مضامین ہی موضوع اس
کتاب کا ہیں اُسپر خود کو تنبیہ نہیں اور مواخذات لفظیہ سے ہمکو غرض نہیں ورنہ وہ بھی دکھلایا جاتا مگر چونکہ یہ داب اہل علم کا نہیں لہذا ہم
التفات نہیں لیکن مولف کو کونسی دلیل محقق سے محقق ہوا کہ جناب فخر عالم یہاں مراد نہیں اول منام میں رضا فخر عالم کا دیکھنا مذکور تھا
اسکے بعد درمیان میں خواجہ احرار کا ذکر بطور اعتراض کے کیا اور پھر صاحبزادہ کا حال بیان کرکے فرماتے ہیں کہ خواب کا کچھ اعتبار
نہیں اگر حضرت فخر عالم علیہ السلام زندہ ہوتے تو یقین ہے کہ ہرگز جائز نفرماتے اگر یہ تقریر اسکی ہو تو مولف بتاوے کہ کون حجت مانع اسکی
ہے اور کیا دلیل قطعی اسکے خلاف کی ہے اور یہ دلیل کہ حضرت ایشاں پر درود نہیں لکھا اور اُسکو مولف دلیل صریح کہتا ہے تو یہ
مولف کی کمال کوتہ فہمی پر دال ہے کیونکہ اس کتاب میں تلاش کرکے مولف دیکھے تو بہت جگہ آپ کے نام پاک پر درود مکتوب نہیں
سہو کوتاہی کاتب کی ہے نہ حضرت مجدد صاحب کی مگر مولف کی ہر روز یہی عادت رہی کہ کاتب اور اہل مطبع اگرچہ کیسی ہی کوئی غلطی
کرے اُسکو بری کرکے اصل مصنف تک پہنچا کرتا ہے پس یہ دلیل کسقدر بے اصل ہے اگر مجیب یا کوئی کہدے کہ کاتب نے صلوۃ و سلام نہیں
لکھا اصل کتاب میں تھا تو بس مولف کی ترکی تمام ہوئی ہاں مولف کے پاس حضرت مجدد کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب ہیگا جو مرحوم ہے لاحول
ولا قوۃ الا باللہ ایسی پوچ دلیل پر اسقدر زور و شور غرض ایسی ضعیف دلیل پر مولف کا ایسا اعتماد اور پھر خواہ مخواہ اعتراض کسقدر عجیب
بات ہے پس مطلب ہی درست ہے اور مرجع کی خطا بھی محقق نہیں مولف کا یہ غیظ و غضب محض نادانی ہے قولہ پھر یہ کونسی دلیل شرعی قطعی الخ
**اقول** دلیل قطعی تو آیۃ قرآن شریف کی باوصاف معلومہ اور حدیث متواترہ اور اجماع قطعی ہی ہے باقی سب آپکی کتاب دلائل ظنیہ
سے بھری ہے بلکہ مولف تو اپنی وہمیات سے ہی اثبات اپنے مطلب کا کرتا چلا آرہا ہے اور مراد مولوی محمد ہاشم کی تو یہ تھی کہ حضرت مجدد کا نزدیک
یہ محقق ہے اور ایسا یقینی ہے کہ حضرت ایشاں پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ یہی فرماتے اور واقع میں احتمال خلاف کا بھی ہے مگر حضرت مجدد کا یہ یقین تھا
تو مجیب نے حضرت مجدد کے حکم سے اپنا رفع تردد لکھا ہے نہ حضرت ایشاں کے حکم کو ذرا ہوش کرو مطلب سمجھو پس یہ اعتراض مولف کا کہ دوسرا کہہ
سکتا ہے کہ دوسرے آدمی کے دل کی کیا خبر ہو الخ کسقدر کم فہمی ہے کیونکہ یہ اعتراض حضرت مجدد پر کرو کہ تم نے کیوں ایسی بات دوسرے شخص پر کہدی ہے اس میں
مولوی محمد ہاشم پر کیا اعتراض ہے وہ تو حضرت مجدد کے علم یقین سے استدلال لائے ہیں حضرت احرار کا قول ہی ذرا ہوش کرو یہ کلمہ مت پیش حضرت مجدد کا
قول لائق تعلق رکھتا ہے کہ حضرت مجدد کی نزدیک فعل ناجائز تھا اور یہی مراد ہے مگر مولف کے فہم میں خلل ہے قولہ اب یہ حاجو اصل مطلب الخ **اقول** یہ مولف کا

ہماری مجلسیں ایسی عبارت سے بری ہوگئیں کیونکہ ہم روایات میلاد و معجزات و خصائص کا بیان کرتے ہیں اور جو اشعار پڑھتے ہیں نعت و حمد کے
پڑھتے ہیں لہذا اشعار غیر سے ہمکو کچھ کام نہیں ثانیاً یہ کہ مجدد صاحب نے اُس اشعار غیر نعت سے جو منع کیا ہے وہ اسلئے نہیں کہ اُس میں قباحت
شرعی ہے بلکہ اپنی طرز کے خلاف سمجھکر منع فرمایا ہے اسلئے کہ ایسے اشعار پڑھنے میں طرز سماع پیدا ہوتا ہے اور سماع انکے طریقہ میں درست نہیں
چنانچہ اسی مکتوب میں منع کرنیکا سبب بیان فرماتے ہیں مبالغہ فقیر در منع بواسطہ مخالفت طریقت خود ہست حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند
نہ اینکار میکنیم و نہ انکار میکنیم اور واضح ہو کہ یہ منع فرمانا مجدد صاحب کا مبنی اسبات پر ہے کہ اُنکے وقت میں کسی نے تالی بجا بجا کر اور قواعد

کمال فہم عالی ہے کہیں بھی دنیا میں غزلیات و اشعار کا نام مولود خوانی ہے شرعاً یا لغۃً یا عرفاً ایسی بادہوائی بات تو مولف کو ہی نصیب ہے کہ گوش
و سودا کی غزلیات کو مولود کہا جاوے استغفر اللہ خوب مطلب سمجھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُس مجلس میں ذکر مولود اور قصائد مدح کے ہیں اور اشعار غیر
مدح کے بھی طبع اُبھارنے کو پڑھتے ہیں نہ یہ کہ خالص غزلیات کو مولود خوانی کہتے ہیں حاشا و کلا اور مبنی جمع کے ہیں یعنی اور کچھ نہیں جیسا مولف
سمجھا کر اصل معنی حقیقی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنے لیتا ہے دوسرے مکتوب کی عبارت جو خود مولف نقل کرتا ہے اس زعم مولف کو رد کرتی ہے فرماتے

ہمیا در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و قصائد منقبت خواندن چہ مضائقہ است الخ اب دیکھو کہ مولود میں
قرآن و قصائد منقبت کو آپ ہی فرماتے ہیں اور اُسکے ہی عدم جواز کا ارشاد ہے اگر کوئی محظور شرعی اسمیں مضموم ہو جاوے جیسا تمطیط و تصفیق و تحریف
تبدیل کلمات و حروف قرآن مثلاً پس دیکھو مولف کی غفلت کو کہ خود ہی مولود کے معنے نقل کرتا ہے اور پھر آپ ہی اسکے خلاف کرتا ہے اور اگر ہم تسلیم
رکھیں کہ اصطلاح حضرت مجدد کی میں مطلقاً اشعار خوانی کا نام مولود تھا تو بھی ایک فرد مطلق مولود کی ہے جو کہ حضرت مجدد نے فرمائی ہے قرآن و قصائد
مدح خواندن پس اگر اسمیں بھی محظور شرعی ہوویگا وہ بھی ممنوع ہوگی بارشاد حضرت مجدد کے وجہ الاول پس مولف کی توجیہ کسقدر لغو ہوگئی اور مدعا
مولوی محمد ہاشم صاحب کا ثابت ہوگیا بہرحال مجالس مروجہ فی زماننا ہرگز اس تقریر حضرت مجدد سے خارج نہیں ہوسکتی کیونکہ ذکر ولادت و اشعار
مناقب اسمیں بھی ہیں اور محظورات شرعیہ بھی موجود ہیں حضور امارد و فساق مثلاً جیسا پہلے ذکر کیا گیا کچھ خصوصیت تصفیق و تحریف حروف
قرآن کی تو نہیں بلکہ سب منکر کے ضم سے کراہت حاصل ہو جاتی ہے پس مولف کی مجالس حسب ارشاد حضرت مجدد کے جملہ بدعت و منکر ہوگئی
مگر مولف کو ہرگز فہم و ہوش نہیں **قولہ** ثانیاً یہ کہ مجدد صاحب نے اول اشعار غیر نعت الخ **اقول** یہ مسلم کہ اشعار غیر نعت کو خلاف طریقہ اپنے کے
ہونیکی وجہ سے منع فرمایا مگر اشعار مناقب کا پڑھنا بھی اُنکے طریقہ کے خلاف ہے خصوصاً جب اُسمیں کوئی محظور ہو تو بہرحال ممنوع ہے پس
اس تقریر سے مولف کی کوئی غرض صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ کیا ہے اسواسطے کہ اشعار نعت یا غیر نعت کا نام مولف نے مولود فرض کیا اور جس مولود
میں محظور ہوگا وہ ممنوع ہو جاویگا خواہ کوئی مولود ہو بعد ازیں محظور کے محظور ہو جاویگا جیسا کہ خود حضرت مجدد کے ہی کلام سے ظاہر ہے اور جس میں
کوئی محظور نہوگا دونوں جائز ہونگے مگر خلاف طریقہ حضرت مجدد کے ہیں کہ اشعار کی نسبت وجہ یہ ہوتی ہے اور ان حضرات کی نسبت سکینہ جمع
پس یہ فقرہ اول ہی توجیہ کی تتمہ ہے جسکو مولف ثانی اثر ظاہر کرتا ہے مگر بہرحال یہی مقصود مولوی محمد ہاشم [illegible] مولف خواہ مخواہ تطویل
کرتا ہے **قولہ** اور واضح ہو کہ یہ منع فرمانا الخ **اقول** مولف خود مطلق اشعار خوانی کا نام مولود با صطلاح حضرت مجدد کے ٹھہراتا ہے پس اب
خود کہتا ہے کہ مولود میں اسوقت کیلئے تالی بجانا اور قواعد موسیقی سے پڑھنا جاری کیا تھا اسکو منع کیا اسواول تو غیر اشعار نعت کو خلاف



موسیقی و نغمات کی رعایت سے مولد شریف پڑھا تھا چنانچہ جلد ثالث مکتوبات سے صاف سمجھا جاتا ہے وہی حسام الدین احمد جنکو یہ مکتوب
۲۷۳ جلد اول میں واسطے منع کے لکھا ہے انہی حسام الدین احمد کو بعد و در جلد ثالث میں مکتوب ۷۲ لکھا ہے اسکی عبارت یہ ہے در باب مولود
خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف
قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت بآن بطریق الحان با تصفیق مناسب آنکہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بنہجے خوانند کہ تحریف
در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آنرا ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است الی آخرہ اب سب ارباب انصاف
خیال فرماویں کہ یہ تحریر مجدد صاحب کی کسقدر جامع ہے کہ جسکو مولوی محمد ہاشم صاحب حجت قطعی سمجھکر مطمئن ہوگئے کہ اب مجکو شک باقی نہ رہا ہرگز اس
مجلس کا ہونا نہ چاہیئے اعلیحضرت اگر آپ مجدد صاحب کے کہنے پر چلتے ہیں تو فقط اپنے طریقہ والوںکو منع کیجیے دوسرے لوگوں پر کیوں انکار فرماتے ہو مجدد صاحب
کی دلیل تو اس مکتوب میں مبنی اسپر ہے کہ نہ انکار میکنیم و نہ انکار میکنیم پورا مکتوب پڑھکر دیکھو اگر لاتقربوا الصلوۃ پڑھا ہے تو وانتم سکاری بھی
پڑھو والسلام علی من اتبع الہدی **اعتراض** محفل مولد شریف میں مرد و عورت جمع ہوتے ہیں **جواب** مولوی حفیظ اللہ و عبدالرب وغیرہ

طریقہ مجددیہ کے ہونیسے ممنوع کہتا تھا اور ابھی مطلق مولود کو بوجہ محظور شرعی کے منع بتانے لگا تماشا ہے اور جو یہ مراد ہے کہ اشعار غیر نعت کی وہ
وجہ تھی اور اشعار نعت کی یہ وجہ ہے تو یہ تفرقہ بھی غلط ہے کیونکہ محظور شرعی سے تو سب اقسام ممنوع ہو جاتے ہیں مگر تاہم خلاصہ مطلب مولف کا
دیکھو اگرچہ بیان مولف کا پریشان و حیران ہے کہ مطلق مولود کی وجہ کراہت کسی محظور کا اسمیں مختلط ہو جانا ہے یعنی گو اصل ذکر مباح ہے مگر خلط
محظور سے ممنوع ہو جاتا ہے تو یہ مولف نے اسقدر تقریر طویل کر کے حاصل نکالا اور حالانکہ یہی مجیب نے کہا تھا بعینہ چنانچہ ہر ادنی عاقل پر بھی ظاہر
ہے اب مولف سے کوئی پوچھے کہ اعتراض مجیب کا تو تو خود قبول کرتا ہے اور اسکی ہی شرح و بسط کرتا ہے تو نے جواب کیا دیا اور کیا رد کیا فقط ایک سجع
خوب ایستادن کا کہ وہ بھی محتمل المعنی ہے اسمیں تشکیک ظاہر کردی اور بس مگر کیا عجب العجاب ہے کہ مولف کو لکھنے کا شوق ہے سمجھے کا خیال
بھی نہیں سمجھ تقریر کا کیا اور رد دلیل دعوی میں خود مجیب کا مطلب ثابت کیا سبحان اللہ کیا فہم عجیب ہے **قولہ** اب سب ارباب انصاف الخ **اقول**
اب سب ارباب انصاف خیال فرماویں کہ مجدد صاحب نے تو مطلق مولود کو بوجہ ضم امر غیر مشروع کے ممنوع شرعاً کہا ہے اور اشعار کو مطلقاً اپنے طریقہ
کے خلاف کہا ہے اگرچہ شرعاً مباح ہوں اور مولف ہرگز نہیں سمجھا اور اپنی کج فہمی سے طعن مجیب پر کیا مگر مجیب کے مقصود کا اعتراف کرتا ہے اور رسالہ
مولف کا یہ نہیں محض غیظ ہے بیموقع ہے سارے مکتوب کو نہیں دیکھا نہ سمجھا خواہ مخواہ اُلجھا ہے حقتعالی اسکو ہدایت فرمائے **قولہ** اعتراض محفل میلاد
میں الخ **اقول** حاصل اعتراض یہ ہے کہ جس مجمع میں مرد و عورت و امارد جمع ہوویں محل اندیشہ فتنہ کا ہے خواہ کہیں ہوں شادی غمی ہو یا وعظ و
مولود کیونکہ ایسا مجمع خلاف شرع کے ہے تو مولف جواب دیتا ہے کہ اگر مولوی عبدالرب اور مولوی حفیظ اللہ کے وعظ میں بھی ہوتا ہے سبحان اللہ اول
تو مولوی عبدالرب و مولوی حفیظ اللہ کا فعل کونسا حجت شرعیہ ہے کہ اسکو دلیل جواز بنانا مولف کے نزدیک مقبول ہے مگر ہاں مولف تو ایسی ہی
حجج لکھتا ہے ثانیاً یہ خود مردود ہے دوسرے معترض نے یہ کب کہا ہے کہ ایسا مجمع وعظ میں درست ہے بلکہ ایسا مجمع اگر وہاں ہوگا وہ بھی ممنوع ہوگا
پھر وعظ اور مولود میں فرق بھی ہے مگر ہم کو اسکے بیان سے بحث نہیں اور جو یہ جواب مولف نے الزامی دیا ہے تو معترض کب معترض جواز ایسے مجمع وعظ
کا ہے یا مولوی عبدالرب میں ہوا ہے جو اسکو جواب الزامی ایسا چرپوز دیا گیا پھر آخر میں قول مولف کا کہ اگر یہی دلیل حرمت کی ہے تو مجالس وعظ کو ہم

دعا میں بھی بہت عورتیں جمع ہوتی ہیں اگر یہی دلیل حرمت کی ہے تو مجالس وعظ بھی حرام ٹھیرا دو **اعتراض** مولود شریف میں روایات موضوعہ بے اصل پڑھتے ہیں **جواب** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور دایہ حلیمہ کا دودھ پلانا چالیسویں سال نبوت کا ہونا اور معجزات کا واقع ہونا اور آپ کا سید المرسلین ہونا یہ سب کچھ مولد شریف میں پڑھا جاتا ہے یہ سب صحیح ہے اگر شاید فضائل میں کوئی حدیث مطعون فیہ یا موضوع بھی بیان ہو گئی تو انصاف کی بات یہ ہے کہ خاص ان لوگوں کو منع کرنا چاہیے کہ ایسی روایت نہ پڑھیں ایسا ہم بھی تمہارے ساتھ ہو جاویں اور یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ اگر کسی ناواقف نے کوئی ایسی روایت پڑھدی تو اسکو تم ذریعہ اپنے خیال خام کا ٹھیرا کر علی العموم محفل میلاد کو حرام کہنے لگو ہم نے بہت سنا ہے کہ واعظین آج کل بہتری روایتیں موضوع بیان کر جاتے ہیں انکو تمیز بھی حاصل نہیں تو چاہیے بعض واعظوں کی جہالت سے علی العموم کل مجالس وعظ حرام ٹھیر جاویں **اعتراض** بعضے امیر لباس ریشمین و زرین خلاف شرع پہنکر محفل مولود شریف

حرام ٹھیرا دو سخت کم فہمی ہے مجالس وعظ فی حد ذاتہ حلال و مشروع ہیں جیسا ذکر مولود مشروع ہے اور جیسا امر محظور کے مختلط ہونیسے وہ مکروہ اور حرام ہو جاتا ہے یہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے یہ فقرہ کسقدر مہمل مولف نے لکھا ہے مجالس وعظ کو کون حرام کہتا ہے مگر خلط ممنوع سے ممنوع ہو جاتا ہے علی ہذا حال مولود کا ہے مگر حاس مولف کے بحال صواب نہیں ہے جو کچھ سمجھے **قولہ اعتراض** مولود میں روایات موضوعہ الخ **اقول** درست ہے روایت موضوع پڑھنے کا اعتراض کی بہتری ہے جو ایسی روایت پڑھے اگر مولف اس سے بری ہے تو خیر یہ ملامت مولف سے رفع ہوئی مگر دیگر امور غیر مشروعہ جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں وہ تو مولف کی مجلس میں موجود ہیں پس جیسا مولف نے اسکے ممنوع ہونیکا اقرار کیا اور اس سے اپنی براءۃ کی کیسی عمدہ بات ہو کہ دیگر امور سے بھی ایسا ہی براءۃ حاصل کرے کہ اعتراض ان قبائح کا کر کے تائب ہو جاوے پھر اسکے ذکر میں اہل سنت بھی کیا کلام ہے خیر یہ تو مولف کی عادت سے معلوم مگر یہ ثابت ہو گیا کہ مولف کے نزدیک بھی جس محفل میں روایات موضوع ہو وینگے وہ قابل منع کے ہے سو ایسا ہی سب منع کی وجوہ سے ممنوع ہونا اس محفل کا ضروری باقرار مولف ہو گیا علت مشترک پس جس محفل میں مدارات فساق ہوگا اور مداہنت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ہو وے گی وہ بھی ممنوع ٹھیریگا سو مولف کی مجلس ہر روز ایسی ہی ہوتی ہے کیا اس مسئلہ سے مولف واقف نہیں لہذا اسقدر ہو تو توبہ کرے کہ یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ عوام بھی جانتے ہیں اور مولف تو بحر العلوم ہے باقی پھر دیکھی جاویگی الغرض کوئی امر خیر و شر تو مخفی نہیں مگر جو کوڑا اندیشہ کساد بازاری کا ہے کیا کیجئے کہ اس ضرورت سے محظورات کو عند المولف مباح بنا رکھا ہے پس اتنے امور قیود سے ایک روایت موضوعہ کا بیان مولف کے یہاں نہیں تھا اسکا ہی انکار اور ممنوع ہونا بلا تامل اقرار کر لیا باقی اپنے عیوب کو کسطرح قبول کر لیتا غیرت کی بات ہے دیکھو کر جو حرام اتفاقا ہے اسکے ملبس کا کیا جواب دیتا ہے **قولہ اعتراض** امرا لباس ریشمین الخ **اقول** دیکھو کر یہ لباس باتفاق امت حرام ہے اور معترض نے یہ لکھا ہے کہ ایسے لوگوں کو کیوں بلاتے ہو اور انسے مودۃ کا اظہار اور مدارات کرتے ہو اور امر و نہی جو فرض عین ہے کسواسطے ترک کرتے ہو تو چونکہ انکا ہی سبب جلسہ اور ان سے ہی رونق و شہرت ہے تو مثل جواب روایات موضوعہ کے یہ نہ کہدیا کہ یہ امور حرام و غیر مشروع ہیں اور ایسی محفل مولود جسمیں مداراۃ فساق و مداہنت فی الدین ہو جانا مکروہ ہے بلکہ توجیہ جواز کی شروع ہوئی کہ عیدین اور نکاح میں بھی لوگ ہوتے ہیں تو مولف کی یہ مراد ہے کہ جیسا باوجود انکے ہونیکے عید و نکاح میں جانا درست ہے اس مجمع مولود کو بھی منظور رکھنا چاہیے اور یہ جواب مولف کا سراسر خلاف حق کے ہے اور مطلق کج فہمی ہے کیونکہ معترض کب کہتا ہے کہ نکاح میں یا عیدگاہ میں یا امر مشروع ہے نہیں بلکہ یہ



میں آتے ہیں اور بعضے داڑھی منڈے بھی آتے ہیں **جواب** یہ لوگ مجالس نکاح وغیرہ میں اور نیز عیدگاہ کی نماز پڑھنے عیدین میں بھی اسی طرز سے با لباس فاخرہ اور ریشہائے محلوقہ جاتے ہیں تو چاہیے کہ انکے شریک ہو جانیسے مجالس نکاح اور مجامع عیدگاہ وغیرہ بھی محرمات شرعیہ ہو جاویں اور کوئی دیندار وہاں نجایا کرے **اعتراض** اس محفل میں فروش نفیسہ اور گلدستہائے عجیبہ ہوتے ہیں **جواب** یہ کچھ ضروریات محفل سے تو نہیں کہ جبکہ میسر ہو وہ بھی اسکی ہمرسانی میں جانکاہی کریں ہاں جن آدمیوں کو یہ چیزیں میسر ہیں یا بسہولت دوست آشناؤں سے مستعار مل سکتی ہیں تو وہ لوگ ایسے سامان بھی کر لیتے ہیں سو کوئی دلیل شرعی فروش نفیسہ اور گلدستوں کی حرمت یا کراہت پر نہیں قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ کی تشریح تفسیر کبیر اور بیضاوی وغیرہ میں دیکھو **اعتراض** جب کسی کے گھر محفل میلاد شریف وقت شب کے ہوتی ہے اور سامعین حالت صلوۃ خمسہ میں بھی حرام ہے اور کوئی اگر ایسے لباس سے صلوۃ خمسہ اور عیدین میں آوے اسکو بھی نہی عن المنکر کرنا فرض ہے اور جو قدرت نہو تو ان کو ترک کرنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ فرض و واجب ہیں اور نکاح میں اگر ایسے امور ہیں تو وہاں شریک ہونا لاریب حرام ہے اگر انکو منع کر سکتا ہو اور نہ مانیں تو چلا آوے اور ایسوں کو طلب کر کے شریک کرنا حرام ہے بقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکل طعامک الا تقی ولا تاکل الا طعام تقی الحدیث اور ایسے مجامع میں ضیافت بھی رد کرنی واجب ہے حالانکہ اجابت اسکی سنت ہے اور ترک ضیافت میں وعید ہے و من لم یجب فقد عصی ابا القاسم الحدیث اور وہاں سے لوٹ آنا واجب ہے پہلے تحقیق ہو چکی پس محفل مولود بھی منع ہے جب اگر ایسوں کو بلا کر شریک کریگا بلا شبہ لاگہگار ہے اور انکی شرکت کے بعد انکو منع کرنا واجب ہے اگر مداہنت ہو تو وہاں بیٹھنا حرام ہے ایمیں کیا تردد ہے عجب ہے مولف کو کہ کیا جر پوز جواب دیا ہے شرح نہر میں جو زیر نظر مولف ہے لکھا ہے وان کان مع الجنازۃ نائحۃ او صائحۃ زجرت و منع فان لم تنزجر لا یترک اتباع الجنازۃ انتہی رد مختار میں ہے ولا یترک اتباعہا لاجلہا لان السنۃ لا تترک بما اقترن بہا من البدعۃ ولا یرد الولیمۃ حیث تترک حضورہا لبدعۃ فیہا للفارق بانہم لو ترکوا المشی مع الجنازۃ لزم عدم انتظامہا ولا کذلک الولیمۃ انتہی کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے مگر نہی کرنا واجب ہے اگر نکرے گا بیشک عاصی ہو گا پس یہ حال جواب عیدین کا ہے اور امر مستحب میں ترک کرنا اسکا ضروری ہے جیسا ضیافت کا حال مع روایات کے لکھا گیا مولف ہوش کر کے دیکھے پس یہ جواب خالص غلط ہے اور باطل اور خلاف نصوص اور روایات فقہ کے ہے اگر رسائل اردو مولف پڑھ لیتا تب بھی ایسا لغو جواب نہ دیتا **قولہ اعتراض** محفل میں فروش نفیسہ اور گلدستہ الخ **اقول** اسکا جواب بھی پہلے ہو چکا ہے مباحات و فروش اگر ابا حت کے درجہ میں ہیں تو درست ہیں مگر جو تاکد کی نوبت ہو جاوے تو مکروہ ہو جاتی ہیں اور گلدستہ عجیبہ کا حال بھی یہی ہے کہ تکلف بہم پہنچانا اور ایسے امر مباح کا اہتمام کرنا عوام کے نزدیک حسب تاکد کا ہو جانیکا وعظ و دیگر مجامع خیر میں یہ نہیں ہوتا اور اس محفل میں یہ ضرور ہوتا ہے تو بالضرور انکو سنت یا مستحب ہونیکا عقیدہ ہو جاتا ہے اسوجہ سے مکروہ ہیں اور یہ سب مولوی احمد علی صاحب مرحوم کے جواب میں مذکور ہے مگر مولف نے آنکھ فہم کی بند کر لی اور وجہ کراہت و تقید کی فہمایا کر کے اصل اباحت کا جواب دے دیکر یہاں جائز کر رکھا ہے مولوی صاحب مرحوم نے بھی تو انکو مباح ہی کہا ہے مگر قید اس ذکر کا کرنا امور مباحہ کو مکروہ فرماتے ہیں مولف اس مطلب کو گویا سمجھا ہی نہیں چشم حق میں پر غطا رہی ہوائے طبعی کا ذائقہ اصل اباحت کو حجت لاتا ہے ورنہ امر بدیہی تھا کچھ خفا نہیں تھا اور کراہت تقید مطلق کا جو مولف بھی معترف ہے مگر فہم سے اپنے مجبور ہے **قولہ اعتراض** جب کسی کے گھر محفل میلاد وقت شب میں الخ **اقول** بیشک خود مولف کے محافل میں جو قصبہ رامپور میں شب کو ہوتے ہیں تو اس صبح کی جماعت تو اکثر کی جاتی ہے ۔

جو زیادہ رات گئے فارغ ہوکر سوتے ہیں تو صبح کو شاید اگر کسی کی نماز میں دیر ہو گئی یا سو آدمیوں میں ایک کی نماز قضا ہو گئی تو کمال جہالت سے
اسباب کو دلیل عام مذمت مولد شریف کی ٹھہراتے ہیں حالانکہ اگر یہی دلیل برائی کی ہے تو محفل عقد نکاح کے اہتمام میں اکثر آدمیوں کی نماز
پس پیش ہو جاوے اور اکثر ہو جاتی ہے اور نیز رمضان میں سحری کھانیکو اٹھتے ہیں بعضوں کی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے چاہیے اس
دلیل سے نکاح اور سحری بھی حرام ہو جائے ہر چند یہ اعتراضات واہیہ ہمارے خیال کرنے قابل نہ تھے لیکن چونکہ ہمنے دیکھا کہ بعضے صاحب
علم بھی اپنی زبان ان مقالات ردیہ سے آلودہ کرتے ہیں اور بعضے نادان انکو کمال درجہ کے حجج ساطعہ و براہین قاطعہ سمجھتے ہیں اسلیے
یہ چند الفاظ انکے جواب میں بھی لکھے گئے اور عطر و لوبان و پھولوں وغیرہ کا ذکر اور زیب و زینت محفل کا بیان اور چوکی یا منبر پر بیٹھکر پڑھنے
کا مسئلہ وغیرہ سب باتیں رسالہ دافع الاوہام میں ہیں طالب حق اسکی طرف رجوع کرلے ہمکو زیادہ گنجایش اس رسالہ میں نہیں وقت شروع تحریر رسالہ
ہذا یوں سمجھا گیا تھا کہ شاید دو تین جزو میں تحریر مکمل ہو جاویگی لاکن کیا کیجے ہر چند قلم کو روکا گیا پھر بھی اسقدر طول ہو گیا اور اطناب کلام اسپر
نہ فقط فتوی انکاری کے سبب واقع ہوا بلکہ اور بھی چند رسائل منکرین کے مغالطات و شبہات کا رد و کنایہ منظور ہوا جو شخص اس رسالہ کو اور دافع
الاوہام کو خوب تصحیح شقوق اور قیود سے بغور ملاحظہ کرکے ذہن میں جماویگا امید خداوند کریم سے یہ ہے وہ دھوکا اور مغالطہ نہ کھاویگا اور منکرین
کے رسائل پر غوائل کی تردید ان میں طرح طرح یا اشارۃً پاویگا بنا بر علیہ اب ضرور یہ سمجھا گیا کہ عنان سمند خامہ کو پاشنہ کوبی وادی طول تقریر سے

اور بعض بعض کی نماز بھی قضا ہوتی ہے اور جس امر مندوب سے ایسا ہو اس امر مندوب کا کرنا منع ہے صحیح بخاری میں ہے و کان یکرہ النوم
قبلہا والحدیث بعدہا عسقلانی اسکی شرح میں کہتا ہے والسمر بعدہا قد یودی الی النوم عن الصبح او عن وقتہا المختار او عن قیام اللیل و کان عمر
یضرب الناس علی ذلک و یقول اسمرا اول اللیل و نوما آخرہ انتہی دیکھو کہ خدشہ فوت وقت مختار اور تہجد میں حدیث صحیح سے مسامرہ مکروہ
ہوئی اور حضرت عمر کا مارنا اسپر ثابت ہوا قال فی شرح المنیۃ ان فی صلوۃ الرغائب مخالفۃ السنۃ فی تعجیل الفجر انتہی ہرگاہ کہ سنت اسفار سے
یہ صلوۃ مکروہ ہوئی تو محفل مولود واجب کے ترک میں تو حرام ہے ہونا چاہیے پس اسکو کمال جہالت کہنا مولف کا ایک کمال جہل مرکب لف کا ہے
کہ حدیث اور قول فقہا کو اپنی رائے ناقص سے رد کرتا ہے اور پھر مولف نے اسی نظیر نکاح شادی کی لکھی اور بدلالت خود نہایت تجہر کو کام
فرمایا۔ حالانکہ یہ بعض جہل ہے لاریب اگر اہتمام شادی و نکاح میں نماز یا جماعت فوت ہووے تو وہ حرام ہے اور ایسا کام کرنا بھی حرام ہے اسکو کہنا
جائز کیا ہے مگر مولف نے بجز ہے جہل فلہذا اگر سحر کے کھانیکے سبب جماعت فوت ہو تو ایسے شخص کو سحور بھی حرام ہے علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں
ثم اعلم انہ قیل یشترط الامکان ایضا ان یکون الحاج متمکنا من اداء المکتوبات علی الوجہ المفروض فی الاوقات قال الکرمانی لانہ لا یلیق بالحکمۃ ایجاب فرض
علی وجہ یفوتہ فرض آخر۔ یہ لکھکے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں ویویدا الاول ایضا ما قال ابن الحاج المالکی لو ضیع صلوۃ واخرجا عن وقتہا لکان
فریضۃ الحج لا یجوز اجماعا و قد قال علمائنا فی المکلف اذا علم انہ یفوتہ صلوۃ واحدۃ اذا خرج الی الحج فقد سقط الحج عنہ انتہی اب لف ذرا انکو بغور
دیکھے کہ خدشہ فوت ایک صلوۃ میں حج بھی ساقط ہوتا ہے چہ جائیکہ سحور مستحب کا کھانا حلال ہو یا نکاح کی سامان مباح کا کرنا جائز ہو یا مولود مستحب کی بحث
درست ہو چہ جائیکہ مولود بدعت کی پس واضح ہوا کہ نماز کی فوت یا تاخیر سے یہ سب حرام ہو جاتا ہے اب بھی اگر کسی کی چشم نابینا حق بین نہو تو بس
حتی یستفسل لسمر ظلاما دی لہ کا مضمون ہے اور بس اب ہر ناظر بانصاف دیکھے کہ کون جاہل ہے تارک فرض صلوۃ کا اور تارک واجب جماعت کا



جانب اختصار موڑ دیجے اور جو علماء ربانی اور عرفاء حقانی مجوزین محفل میلاد شریف ہوئے ہیں انکا ذکر کیجئے۔ لمعہ تامہ منہ نام ذکر کیا جاتا ہے ان علماء
محدثین و فقہاء کا جنہوں نے عمل مولد شریف کو مستحب و مستحسن فرمایا ہے (۱) شیخ عمر بن محمد الملا الموصلی من الصالحین المشہورین (۲) علامہ
ابو الخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے تھے ذکرہ الزرقانی اور جسقدر علماء و صلحاء سلطان ابو سعید مظفر کی محفل میں آتے
تھے انکی اسماء نگاری کہانتک کی جاوے جنکو جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے و حضر عندہ فیہ العلماء والصلحاء من غیر نکیر منہم فہؤلاء علماء متدینون
رضوہ واقروہ ولم ینکروہ (۳) علامہ ابو الطیب السبتی نزیل قوص من اجلۃ العلماء المالکیہ ذکرہ الزرقانی (۴) ابو محمد عبد الرحمن ابن اسمعیل الشافعی
امام نووی معروف بہ ابو شامہ (۵) علامہ ابو الفرج بن جوزی محدث و فقیہ حنبلی (۶) امام علامہ سیف الدین حمیری دمشقی حنفی محدث
معروف بابن طغربک (۷) امام القراء والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری (۸) حافظ عماد الدین ابن کثیر (۹) علامہ ابو الحسن
احمد بن عبد اللہ البکری (۱۰) علامہ ابو القاسم محمد بن عثمان اللولوی الدمشقی (۱۱) شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی (۱۲) علامہ سلیمان
برسوی امام جامع السلطان کشف الظنون میں لکھا ہے کہ مولد شریف ان کا تالیف کیا ہوا پڑھا جاتا ہے مجالس اور مجامع بلاد رومیہ میں

برائے مندوب اور مولف مجوز اس معصیت کا یا مفتی تحریم محدث سہارنپوری قدس سرہ ہرگاہ کہ فقہا کے نزدیک فوۃ صلوۃ کی وجہ سے
حج کی فرضیت ساقط ہو تو سحور کا کھانا اور مولود کی شرکت کسطرح حلال ہو ویگی سو یہ مذمت نفس مولود کی نہیں بلکہ ایسی شرکت کی ہے کہ جسکے
عوارض کے سبب کراہت شرکت مولود ثابت ہوتی ہے اور باقی جواب عطر و لوبان وغیرہ کا سب کچھ بفضلہ تعالی لکھا گیا ہے کہ مولف اور اسکے
معاونین اگر دین سے ہاتھ دھوکر جواب دیں تو ممکن ہے ورنہ اگر پابند قواعد دینیہ کے رہینگے تو دلائل واضحہ اثبات حق ہو چکا ہے وما علینا
الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** لمعہ تامہ منہ نام ذکر کیا جاتا ہے ان علماء الخ **اقول** پہلے بندہ لکھ چکا ہے کہ مانعین
بدعت نفس مولود کو جائز کہتے ہیں اسمیں ہرگز انکو بحث نہیں البتہ قیود زائدہ کی کراہت اور بدعت ہونیکے قائل اور مثبت ہیں اور یہ
بات متفق علیہ تمام امت کی ہے کہ امر مشروع اگرچہ فرض ہو کسی غیر مشروع کے خلط و عروض سے خواہ یہ غیر مشروع اصلی ہو یا عرضی غیر
مشروع و ممنوع ہو جاتا ہے جیسا نماز فرض ارض مغصوبہ میں مکروہ تحریمہ ہے اور تصویر کے سامنے اور آتش کے سامنے نماز مکروہ تحریمہ ہے
اگرچہ نماز فرض عمدہ عبادت مفروضہ تھی مگر عروض ان امور غیر مشروعہ سے محرم ہو گئی اور پہلے یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ قیود محفل وجہ کی دو قسم
ہیں بعض وہ امور ہیں کہ باصلہ مکروہ و حرام ہیں تو انکی اس محفل میں موجود ہونیسے یہ محفل محکوم بحرمت و کراہت ہو جاویگی بہر حال اسکا
عقد اور شرکت دونوں ممنوع رہینگے اور کوئی عذر و تاویل اسکے جواز کی ممکن نہیں جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ نص حرام و اسراف ہے
اور لباس ذی حاضرین کا جو محرم شرعی ہے اور مداہنت فی الدین کہ نص سے حرمت اسکی محقق ہے اور قسم دوم وہ امور ہیں کہ باصلہ
مباح ہیں یا مندوب مگر بسبب عروض تاکد یا وجوب کے علماً یا عملاً ذہن خواص میں یا عوام میں انکو کراہت عارض ہو گئی ہے حسب حکم
شرع کے پس ان امور قسم ثانی کا وجود مجلس مولود میں اسوقت تک مباح و جائز ہے کہ اپنی حالت اصلیہ پر رہیں اور جسوقت اپنی حالت
سے نکلی اور خواص یا عوام کے ذہن میں انکی کیفیت انداز اباحت و ندب سے بڑھی اسوقت وہ بھی مکروہ ہو جاتے ہیں اور انکے ہونیسے محفل
مولود عقد و شرکت میں مکروہ ہو جاتی ہے پس یہ قاعدہ شرعیہ سب اہل ایمان خوب محفوظ رکھیں کہ بہت کارآمد ہے اور یہ احقر بار بار اسکو بھی

(۱۳) ابن الشیخ آقا شمس الدین ذکرہ صاحب کشف الظنون (۱۴) المولی حسن البجری (۱۵) الشیخ محمد بن حمزۃ العربی الواعظ (۱۶)
الشیخ شمس الدین احمد بن السیواسی (۱۷) علامہ حافظ ابو الخیر سخاوی (۱۸) سید عفیف الدین الشیرازی (۱۹) ابوبکر الدنقلی (۲۰)
برہان محمد ناصحی (۲۱) برہان ابو الصفا انکے مولد شریف کا نام ہے فتح اللہ حسبی وکفی فی مولد المصطفےٰ (۲۲) الشمس الدیباطی المعروف
بابن السنباطی (۲۳) برہان بن یوسف القاقوس ان کا مولد شریف چار سو شعر سے زیادہ ہے (۲۴) حافظ زین الدین عراقی (۲۵)
مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیرازی صاحب قاموس ان کے مولد شریف کا نام ہے النفحات عنبریہ فی مولد خیر البریہ (۲۶)
امام محقق ولی الدین ابو زرعہ العراقی (۲۷) ابو عبد اللہ محمد بن النعمان (۲۸) جمال الدین العجمی الہمدانی (۲۹) یوسف الحجاز (۳۰)
یوسف بن علی بن رزاق الشامی الاصل المصری المولد (۳۱) ابوبکر الحجاز (۳۲) منصور بشار (۳۳) ابو سعید زہونی و نبیل
زرہونی (۳۴) شیخ عبد الرحمن بن عبد الملک المعروف بالمخلص (۳۵) ناصر الدین المبارک الشہیر بابن الطباخ (۳۶) امام علاء
ظہیر الدین ابن جعفر ریسینی (۳۷) فاضل عبد اللہ بن شمس الدین الانصاری (۳۸) الشیخ الامام صدر الدین موہوب الجزری شافعی
(۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی (۴۰) شیخ جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ تاسعہ (۴۱) محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی۔
(۴۲) شیخ شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ وشارح صحیح بخاری (۴۳) نور الدین علی حلبی شافعی مصنف سیرت حلبی
(۴۴) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی شارح مواہب وغیرہ کتب احادیث (۴۵) علی بن سلطان محمد ہروی معروف بملا
علی قاری انہوں نے اپنے مولد شریف میں ثابت کیا ہے عمل مولد شریف تمام ملکوں مصر و شام و روم و اندلس و مغرب و بلاد ہندوستان و مکہ
مدینہ زادہما اللہ شرفا جمیع بلاد اسلامیہ میں پس درحقیقت یہ ایک کتاب گویا اقالیم سبعہ کا ثبوت ہے اور لکھا ہے اسمیں علی قاری نے کہ اس محفل کی عظمت سے

ظاہر کر چکا ہوں کہ مولف کے پاس کوئی دلیل ادلہ شرعیہ سے اپنے مقصود پر کہ اثبات جواز قیود و ہیئت مروجہ کا ہو نہیں محض قول علماء کا اور
تعامل ان کا پیش کر دیتا ہے اگرچہ ابتدا میں کوئی نص لکھتا ہے مگر چونکہ اسکے مدعا پر وہ دلیل نہیں ہو سکتی ناچار مضطر ہو کر وہی تعامل
علما کا پیش کر دیتا ہے وہ نص محض تبرکا اور دھوکا دہی عوام کیواسطے ہے ورنہ ہرگز مثبت اسکے مدعی کے نہیں ہوتی چنانچہ ناظرین نے
ہمارے رسالہ کو اسکے ملاحظہ کر لیا ہے پس معلوم ہوا کہ اسکے پاس کوئی دلیل اثبات جواز ہیئت مروجہ کتاب میں نہیں سوائے اس فقرہ کے
ذکر ایمہ علماء کرتے رہے ہیں پس اب اس لمعہ ثانیہ میں ہی اپنے مبلغ علم اور دلیل معتمد و حجت مستند کو لکھتا ہے کہ جسکے سہارے پر یہ کتاب لکھنے کی اسنے
ہمت کی تھی تو گویا اسکی ساری عمر کی تحصیل اور تمام ایام کی تحقیق کا یہ ثمرہ و نتیجہ ہے مگر یہ بھی اسکا محض خیال باطل و رسودائے لاحاصل ہے
کیونکہ یہ دلیل بھی مثل ادلہ اربعہ کے مولف کے مدعی کا اثبات نہیں کرتے اور اس تعامل کو بھی اسکی مراد سے مطابقت و موافقت نہیں چنانچہ ہم
پہلے لکھ چکے ہیں اب پھر ذرا بسط سے لکھتا ہوں کہ یہ علماء معدودین کہ بعد و سبعین بمائۃ نے لکھی ہیں بعض تو ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے
کتاب ذکر فخر عالم علیہ السلام کی لکھی اسکا مذاکرہ کیا پس اس تالیف و تذکیر سے سوائے اسبات کے کہ ذکر فخر عالم اور سیر آپ کی تالیف کرنا در حقیقت
محمودہ عمل ہے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا سو اس کا کوئی بھی منکر نہیں اس سے عمل مولد کا کسی قسم کا جواز نہیں ظاہر ہوتا اور بعض وہ ہیں کہ انہوں
نے عمل مولد کیا اور وہ عمل مولد جو سن چھ سو چار میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے کہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ حسن المقصد کی بندہ نقل



کہ کوئی مشائخ و علمائے انکار نہیں کرتا اسمیں شامل ہونے سے (۴۶) عبد الرحمن صفوری شافعی صاحب نزہۃ المجالس (۴۷) نور الدین ابو سعید
بورانی انہوں نے بھی کل ملکوں سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے اور بادشاہ مصر کے حال میں لکھا ہے کہ بادشاہ مصر سائبانی ساختہ
بود کہ دوازدہ ہزار کس در سایہ اوی نشستند در غایت آراستگی از جہت آنکہ درین شب روز آنرا برافرازند در غرآں پیچیدہ باشد (۴۸) سید
امام جعفر برزنجی ان کا مولد شریف نثر عبارت مقفی فصیح مشہور ہے دیار عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے (۴۹) سید زین العابدین برزنجی
ان کا مولد شریف منظوم دیار عرب شریف میں رائج ہے (۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابو القاسم بخاری الناسب محمد بن اسمعیل بخاری تک پہنچتا ہے
(۵۱) شیخ اسمعیل حقی افندی مفسر واعظ مصنف تفسیر روح البیان (۵۲) احمد بن محمد قشاشی مدنی (۵۳) محمد بن غرب مدنی۔
(۵۴) شیخ عبد المالک کردی (۵۵) فاضل ابراہیم باجوری (۵۶) امیر محمد استاذ ابراہیم باجوری (۵۷) شیخ سقاط استاد
الاستاد باجوری (۵۸) شیخ عبد الباقی پدر و استاد علامہ زرقانی (۵۹) شیخ محمد رملی (۶۰) علامہ احمد بن حجر مولف تحفۃ
الاخیار بمولد المختار (۶۱) حافظ ابن رجب حنبلی (۶۲) ابی زکریا یحییٰ ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی (۶۳) سعید بن مسعود گازرونی
انہوں نے بہت ملکوں کے علما و صوفیہ سے مولد شریف ہونا ثابت کیا ہے (۶۴) مولانا زین الدین محمود نقشبندی (۶۵) حضرت مولانا جامی

کر چکا ہوں کہ جمع ہو کر کچھ قرآن پڑھیں اور ذکر آپ کا کر کے کھانا کھا کر چلے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نہ ہو تو اس عمل میں ذکر سند و پیک اجتماع
یوم معین اور اطعام طعام زائد جو اہے اور یہ دونوں امر بافصلہ مباح ہیں چونکہ اس زمانہ میں یہ امور مو کدہ عملی ہوتی تھی اور نہ عوام کو کوئی اسکے
ضرورت تھی بزعم ان علما کے لہذا اس مجلس میں کراہت نہ تھی بلکہ مباح تھے اگرچہ بعض علماء کو اسمیں اس امر کا خدشہ تھا انہوں نے اس کو مکروہ
کہا تھا چنانچہ بالا واضح ہو لیا پس چونکہ اسمیں کوئی امر منکر نہیں تھا محض یہ دو امر مباح تھے کہ خواص و عوام میں علما و عملا اپنے درجہ سے نہیں
خارج ہوئے تھے تو وہ محافل مباح رہی اور مورد انکار شرع کی نہوئی اور اسیطرح عملدرآمد رہا پس ابتدا ایجاد اس محفل سے آخر تک ہی وضع
مباح رہی اب شاہ ولی اللہ صاحب کی محفل کی کیفیت سنو کہ جسکو مولف خاتم الاسمار بنا رہا ہے فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں یہ عبارت بعینہ
ان کی نقل کرتا ہوں و کنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یذکرون ارہاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ ومشاہدہ قبل بعثتہ فرأیت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد لا اقول ادرکتہا
ببصر الروح واللہ اعلم کیف الامر بین ہذا وذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ہذہ المشاہد وبامثال ہذہ
المجالس ورأیت یخالطہ انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ انتہی بلفظہ اب ناظرین غور فرماویں کہ شاہ ولی اللہ جو مولد النبی میں اپنا ہونا فرماتے ہیں تو
مولد النبی وہ مکان مکہ معظمہ میں ہے جسمیں آپکی ولادت ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنا رکھا ہے اسکی زیارت کرتے ہیں اور وہاں لوگ جو
جمع ہوئے یوم ولادت میں تو زیارت مکان کیواسطے جمع ہوئے اور وہاں جو صلوۃ و سلام اور ذکر آپکی حالات کا تھا وہ نفس ذکر آپ کا تھا
چنانچہ بالکل ظاہر و بدیہی ہے پس اس میں نہ اجتماع بتداعی ہوا تھا نہ وہاں طعام و شیرینی کا ذکر ہے نہ وہاں فرش و بخور کا نشان ہے نہ فسقہ
فجرہ بلباس وزی مکروہ کا پتہ ہے فقط وہاں جمع ناس کا ہونا اور آپکے ذکر اور صلوۃ کا ہونا مذکور ہے جسکو مولف مجلس مولود قرار دیتا ہے
اور اسی ہیئت کذائیہ پر دلیل لاتا ہے ذرا انصاف درکار ہے کہ اسمیں تو وہ امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد میں منقول تھے وہ

(۶۶) علامہ محمد رفامی مدنی الساکن فی زقاق البدور (۶۷) قاضی ابن خلکان شافعی (۶۸) شیخ محمد بن طاہر محدث مصنف مجمع البحار (۶۹) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۷۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین میں اپنا شریک ہونا محفل مولد شریف میں اور دیکھنا انوار کا اسمیں بیان کرتے ہیں اور اُنکے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ جسجگہ ایسی مجلسیں ہوتی ہیں وہاں سب جگہ فرشتے انوار رحمت لاتے ہیں کما قال فتاملت

تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ہذہ المشاہد وبامثال ہذہ المجالس ورأیت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ واضح ہو کہ ہم شروع رسالہ میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ جمیع مفتیان فتوی انکاری مستند و مقتدا اور منتہی الیہ اسناد ہم ہیں پس فاتحہ طعام بھی ہم نے اُنہیں سے ثابت کردی اور اب بحث مولد شریف کا اثبات بھی بحمد اللہ انہی کے نام پر ختم کیا اور خاص انکی زبان سے اس مجلس کا محل نزول ملائکہ اور مورد رحمت ہونا ثابت کردیا و

یہ جو نقل مواہیر علمأ عرب حضرت مولٰنا احمد سعید فقیہ محدث دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو مولوی محبوب علی جعفری کے جواب میں لکھا ہی علماء عرب کے مفتیان مذاہب اربعہ کا فتوی درباب قیام نقل فرماتے ہیں علاوہ اسکے غایۃ المرام مطبوعہ کلاں کوٹھی میں بھی وہ فتوی عربی کا منقول ہی اسکو بطور تلخیص وترک تطویل لکھتا ہوں (۱) اقد اجمعت الامۃ المحمدیہ من اہل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام وہی بدعۃ مستحبۃ لما فیہ من اظہار الفرح والسرور والتعظیم قالہ بفمہ وامر برقمہ عثمان حسن الدمیاطی الشافعی المقیم بالمسجد الحرام (۲) نعم مستحسنہ کثیر ون کتبہ عبد اللہ بن محمد المیرغنی الحنفی مفتی المکۃ المکرمۃ

بھی یعنی نفس ذکر فخر عالم کا بیان ہی اب دیکھو کہ یہ عمل مولود ابتداء سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا مولف کی محفل اور دعوی کو اس سے کیا مناسبت ہے کیونکہ اسوقت کی محافل میں بارہا مذکور ہو چکا کہ منکرات شرعیہ جو باسلہ مکرہ وہ ذحرام ہیں موجود ہوتے ہیں اور وہ امور کہ باصد مباح تھے اور واجب علمائیہ علاہو گئے ہیں اور مکروہ وبدعۃ بنگئے انہیں ضرور موجود ہوتے ہیں پس ان علمائے سے جو کچھ مولف نے ثابت کیا یا نفس ذکر ہی یا مخلوط باامر کہ درجہ اباحت میں ہی ہی اور مولف کے مولود میں خود منکر بھی موجود ہیں اور مباحات بھی منکر ہو گئے ہیں پس ان علماء کے قول و تعامل ہے کسطرح بہ ثابت ہیئت کذائیہ مروجہ کا ممکن ہی کوئی عاقل بالغ ایسی بات کہسکتا ہی کہ جس امر کا مانعین انکار کرتے ہیں اسکا اس تعامل میں نام ونشان نہیں اور جسکا دعوی مولف کرتا ہی اسکا یہاں پتہ بھی نہیں اور پھر بحث جواز کی بن جائے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کیا عبادۃ وغفلت ہی اور کسقدر کوتہ فہمی و جہل ہے پس صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ مولف کی اسم نویسی علماء کی محض مردم شماری و دہوکہ دہی عوام کی ہی ورنہ کوئی حجت اسکی اسمیں نہیں اسواسطے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا قصہ بیان ہو لیا کہ جسپر مولف کو نہایت شور تھا اور جلال الدین کی تحریر سے تمام حال عمل مولد کا واضح ہو لیا کہ جسپر مولف کو کمال اعتماد تھا اسوقت سے لیکر برابر استعمال علما معدودین کا ہی ادا اور واضح ہو گیا کہ یہ استعمال ہرگز مانعین کی خلاف لائے پر نہیں اگر تھوڑا سا فہم ہو تو بدیہی ہے بس اب مولف کا یہ قول کہ شاہ ولی اللہ کی زبان سے اس محفل کو محل نزول ملائکہ ہونا ثابت کردیا کسقدر لغو ہی کیونکہ نفس ذکر مولود کا نہ انکار ہی نہ اسکی نزاع ہی قیود میں کلام ہی سو اسکا یہاں نہ نام ہے نہ نشان ہی مگر مؤلف کو بالکل جہل ہی اور اسکا کوتہ فہم ہونا ہر ناظر عاقل پر ظاہر وعیاں ہے

**قولہ نقل مواہیر علماء عرب الخ اقول** اوپر تو مولف نے شاہ ولی اللہ تک کے اقوال سے اثبات جواز مجلس مولود مروج کا چاہا تھا سو وہ تو اسکے مدعا کا مثبت ہرگز نہوا جیسا واضح ہو لیا اب علماء عرب کے اقوال سے قیام کا اثبات کرتا ہی اور یہ علماء مندرجہ معاصر جناب مولٰنا احمد علی صاحب کے ہیں اُن کو مولٰنا ممدوح پر تقدم زمانی ہے اور نہ سبق علمی ہم رجال ونحن رجال کا مضمون ہی اور نہ یہ وجہ حاصل کہ سوائے ایک مولٰنا احمد علی صاحب کے سب بالاتفاق استحسان اس قیام پر بالخصوص ہو کیونکہ ہزارہا علماء اس عصر کے بعض منکر اس قیام کے ہیں اور یہ امر مخفی نہیں پس ان علماء



(۷۳) القیام عند ذکر ولادۃ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ کثیر من العلماء کتبہ حسین بن ابراہیم مفتی المالکیۃ بمکۃ المحمیہ (۷۴) نعم القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ العلماء وہو حسن الفقیر الی ربہ محمد عمر بن ابی بکر الریس مفتی الشافعیہ بمکۃ المکرمۃ (۷۵) نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استحسنہ العلماء الاعلام وقدۃ الدین والاسلام کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد بن یحیی مفتی الحنابلۃ فی مکۃ المشرفۃ (۷۶) امام القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قرأۃ المولد الشریف تو ارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام من غیر نکیر منکر ورد راد واللہ ولی التوفیق والہادی الی سواء الطریق حررہ خادم الشریعۃ والمنہاج عبد اللہ بن المرحوم عبد الرحمن سراج المفسر والمحدث بمسجد الحرام **واضح** ہو کہ مکہ میں یہ عبد اللہ سراج بڑے اکمل جال (؟) ہیں اس عاجز نے مخالف اور موافق مذہب والوں سب سے انکی تعریف سنی ہے اور حضرت مولٰنا احمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ مولٰنا عبد اللہ سراج حنفی مفسر ومحدث حرم شریف کہ یکتائے عہد خویش بود ورئیس فرقہ محدثین زانوی ادب درس اوشان می نشست واعتراف بجامعیت مولٰنا موصوف می نمود فتوی باستحسان قیام نمودہ ہست ونزد راقم مسطور موجود الی آخرہ **فائدہ** اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ جو ہمنے کلام ان علماء عرب کا نقل کیا ہی یہ وہ منتخب کاملین تھے جو سلطان عالیجاہ روم کیطرف سے مکہ معظمہ میں مفتی مقرر کئے ہوئے تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور ان سے پہلے بھی قدیم الایام میں جو علماء وفضلاء عرب میں گذرے حکم دیتے رہے ہیں استحباب قیام کا چنانچہ سید امام برزنجی رحمۃ اللہ علیہ عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر میں فرماتے ہیں وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذوو روایۃ ودرایۃ۔ افسوس ہے کہ جب سے اب تک کتنی صدیاں گذر چکیں اور خبر صادق کا یہ وعدہ ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد جو بدعت کو اکھاڑے اور سنت کو قائم کرے پیدا ہوا کریگا کیا سبب کہ بلاد عرب کہ ہندوستان میں تو جب بیسیوں مجدد ہو گئے اور وہاں یعنی مکہ میں ایک بھی مجدد نہ ہوا جو اس بدعت اور ضلالۃ کا استیصال کرتا پس معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے کہ یہ قیام جو خیر البلاد میں سیکڑوں برس سے ہی اور علماء عرب مستحسن اسکو کہتے ہیں اور عبد اللہ سراج مفتی مکہ معظمہ لکھتے ہیں کہ کسینے اسپر رد و انکار نہیں کیا بیشک و شبہ جائز بلکہ مستحب ہے ہرگز ضلالۃ نہیں

مذکورہ کے اقوال کی حجت ہونیکی مولف کے نزدیک وجہ یا یہ ہے کہ وہ عرب ہیں سو اسواسطے مولف اُسکو پیش کرتا ہی سو یہ باطل ہی جسکو حق تعالیٰ علم دیوے وہی عالم معتمد ہے خواہ ہند وعجم میں ہو خواہ عرب میں بخاری ومسلم اور جملہ اصحاب کتب حدیث اور شرح وقایہ وہدایہ وکنز ودرمختار وغیرہا جملہ مولفین کتب فقہ کے عجم تھے اور اس آخر وقت میں اب مولوی رحمۃ اللہ صاحب تمام علماء مکہ پر فائق ہیں اور باقرار علماء مکہ اعلم ہیں اور یا یہ وجہ کہ خود لکھتا ہی کہ سلطان نے انکو انتخاب کرکے مفتی بنایا تو یہ نہ کوئی شرعی حجت اعلمیت کی ہی اور نہ دلیل عقلی کیونکہ اکثر مشاہد وموجود ہی کہ عمال وقضاۃ سلطانی ادنی ادنی علماء وعلما ہوتے ہیں چنانچہ اب بھی یہ امر روم وعرب میں موجود ہی کہ مفتی وقاضی ہونیکو اعلمیت لازم نہیں سو یہ دلیل علمیت مولف کی یا جہل حقیقۃ الحال اور قواعد شرع سے یا عوام کو دھوکا دینا غرض ہی معتمد مولٰنا احمد علی صاحب تو اس قیام کی کراہت دلیل شرعی سے ثابت فرما چکے ہیں جس میں مولف نے کیا کیا چکر کھائے اور کلام خارج از علم وفہم کرکے اُسکے جواب کے درپے ہوا اور ناکام رہا اور تمام جوہر مخفی اپنا ظاہر کرکے مضحکہ بنا اور یہ علماء مولف کے یہی لکھ رہے ہیں کہ استحسنہ کثیر من العلماء یا قریب اسکے کوئی کہتا ہے کہ امت محمدیہ نے اجماع کیا ہے استحسان پر اور بدعت مستحبہ ہے کوئی اکثر کا استحسان کہتا ہی کوئی کہتا ہے کہ متوارث بلا رد نکیر ہے اور یہ فقط دعوی محض اور قول ہی قول ہے کیونکہ اسراف کرنا علماء کا خود ثابت ہو چکا اور بدعت حسنہ ہونیکا وہ بھی اقرار کر رہے ہیں پھر اجماع کسطرح ہو سکتا ہی اور کلیات نصوص سے تقییداً طلاق خود ممنوع ہو چکی پھر کسکا اجماع معتبر ہو سکتا ہے اور کسکا استحسان قابل التفات کے بن سکتا ہی ہاں اگر نفس قیام استحسان ہو بلا تقیید اور بلا فساد

مولوی قطب الدین خاں صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسئلہ پر مکہ اور مدینہ کے علما متفق ہوں یہ اسکے حق ہونیکی دلیل ہی مظاہر الحق مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۹، میں بدعتوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ سُنیوں کا مذہب سچا ہی مکہ مدینہ کہ دین وہیں سے پیدا ہوا وہاں کے لوگ بھی سنی ہیں اگران کا مذہب بجنسی بدعتیوں رافضیوں کا اچھا ہوتا تو وہ یعنی مکہ مدینہ والے پہلے اس مذہب میں ہوتے انتہے کلام اس سے معلوم ہوا کہ اگر انکار قیام مولد شریف کا اچھا ہوتا تو اول علما عرب انکار کرتے کیونکہ پختہ اہل سنت والجماعت وہی ہیں آپ نقل کرتے ہیں ہم بطور اختصار دوسرا فتوی علما عرب کا جسکو ۱۲۸۶ھ بارہ سو اٹھاسی ہجری میں مولوی عبدالرحیم صاحب کمانی مرتب کراکر لائے تھے اور کتاب روض النعیم کے آخر میں چھاپا تھا عبارت سوال یہ ہے سوال ما قولکم رحمکم اللہ فی ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر الولادۃ خاصۃ مع تعیین الیوم وتزیین المکان واستعمال الطیب وقراۃ سورۃ من القرآن واطعام الطعام للمسلمین ہل یجوز ویثاب فاعلہ ام لا بینوا توجروا ۔

**جواب علما مکہ معظمہ تلخیصًا** ۔ اعلم ان عمل المولد الشریف بہذہ الکیفیۃ المذکورۃ مستحسن مستحب فالمنکر لہذا ممنوع لانکارہ علی شئ حسن عند اللہ والمسلمین کما جاء فی حدیث ابن مسعود قال ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن والمراد من المسلمین الذین کملوا الاسلام کالعلماء العاملین وعلماء العرب والمصر والشام والروم والاندلس کلہم راٰوہ حسنا من زمان السلف الی الاٰن فصار الاجماع والامر الذی ثبت بالاجماع فہو حق لیس بضلال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی ضلالۃ فعلی حاکم الشرع تعزیر منکرہ واللہ اعلم ۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عبدالرحمن بنج توفیق | احمد دحلان | حسن | عبدالرحمن جمال | حسن طیب | محمد شرقی | مفتی حنفی | مفتی شافعی |
| مفتی حنبلی | حنفی | حنفی | مفتی مالکی | سلیمان | عبدالقادر خوقیر | ابراہیم الفتن | محمد جاراللہ |
| احمد الداغستانی | عبدالقادر شمس | عبدالرحمن افندی | احمد ابوالخیر | عبدالقادر نخیمی | محمد سعید | عبدالمطلب | احمد کمال |

حقیقۃً عوام تو خود مانعین بھی نفس قیام کو منع نہیں کرتے تو یہ فتاوے ہرگز مخالف مانعین کے نہ ہوئے اور مؤلف کو کچھ مفید نہونگے بہرحال ان اقوال سے علماٴ کے نزدیک موافق قاعدۂ شرعیہ کے کوئی کچھ بھی ثبوت نہیں مگر مولف کی ناواقفیت علم دینیہ یہ حرکات کراتی ہی اور دہی آل کا رجعت ہوتی ہے کہ علمائے یہ کہا اور کیا ہے اور یہ کوئی حجت فی الدین نہیں خصوصًا جبکہ یہ فعل نص کے مخالف ہو اور رد و انکار اسپر کسی عالم سے ثابت ہو جائے چہ جائیکہ صدہا سے مدلل رد ہو چکا ہو اب یہ قول مولف کا کہ کتنی صدیاں گذر چکی کسی مجدد دین نے اسکو منع نہ کیا یہ بھی ایک کلام سخت کم فہمی مولف کی ہی ہرچند ظاہر ہے کہ مولف نہ مجدد کے معنے اور کیفیت سمجھا اور نہ تجدید کی حقیقت سے واقف ہوا فقط اثر حدیث کا منظاہر حق سے یاد کر لیا ہے اور ہمکو بھی جواب دینے کیواسطے اسکی تقریر اور تحقیق ضرور نہیں فقط اسقدر الزامی جواب کافی ہی کہ عید عاشورا کو بخاری و مسلم کی حدیث صحیح ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے رد کر دیا اور خالفوا الیہود اسمیں ارشاد فرمایا اور پھر کسیوقت میں عید عاشورا مکہ میں حادث ہوئی اور کسی مجدد نے اسکو منع اور موقوف نکیا اب تک چلی آتی ہی اور سب علمائے کے گھر میں ہوتی ہے نہ معلوم کہ مولف کے نزدیک کوئی مجدد ہی وہاں نہیں ہوا یا یہ عید مسنون و مستحب ہے اور مولف اور اُسکے سب مجدد دین و علما مکہ کے نزدیک حلال ہی حالانکہ نص صریح اسکے منع کی



| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| محمد سعید الادیب | جودہ عیسی | عبداللہ کوشک | حسین عرب | ابراہیم نوسی | احمد امین | شیخ فروش | عبدالرحمن عجمی |
| عبداللہ مشاط | عبداللہ قناشی | محمد بابابقیل | محمد سیوتی | علی ومتی | محمد صالح زواری | عبداللہ زواری | محمد حبیب اللہ |
| احمد الخزاوی | سلیمان عقبہ | سید شلی عمر | عبدالحمید الداغستانی | مصطفی عفیفی | منصور | منشاوی | محمد راضی |

**جواب علما مدینہ منورہ تلخیصًا** ۔ اعلم ان ما یصنع من الولائم فی المولد الشریف وقراۃ حضرۃ المسلمین مع اتفاق البرکات والقیام عند ذکر ولادۃ الرسول لاہل ورش ماء الورد وایقاد البخور وتزیین المکان وقراۃ شئ من القرآن والصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہار الفرح والسرور فلا شبہۃ فی انہ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ وفضیلۃ مستحسنۃ فلا ینکرہا الا مبتدع فلا استماع بقولہ بل علی حاکم الاسلام ان یعزرہ واللہ اعلم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| محمد امین | جعفر حسینی البرزنجی | عبدالجبار | سید جمال الدین | ابراہیم بن خیار | یوسف سید | السید محمد علی | السید عبداللہ بن سید احمد |
| محمد بن احمد تاج | عمر ابن علی | علی حریری | سید مصطفی | سراج احمد | ادیب حسن | ابوالبرکات | عبدالقادر شاطا |
| سید سالم | احمد الحبشی | محمد نور سلیمانی | عبدالرحیم البرعی | محمد عثمان کروے | قاسم | عبدالعزیز ہاشمی | یوسف روے |
| محسن | مبارک ابن سعید | حامد | محمد ہاشم ابن حسن | عبداللہ ابن علی | عبدالرحمن صفوے | | |

**جواب علما جدہ تلخیصًا**

اعلم ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہذہ الصیغۃ المجموعۃ المذکورۃ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ شرعًا لا ینکرہا الا من فی قلبہ شعبۃ من شعب النفاق وکیف یسوغ لہ ذلک مع قولہ تعالی ومن یعظم شعائر اللہ

موجود ہی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں صواعق محرقہ سے نقل کرتے ہیں وہم از بدع ناصبیہ متعصب با اہل بیت از عید گرفتن آں روز با ظہار فرح و سرور و زینت و خضاب و اکتحال ولبس ثیاب الخ خلاصہ یہ کہ احادیث و اقوال معتمدین سے عید ہونا عاشورا کا حرام ہو چکا لیکن یا مولف حدیث صریح کو اور اقوال علما مقبولہ خود کو بالرائے رد کر کے تجویز مکہ کو قبول کرے تاکہ اُسکا قیام مستحب رہے یا جو کچھ تاویل اس عید کی جریان کی باوجود مجدد دین کے کریگا وہی اس قیام کی کرے اور دلیس مجھکر تائب ہو جاوے بہرحال مولف کے فہم کا کمال ہر ہر نکتہ میں واضح ہوتا ہے اور نواب قطب الدین خان صاحب نے یہ لکھا ہے کہ قدیم صحابہ کے عہد سے وہاں حرمین میں سُنی ہی ہیں یہ دلیل اہل سنت کے اہل حق ہونیکی ہی نہ یہ کہ وہاں کوئی بدعت جاری نہیں ہوئی اب بھی مسئلہ مروجہ حرمین کی مولف پر مخفی نہیں اور رفض بھی اب ایک مدت سے مکہ اور مدینہ میں موجود ہی اگر مولف کو یقین نہیں تو تحقیق کر لیوے بس یہ خوبی فہم مولف کی ہے کہ مطلب کو غور نہیں کرتا پس قیام تو خود بعد چھ سو سال کے حادث ہوا ہی اور عید عاشورا بھی بعد قرون کثیرہ کے حادث ہوئی پس ایسے تعامل سے حجت لانا اہل علم کا کام نہیں اور یہ دلیل لایق شان علم کے نہیں بلکہ عوام کا قول ہے اور فتوی بارہ سو اٹھاسی ہجری کا جو مولف نقل کرتا ہی اسکے جواب کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اجماع کے معنے اور حدیث ما راٰہ المسلمون

فانہا من تقوی القلوب واللہ اعلم ۔

علی بن احمد باجبرین | عباس بن جعفر ابن صدیق | احمد فلاح | محمد سلیمان | احمد عباس

محمد صالح | عثمان احمد | احمد بن عجلان | محمد صدقہ | عبدالرحیم بن محمد زبیدی

جواب علماء حدیدہ ۔ قراۃ المولد الشریف مع الاشعار المذکورہ جائزۃ بل مستحبۃ یثاب فاعلہا فقد الف ذلک العلماء وحثوا علی فعلہ وقالوا لاینکر بالابتدع فعلے حاکم الشریعۃ ان یعزرہ ۔ الفقیر الی اللہ یحیی ابن عمر

علی شامی | محمد بن سالم علی | علی بن عبداللہ | محمد بن ابراہیم | علی طحان | محمد بن عبداللہ | محمد بن داؤد بن عبدالرحمن

علی بن ابراہیم الزبیدی | علی بن محمد جاب | احمد بن محمد ابن الخلیل | عبدالرحمن بن علی حضرمی

واضح ہو کہ یہ چاروں جواب یعنی علماء مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً و نیز علماء جدہ و حدیدہ اسی ایک سوال کے جواب میں ہیں جمیع قیود قیام تزئین مکان وغیرہ کی مذکور ہیں پس علماء عرب العاہم وسلمہم اسی ہیئت کذائی کے منکر کو بالاتفاق تعزیر کا حکم دیتے ہیں اینتل کیجائی اب مہریں ہندوستان کے علماء مستندین کے جو اپنے وقت کے فرد کامل تھے ازانجملہ علماء فرنگی محل کہ سنہ یکہزار دو صد و ہفتاد ہجری میں محمد مصطفیٰ خانصاحب کے مطبع مصطفائی میں فتوی انکا مطبوع ہوا تھا جسکو اسکے مضامین بالتفصیل دیکھنے ہوں کتاب کو بہم پہنچاکر دیکھے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ مولد شریف کی تعیین خاص ماہ ربیع الاول کیساتھ فرض اور واجب تو نہیں ہاں البتہ بہت علماء محدثین نے مستحب اور مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرون ثلثہ میں نہ ہوئی ہو وہ بدعت سیئہ ہے صحیح نہیں اور جب کہ آیہ کریمہ وتعزروہ وتوقروہ سے تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہوئی کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر ولادت شریف جو منجملہ افراد تعظیم ہے اچھی طرح ثابت ہوگیا یہ بدعت سیئہ ہرگز نہیں ۔ حررہ

ابوالبرکات رکن الدین محمد الدعو بتراب علی عفی عنہ ٢ محمد سعد اللہ عفی عنہ ٣ محمد لطف اللہ عفی عنہ وحماہ ٤ ابوالاجابر محمد المدعو بالنعیم ٥ ابوالحسن محمد صالح ٦ محمد عبدالوحید

ابوالبقاء محمد عبدالحکیم ١٢٠٣ | حفیظ اللہ ١٢٢٢ | نعیم اللہ ١٢٣٧ | محمد علی ١٢٦٢ | محمد عبدالحلیم ١٢٦٦

ازانجملہ علماء کے دہلی و بریلی و رامپور و افغانان ۔ واضح ہو کہ محفل مولد شریف اور قیام کے جواز میں ایک کتاب قوایت ظلام مطبع علوی کلاں کوٹھی میں واقع سنہ یکہزار دو صد و ہفتاد و یک مطبوع ہوئی تھی اسمیں علماء و فضلاء دہلی و بریلی و رامپور وغیرہ چند مقامات کے علماء مستندین کے فتوے جمع کرکے چھاپے تھے اور چونکہ سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی بھی آستراء محفل میلاد شریف کا اعتقاد رکھتا تھا اور رئیس مسلمان اسلام کے

---

کی مراد پہلے واضح ہو چکی ہے اب اس فتوی سے علم علماء عرب کا ہر اہل علم پر واضح ہوجاویگا اور قول اُن کا مخالف نص کے ہرگز معتمد اور ملتفت نہیں ہوسکتا اور ان کے اقوال سے قیود مذکورہ کو درجہ اباحت میں اگر کوئی دعوی کرلیوے تو پھر مولف کو کوئی جواب نہیں گو بظاہر الفاظ فتاوی کی ان قیود کی تاکید کو تقاضا کرتے ہیں اور خلاف نص کے ہوکر مردود ہوجاتے ہیں اور یہی جواب فتاوی ہندیہ کا ہے کہ منجملہ مفتیوں مولف کے بہادر شاہ اور حکیم احسن اللہ خاں اور حکیم امام الدین خاں بھی ہیں اور دیگر اشخاص کہ جو لہو مزاح تصریح نام کی حاجت نہیں اور حسبقدر یہ مجوزین اس کے چند گو زیادہ علم و عمل اور ورع میں مانعین موجود ہیں مگر ہمکو بعد دلائل ادلہ اربعہ کے کیا حاجت مردم شماری کی ہے یہ طریقہ مولف کا تو خود دلیل عجز کی اثبات حجت شرعیہ سے ہے اور پھر آخر میں مولف مانعین کو جمع سپر خود بخود دلکی تسلی کرکے ہائے شرم کی آنکھہ نہو تو جاہے کہ اُن ور سواد اعظم کے معنے پہلے محقق ہوچکے اور جو ناری شاذ ہے وہ بھی معلوم ہولیا اب ایک قول پر اکتفا کرکے ختم رسالہ کرتا ہوں قال اللہ تعالی ما اٰتکم الرسول فخذوہ

جو کہ منع و ماہاکم عنہ سے بازر ہواور نحو ١٢ منہ



تجمل اور احتشام کا سبب ہوتا ہے رئیس السلیمین اور زین السلیمین سمجھکر انکی مہر بھی علماء دہلی کی مہروں کے ساتھ کرائی گئی تھی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولوی مخصوص اللہ صاحب مرحوم بھی اسوقت زندہ تھے انکی مہر بھی استحسان محفل مولد شریف پر کرائی گئی جسکو ہر عالم فاضل کی تحریر حرفاً حرفاً بالتفصیل دیکھنی منظور ہووے اصل کتاب بہم پہنچاکر ملاحظہ کرے اُسمیں محفل مولد شریف کو مع جمیع تعینات مروجہ قیام و تقسیم شیرینی وغیرہ جائز بلکہ مستحب لکھا ہے ایک سو بائیس صفحہ کی کتاب ہے اُسکے صفحات متفرقہ پر جو مہریں اور دستخط ہیں اُن سبکو مجمع ایک جگہ نقل کرتا ہوں ستر علماء کے دستخط اور مہریں ہیں ہر عالم کا نام ایک شکل کیمع میں مندرج کرتا ہوں ۔

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی ابوظفر سراج الدین سنہ احد | حکیم احسن اللہ خانصاحب وزیر: عبدہ احسن اللہ | مفتی صاحب الصدور دہلی | مدرس اول مدرسہ دہلی: فقط یا حسید محمد

عالم فاضل کہ بلفظ حکیم دہلی معروف بود | قاضی احمد دین خانصاحب | قاضی محمد علی صاحب | حضرت شاہ احمد سعید مجددی | خلف حضرت احمد سعید صاحب

امام الدین خان | احمد الدین خان | حب محمد علی دردل دور جان بدل | فقیر احمد سعید احمدی | محمد عمر احمدی

خلف حضرت احمد سعید صاحب | فاضل جامع علوم مولوی کریم اللہ صاحب | مولنا فریدالدین صاحب اعظا جامع دہلی

محمد مظہر | شفیع اللہ خلق محمد کریم | دین محمد درفتر یدہ آمدہ | دستخط مولنا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

یہ عالم بڑے مفتی تھے دستخط مولوی وادابخش صاحب | دستخط مولوی حسن الزمان محمد عفی عنہ | محمد عزیز الدین | سید تفضل حسین | سید یعقوب علی رضوی | محمد رضا علی خاں

محمد اللہ کے مخصوص ہیں | احمد حسین | منیب محمد داؤد | غلام حسین | محمد عبدالواحد | محمد لطف علی خان | وزیر عالم محمد علی

جلال الدین محمد کمال | طالب المولی نذر | مدیر العلماء شیخ معین مفتی مولوی محمد شرف الدین | عفا اللہ عنہ محمد یعقوب علی | باقی فقط | کرم نبی | واللہ بقرید وبنصر من یشاء

---

واما نہکم عنہ فانتہوا ۔ حق تعالی اپنے کلام پاک میں اتباع طریقہ مرضیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرض فرماتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد کیا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ الحدیث ۔ وعن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قدمات فان الحی لاتؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ہذہ الامۃ ابرہا قلوبا واعمقہا علما واقلہا تکلفا اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| عبدالکریم | عبیداللہ ولد محمد رفیع اللہ | فخر العلما محمد عبد الجامع خان | ان اللہ جلیل وحید الجمال | محمد عبد العلی | علی حسین | محمد لطف اللہ | نور النبی |
| محمد عبد اللہ | علی الدین | آل نبی | مقصود علی | حافظ شریف حسین | شاہ ظہور حسین علم محمد اسد اللہ | سبط محمد گل باغ جاوید | نظام الدین احمد |
| محمد علی خادم العلماء | وزیر علی | مولانا محبوب علی خلف سید علی | آمدہ تاج محمد عالم علی | محمد سلامت اللہ | دستخط فضل رسول فاضل بدایونی | سید بشیر علی امروہوی | مولوی داد ابخش |
| حسن الزمان | محمد فضل حق | رفیع اللہ | محمد جلال الدین | وحید الدین | محمد فضل اللہ | فضل حسین | محمد عبد الحق |
| محمد حیات | محمد خلیل الرحمن | محمد حیات ولد مولوی سید احمد | | | | | |

اہل سنت والجماعت خیال فرماویں کہ ان دونوں فتوی متاخرہ میں ہندوستان کے کیسے کیسے علما جلیل القدر مثل مفتی سعد اللہ صاحب و مولانا تراب علی و مولانا سید محمد مدرس اعلی و مولانا فضل حق و مولانا محمد حیات و مولانا حیدر علی مصنف منتہی الکلام و مولانا سلامت اللہ و مفتی صدر الدین خاں صاحب و مفتی شرع متین مفتی شرف الدین صاحب استحسان محفل مولد شریف پر مُہر فرما رہے ہیں اسوقت میں ایسے علما کہاں ان میں سے ایک ایک عالم کو دو دو سو علما کا مقابل سمجھو اور ہمنے اسوقت کے علما کی مہریں نہیں کرائیں علما سلف کی نقل مولف پر اکتفا کیا اب یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس لمعہ ثانیہ میں ہم نے جسقدر علما عاملین و فضلا کاملین کے نام ذکر کئے اگرچہ یہ جمیع اقالیم شرقی و مغربی و شمالی کے تمام علما و فقہا کے نام نہیں اگر ان سبکو جمع کیجے تو اللہ اکبر ایک دفتر بنتا ہے کما قال ؎ گر ان جملہ راسعدی املا کند ٭ مگر دفترے دیگر انشا کند ٭ یہ تو چند مقامات کے چند علما کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن یہ بھی کیا کچھ کم ہے یہ بھی اللہ تعالی کے عباد صالحین کا ایک جمہور کبیر اور جم غفیر ہے پس بموجب فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکا اتباع اہل سنت کو لازم ہے کہ آپنے فرمایا اتبعوا السواد الاعظم من شذ شذ فی النار اسکی تحقیق لمعہ اولی نور چہارم میں محدثین سے ہم نقل کر چکے ہیں وہاں دیکھو معنی یہ ہیں کہ پیروی کرو بڑی جماعت کی جو بچھڑا اُن سے وہ پڑیگا آگ میں یعنی جب اختلاف واقع ہو علما میں تو جس طرف اکثر مسلمین ہوں اُسپر عمل کرو یہ تو حدیث ہے اب فقہ کا مسئلہ سنو علامہ شامی نے جلد ثانی شرح در مختار باب صلوٰۃ جنازہ میں تصریح کی ہے

فان الا تعین جمیع لیسیر والمجوزین جم غفیر والا عتماد علی ما علیہ الجم الکثیر اور نیز جلد اول رسم المفتی میں لکھا ہے فان اختلفوا یوخذ بقول الاکثرین اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی اس دلیل کو حق جانتے ہیں چنانچہ مصباح التراویح مطبوعہ مطبع ضیائی کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں اتفاق اکابر و تسلیم و شان یا جم غفیر از و شان نیز دلیلے ست الی آخر ؛ اور مولوی اسمعیل صاحب بھی تذکیر الاخوان کی فصل سادس میں کتاب و سنت و اجماع و قیاس مجتہدین کا ذکر کر کے اسکے بعد لکھتے ہیں پھر اور کوئی مولوی شیخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے تو اسکا کیا ٹھکانا اگر یاں اگر گر دینظر

دینہ فاعرفوا لہم فضلہم واتبعوہم علی اثرہم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقہم وسیرہم فانہم کانوا علی الہدی المستقیم الحدیث پس یہ دونوں حدیث تمسک سنت نبویہ اور التزام و استنان طریقہ صحابہ کو واجب کر رہے ہیں لہذا ہر طرح عبادت میں واجب ہے کہ طریقہ و سنت صحابہ کو ہر مسلم عاقل اپنا امام بناوے اور اسکے موافق عمل کرے اور خلاف قول و فعل اُنکے قول کسی عالم کا اور تو ارث اور استحسان کسی کا ہر گز قابل التفات



متقی پرہیزگار اُس مسئلہ کو قبول کریں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے انتہی اب دیکھئے اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ کسی مولوی مشائخ کی نکالی ہوئی بات کو اگرچہ سارا جہان متفق ہو کر مانے مگر گز دینداراں متفق اسکو مانیں تو وہ بھی حق اور معتبر ہے پس اس مسئلہ میں مولوی اسمعیل صاحب اور نیز مولوی محمد قاسم صاحب تابع فقہا اور محدثین کے ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ میں متفق ہو جانا اکثر علما دین کا ایک جانب میں دلیل حقیقت کی ہے یہ مسئلہ خاص انکی زبان سے ہمنے سُنوا دیا اب اگر موقع استحسان مولد شریف میں بھی صاحب یا ان کے تابعین اس دلیل سے باہر ہونے لگیں تو ہم ان لوگوں پر کچھ داروغہ ہو کر موکل نہیں ہیں کہ انکے دل و زبان کو ادھر حق کیطرف جبرا پھیر دیں خود حضرت ہادی انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہ نسبت یہ ارشاد ہے لست علیہم بمصیطر اور دوسری جگہ فرمایا انک لا تہدی من احببت ہمارا ذمہ توضیح امر حق تھا وہ کر چکے جس لفظ کی قید مولوی اسمعیل صاحب نے لگائی ہے یعنی دیندار متقی پرہیزگار سو ایسے جو اولیٰ محفل مولد شریف ثابت کر چکے مثل امام ابو شامہ و ابو الخیر سخاوی و ابن جوزی و سیوطی و قسطلانی وغیرہم جنکے نام لمعہ ثانیہ میں ہم نے لکھا ہیں اور جو شخص شاہ ولی اللہ صاحب کے سلاسل طریقت اور اسانید علم حدیث سے واقف ہو گا اُس سے یہ بات مخفی نہیں ہوگی کہ ان مجوزین مولد شریف میں وہ علما بھی ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ حدیث اور شیوخ طریقت کے پیشوا ہیں بر خرج تحقیق کو پہنچا چکے ہم یہ بات کہ مولد شریف کرنا جم غفیر سے ثابت ہے اور بمضمون حدیث اور فقہ سے اور انکے علما مستندین سے ثابت کر چکے کہ جو چیز جم غفیر سے ثابت ہو وہ معتبر اور ماخوذ ہے اور معتمد علیہ لازم الاتباع ہے جب دونوں مقدمہ صحیح ثابت ہو چکے تو یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ مولد شریف کرنا معتبر ماخوذ معتمد علیہ لازم الاتباع ہے والسلام علی من اتبع الہدی **مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات** یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں تو سمیع و علیم ہے سُنتا ہے جمیع اقوال کو جانتا ہے دونوں کے احوال کو نہیں لکھی میں نے یہ کتاب مگر اسلئے کہ افراط و تفریط جانبین سے دور ہو فریق اپنی غلو و تعصب سے نفور ہو اگر حضرت مانعین پر باعث تکفیر و تفسیق اہل ایمان چند تنبیہات ہیں تو طرف ثانی کو بھی اصلاح نیت و تصحیح عمال کیلئے ہدایات بینات ہیں اور میں نے کہا ہیں اپنے جمیع مسائل و دلائل کو اُن علما مقبولین کی دلائل و اقوال پر کہ وہ دنیا میں کالبدر المنیر مشہور ہیں اور کتابیں انکی ان ملکوں میں جابجا موجود اور حوالہ دیچکا ہوں ہر ایک مسئلہ میں تصانیف سلف صالحین کا پس یہ جو قول ہے وہ فی الحقیقت انہی مقبولین کا قول ہے یا اللہ اُن مقبولین کے توسل سے تو قبول کر مجھ سے یہ کتاب اور کر اسکو فریقین کیلئے فصل الخطاب یا اللہ اس کتاب کی ہر دلیل مظہر الحق ہو اور شک میں پڑی ہوئی کو دافع الاوہام ہو یہ کتاب تسکین بخش براہین حقانی سے دست قلوب مستہام ہو یا اللہ میری کل مسائل مغفرت کے وسائل ہوں اور یہ انوار ساطعہ اندھیری گور کا چراغ ہو میری قبر بہار جنت کا باغ ہو ناظرین انوار ساطعہ کہو تم بھی دعا کہ آمین یا رب العالمین آمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین فقط

تمت

وا عتبار فی الدین کے نہیں مولف نے لاطائل تطویل کی اور کوئی نفع اسکو اس سے حاصل نہیں ہوا کما لا یخفی علی من وفق للفہم والسداد والہ الہادی الی سبیل الرشاد والحمد للہ علی الائہ و نوالہ کہ براہین رابع تمام ہوئی وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اور اطفاء انوار یا طلائع انوار ساطعہ کا کما ینبغی حاصل ہوا وہب اللہ بنورہم و ترکہم فی ظلمات لا یبصرون پس بعد اس براہین قاطعہ کے بھی اگر مولف اور اسکے شریک بدعت کو تنبیہ نہو تو من یضللہ فلا ہادی لہ مورد ہے اور اب بھی اگر ظلمات ضلالت بدعت پر تنبیہ نہو تو ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور کا مصداق ہے بچانا اللہ تعالی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد ہادی الامۃ و کاشف الغمۃ الذی ترکنا علی مثل البیضاء لیلہا ونہارہا سواء وعلی آلہ وصحبہ سُرج الامۃ ومصابیح الظلمۃ صلوۃ دائمۃ کما یحب ربنا ویرضی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

تمت

## تقریظ کتاب براہین قاطعہ چکیدۂ قلم فیض رقم جناب قدوۃ المحققین زبدۃ الفقہاء والمحدثین عمدۃ الصلحا والکاملین حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی مدفیوضہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ امابعد اس احقر الناس خادم الطلبہ بندۂ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نے اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا الحق کہ بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب کافی اور الزام وحجت وافی ہے اور فی الواقع یہ براہین قاطعہ اپنے مصنف کی وسعت نور علوم دینیہ فسحت مذکار وفہم وحسن تقریر وبہا تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے باحسن البیان فاضح ہے لہذا یہ احقر الناس اس کتاب کو بلقب بالدلایل الواضحہ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے مؤلف کے علم وفہم میں برکت اور اسکی خیرات ومبرات میں عموماً اور اس تالیف نفیس میں خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرماوے اور اس کو موجب ندامت وتوبہ اہل بدعت کا اور سبب استقامت اور تثبت متبعین سنت کا بناکر مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرماوے۔ آمین وماذلک علی اللہ بعزیز واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدالکائنات وآلہ وصحبہ اہل الدرجات عدد ما یحب ویرضیٰ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ فقط

### تاریخ طبع اول کتاب براہین قاطعہ از جناب قامع البدعت محی السنت مولوی محمد حسین صاحب فقیر

| | |
|---|---|
| چوں خطاف برق براہین حق رسید | شد باعث ذہاب بانوار ساطعہ |
| تاریخ او ست بہر طغیان و گفتگو | بدعات قطع کرد براہین قاطعہ |
| | ۴ ۔ ۰ ۔ ۱۳ |

گنگوہ سہارنپور۔ تمام شد ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۰۴ ہجری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## نقل خط فیض نمط حضرت سیدنا ومرشدنا جناب حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ تعالیٰ

## التماس مشتہر

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح رائے ناظرین ہو کہ امسال جو بعض حجاج مکہ معظمہ سے بعد فراغ حج بیت اللہ وزیارت روضۂ اطہر جناب سرور عالم فخر بنی آدم رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وزیارت حضرت حجۃ الاصفیاء تاج الاولیا زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین شمس الحقیقۃ والعرفان بدر الطریقۃ والاحسان حجۃ اللہ تعالیٰ الیا العمر برہان الملۃ المستقیمہ مرجع العالم منبع الفیض الاتم بحر الحقائق والاسرار مصدر العلوم والانوار صاحب المقامات العلیہ ذوالافضال والدرجات الرفیعہ الصدیق الاعظم والقطب الافخم مولٰنا وسیدنا الحاج شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی المہاجر فی المکۃ المعظمہ لازالت شموس فیوضہ بازغۃ وبدور مکارمہ طالعۃ ہندوستان کو واپس آگئے تو ایک نقل نامہ والاحضرت موصوف الصدر سلمہ کی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے ساتھ لائے کہ جسکی تحریر کی وجہ حضرت سلمہ کو پیش آئی کہ ایک شخص مولوی نذیر احمد خاں نامی ساکن رامپور فی الحال مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات نے ایک خط طویل جس میں چند اعتراضات براہین قاطعہ کے مضامین پر کئے ہیں روانہ خدمت عالیہ حضرت حاجی صاحب سلمہ کیا اس خط میں علاوہ اعتراضات کی تکفیر میں علماء ربانیین کی نوبت پہنچائی چنانچہ اُن اعتراضات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاویگا الحاصل اُس نامہ والاحضرت موصوف سلمہ کو دیکھکر اور اُسکے مضامین سے بقدر استعداد واقف ہو کر یہ خیال میں آیا کہ چونکہ اس تحریر میں حضرت سلمہ نے افراط وتفریط سے اغماض فرماکر طریق وسط کو جو خیریت کی علامت ہے اختیار فرمایا ہے اور اصلاح خلق اور رفع اختلافات کو مدنظر رکھا اور حق گوئی میں پرواہ مطاعن طاعنین نہیں فرمائی علاوہ ازیں بیان بھی ایسا مدلل اور قوی ہے کہ باوجود اختصار کے مطالب مرقومہ بوجہ احسن منکشف ہیں صاف صاف الفاظ میں مسائل متنازعہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ کسیکو گنجایش چون وچرا نہیں عقل ونقل وشریعت وحقیقہ کو باہم ایسا ربط دیا کہ کسیکو سوائے تسلیم مجال گفتگو نہیں اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ اُس خط حضرت حاجی صاحب سلمہ کو طبع کردیا جائے کہ وہ تحریر سراپا ہدایت کو اہل انصاف علی الخصوص معتقدین ومریدین حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب موصوف سلمہ دیکھکر اختلاف باہمی سے کنارہ کریں اور تحریرات طرفین کے لیئے یہ خط محاکمہ ہو جاوے اور نیز یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ حضرت سیدی ومرشدی جناب حاجی صاحب عم فیضہ اور حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ

جو خاص خلیفہ حضرت سلمہ کے ہیں اُن مسائل میں متفق ہیں کسی قسم کی مخالفت باہم نہیں جیسا کہ عوام میں مشہور ہو گیا اور اس تحریر بابرکت کے دیکھنے سے حلم و اخلاق حضرت سلمہ کا سب پر عیاں ہو جاویگا کہ باوجودیکہ سائل یعنی مولوی نذیر احمد خاں اپنے خط میں بہت کچھ سب و شتم و تکفیر و تضلیل کو کام میں لائے ہیں لیکن حضرت سلمہ نے کوئی امر خلاف داب علما تحریر نہیں فرمایا اور نہ اُن کی سب و شتم کا جواب ترکی بترکی دیا بلکہ نفس مطلب سے بحث فرمائی اور اصلاح باہمی مدنظر رکھی علاوہ ازیں چونکہ حضرت عم فیضہم نے وقت تحریر جواب یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی عبد السمیع کو بھی اُن مسائل میں شبہ ہے ایک نقل اسکی ان کے پاس بھی جانی مناسب ہے اسلئے طبع کرانے میں یہ بھی نفع سمجھا گیا کہ مولوی عبد السمیع یا جس کسی صاحب کو ان مسائل میں اشتباہ ہو اس جواب حضرت حاجی صاحب سلمہ سے اپنی

۵۱ چنانچہ حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب سلمہ ضیاء القلوب کے صفحہ ۷۰ میں رقام فرماتے ہیں و نیز ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشان بجائے من و من بمقام اوشان شدم و صحبت اوشان را غنیمت دانند کہ اینچنیں کسان دریں زمان نایاب اند و از خدمت بابرکت ایشان فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر شان تحصیل نمایند ان شاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نخواہند ماند اللہ تعالیٰ در عمر شان برکت دہاد و از تمامی نعمائی عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف گرداناد و بمراتبات عالیات رساناد و از نور ہدایت ایشان عالم را منور گرداناد و تا قیامت فیض اوشاں جاری داراد و بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد انتہی بلفظہ احقر کاتب الحروف کہتا ہے کہ خدائے پاک نے حضرت حاجی صاحب سلمہ کی دعا ان حضرات کے بارہ میں قبول فرمائی چنانچہ اُنکے نور ہدایت سے عالم کو منور فرمایا اور نیز حاجی صاحب سلمہ نے بارہا یہ فرمایا کہ جو کچھ ضیاء القلوب میں اُن حضرات کی شان میں کلمات لکھے گئے ہیں وہ میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھے بلکہ بامر حق جل و علی والہام غیبی لکھے گئے و کفی بہ فضلا والحمد للہ تعالیٰ پس حضرت مولانا رشید احمد صاحب پر طعن کرنا بعینہ حضرت حاجی صاحب سلمہ پر طعن ہے مخالفین اپنا انجام سوچیں و رتائب ہوں وما علینا الا البلاغ ۱۲ ۵۲ کیونکہ جو کچھ حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب نے مسائل متنازعہ کی نسبت اس خط میں تحریر فرمایا ہے بعینہ وہی مسلک حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا ہے ۱۲ ۵۳ چنانچہ مولوی احمد حسن صاحب پنجابی مدرس مدرسہ کانپور وغیرہ کو بھی اس مسئلہ میں اشتباہ واقع ہوا اور بعض متکلمین کے کلام میں لفظ محال و ممتنع دیکھکر قدرت جناب باری کی نفی کر دی حالانکہ وہی حضرات دوسری جگہ خلاف وعدہ کو داخل قدرۃ فرماتے ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ حضرات وقوع کذب کو محال سمجھتے ہیں اور انکی مراد محال و ممتنع سے محال بالغیر و ممتنع بالغیر ہے ورنہ خدائے پاک قادر علی الاطلاق کو خلاف وعدہ و وعید خلاف مقدر اشیاء کرنے سے مجبور کہنا پڑیگا وہو باطل بالاجماع تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مثلاً زید جسکی تقدیر میں عالم ہونا اور عمرو جسکے مقدر میں جاہل ہونا لکھا گیا یا ایک شخص کیلئے جنت کا وعدہ ہوا اور ایک کیلئے دوزخ میں ڈالنے کا حکم ہو سو اگر اس تقدیر یا وعدہ وعید کا خلاف ہوگا تو لوح محفوظ میں یا وحی میں خلاف واقع ہونا ثابت ہوگا اور یہی کذب ہے مگر اس عدم وقوع کو یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کو خلاف کرنے پر قدرت بھی نہ رہی ورنہ زید عالم کا جاہل کرنا اور عمرو جاہل کا جنتی بنانا اور جنتی کا دوزخ میں لیجانا اور اسکا عکس قدرۃ خدائے پاک سے خارج ماننا پڑیگا بلکہ یہ لازم آیگا کہ تمام کائنات کیلئے جو کچھ ایکبار مقدر کر دیا اسکے خلاف سے خدا تعالیٰ عاجز ہے معاذ اللہ مولوی احمد حسن صاحب بلا تدبر و تفقہ رسالہ لکھنے کو تو موجود ہو گئے پر یہ نہ سمجھے کہ اس مسئلہ کی انکار اور اہل حق کی تضلیل سے بالکل خدا تعالیٰ کا عجز لازم آتا ہے اور عقیدہ اہلسنت بلکہ اہل اسلام کے خلاف پر عوام کو جماتا ہے۔ لفظ کذب سے گھبرا کر کمال قدرت جناب باری کی نفی کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص خنزیر و بجزہ ارذل مخلوقات کو دیکھکر یا افعال و اعمال سیۂ و شرور انسانی کو لحاظ فرما کر خدا تعالیٰ کو ان چیزوں کے خالق کہنے سے انکار کرے اور خدا تعالیٰ کے تنزیہ اس میں سمجھے اور یہ کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ ایسے بُرے افعال اور بدترین مخلوقات کو پیدا فرماوے سو جیسا اُس شخص کا یہ کہنا اہل عقل کے نزدیک سفاہت ہے بلکہ سب جانتے ہیں کہ مخلوقات کے نقص سے خدائے پاک تک نقص نہیں پہنچتا اور اُسکے تنزیہ میں کچھ فرق نہیں آتا ایسے ہی قضیۂ کاذبہ خلاف واقع کے پیدا کرنے سے خدائے پاک میں کیوں نقص آئے گا جو بدیں وجہ قادر مطلق کی قدرت کا انکار کیا جائے ۱۲ منہ



تسکین کرے اور چونکہ اس تحریر کی اشاعت سے صرف اصلاح ذات بین و رفع فتنہ و خلاف باہمی مقصود ہے نہ اظہار نفسانیت و عناد پس اگر کسی صاحب کو اس تحریر کی حقیقت میں شبہ ہو تو حضرت سیدی و مولائی جناب حاجی صاحب سلمہ سے بذریعہ تحریر تصدیق کرے اور مولوی نذیر احمد خاں صاحب مکتوب الیہ کے پاس اصلی تحریر موجود ہے امید ہے کہ وہ بھی بے کم و کاست اظہار واقعی فرماینگے اور اصل تحریر کو نہ چھپائینگے اور نیز جناب مولانا مولوی حاجی محمد عزیز الرحمن صاحب دیوبندی جو قریب ایک سال سے حرمین شریفین میں تھے وقت تحریر صحیفہ بھی حضرت حاجی صاحب سلمہ کی خدمت میں حاضر تھے اس امر کے شاہد ہیں اور نقل اصل خط حضرت موصوف کی اپنے پاس بھی رکھتے ہیں اور چونکہ کاتب حروف کی غرض اشاعت سے صرف اصلاح و تسکین فتن ہے اسلئے بمصداق حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ امید اجر رکھتا ہے اور بصد عجز و زاری جناب باری جل و علا میں ملتجی ہے کہ اس تحریر حضرت والا سلمہ کو باعث رفع فتنہ و نزاع باہمی فرمائے اور نیز ناظرین حق بین اور انصاف پرست کی خدمت والا میں ملتمس ہے کہ اس تحریر کو بغور ملاحظہ فرماویں اور کاتب کی اس اشاعت کو کسی اور غرض پر محمول فرما کر مطعون و ملام نہ فرماویں نقل سوالات سائل میں سائل کے نفس مطلب کو بوجہ اختصار لکھتا ہوں سب و شتم و تکفیر و تضلیل جو اصل خط سائل میں مندرج ہے وہ بوجہ تطویل درج تحریر نہیں کیا اصل خط بندہ کے پاس موجود ہے جواب حضرت سلمہ بجنسہ نقل ہوگا۔

## خلاصہ اعتراضات

پہلا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہسکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے اور اسکے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔

دوسرا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشریت میں مثل جملہ مخلوقات کے لکھکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کی برابر کر دیا اور ہامان و فرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برابر ہو گئے یہ بات کفر کی ہے۔

تیسرا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعۃ ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنیوالوں کو ہنود اور روافض لکھا۔

چوتھا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین شریفین پر ترجیح دی۔

پانچواں اعتراض۔ براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ جو ایک وتر نہ پڑھے اُسکے ایمان کا کیا ٹھکانا ہے پس یہ اعتراض امام صاحب و صاحبین وغیرہ تک جو تین وتر کے قائل ہیں پہنچتا ہے اُس سے لازم آتا ہے کہ انکے ایمان کا بھی ٹھکانا نہ ہو۔ معاذ اللہ

چھٹا اعتراض۔ براہین قاطعہ میں یہ صاف لکھ رہا ہے کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیۃ والشافعیۃ میں بلا ضرورت دوسرے مذہب پر عمل کر

## نقل خط حضرت حاجی صاحب سلمہ

نحمد اللہ العلیم القدیر الدیان الذی کشف بمحض فضلہ علی من اصطفے من عبادہ حقائق العلوم والبیان ونصلی ونسلم علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی اشرف الرسل والانبیاء سیدنا محمد ن المصطفے وآلہ وصحبہ النجباء الاتقیاء اما بعد از فقیر امداد اللہ چشتی

فاروقی عفااللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیۃ الاسلام آنکہ آپکا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے۔
ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔

**جوابِ اوّل** واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنے آپنے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ وان اللہ لا یخلف المیعاد۔ وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو در بارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جسکو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اسکی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرۃ باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اسکے خلاف پر بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اسکا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اسکو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔ پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیہ کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرۃ باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات کہ وقوع کذب پر متفرع کئے گئے تھے وہ مندفع ہوگئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اسکی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابنائے زماں قاصر ہیں آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک مثال قرآن وحدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے۔ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا الآیۃ اور دوسری جگہ فرمایا۔ وما کان اللہ لیعذبہم

ف۱ کیونکہ فساق مومنین کیلئے مثلاً جو کچھ وعید وتہدید آیات واحادیث میں فرمائی گئی ہے وہ عموماً باعتبار استحقاق عذاب ہے بعض جگہ بلا تخصیص مقرر فرمائی گئی ہے مگر اسکی ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ ہم ان میں سے جسکو چاہیں بلا تعذیب بخشدیں پس اس وعید کا خلاف کذب نہیں چنانچہ بعض اہل معصیت مومنین کا بلا تعذیب جنت میں جانا اور خدا تعالیٰ کا انکو محض اپنی رحمت سے بخشدینا احادیث میں صحیح ہے البتہ کفار کیلئے دوزخ میں جانا وعید قطعی ہے اسکا خلاف کذب ہے اسلئے کفار جنت میں جاویں گے مگر کفار کا جنت میں داخل کرنا قدرۃ خداوندی میں داخل ہے یہی معنی امکان کذب کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کذب پر قادر ہے پر وقوع اسکا نہ ہوگا۔ ۱۲

ف۲ جیسے رسول خدا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا مثل اصل میں ممکن ہے یعنی خدا تعالیٰ قادر ہے کہ آپ کا مثل پیدا کردے کیونکہ قاعدہ مسلم ہے کہ مثل الممکن ممکن پس جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں واجب نہیں مخلوق ہیں خالق نہیں تو آپ کا نظیر بھی ممکن افعیینا بالخلق الاول مگر چونکہ وعدہ الٰہی ہوچکا کہ کمالات نبوۃ ورسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی اور آپکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اسلئے وقوع نظیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا محال ہوگیا ہے یعنی محال بالغیر علیٰ ہذا زید مثلاً جسکی تقدیر میں عالم ہونا لکھا گیا اسکا جاہل ہونا بالذات ممکن یعنی خدا تعالیٰ کی قدرۃ میں داخل ہے پر چونکہ خدا تعالیٰ کا لکھا ہوا بدلتا نہیں اسلئے زید کا جاہل ہونا محال بالغیر ہوگا اسیطرح غیر متناہی مثالیں اسکی موجود ہیں ۱۲ ف۳ معترض کے شبہات کی بناء وقوع کذب پر تھی کیونکہ قرآن شریف میں مثلاً احتمال کذب اسیوقت ہے کہ کذب کے وقوع کا کوئی قائل ہو ہرگاہ وقوع کذب باری تعالیٰ محال گویا مستحیل کسی وجہ سے ہوا احتمال کذب کلام اللہ بھی غلط اور نیز واضح ہو کہ ہرگاہ جناب حاجی صاحب سلمہ نے جمیع محققین اہل اسلام وصوفیہ کرام کا مذہب امکان کذب یعنی دخول تحت القدرۃ تحریر فرمایا تو اب منکرین اپنا انجام سوچیں کہ وہ کسی گروہ میں داخل ہیں ۱۲ ف۴ مگر جب دیکھا کہ اس زمانہ کے معقولی مغالطات کے بھروسہ قدرۃ خداوندی کی نفی کرنے لگے اور اہل حق کی تکفیر وتضلیل پر آمادہ ہوئے تو بضرورت اظہار اس مسئلہ کا کرنا پڑا ۱۲ منہ ف۵ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے تمہارے اوپر عذاب بھیجنے پر اور آیت ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ بہ برکت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بدولت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں عذاب نہ آئے گا پس اس وعدہ کی وجہ سے دنیا میں عذاب بیشک نہ آئیگا مگر آیت اولیٰ سے اسکا قدرت الٰہی میں داخل ہونا معلوم ہوا وہو المدعی ۱۲ منہ



وانت فیہم الآیۃ آیۃ ثانیہ میں نفی وقوع عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیۃ اولیٰ سے اسکا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلا ہے کیونکہ وہو علیٰ کل شئی قدیر۔ احادیث کو دیکھیے کہ عشرۂ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلا ہے ہو چکی پر چونکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں اسلئے نظر بقدرۃ وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ہے فرماتے ہیں واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم او کما قال واللہ تعالیٰ یحق الحق وہو یہدی السبیل۔

**جوابِ ثانی** علیٰ ہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بشریت میں شریک ومثل ہونا جملہ بشر کے بنص قرآنی ثابت ہے۔ اس کا انکار نص کا انکار ہے مگر ایک وصف میں مثل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمیع اوصاف میں مثل ہوا کریں سو برابری کا دعویٰ کوئی نہیں کرتا خود براہین قاطعہ میں آیۃ انما انا بشر مثلکم کی شرح کے بعد صاف لکھدیا ہے کہ جملہ وجوہ اعلیٰ علو مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسکا امتیاز معلوم ہوگئے شاید آپنے براہین کی اگلی عبارت کو نظر انصاف نہیں دیکھا اسلئے تکفیر علماء وصلحاء پر مبادرت کرکے اپنا خیال نہ کیا یہ طعن تو درپردہ خود سرور کائنات بلکہ خالق موجودات تک پہنچا ہے کیونکہ انما انا بشر مثلکم کے اظہار وبیان کا ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جناب باری تعالیٰ جل وعلا کی طرف سے ہوا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ف۱ بلا شبہ عقل سے ثابت ہے کہ خلاف وعدہ کے قدرۃ میں داخل ہونے سے کذب کا داخل قدرۃ ہونا لازم آتا ہے بلکہ احادیث میں صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف وعدہ وعہد کو کذب سے تعبیر کیا چنانچہ قصہ حضرت ابو ہریرہ میں جو انکو شیطان لعین کے ساتھ غلہ صدقہ میں پیش آیا اور شیطان نے عہد کیا کہ پھر نہ آؤں گا مگر چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شیطان پھر آئیگا اور اپنا وعدہ وعہد پورا نہ کریگا اسلئے اسکو کاذب فرمایا لفظ کذب جو حدیث میں موجود ہے شاید وعدہ سے یعنی شیطان تجھ سے جھوٹ بولگیا پس بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ وعدہ کا خلاف کرنا تو داخل قدرت جناب باری ہے پر کذب داخل قدرۃ نہیں محض خسفسطہ عقل ونقل ہے ۱۲ منہ ف اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی محدثات وممکنات خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے سب اسکی قدرۃ میں ہیں ذات وصفات خداوندی جو ازلی ابدی ہیں ان میں حدوث ممکن نہیں اسلئے وہ اس سے خارج ہیں ۱۲ ف۲ عشرہ مبشرہ یعنی دس صحابی جنکو ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول جنت کی بشارت دی ۱۲ ف۳ کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جسکے لئے قطعاً جنت کا وعدہ فرمایا اسکو دوزخ میں ڈالدے اور دوزخی قطعی کو جنت میں داخل کردے اگرچہ اسکے عدل وکرم سے ایسا نہ ہوگا پر اسکی قدرۃ وجلال کے سامنے چون وچرا کی مجال نہیں وہو القاہر فوق عبادہ وہو الحکیم الخبیر ۱۲ ف۴ تاکہ بخشے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ اگلے پچھلے ۱۲ ف۵ قسم اللہ تعالیٰ کی نہیں جانتا ہوں میں حالانکہ میں رسول خدا تعالیٰ کا ہوں کہ کیا کیا جاوے گا ساتھ میرے اور نہ یہ کہ کیا معاملہ ہوگا ساتھ تمہارے ۱۲ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا نظر بقدرۃ وجلال کبریائی ہے ورنہ آپکو وعدہ الٰہی پر پورا وثوق تھا ۱۲ ف۶ معترض کا یہ کہنا کہ ہامان وفرعون کی برابر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو کہدیا نہایت درجہ کی جسارت اور بہتان ہے رسول اللہ کے کمالات تو انبیاء کو بھی عطا نہیں ہوئے اور کوئی نبی کمالات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برابر نہیں چہ جائیکہ فرعون وہامان مگر یہ خوش فہمی معترض کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر اور مخلوق کہدینے سے فرعون وہامان کی برابری ثابت کر دی کیا معترض کے نزدیک جملہ بشر انبیاء علیہم السلام اور امتی اور مومنین وکفار یکساں ہیں معاذ اللہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء معترض کے نزدیک مخلوق و بشریت سے خارج ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ونیز دیگر انبیاء کا کمال زبردست ہی ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ ولقد

**جواب ثالث** - اسی طرح صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالۃ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نفس ذکر و قیام کرنیوالوں کو ہنود و روافض لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمۃ و مشابہۃ روافض و ہنود کا لگایا ہے۔ چنانچہ خود فتوی جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ میں یہ امر صریح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وے باعث حسنات و برکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مگر اس کو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے۔

**جواب رابع** - ایسے ہی براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین پر ترجیح نہیں دی ہے جو موجب استبعاد ہو بلکہ اُس کتاب میں صاف لکھدیا ہے کہ دیوبند کو مثل بازار کی جو شر البلاد ہے سمجھو اور حرمین کو مثل مسجد کے جو خیر البلاد ہے مگر فیوض میں باعتبار عالم ربانی متقی کا ہے گو وہ کسی جگہ کا ہو سو بنظر تحقیق اس میں کسکا و کلام ہو سکتی ہے۔

**جواب خامس** - ایسے ہی ایک وتر کی بحث میں جو آپنے لکھا ہے کہ صاحب براہین کا اعتراض امام صاحب و صاحبین علیہم الرحمۃ تک پہنچا کر یہ تو محض تعصب یا سفاہت ہے صاحب براہین اُس شخص کو رد کرتے ہیں جو عموماً ایک وتر پڑھنے والوں پر طعن کرے کیونکہ ایک وتر پڑھنے والے بعض صحابہؓ و آئمہ بھی ہیں حضرت امامؒ و صاحبینؒ نے کب ایک وتر پڑھنے والوں پر طعن کیا ہے اور وے کب طعن کر سکتے ہیں کہ اُس طرف بھی صحابہ کبار و آئمہ خیار ہیں۔ صاحب انوار ساطعہ نے چونکہ بالعموم ایک وتر پڑھنے والونکو مطعون کیا تھا حالانکہ ان میں صحابہ و آئمہ بھی ہیں اُس کو متنبہ کیا ہے اور اس گستاخی سے روکا ہے۔

**جواب سادس** - صاحب براہین نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیہ و الشافعیہ میں بلا ضرورت دوسرے مذہب پر عمل کرنا درست ہے اُس میں یہ مضمون کسی جگہ نہیں شاید آپ کو نقل قول امام ابن ہمام سے جو در بارہ تراویح لکھا ہے یہ شبہ پیدا ہوا ہے اُسکا یہ مطلب ہرگز نہیں اول تو امام بن ہمام حنفی ہیں شافعی نہیں پھر صاحب براہین نے اُس پر عمل ہونا نہیں لکھا اور نہ اُس کو ترجیح دی۔ فقط واللہ الموفق والہادی و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمدؐ و آلہ و صحبہ اجمعین۔

---

سلہ حضرت حاجی صاحب سلمہ نے جیسا اس تحریر میں قیودات زائدہ سے منع فرمایا ایسے ہی زبانی بھی بارہا قیودات زائدہ سے منع فرمایا اور نیز حضرت سلمہ کی دیگر تحریرات سے ممانعت عیاں ہے پس اس صورت میں اگر حضرت سلمہ نے کسیکو اجازت میلاد شریف کی دی تو اُسکو نفس ذکر میلاد شریف پر محمول کرنا چاہیے ۱۲

سلہ پس معترض کا یہ کہنا کہ براہین کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب و صاحبین رحمہم اللہ تعالے کے ایمان کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں نہایت حمق و شقاوت ہے کیونکہ ان حضرات نے ایک وتر پڑھنے والوں صحابہؓ و آئمہ کو کبھی طعن نہیں کیا اور نہ کلمات تحقیر ان حضرات کی شان میں لکھے مؤلف انوار ساطعہ نے بالعموم ایک وتر پڑھنے والوں کی نسبت کلمات ناشائستہ لکھے اسلیے اُسکو گستاخی سے روکا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ تحقیر احادیث و تحقیر سلف میں ایمان کا ٹھکانا نہیں اگر مؤلف انوار ساطعہ کے کہ میری مراد حضرات صحابہ و آئمہ قائلین وتر واحد پر اعتراض کرنا نہیں تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کیونکہ اُس کتاب میں بالتعمیم ایک وتر پڑھنے والوں پر اعتراض کیا ہے بحکم شرع ظاہر پر ہے اور پھر سلف ہوں یا خلف جس امر میں وہ متبع حدیث نبوی ہیں اُس فعل پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ اُس کی تحقیر زیبا اعتراض جبھی ہے کسی احادیث یا اتباع ہوسے کی وجہ سے ہے ورنہ چاہیے کہ فرق باطلہ و اہل ہوی جن عقائد و اعمال میں اہل حق کی ... اُن عقائد و اعمال پر بھی اعتراض نہ کیا جائے پھر جب ایک وتر کے قائلین بھی صحابہ و آئمہ اہل سنت ہیں تو اس فعل پر کب اعتراض ہو سکتا ہے۔

تمام شد